

**THE BOOK WAS
DRENCHED**

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224129

UNIVERSAL
LIBRARY

تہذیبِ الاخلاق Checked

۱۶۵

من ابتداء

ماہ رمضان

لعیت

ماہ شوال

سنہ ۱۳۱۱ نبوی مطابق سنہ ۹۷ و ۱۲۹۸ ہجری

مادہ تاریخ ہجرت بحساب سال نبوی

اَیَاتِ اِکْلِ صَبَارٍ شُکُورٍ

۱۳۱۱

علی گڑھ

مطلع علی گڑھ (فسقہ) میں باقہ م لائف طالب راے جی

سنہ ۱۸۸۱ء

فہرست مضامین

صفحہ	قام راقم	مضمون
۱—۲	سید احمد	نو روز یعنی شروع سال نبوی سفر نامہ جذاب مولوی محمد سمیع اللہ
۷۲—۷۳	محمد سمیع اللہ خاں	خاں بہادر بابت سفر لندن
۷۲—۷۳	منشی محمد ذکا اللہ	نیکو میں امور اتقاقیہ نہیں ہوتے
۷۲—۸۲	منشی مہدی حسن	فرائین تہذیب
۸۲—۹۹	منشی مہدی حسن	اصول تمدن — یوٹیلٹی یعنی اصول رفاعیہ — اصول رہبانیت — اصول خون رائی — اسباب نفرت و احتراز ...
۹۹—۹۹	منشی محمد ذکا اللہ	خبر بر غیر
۹۹—۱۱۷	کمیٹی مدرسۃ العلوم	جلسہ ادیس آفریل سر جان اسٹریٹچی جی سی ایس آئی
۱۱۸—۱۲۳	مولوی الطاف حسین حالی	مسلمان اور ترقی
۱۲۳—۱۳۳	سید احمد	مشرق و علوم و فنون
۱۳۳—۱۳۸	سید احمد	ورفیکلر یعنی ہماری زبان
۱۳۸—۱۴۳	سید احمد	ہماری زبان اور ہماری اعلیٰ درجہ کی تعلیم
۱۴۳—۱۴۷	منشی محمد ذکا اللہ	سب سے زیادہ نیک اور بڑا مشکل کام
۱۴۳—۱۵۲	منشی مہدی حسن	تنمہ قوانین تہذیب تہذیب خارجی انسان کے لیے عادات انسانی میں نفاست
۱۵۲—۱۵۵	سید احمد	سفر نامہ سید احمد خاں بابت سفر لندن موسوم بہ مسافران لندن شایستگی اہل ہفت اور اُسکے لیے
۱۵۳—۱۵۳	منشی محمد ذکا اللہ	انشاپردازی
۱۵۳—۱۶۰	منشی محمد ذکا اللہ	فاتحہ خوانی علم قدیمہ
۱۶۱—۱۶۳	منشی مہدی حسن	اعتقاد و اخلاق
۱۶۳—۱۶۷	مولوی الطاف حسین حالی	مثنوی تعصب و انصاف
۱۶۷—۱۶۷	منشی مہدی حسن	مریت — معہ ریمارک اڈیٹر
۱۶۷—۱۶۷	منشی مہدی حسن	خیالی سفر نامہ

صفحہ	نام راقم	مضمون
۲۸۶—۲۷۸ ...	منشی محمد ذکار اللہ	علم الایمان — تعریف — معنی لفظ { کیس — اقوال متنبین و مفکرین قیامیہ}
۲۹۸—۲۸۷ ...	منشی مہدی حسن	درماچہ جرہ می بنفہم کی کتاب یوٹیلٹی پر
۳۱۴—۲۹۹ ...	سید احمد	آزادی رائے بطور ملز لہوئی ...
۳۲۱—۳۱۴ ...	منشی مہدی حسن	آزادی ...
۳۲۲	مولوی الطاف حسین حالی	بنامیات حسب حال زمانہ ...

تہذیب الاخلاق

سنہ ۱۲۹۷ ہجری

سنہ ۱۳۱۱ نبوی

آیاتِ لَکَلِّ صَبَّارٍ شَکُورٍ

۱۳۱۱

نوروزِ نبوی

شوال کا مہینہ اور عید کا دن تیرہ سو گیارھویں سالگرہ ظہورِ مذہبِ اسلام کی ہی تمام مسلمان عید کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں، عید گاہ میں دو گانے پڑھتے ہیں، خیرِ خیرات کرتے ہیں، فطرہ دیتے ہیں، دودھ سونپیاں کھاتے ہیں، ایک دوسرے کو تحفہ بھیجتے ہیں، لڑکوں کو چھٹی ملتی ہی، عیدیاں لے لیکر خوش ہوتے ہیں، مگر اس مختلف گروہ کے مختلف خیالات ہیں۔ بزرگ اور خدا پرست زاہد و عابد الوداع کے دن ماہِ مبارک کی مفارقت میں گریہ و زاری کر چکے ہیں پھر عید کے دن فرض کے ادا کرنے اور بہشت میں اعلیٰ درجات ملنے کا استحقاق حاصل کرنے کے خیال سے خوشیاں مناتے ہیں۔ جوان کہتے ہیں کہ خدا خدا کر کے رمضان مبارک تشویف لیگئے مرمو کے روزے پورے کیئے اب خدا نے عید کا دن دکھلایا برس بھر کو نجات ملی — بڈھے سیدھی سادھی طبیعت کے آدمی شکر کرتے ہیں کہ ابکے سال تو خدا نے روزے رکھوا دیئے عید کا دن دکھلا دیا دیکھئے اگلے سال بھی ہم ہرنکے یا نہیں *

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز یہہ کم نہونگے

چرچے بھی رہینگے افسوس ہم نہونگے

لڑکے چھٹی کی دھرم میں کھیل کود کی آمنگ مہں عیدیاں لے لیکر خوش ہوتے ہیں کہ دو دن کے لیئے تو پڑھنے کی مصیبت اُستان کی دہشت سے نجات ملی، ہماری عمر کا جو مقتضی ہی اُس کے برتنے کا موقع ہاتھ آیا — مگر جو یکے مسلمان ہیں اور تھمت مذہبِ اسلام کے پیرو ہیں وہ کہتے ہیں کہ عید، عید کا دن تو ہی، مگر عید کے کچھ سامان بھی ہیں، جب کچھ سامان نہیں پاتے تو گو خوشیاں ملتی چاہتے ہیں مگر کچھ منا

نہیں سکتے۔۔۔ ہلالِ عید اُنکی آنکھوں میں ہلالِ نو نظر نہیں آتا بلکہ ہلالِ آخرِ ماہ دکھائی دیتا ہی جو بدر ہو کر گھٹتے گھٹتے ہلال ہو گیا ہی *

تمام قوموں نے اپنے اپنے مختلف نشان اختیار کیئے تھے مگر مسلمانوں نے ہلال کا نشان اختیار کیا تھا جو ظہورِ مذہبِ اسلام کی نشانی اور ہونہارِ بدر کی نیک شگونی تھی مگر وہ یہم نہ سمجھے تھے کہ بدر کو پھر ہلال ہونا اور کمال کو پھر زوال آنا ہی — وہ تو بدر کی چاندنی دیکھ کر خوش خوش سدھارے اب ہم محتاج کی اندھیروی میں ٹکراتے ہیں — اس وقت دنیا کے پرتے پر جہاں جہاں مسلمان ہیں ایک سی ابتر حالت میں ہیں، تعصب کو دیفداری سمجھتے ہیں، تعصب نے اُن کو ایسا غلیظ القلب کر دیا ہے کہ کسی طرح پسینچنا ہی نہیں — خدا تو اپنے حبیب کو فرماتا ہے، ”و لو کنت فضاءً غلیظ القلب لانفضوا من حولک“ مگر اس حکم کو اُنہوں نے چھوڑا ہے اور تعصب کو پکڑا ہے اور دوسری قوموں نے اکثر اُمور میں تعصب کو چھوڑا ہے اور اس حکم کو پکڑا ہے، مفاسی نے مسلمانوں کا ہی گہر پسند کیا ہے، بے دولت کا اطلاق اگر ہو سکتا ہے تو مسلمانوں ہی پر ہو سکتا ہے، چند آدمی اگر با دولت ہیں تو قوم کی بھلائی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ —

مرا هست بطار از طوفان چہ باک

نوم کی قوم بے علم و بے ہنر ہوتی جاتی ہے، اُنہوں نے اپنے سلف کی اُس ناموری کو جو علوم و فنون میں اُنہوں نے حاصل کی تھی بالکل ڈبڑ دیا ہے — دنیائی علوم و فنون کو جانے دو، اگر دینی ہی علوم میں اُنہوں نے ترقی کی ہوتی تو بھی صبر آتا کہ خیر دنیا گئی تو دین ہاتھ آیا، علمائے دین کی زبان حال پکار پکار کہہ رہی ہے کہ، ”کبری موت الکبرا“ اجتہاد و استنباط کو جانے دو روایت کشی جو ادنیٰ ترین درجہ علماء ہی وہ بھی باقی نہیں رہی ہے، واقعہ سے روایت کا اور روایت سے واقعہ کا تطبیق دینا نہایت ہی کم پایا جاتا ہے، اُس کے مآخذ و استنباط تک پہنچنا تو دوسری بات ہے *

ہم اس علم پر بھی خاک ڈالتے ہیں اور اخلاق پر نظر کرتے ہیں تو بھی بجز انسوس کے کچھ نہیں پاتے، اتقیا کو دیکھتے ہیں کہ دن رات اس خیال میں مبتلا ہیں کہ مسواک کتنی لہنی اور ازار کتنی اُونچی رکھنی چاہیئے، نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے ہوں یا چھانی کے اوپر، آمین آہستہ سے کہی جاوے یا ایسے پکار کر جس سے مسجد گونج جاوے — جب اس سے بھی فارغ ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کی تکفیر کے فتوے لکھنے پر مصروف ہوتے ہیں، جب اس کا بھی محل نہیں پاتے تو اُن کی نسبت جن کو وہ اپنا ساتھی نہیں سمجھتے افترا پردازی اور بہتان بگنی کرنے پر متوجہ ہوتے ہیں — غرضکہ بلبلیوں کی طرح اسی طرح بولتے اور گنتے رہتے ہیں، دل کی نیکی اور اندرونی حالت کی درستی پر مطلق

خیال بھی نہیں جاتا، تمام احکامِ شرعیہ کا مقصد جو روح کا پاک کرنا، دل کو درست کرنا، اخلاق کا پیدا کرنا، محبت کا ترقی دینا، قومی، ہمدردی کو جوش میں لانا، اور قوم کے ساتھ ہمدردی کرنا ہی اُس کا ذرہ برابر اثر بھی دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ مولوی صاحب سننے کی خوشی پیش امام بننے کا فخر ممبر پر چڑھ کر خوش الحانی سے عید کے خطبہ پڑھنے کا افتخار لوگوں کے قدم چھونے ہاتھ چومنے کی خوشی دل کو ایسا پہلا دینی ہی کہ دینے کی گنجائش ہی نہیں رہتی — یہی سبب ہی کہ اندرونی حالت عالم و جاہل سب کی یکساں ہی جو کچھ ہی باہر کی ٹیپ ٹاپ ہی *

مشکلہ دارم ز دانشمند مجلس باز پرس

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمز میکنند

جو لوگ شبلی و جند کی ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں کیا کچھ افتخار ہی جو اُن کو اپنی دنیا نشینی پر نہیں ہی، سجادہ نشینی دین و دنیا دونوں پر فتیابی ہی جو کچھ چاہو سو کرو مگر صورت و حالت ایسی بناتے جاؤ جس سے لوگ کھچتے جاویں، بگاتے جانے کی حاجت نہیں وہ خود ہی بقنی جاتی ہی، یورپے پر بیٹھا جب اُن کو تخت طاؤس پر بیٹھنے سے زیادہ لطف دکھاتا ہی تو وہی لطف دوسرے دن اُن کو زمین پر بٹھا کر عرش پر بیٹھنے کا مزا چکھاتا ہی مگر جو چیز کہ اسلام کی انسان میں پیدا ہوئی چاہئے تھی اُس کا نشان نہیں ملتا، ہاں مگر ان میں مثل پہلوں کے مردم آزاری نہیں ہی — جب قوم کا یہ حال ہی تو ہلال عید کیا خوشی دے سکتا ہی، بلکہ محرم کے ہلال سے زیادہ دل نکار ہی، ایسے ہلال سے کیا خوشی ہوسکتی ہی جو محتاق میں آنے والا ہو، ہاں اگر ہر سال قوم کی روحانی ایمانی اخلاقی تمدنی ترقی ہوتی رہے تو پھر عید کا چاند تو عید ہی کا چاند ہی، مگر افسوس ہی کہ اس کی توقع نہیں — بالفعل تو قوم تمام قوموں کی مورد نفرت بن رہی ہی اور قوم اُس پر فخر کرتی ہی اور کچھ نہیں سمجھتی، اور کیونکر سمجھے کہ جو کچھ ہوا ہی اور ہوتا ہی خود اُس نے کیا ہی اور کرتی ہی •

تو بخویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظری

بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

پس جب ہماری قوم کا یہ حال ہی جس کے لیئے ہلال عید ہی تو پھر عید کیسی، مگر ہاں اس زمانہ میں اُن بکے مسلمانوں اور ٹھیک اسلام پر چلنے والوں کی بدولت (چند اس زمانہ کے مقدس لوگوں نے جو تیرہویں صدی کے مقدس لوگ گئے جاتے ہیں اُسی خیال سے نیچرپی کا خطاب دیا ہی جس خیال سے حضرت عہسی علیہ السلام کے زمانہ کے لوگوں نے حضرت عہسی کو ناصری کا خطاب دیا تھا اور انہوں نے اُس خطاب کو اُسی خوشی سے منظور کیا ہی جس طرح حضرت عہسی نے نہایت

’روشنی‘ سے ناصری کے خطاب کو منظور کیا) تھا ہماری قوم میں کچھ ترقی کا خیال پیدا ہوا ہی ، اور فنی روشنی اور پرانی روشنی والے دونوں کہتے ہیں کہ قوم کو تنزل ہی قومی ترقی ہونی چاہیئے ، بہت سے دلوں میں گو قدیم احوال سے لغزش آئی ہو مگر لا الہ الا اللہ معتمد رسول اللہ پر اُن کے دل کو پختہ یقین ہو گیا ہی ، اس وقت یہاں تک تو ہوا ہی آئندہ دیکھیئے کیا ہوتا ہی و ما ترفیقي الا باللہ العلی العظیم *

راقہ

سید احمد

سفر نامہ

جناب مولوی محمد سمیع اللہ خاں بہادر

بابت سفر لندن

تمہید

سیاحی و ملکوں کی سیر ایک ایسی عمدہ چیز ہی کہ اُس کی ہر زمانہ میں قدر و تعریف ہوتی آئی ہو ۔ انسان کی عقل کو روشنی خیالات کو ترقی مختلف قسم کے تجربے جیسے اُس کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتے ہیں ایسے اُور کسی چیز سے میری رائے میں حاصل نہیں ہوتے ، بلکہ اگر مبالغہ نہ خیال کیا جاوے تو زندگی کا لطف ہی یہ ہی ، جو آدمی سفر نہیں کرتا اُس کی صاف مثال اُس گڑھ کے میڈک کی سی ہی جس کی حمایت کو سب جانتے ہیں *

جب تک آدمی سفر نہ کرے اُس وقت تک یہ مضمون عمدگی سفر کا ایک خیالی مضمون ہوتا ہی اور اقناعی طور سے تسلیم کیا جاتا ہی لیکن تجربہ کے بعد بلا شبہ عین یقین کے درجہ کو پہنچ جاتا ہی * *

میرے دل میں ایک مدت سے دو سفروں کا شوق تھا ایک تو عرب کے سفر کا اور دوسرے یورپ کے سفر کا ۔ عرب کے سفر کو زیادہ تو تعلق مذہبی حالت سے ہی اور یورپ کے سفر کو انسان کی بھلائی ملکی و قومی ہمدردی اخلاقی و معاشرتی و دماغی قوی و خیالات کی ترقی سے ۔ میں نے عرب کا سفر ہنوز نہیں کیا ہی اس وقت میں یورپ کے سفر میں ہوں اور لندن میں جو انگلستان کا دارالسلطنت خیال ہوتا ہی موجود ہوں *

میں خیال کرتا ہوں کہ میرے اس یورپ کے سفر کی تقدیم سے میرے ہندوستان کے مسلمان بھائی مجھ سے خوش نہوں گے اور میں جانتا ہوں کہ ہر قسم کے اعتراضات

و الزامات مجھے پر کرتے ہونگے اس لئے کبھی کبھی میرا یہ ارادہ ہوتا تھا کہ میں اُسے وجہ کچھ لکھوں یا کم سے کم اُن کی سمجھ کے موافق مشیت کے مذہبی مسئلہ کو جو ہر مشکل کا آسان کرنے والا اور ہر ناوک اعتراض کی عمدہ سپر متصور ہی پیش کریں لیکن چونکہ اُس سے میری اصلی غرض فوت ہوتی تھی اس لئے میں نے اُس طریقہ کو پسند نہیں کیا •

میری اصلی غرض یہ تھی کہ میں اپنے مخالف و موافق دوستوں کے خیالات اور اُن کی اندرونی طبیعت سے واقف ہوں اور نہ تنہا میں بلکہ سب لوگ واقف ہوں وہ نازک خیالیاں کریں طبیعت کی جڑ لائیاں دکھائیں مضمون پر مضمون و آرٹکل پر آرٹکل اخباروں میں چھپیں مجالس میں میرا ذکر خیر ہو کوئی آفتابیں میچ میچ کر کوئی آنکھوں کو چپکا چپکا کر اشاروں سے کوئی خندہ زیر لبی سے باتیں کرے رمز و کنایات و اشارہ بازیاں ہوں اور اُن کو میں پتھیں و سفوں و دیکھوں و لطف اُٹھاؤں •

بعض میرے واجب التعظیم دوست یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے اس سفر کے واقعات کو لکھوں اور جو کچھ اثر اُن واقعات سے یا اس سفر سے میرے دل پر ہوا ہے اُس کو بھی بیان کروں میں اُن کے ارشاد کی تعمیل میں عذر نہیں کر سکتا ہوں لیکن اُن کی خدمت میں یہ ضرور التماس کرتا ہوں کہ دوسرے حصہ فرمایش کی مجھ سے امید نہ رکھئے - واقعات البتہ ایسی چیز ہیں جنکو کوئی اُسی طرح لکھ سکتا ہے کہ سمجھ میں آجائیں لیکن اس کیفیت کو جو دل پر طاری ہو کوئی کیونکر بیان کر سکتا ہے اس کیفیت کا حال تو وہی ہے کہ من ذاق ذاق •

لہذا میں اول ہی سے معذرت کرتا ہوں کہ اُس کیفیت قلبی و اثر کی حالت کے بیان میں میں معذور ہوں مگر العاقل تکیفہ الاشارة •

شاید میرے خیالات کے اظہار سے اُس کا نتیجہ پیدا ہونا ممکن ہو اور وہ میرے اثر قلبی کا ثبوت سمجھا جاوے •

لایق لحاظ

جب میں ہندوستان میں تھا تو لوگ یورپ کے سفر کی صورت بڑی ہی خوفناک دکھاتے تھے کوئی جہاز سے گراتا تھا کوئی جہاز کی سی سکس سے خوف دلاتا تھا کوئی سمندر کی موجوں سے دھمکاتا تھا کوئی کہتا تھا کہ دفعتاً جو گرمی سے سردی کی تبدیلی الگ و ندرت سے ہوتی ہے وہ مسافروں کو فوراً بیمار کر دیتی ہے سبقت میں درد ہونے لگتا ہے کھانسی ہو جاتی ہے کوئی کہتا تھا کہ بڑے بڑے کھیل رکھنا جازا بہت ہوگا - دوائیں رکھنا کام آ رہیگی - لہذا مجھے کے لئے عطر رکھنا اُس کی بہت ضرورت پڑیگی - کوئی اسمی کے

استعمال کی ہدایت کرتا تھا — بعض احباب نے ہمکو چٹنی دی کہ یہہ جہاز میں سب سے زیادہ مفید ہوگی کسی نے ترنج کا مربہ ہمارے ساتھ کیا کہ صبرا کی شدت بہت ہوگی اُس میں یہہ بہت کارآمد ہوگا کسی نے بنایا کہ لیموں ضرور رکھنا وہ اکسیر کا کام دینگے — میں نا تجربہ کار تھا اور تین نو عمر لڑکوں کا ساتھ تھا ہم نے سب کچھہ کیا متعدد کمبل خریدے پڑی عمدہ عمدہ دوائیوں لیں چٹنی بھی لی مربہ بھی منظور کیا املی کی تھیلی بھی رکھی مختلف عطروں کی بوتلیں رکھیں لیموں بہت سے رکھے — انشردہ بنانے کو قند بھی رکھا اور اُس کے واسطے کافی اہتمام کیا لیکن بعد تجربہ و اختتام سفر معلوم ہوا کہ وہ بالکل باتیں ہی باتیں تھیں خواہ مخواہ کا دھوکا تھا ہمکو نہ تو کمبل کی حاجت پڑی نہ مربہ کی ضرورت پیش آئی نہ عطر کام آئے نہ انشردہ کے استعمال کی ضرورت پڑی — لیموں سڑنے لگے اور ہم پھینکتے گئے عطر کی شیشیاں بند کی بند لندن آئیں چٹنی کی بوتل و املی آج تک موجود ہی کمبل کا خواہ مخواہ بوجھہ ہی — جب کچھہ ضرورت نہ پڑی تو اس وجہ سے کہ یہہ چیزیں کیا ہونگی لڑکوں پر زبردستی کی نہ قند کو تمام کر دیا شربت بغاؤ اور دیو — مربہ کھالو مگر وہ کہتے تھے کہ ہمکو ضرورت نہیں نہ ہمارا دل چاہتا ہی جب وہ تمام نہوا تو کہیں قند دیا کسی جہاز کے نوکر کو مربہ دیا یہہ ممکن ہی نہ کسی خاص موسم میں کسی خاص اوقات سے سی سنکس ہو لیکن اُس کے واسطے اس قدر مبالغہ ٹھیک نہیں جس سے خواہ مخواہ آدمی ڈر جاوے — اگر اس قدر دور دراز جہاز کے سفر میں کسی کو قہ آئے یا دوران ہو یا خفیف حرارت ہوگئی تو کیا وہ خود بخود ایک دو روز میں رفع ہو جانا ہی جہاز میں کمپنی کے پاس دوائیوں موجود ہوتی ہیں لہذا میں اپنے آئندہ مسافروں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ہرگز سفر دریا سے خوف نکرین اور کپڑوں اور کمبلوں کے بوجھہ اور دوائیوں کا ذخیرہ عطار کی دکان اپنے ہمداد نہ لیں — احتیاطاً کچھہ کونین اور ایک مختصر شیشی کسی قسم کی خبثت و بی اپنے ساتھ لویں مربہ کھانا اگر پسند ہو اور قبض کا خیال ہو تو املی کا مربہ کافی ہی اس لیئے کہ یہہ معلوم ہوا کہ مختلف غذا سے یا سمندر کی آب وغیرا سے بعض اشخاص تو قبض ہوا تھا بیچورنا بیچھانے کو و کمبل اور ہمنے کو دو مال منہہ بوجھہ و نہاکو بدن بوجھہ کو آئینہ منہہ دیکھنے کو صابن منہہ دھونے کو سب کمپنی جہاز کی دیتی ہی مگر برش و کنگھا اپنا ہونا چاہیئے ہاں اگر کانڈ سے صانہ کی مشق و طہارت پسند نہیں ہی تو ایک متوسط لوتا اپنے ساتھ رہنا چاہیئے (جیسا کہ ہمارے رہنا تھا) البتہ بنیائیں و تمیص سفید ہوں تو بارہ بارہ رکھنی لازم ہیں اس لیئے کہ جہاز میں سفید کپڑے بہت جلد میلے ہو جاتے ہیں زیادہ مناسب طریقہ یہہ ہی کہ دو دو دو مسافر ہمارے یا تو بالکل سفید رنگ کے کشمیرے کے یا جو مایل بسملعی ہوں کسی آؤر رنگ کے ایک ایسا جو گلابی

جائزوں میں ہندوستان میں لائق استعمال ہو اور دوسرا گرم جو سرد ہوا میں کام آئے جیسا کہ ہندوستان میں جائزے میں پہنتے ہیں — یہ دو جوڑے تمام سفر کو کافی ہونگے اور زیادہ احتیاط ہو تو ایک اسٹر بنالے قمیص و بنیائیں اگر رنگین ہوں تو کم بھی کافی ہوں یہ اس قدر اسباب ہوگا جو ایک معمولی مختصر بکس میں آسنا ہی اور وہ جہاز کے کمرہ میں پلنگ کے نیچے رہ سکتا ہی *

جہاز میں کپڑے دھونے کو ہرگز ہرگز نہ دے دھو لائی بہت زیادہ لیتے ہیں اور کپڑوں کی حالت اصلی میلے کپڑوں سے بھی بدتر کراتے ہوں ایک ریل بیگ کم قیمت کا خریدنا چاہیئے اور میلے کپڑے اُس میں رکھنے چاہیئیں میرے نزدیک تو سفر دریا نہایت ہی فرحت بخش و روح افزا چیز ہی اور حالات ہم اپنے اپنے موقع پر بیان کریں گے *

آغاز سفر

سفر کا آغاز مناسب ہی کہ علیگڑہ سے تیار دیا جاوے اس لئے کہ ہم چار آدمی ہمیں سے متفق ہو کر روانہ ہوئے اور مسافران لندن کہلائے میں اور تینوں میرے ساتھی ایک حمید اللہ خاں میرا بڑا بیٹا اور دوسرے حامد علی خاں حکیم امجد علی خاں صاحب رئیس امرہ تحصیلدار ضلع متھرا کے بیٹے دوسرے محمد رفیق شیخ الہی بخش صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر کے فرزند (یہ تینوں طالب علم ہیں مدرسۃ العلوم علیگڑہ کے) ۱۶ اپریل سنہ ۱۸۸۰ ع سے پہلے علیگڑہ میں پہنچ گئے تھے — ۱۶ اپریل کو مدرسۃ العلوم کے طالب علموں نے اپنے تینوں مدرسہ کے بھائیوں کی رخصت کے واسطے اور میری الوداع نے لئے صبح کو ایک جلسہ قرار دیا تھا چنانچہ قبل از دوپہر وہ جلسہ منعقد ہوا اُس میں تمام کالج کے طالب علم و مدرس و پروفیسر و پرنسپل و ہیڈ ماسٹر اور دیگر تمام عہدہ دار اور ضلع کے حکام یورپین و ہندوستانی اور 'ضلع بوبلی کے ڈپٹی کلٹر میرے مستخدم مولوی محمد کریم صاحب بہادر اور کزور محمد لطف علی خاں صاحب و محمد اسماعیل خاں صاحب و مصطفیٰ خاں صاحب و محمد عنایت اللہ خاں صاحب اور دیگر رؤساء جو منجھ سے ملنے کو آئے مجھکو رخصت کرنے کو تشریف لائے تھے سب جمع تھے — طالب علموں نے ہر مسافر طالب علم کو جدا جدا ایڈریس دی اور مجھکو جدا گانہ — طالب علموں نے اُن کا شکریہ ادا کیا — میں نے بھی الوداعی و نصیحت آمیز کلمات سے طالب علموں کو رخصت کیا — اُسی روز قریب چار بجے کے ہم علیگڑہ سے روانہ ہوئے ہماری ٹرین جسوقت روانہ ہوئی تو ہمارے رخصت کرنے والوں کا بڑا مجمع تھا ٹرین نے چھوٹنے کے وقت ہمارے شفیق بابو جگندر ناتھ صاحب وکیل ہائی کورٹ نے ایک خوشی کا نعرہ کیا اور سب نے اُن کی شرکت کی بڑا جلسہ تو وہاں ختم ہو گیا مگر بعض دوست

ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے ہاتھوں تک اور بعض تو نڈلہ تک ہمراہ تھے — ہم چار آدمی مسافر تھے لہذا ہم نے ایک کمپارٹمنٹ فرسٹ کلاس کا پورا لیا تھا تاکہ ہم اور ہمارا اسباب آرام سے رہے اور بلا شرکت غیر الہ آباد تک بے تکلف چلیں — اٹارہ پر جب ہم پہنچے تو ہم نے ممتاز علی خاں صاحب کو تلاش کیا اس لیے کہ وہ ہم کو وہاں کھانا کھلایا کرتے ہیں لیکن اُن کو اسٹیشن پر جب نہایا تو اپنے ساتھ کھانا کھایا — جب ریل کے چھوٹے کا رخت قریب آیا تو خاں صاحب تشریف لائے اور معمولی کھانا بھی آہونچے گو ہم کھا چکے تھے مگر حسب معمول ہم نے کچھ تو چار پی اور ایک دو کباب کھائے تین ہمارے روانہ ہو گئے *

۱۷ کی صبح کو ہم الہ آباد پہنچے اسٹیشن پر میرے عزیز دوست منشی محمد ذکاء اللہ صاحب میرے لینے کو کھڑے تھے — جناب قاضی رضا حسین صاحب رئیس پٹنہ بھی اُن کے ہمراہ تھے — قاضی صاحب مدوح خاص مہدی الداعی ملاقات کو پٹنہ سے الہ آباد تشریف لائے تھے ہم سب منشی ذکاء اللہ صاحب کے گھر گئے اور دو روز مقیم رہے — الہ آباد میں ہم نے تنخواہ کا لاسٹ پے سارٹیفکٹ لیا جس کا لینا ہر ملازم کو ضرور ہی اپنے الہ آباد کے دوستوں سے ملے — اتفاق سے کسی تعطیل کی وجہ سے میرے عزیز بھائی سید محمود صاحب بہار جج راء پڑی بھی آگئے اُن سے مل کر نہایت دل خوش ہوا فلاحیت وہ نعمت غیر متوقع تھی — جب ہم دلی سے چلے تھے تو شیخ الہی بخش صاحب اسسٹنٹ انجنیئر نے یہ وعدہ کیا تھا کہ تمہارے ساتھ میں بمبئی تک چلوں گا اور ۱۸ کو شام کے وقت معیت کی غرض سے الہ آباد پہنچ جاؤں گا — چنانچہ حسب وعدہ وہ شام کے وقت تشریف لائے ہم اسٹیشن پر جانے کو تیار بیٹھے ہوئے تھے — وہ اور ہم چاروں مسافران لندن اور جناب قاضی رضا حسین صاحب اور جناب میو ظہور حسین صاحب اور مولوی مہدی حسن صاحب اور پٹنہ نند لال صاحب وگلے ہائی کورٹ اور قاضی نجم الدین صاحب اور دیگر احباب سب ریل پر پہنچے اور جس طرح سے کہ علیحدہ سے الہ آباد تک کل کمپارٹمنٹ ہم نے کرایہ کیا تھا الہ آباد سے بھی پورا ہی کمرہ لیا کل کرایہ علیحدہ سے تا بمبئی ہر شخص کا ملے ۸ روپے — اس سفر میں جو الہ آباد سے شروع ہوا ہم سب نے ہوتلوں میں کھانا کھانا شروع کیا تھا — ریل میں مسافروں سے گارت دریافت کر لیتا تھا کہ آپ فلاں اسٹیشن پر کھانا کھاؤں گے جس قدر آدمی کھانے کو کہہ دیتے تھے وہ تار پر خبر دیدیتا تھا اُس قدر آدمیوں کا کھانا تیار موجود ہوتا تھا — ۲۰ اپریل کو ہم بمبئی پہنچے راستہ میں جہاں حیدر آباد کے آنے والے مسافر ملا کرتے ہیں ہم اپنے دوست مولوی سید مہدی علی صاحب معتمد مالکداری مدارالہام عالی سرکار نظام کے ملنے کے مشتاق تھے اس لیے کہ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم سے وہاں یا بمبئی میں ملینگے — میں اور حمید اللہ وہاں اترے اور سب اسٹیشن پر تلے

کی لیکن وہ نہ ملے ہم مایوس ہو کر گاڑی میں سوار ہوئے، تین روزانہ ہو گئی بمبئی میں جس وقت ہم اُترے تو اول تو اسٹیشن پر ہم نے مولوی مہدی علی صاحب کو تلاش کیا لیکن وہ نہ تھے، اُس کے بعد ہم نے جناب نا خدا مستمد علی روئے کو تلاش کیا جنکو تار کے ذریعہ سے ہمارے بمبئی پہنچنے کی اطلاع دی گئی تھی اور بالخصوص وہ اطلاع اس لیٹے دی گئی تھی کہ وائسن ہوٹل میں ہمارے واسطے کمروں کا بندوبست کیا جاوے، وہ بھی نہ ملے، دفعۃً ایک پارسی صاحب مجھکو ملے، اور اُنہوں نے مجھ سے میرا نام پوچھا، اور مولوی مہدی علی صاحب کا ایک خط دیا — میں نے نہایت شوق سے اُس خط کو کھولا اور پڑھا، لیکن پڑھتے ہی نہایت رنج ہوا، اُس میں مولوی صاحب نے اپنی سخت علامت کا حال لکھا تھا جس کی وجہ سے وہ نہ آسکے — ان پارسی صاحب نے اسٹیشن پر ہمارا سب کام کیا اور تمام اسباب کا ہمارے اہتمام کیا اور ہمکو وائسن ہوٹل میں لے گئے، ہوٹل میں جانے کے بعد معلوم ہوا کہ کوئی کمرہ اُس میں خالی نہیں ہی، اب ہمکو دوسرے ہوٹل میں جانے کی ضرورت پڑی یہ پارسی صاحب تلاش کو گئے، اتفاق سے فریدون جی پارسی جو ایک بڑے عمدہ دار گزرنمات نظام کے تھے اُسی ہوٹل میں مقیم تھے اُن سے ملاقات ہو گئی، وہ نہایت اخلاق سے ملے، تھوڑی دیر تک اُن کے کمرہ میں ہم بیٹھے باتیں کرتے رہے — حمید اللہ بھی ہوٹل کی تلاش میں گئے تھے وہ اُنے اور کہا کہ ایک ہوٹل قریب خالی ہی میں اُس کے دیکھنے کو گیا مگر وہ اچھا نہ تھا، ہم وہاں سے نکلے تھے کہ سامنے سے نا خدا صاحب اپنی بکھی پر تشویف لاتے تھے اُن سے ملاقات ہو گئی، معلوم ہوا کہ جب اُن کو معلوم ہوا کہ وائسن ہوٹل میں جگہ نہیں ہی تو وہ ہمارے واسطہ بانی کلا میں ہوٹل دیکھنے گئے تھے اور اُسی کے قریب اسٹیشن پر ہمکو اُنارنا چاہتے تھے، مگر جس وقت وہ بائی کلا کے اسٹیشن پر پہنچے تو ہماری تریں چھوٹ گئی تھی •

بائی کلا اسٹیشن اُس بمبئی کے اسٹیشن سے جس پر ہم اُترے تھے ایک اسٹیشن پہلے ہی — وہ ہمکو ڈھونڈتے ہوئے چلے آتے تھے •

الغرض نا خدا صاحب ہمکو اپنے ہمراہ بائی کلا لیگئے اور ہم وہاں فیملی ہوٹل میں مقیم ہوئے •

۲۴ اپریل کی شام تک ہم بمبئی میں رہے، نا خدا صاحب جس اخلاق و محبت سے پیش آئے اُس کا شکریہ جہاں تک کیا جاوے کم ہی، اُنہوں نے ہر کام میں ہماری مدد کی ہمارے پاس کرنسی نوٹ تھے مختلف پریسیڈنسیوں کے ہم نا خدا صاحب کے ساتھ بینک سے اُن کے بدلے میں ہندوئی لینے گئے، بینک نے دیگر پریسیڈنسیوں کے نوٹوں کا کچھ بہت کاٹنا چاہا لیکن میں نے منظور نہیں کیا، خزانہ سرکاری پاس تھا، میں اور نا خدا صاحب اور وہ پارسی صاحب خزانہ میں چلے گئے اور انسر خزانہ سے کہا اُنہوں نے ہمارے نوٹ

بلا کسی قسم کے علتر کے تبدیل کردیئے، ہم نے وہ لاکر فرنیچ بینک کو دیدیئے اور ہنڈوی لندن کی لی اور گنیاں راستہ کے لیئے لیلیں — ہنڈوی ہماری ایسی تھی کہ ہر بڑے مقام پر یورپ کے ہم جس قدر روپیہ چاہیں لیلیں، ہنڈوی کہا تھی بلکوں کے نام کا ایک سرکولر تھا •

اپریل کی تلخواری بھی اپنی بابت ایام گزشتہ کے ہم نے بمبئی میں لہلی اور لاسٹ پے سارٹیفکٹ پر تصدیق کے طور سے اہل دفتر نے کچھ لکھ دیا — ان تمام مقامات پر ناخدا صاحب کی اعانت ہوئی — ناخدا صاحب نے شب کو ہمارے مجمع کی دعوت نہایت تکلف سے انگریزی طور پر میز و کرسی لگا کر کی اپنے دوستوں کو بھی اُس میں بلایا — محمد بدرالدین صاحب بیورسٹر اور محمد قطب الدین صاحب پلہار بھی دعوت میں شریک تھے — ان دونوں صاحبوں نے مدت دراز تک انگلستان میں تعلیم پائی ہی، اُن کے والد ماجد بڑے لایق آدمی و بڑے روشن دماغ تھے کہ اُس زمانہ میں اپنی اولاد کو تعلیم کے واسطے بھیجتا تھا، ولایت کے و مدرسۃ العلوم کے تذکرے اُن سے ہوتے رہے — ایک مولوی صاحب چنگا نام اس وقت میں بھول گیا ہوں مولوی عنایت اللہ صاحب کے رشتہ دار بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھے — یہ مولوی صاحب مقدس آدمی ہیں، ہم کو بڑی خوشی اس بات سے تھی کہ مولوی صاحب میز و کرسی پر کھاتے تھے اور اُس کو ہرگز برا نہیں جانتے تھے بلکہ اُس طرز کو پسند فرماتے تھے — وضع مولوی صاحب کی مقدسانہ تھی، عمامہ سر پر تھا، چوغہ پہنے ہوئے تھے، ہمارے مدرسۃ العلوم کا حال ہم سے پوچھتے رہے اور جو کچھ ہم نے کہا اُس کو سنکر فرمایا کہ یہ تو خوب ہی — ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں نے مولوی صاحب کو کوئی غلط خبر پہونچائی تھی جس سے اُن کو بعض شبہات تھے •

ناخدا صاحب کا گھر انگریزی طور کا بنا ہوا ہی بیدروم و ترائینگ روم و ڈنر روم سب جدا جدا مرتب تھے اور نہایت عمدہ اسباب سے اور مناسب طریقہ پر مرتب تھا — مرتفع مکان کا ایسا عمدہ و پر فضا ہی کہ نہایت تفریح ہوتی ہی دل چاہتا ہی کہ وہیں رہا کیجیئے، مرتفع کوٹھی نما مکان ہی، نیچے سڑک اعظم ہی اور سڑک کے پورے سنڈر ہی — غرض کہ کھانا کھا کر باتیں کرتے رہے نہایت مسرت کا راہ جلسہ تھا، گیارہ بجے کے قریب جلسہ برخاست ہوا، ہم سب اپنے ہوٹل میں آئے اور سو رہے، صبح کو قریب ۹ بجے کے پھر ناخدا صاحب آئے اور مجھ کو اپنے ہمراہ لیکے کچھ سیر کی اور صبح کا کھانا اپنے ساتھ کھلایا — ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب تک ہم بمبئی میں رہے بہت کم ایسا وقت ہوا بچے شب کے سونے کے کہ ناخدا صاحب ہمارے پاس یا ہم ناخدا صاحب کے پاس نہ تھے — ہم سے بمبئی میں منشی غلام محمد خاں صاحب سے ملاقات ہوئی — یہ بڑے عمدہ و خوش امانت آدمی ہیں — یہ وہ بزرگ ہیں جو ہمارے مدرسۃ العلوم کے دیکھنے کو علیحدہ بھی

تشریف لکھتے تھے اور جب خود دیکھ کر آگے تو انہوں نے متعدد مضامین بھی مدرسہ کی نسبت لکھے، یہ صاحب انگریزی بھی اچھی جانتے ہیں •

بمبئی میں جب ہم پہونچے اور اُس کو خوب دیکھا تو ہنکو شہر نہایت پسند آیا، اُس کے تمام حالات کے دیکھنے سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ دولت مند شہر ہی پارسی لوگ نہایت لایق و عمدہ حالت میں ہمنے دیکھے، مگر افسوس یہ تھا کہ مسلمانوں کی حالت وہاں بھی اچھی نہیں تھی، صرف معدودے چند ہی ایسے مسلمان تھے جو شمار میں آسکتے تھے اکثر بازار نہایت آباد تھے، شہر کی آبائی بہت دور تک ہی، مکانات بھی بڑے بڑے شان و شوکت کے ہوں، تجارت گاہ عظیم الشان ہی، بڑی بڑی درکانیں سرداروں کی ہوں، لاکھوں روپیہ کا ہر قسم کا عمدہ عمدہ اسباب ہی، یہ ایک ایسا شہر ہی کہ اگر ہم اُس کے تمام حالات تو کیا اگر تفصیل سے تھوڑا سا بھی لکھنا چاہیں تو کتاب ہو جاوے، اس لیے ہم زیادہ لکھنا نہیں چاہتے، اس کے سواہ اس کی عظمت و شہرت ایسی ہی کہ ہمارے تحریر بے فائدہ ہوگی۔ ہمارے دوست جی سی راس صاحب رایل انجنیئر اور اُن کی ہم صاحبہ جنکے ہمراہ ہمارا سفر یورپ قرار پایا تھا ہمارے بعد ۲۲ اپریل کو بمبئی پہونچے، ۲۳ تاریخ کی شام کو اُن سے ملاقات ہوئی اور یہ بات قرار پائی کہ روانگی جہاز سے گھنٹہ بھر پہلے سب کو جہاز پر پہونچ جانا چاہیئے۔ ناخدا صاحب نے ایک خاص کشتی ہمارے واسطے تجویز کی اُسپر ہم چاروں مسافر اور ناخدا صاحب اور منشی غلام محمد خاں صاحب سوار ہوکر جہاز پر پہونچے۔ منشی الہی بخش صاحب ہوٹل ہی سے ہمسے رخصت ہوگئے تھے اس لیے کہ ترین کا وقت جہاز کی روانگی سے قبل تھا، اور اگر وہ ہمارے ساتھ جہاز پر جاتے تو وقت معینہ پر مقام معینہ پر اپنے واپس نہیں پہونچ سکتے تھے۔ ہمارا ایک خدمتگار جو ہمارے پاس مدت سے نوکر تھا اور خون ہمارے ساتھ انگلستان آنے کو بمبئی تک آیا تھا اور ہمہ تمام سامان سفر یورپ اُس کو بنادیا تھا اور اُس کا تمام محصول ریل کا دیا تھا بمبئی میں آکر ہمراہ جانے سے منکر ہوگیا، یہ اُس کا طریقہ نہایت نا پسندیدہ تھا، مگر ہمنے اُس کو واپسی کا محصول دیا اور کہا کہ جا اور وہ منشی الہی بخش صاحب کے ہمراہ واپس گیا •

ہم اُس کو ایک خیالی آسائش کے خیال پر ہمراہ لاتے تھے، مگر تمام سفر کے تجربے اور یورپ کی ہود و باش کے لحاظ سے اُس کا نہ آنا ہی نہایت بہتر معلوم ہوا الخیر فی ماوقع کی تصدیق کافی ہوگئی، اور اب میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص یورپ کا سفر کرے بالخصوص چند ماہ کے لیے اُس کو ہندوستانی ملازم کا لانا جو نہ اس ملک کی زبان جانتا ہو نہ رسم و رواج ہوکر نہ چاہیئے۔ ہاں اگر ملازم کے لانے سے صرف خیالی اظہار شان منظر ہو تو جسکا دل چاہے لاوے۔ ملازم کا خرچ آنا کے خرچ کے مساوی

کے قریب ہوگا اور بجائے اس کے کہ نوکر آنا کی خدمت کرے آنا کو خدمتگداری کرنی ہوگی *

بمبئی میں ہم نے ایک سواری دیکھی جس سے لوگوں کو نہایت آرام ہی، اُس کو ٹریم وے کہتے ہیں — یہ ایک بہت بڑی گاڑی ہی اُس میں دو گھوڑے چڑے جاتے ہیں، چہرہ سات لین بیسچوں کی آگے پیچھے جسیپر آدمی بیٹھ چارے اُس میں بنی ہیں، لوہے کی سڑک بطور ریل کے بنی ہوئی ہی اُس پر وہ چلتی ہی، نہایت تیز دو ہی، ہر مقام و فاصلہ کا ایک کرایہ خاص ہی اُس قدر فاصلہ پر اُتار دیتے ہیں، وہ معین کرایہ لے لیتے ہیں — اس ٹریم وے میں کچھ عوام الناس ہی سوار نہیں ہوتے سب درجہ کے آدمی سوار ہوتے ہیں، ہندوستان میں اول ہی مرتبہ ہم نے یہ سواری بمبئی میں دیکھی، بمبئی میں سب سے زیادہ جو چیز منجھو پسند آئی وہ وہاں کی مساجد تھیں، تمام مساجد چھوٹی و بڑی خوشنما تھیں بالخصوص جامع مسجد یہ نہایت ہی خوشنما مسجد ہی، یہ اُس صورت کی مسجد نہیں ہی جیسی ہمارے ملک میں ہوتی ہیں، مستف معلوم ایک بڑا ہال ہی، بیچ میں ستون بہت خوشنما ہیں، فرش بھی مکلف تھا سیٹل پائی کا سا الماریوں میں کتب خانہ تھا — مہتمم زیادہ تر اُس کے ناخدا محمد علی روشن ہیں — اس میں ایک طرف ایک مدرسہ بھی ہی، جس وقت ہم گئے تھے اُس وقت مدرس یا طالب علم کوئی نہیں تھا، شاید تعطیل تھی یا وقت مدرسہ کا نہیں تھا — مساجد میں جہاز فانوس ہانڈیاں لگی ہوئی ہیں، معلوم ہوتا ہی کہ وہاں ہمارے دھلی کے وہ مولوی صاحب نہیں پہنچے جنہوں نے جہاز فانوس سے آراستگی و روشنی کی امتناع کا دھننی کی جامع مسجد میں فتویٰ دیا تھا — یا وہ پہنچے ہوں لیکن اُن کی بات کسی نے نہ مانی ہو — یہ شوکت تو کہاں جو ہماری دھلی کی جامع مسجد میں ہی مگر بجائے خود بمبئی کی جامع مسجد بھی نہایت خوشنما ہی، موقع جہاں جامع مسجد واقع ہی اُس وقت عمدہ نہیں ہی شاید جب وہ بنی ہوگی عمدہ ہوگا، یہاں ایک قہر بوبرہ کی ہی جو اپنے مرشد کے اختیار میں بہشت کو جانتے ہیں اور نہایت اُس کا اتباع کرتے ہیں، مگر اب ایسے لوگ بھی اس فرقہ میں ہوتے جاتے ہیں جو اُس کے مخالف ہیں *

جہاز

۲۲ کی شام کو ہم جہاز پر پہنچے، پفنشولا اور بیٹنٹل کمپنی کا وہ جہاز تھا، نام اُسکا سیرت تھا، ایک کوپن + میں تین بلنگ تھے اُس میں حمید اللہ اور میں رہے، دوسرے

کھین میں بھی تین ہلنگ تھے اُس میں حامد علی خاں و متعدد رفیق رہے تیسرا ہلنگ ہر کمرہ میں خالی تھا اُسکو ہمنے باندھ دیا تھا دو کمرے ہم چار آدمیوں کے قبضہ میں تھے ہر ہلنگ پر بیچونا بیچھا ہوا کبل اڑھنے کے رکھے ہوئے تھے دو دو سلفیچیاں منہ دھونیکے سنگ مرمر کی تھیں مختصر دو الماریاں تھیں جنہیں گلاس و صراحی رکھے تھے الکلیاں تھیں کبڑہ وغیرہ رکھنے کو ڈھونڈنا تھیں کپڑا لٹکانے کو دو آئینہ منہ دیکھنے کو ہلنگوں کے بیچمیں عرض میں استدر جگہ تھی کہ جافماز بیچھا کر نماز ہم اچھی طرح پڑھ لیتے تھے تو لیٹے متعدد منہ ہاتھ پونچھنے کو اور نہاکر بدن پونچھنے کو اوت پر رکھے تھے ہلنگ کے نیچے استدر جگہ تھی کہ ہمارا بکس آگیا تھا پاخانے متعدد تھے اور پیشاب کا کمرہ جدا تھا پیشاب کرنے کے جو پیالے تھے وہ سنگ مرمر کے تھے اور وہ برابر برابر دو طرف ایسے مناسب ارتفاع پر لگائے گئے تھے کہ کپڑے رکھ کر اُس میں پیشاب خرب ہوتا تھا بیچ میں پیالوں کے جالی تھی جن میں سے پیشاب نکلنا چلا جاتا تھا ہر پیالے میں ایک کل تھی اُس میں سے پانی برابر چلا آتا تھا جس سے ہر وقت وہ پیالہ صاف ہوتا تھا اور پیشاب کی بو وغیرہ کا کچھ اثر نہ رہتا تھا۔ پاخانہ کے کمرہ میں چیننی کا نہایت صاف برتن تھا اُس میں پاخانہ پورا آبست کی اور کل کو ذرا ہلا دیا اُس میں سے پانی گرا تمام پاخانہ سمندر میں گیا میں تو ہمیشہ اپنا پانی کا اوتا لیجاتا تھا لیکن وہاں کانڈ بھی نہایت عمدہ سفید گتھی کی گئی تھیں ہونے رکھے رہتے تھے جو کانڈ سے صاف کرنے والے تھے وہ اُس سے صاف کرتے تھے مٹی کے ڈھلونکا کام وہ کانڈ کے تکرے دیتے تھے غسل خانے کے متعدد کمرے تھے ہر ایک میں نہانے کے واسطے پڑے حوض بطور ٹپ کے بنے ہوئے تھے لمبے و چوڑے استدر کہ آدمی اُس میں بخوبی لیٹ جاوے اور پھر استدر کہ اُس میں اگر بیٹھو تو گردن تک آوے اُس میں پمپ کے طور سے دو کلیں امی تھیں گرم و ٹھنڈے پانیکی — اُسکو ہلایا و پانی اُس میں آیا جب سب حوض پھر گیا اُس میں خرب صابن ملکر نہائے — ہاتھ + کا نوکر ایک بڑی جک میں میٹھا پانی دیتا تھا اور وہ استدر ہوتا تھا کہ بعد سمندر کے پانی کے نہانے کے اُس سے آدمی بخوبی نہالے سمندر کا پانی تندرستی کے لیٹے نہایت ہی مفید ہی لہذا اول اُس سے خوب نہالیتے تھے لیکن اُسکی ضرورت کی وجہ سے میٹھے پانی سے بعد نہالیتے تھے۔ ہمارے ساتھ جو تولیئے تھے وہ کچھ کام میں نہیں آئے نہ چادرے و کھوس کچھ کام آئے — چسوت ہمارا جہاز چلا اُسکے تھوڑی دیر کے بعد ڈنر کا وقت تھا ڈنر کی میز مرتب ہوئی کرسیوں پر نام رکھے گئے راس صاحب نے میز پر نشست اپنے پاس مقرر کروائی و حمید اللہ کی اکرسی مسس راس کے پاس — معتمد رفیق و حامد علی خاں بھی اُسی کے قریب تھے — گھنٹی بجی سب کھانے پر گئے خوب کھانا کھایا بعض لوگ پہلے کہتے تھے کہ کھانا کمبہنی اچھا نہیں دیتی ہی لیکن فی الحقیقت یہ شکایت

بیجا تھی کھانا خوب تھا — جہاز کی جنفیش سے میز و کرسیاں بھی ہلتی تھیں بعض آدمیوں کو کچھ دوران ہوا وہ میز پر سے چلے گئے •

کھانا کھانے کے بعد ہم سب ڈیک † پر گئے — اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ لیٹے دس بجے تک پھر ہم سب اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو رہے — صبح ہوئی ہم نے نماز پڑھی غسل کیا کپڑے پہنے — اسٹوارڈ ‡ چاہ لایا ہم نے پی اور پھر ڈیک پر گئے — ہمارے ساتھی بھی سب اُٹے ہو ایک دوسرے سے پوچھتا تھا کہ طبیعت کیسی ہے خوب مزاج پرسی ہوئی تھی راس صاحب و مسس راس انہیں میں نے اُن کی خیر و عافیت شب کی پوچھی اور انہوں نے • یوری اور میزے ساتھیوں کی معلوم ہوا شب بخیر گذشت تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حمید اللہ و حامد علی خاں و محمد رفیق کچھ چپ چپ ہوئے میں نے پوچھا کیا حال ہے حامد علی خاں بہت جرأت سے بولے کہ حضور اچھا ہوں لیکن میں نے دیکھا کہ اُن دوران کا سب پر ہے — رفیق تو اُٹھ کر نیچے اپنے کمرے میں گئے حمید اللہ اُٹھے اور انہوں نے جہاز پر سے سمندر میں کٹھڑے کے پاس ہو کر تہ کی مگر بہت ہی کم اُس کے بعد دوران اُن کا جانا رہا و بشاش آ بیٹھے — حامد علی خاں کو مہینے کی کرتے نہیں دیکھا مگر وہ بھی نیچے کمرے میں گئے غالباً انہوں نے بھی کچھ تہ کی رفیق کو بھی تہ ہوئی — مگر مستحکم کچھ بھی اثر نہیں ہوا — میں گیا اور رفیق کو و حامد علی خاں کو جاگو دیکھا وہ ایٹھے تھے نو بجے بوک فاسٹ تیار ہوا سب میز پر گئے مگر رفیق کو دوران ہوا وہ اُٹھے آئے کچھ کچھ میمیں بھی اُٹھے گئیں اور بعض میز پر نہیں آئیں بعض انگریز بھی کھانے پر سے اُٹھے گئے مگر شان و نادر — خوب سب نے کھانا کھایا پھر ڈیک پر گئے — ایک بجے تک سب بیٹھے رہے پڑھتے رہے باتیں کرتے رہے رفیق و حامد علی خاں بھی آئے مگر لیٹے و چپ بیٹھے رہے دوران اُن کو تھا ایک بجے کے بعد پھر سب کھانے پر گئے مگر رفیق و حامد علی خاں نہیں گئے اور کہا کہ بھوک نہیں ہے حمید اللہ و میں گئے راس صاحب و مسس راس بھی گئیں کھا کر پھر ڈیک پر آ گئے رفیق کو قی زبانی ہوئی و حرارت ہو گئی شام کو پھر کھانا کھایا اُٹھے نو بجے کے بیچ میں جس کا دل چاہے چاہے بسکت موجود — جہاز میں چار مرتبہ کھانے کا موقع ملتا ہے ہم تین وقت ہمیشہ کھاتے تھے اور چوتھی مرتبہ کی رات کی چاہ کبھی پیتے تھے کبھی نہیں یہی روزانہ معمول تھا دوسرے روز جو صبح اُٹے تو معلوم ہوا کہ مسس راس کو بھی دوران ہوا — و سی سکس § ہو گیا — وہ اُس روز

† ایک جہاز کی کھلی چوٹ کا نام ہے جہاں کرسیاں بچھاؤں سے بیٹھتے ہیں و — ہر ایک کھاتے ہیں و ہوا کھاتے ہیں و گاتے ہیں و باجا بجاتے ہیں —

‡ اسٹوارڈ جہاز کے کمرے کے ملازم کو کہتے ہیں —

§ سی سکس یعنی جہاز کی بیماریاں وہ تہ و خفیف حرارت ہوتی ہے —

دیک پر نہیں اُنہیں حرارت رہی حامد علی خاں کبھی کچھ تھلے کبھی چست رہ
کہانا کبھی کھایا کبھی غرہ بنایا رفیق کو سی سکس ہوا — میں و حمید اللہ اچھے
رہے *

حامد علی خاں جب ہندوستان سے چلے تھے تو اُن کو کھانسی تھی مجھے اُس کا بڑا
خیال تھا مگر خدا کے فضل سے اُن کو شدت کی جگہ افاقہ ہوتا گیا رفیق زیادہ
بیمار ہو گئے اُن کا علاج ہوا جہاز کے ڈاکٹر کئی مرتبہ اُن کو آکر دیکھتے تھے دوا و غذا سب
بانتے تھے ہمارے دوست راس صاحب متعدد مرتبہ آتے تھے اور دیکھتے تھے اور تدابیر علاج
میں ہر قسم کی مدد دیتے تھے *

جہاز میں ہمارے نواب عنایت علی خاں صاحب نواب مالیر کوئلہ کے بھائی بھی
تھے مگر وہ کبھی کھانے کی میز پر نہیں آتے تھے اپنے کدین میں ہی کھاتے تھے طبیعت پر
اُن کی انبردگی پریشانی میں زیادہ دیکھتا تھا اور ہمیشہ اُن کی تسکین کرتا تھا وہ کبھی
تو کہتے تھے کہ میں تو عدن سے واپس جاؤنگا کبھی لندن کے چلنے پر بھمبائش آمادہ
ہو جاتے تھے — نوبت بائینجا رسید کہ عدن آگیا اُنہوں نے اسباب باندھا جہاز پر سے اُترنے
کی تیاری کی — ہمارا بھی ارادہ تھا کہ اگر دن ہوتا تو عدن میں اُترتے اور عدن کو جائز
دیکھتے لیکن رات ہو گئی تھی لہذا ہم نہیں اُترے تار کی خبر ہندوستان کو ہم نے بھیجی
یہی وہ لکھے کہ ہمنے نواب عنایت علی خاں صاحب کو دیدی کہ آپ اُس کو روانہ کر دیں
وہ عدن اُتر گئے اور مجھے سے کہا کہ اگر میری طبیعت کچھ اچھی ہوگی تو میں لندن
آؤنگا نہیں تو وطن واپس جاؤنگا عنایت علی خاں صاحب انگریزی میں مفاہم استعما د
رکھتے ہیں اور آدمی خوب ہیں *

سندھ میں ہمنے ڈلٹی اینک فش † بہت دیکھی یہہ منچھلی پوندار جانور کی طرح
سے پانی سے نکل کر اُرتی تھی ایک فاصلہ تک لیکن ہمنو اسوس رہا کہ کوئی بڑی منچھلی
کبھی ہمنے نہیں دیکھی ہمنو اُس منچھلی کے دیکھنے کا ہمیشہ اشتیاق رہا جس کا
ذکر ہمنے بعض مسافران حجاز سے سنا تھا کہ وہ منچھلی ایسی ہوتی ہی کہ اگر تکر مارے
تو جہاز ٹکرے ٹکرے ہو جاوے شاید ہم بھی اُس منچھلی کو اُسی سفر میں دیکھینگے ہمنے
رات کے وقت جہاز کی رفتار میں فاس فورس کا پانی میں بڑا تماشا دیکھا *

ہمارے جہاز پر شب کو کبھی کبھی خوب جلسہ ہوتا تھا بی ایو بچتا تھا سو میں
گئی تھیں بچاتی تھیں ہمارے دوست راس صاحب اُس جہاز میں سب سے عمدہ گاتے تھے
فشر صاحب مجسٹریٹ مہرٹھ بھی کبھی کبھی گاتے تھے *

جہاز پر موسم نہایت اچھا تھا نہ گرمی تھی نہ سردی ہوا مناسب چلتی تھی کئی روز ایسا بھی اتفاق ہوا تھا کہ شب کو گرمی تھی تو بہت سے لوگ ڈیک پر جا کر سوئے تھے جہاں جسکا موقع ہوا وہیں کمبل بچھایا ایک مرتبہ دو انگریزوں میں شب کے سونے پر چیکڑا بھی ہو گیا نوبت افسر جہاز تک پہنچتی فیصلہ یہ ہوا کہ قابض اول کا حق ہی یعنی جو پہلے سونے آیا تھا وہ ہی سووے *

جہاز پر مسلمان ملازم جہاز بہت کثرت سے تھے — خلاصی غالباً بالکل مسلمان تھے — ایک ڈاک منشی فوجوان نہایت نیک بخت مسلمان تھے پنجگنہ نماز بالالزام پڑھتے تھے ایک بطور مددگار کے بھی اُنکا تھا وہ بھی مسلمان — کھانا جو کھانے کو ملتا تھا بیف مٹن ہر قسم کا مرغی بط کبوتر — ہر قسم کے جیلی ہر قسم کے پنڈنگ مربہ چٹنی سلاد آلو اُٹے ہوئے و تلی ہوئے — میوے تر و خشک سیب جیری + — رنگترے — چکوترے — میٹھے — بادام — اور بطور خربانی کے ایک میوہ تھا برف پینے کو ملتی تھی بطور سموسہ کے نئی ہوئی ایک چیز ہوتی تھی کبھی اُس کے اندر میوہ ہوتا تھا کبھی ایک چھوٹی منجھلی جو بناسہ برابر ہوتی ہی وہ اُس کے اندر ہوتی تھی خشک ہوتا تھا اُس کے ساتھ مختلف قسم کی کاری ہوتی تھی ہر وقت کا کھانا خوب پخت ہو کر کھاتے تھے اور سب ہضم ہو جاتا تھا دست یا بد ہضمی تو درکنار بجائے اُس کے قبض کسب قدر تھا اور صبح ہوتے ہی ہوک لگتی تھی اگر چاہ کو ذرا دیر ہوتی تھی تو برا معلوم ہوتا تھا *

چاہ جو ہم صبح پیتے تھے اور بسکت وغیرہ کچھہ کیتے تھے بہہ تین وقت کے کھانے اور رات کی چاہ کے علاوہ تھے — بیل و دندہ نہایت فربہ تھے تمام جانور دانہ خوری کے تھے بیل و دندہ ذبح ہوتے تھے مگر پرند جانور ہمارے عام میں ذبح نہوتے تھے لہذا ہم پرند جانوروں کا گوشت نہیں کھاتے تھے مرزئی مرغی کے مسئلہ پر عمل نہیں تھا — جب ہمارے سامنے وہ دُش آتی تھی جس میں پرند کا گوشت ہوتا تھا تو ہم اُس کے لینے سے انکار کر دیتے تھے بہت دنوں تک تو اس سے کوئی رائف نہوا لیکن ایک روز ہمارے دوست کرنل وہاب صاحب نے جو ہمارے قریب میز پر بیٹھتے تھے ہم سے یہ بات پوچھی میں نے اُن کو بتائی اُنہوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہی تمام پرند جانور بھی ذبح ہوتے ہیں چنانچہ میں اور وہ اس کی تحقیقات کو گئے بالآخر یہہ ہی معلوم ہوا کہ جہاز پر پرند ذبح نہیں ہوتے ہیں — جبند البتہ ذبح ہوتے ہیں ہر قسم کے کبیل جہاز پر ہوتے تھے شطرنج تاش وغیرہ وغیرہ — عین میں ہمارا جہاز آئہہ بجے پہونچا تھا وہاں ہم کچھ دیکھ نہیں سکے جہاز پر سے اُترے بھی نہیں اندھیرا ہو گیا تھا بہت سی کشتیاں وہاں آگئی تھیں لیکن سوائے ڈاکٹ و اسباب کے یا جس شخص کو وہاں جانا ہی منظور تھا اور کرمی مسافر تقریباً وہاں

نہیں اُترا - ہم کو اُس کے ندیکہنے کا افسوس رہا ، چہوتہ چہوتہ لڑکے ڈونگیوں میں ہمارے جہاز کے پاس آگئے ، ایک ڈونگی ہمارے کپین کے نیچے آئی حمید اللہ نے لڑکوں سے باتیں کیں ، وہ کوزیاں لائے تھے اور درانی پھول — پیسے دو تو قیمت میں نہیں لیتے تھے بسکت مانگتے تھے، دہلی سے جو ہمارے ساتھ بسکت رکھے چلے آئے تھے اُن میں سے حمید اللہ نے اُنکو دیئے ، بڑی خوشی سے اُنہوں نے لپٹے اور چلے گئے — چند گھنٹے ہمارا جہاز یہاں ٹھہرا تھا ، وہ لڑکے عربی بولتے تھے اور کچھ اُردو بھی بولتے تھے *

عدن سے ہم سوئٹز پہنچے لیکن قریب نمازِ عشا کے -- یہاں ہمارا جہاز سورت ٹھہر گیا ، مصر کی عملداری شروع ہوئی ، جہاں جہاز ٹھہرا تھا اُسی فرود گاہ پر ٹرین کھڑی تھی ، جو ٹکٹ جہاز کا ہمارے پاس تھا اُسکے اندر ریل کا محصول بھی آگیا تھا ، سا ۱۰ جو ہمنے بمبئی میں ہر آدمی کا محصول دیا تھا اُس میں اس ریل کا محصول داخل تھا ، صرف ٹکٹ تبدیل کرنا پڑا *

ہمنے نمازِ عشا کی پڑھی اور اسباب اُتروایا ٹکٹ بدل دیا اور سوار ہو گئے ، راس صاحب ہماری گاڑی میں تھے لیکن مسس راس ایک دوسرے کمرہ میں تھیں — گاڑیاں دو قسم کی تھیں ایک ایسی تھیں کہ اُس میں ایک تختہ بیچ میں لگادیا جاوے تو اُس میں تین آدمی لیٹ جاویں ، اور ایک معمولی نشست کی تھیں -- جہاز کے پہونچنے سے پہلے جہاز ہی میں لوگوں نے بندوبست اسکا کیا تھا کہ کون سی گاڑی لیني چاہیئے ، مینے اُسی گاڑی کا لینا پسند کیا تھا جس میں سونے کا آرام تھا اور نام بھی لکھ دیا تھا ، مگر جب موقع پر پہونچے تو ہمکو اُس قسم کی گاڑی ملی ، شاید دو گاڑیاں اُس قسم کی تھیں اور وہ بھر گئی تھیں ، آدمیوں کی کثرت تھی چپقلش زیادہ تھی ، مگر ہمارے پہلے سے لکھنے کا اسقدر فائدہ ضرور ہوا کہ ایک گاڑی ہمارے نام پر ریزرو لکھی ہوئی تھی وہ محفوظ رہی اور ہمکو مل گئی — تمام ملازم ریلوے مصری تھے اور بجز سرخ توپی کے اور تمام کپڑے اُنکے انگریزی تھے اور سب مسلمان تھے *

ہمارے جہاز میں متعدد سویلین انگریز تھے اُن میں سے ایک صاحب سے ریلوے اسٹیشن پر چہرٹا بھی ہو گیا — چہرٹا یہ ہوا کہ وہ صاحب ایک گاڑی میں جس میں اُنکو بیٹھنا نچاھئے تھا قابض ہو گئے ، کسی افسر نے ریلوے کے اُن سے کہا کہ یہاں سے چلے جائیئے ، صاحب تو ہندوستان میں حاکم فوجداری رہے تھے اور تازہ ہندوستان سے آئے تھے وہ مصر کی ریل کے افسر کو کیا سمجھتے تھے اُس سے برتری پیش آئے ، لیکن وہ تو مصر تھا ہندوستان نہیں تھا اُسے جاکو دوسرے افسر سے کہا اور بالاخر بالجبر وہ بیدخل کردینے گئے ، ریل روانہ ہوئی ، نشست گاڑی میں کرسی نما تھی ایسی کہ ایک آدمی اُس میں اچھی طرح سے بیٹھ جاوے لیٹنے کا موقع نہ تھا ، اسلئے اچھی طرح سے نیند نہیں آتی تھی اسکے

علاوہ اس بات کا شوق تھا کہ مصر کی ریل کے اسٹیشنوں کو دیکھنا چاہیئے کہ کوسے ہیں، لہذا ہم رات کو متعدد اسٹیشنوں پر اترے — یہ اُس ریل میں ایک بات خوب تھی کہ جس اسٹیشن پر جتنے منٹ قیام ہوتا تھا گاڑ پکار پکار کر پلوت غارم پر کہتا چلا جاتا تھا کہ اس جگہ اتنے منٹ قیام ہوگا — یہ بات زمانہ قیام کی وہ انگریزی میں کہتا تھا * سب لوگ اطمینان سے اترتے تھے چاد کافی پیتے تھے بسکت وغیرہ کھاتے تھے شراب خو مانگتا تھا اُسکو شراب بھی ملتی تھی *

اسٹیشن بہت خوبصورت بنے ہوئے تھے، کمرے جس میں چاد کافی ملتی تھی بعض جگہ زیادہ و بعض جگہ کم مرتب تھے — کچھ تصویریں لگی تھیں، کہیں آئینوں میں نقوشاں خوش رنگ تھیں کہیں اور جانور شیشوں میں تھے، ایک اسٹیشن پر ہم اترے وہ بہت ہی آراستہ تھا اور آراستگی کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں دیواروں میں لگی ہوئی تھیں، وہاں دو ڈھولکیاں بھی دیوار میں ٹھونٹوں پر لٹکی ہوئی تھیں — اپنے ملک میں ہم ڈھولک کو نہایت ہی نالائق چیز جانا کرتے تھے وہاں دیکھ کر ہم کو قدر ہوئی اور ہم نے جانا کہ یہ بھی ایسی عمدہ چیز ہے جو مکان کی آرائش و زینت کے لیئے مصر میں رکھی جاتی ہے، یہ دونوں ڈھولکیاں چھوٹی چھوٹی تھیں جیسے ہماری دلی میں تلے میں ڈال کر بجاتے پھرا کرتے ہیں — قریب دس گیارہ بجے کے وہ ریل کا سفر تمام ہو گیا، ریل پر سے ہم سب اترے، یہاں ہمارا دوسرا جہاز جسکا نام پھرا تھا کھڑا ہوا تھا، ریل کے فرودگاہ سے اُس جگہ تک جہاں پھرا جہاز سمندر میں تھا کچھ فاصلہ تھا، بیچ کے فاصلہ کو ہم سب نے ایک چھوٹی دخانی کشتی پر طے کیا * جہاز کی روانگی میں توقف تھا لہذا میں و حمید اللہ و راس صاحب الکرنڈریہ کی سیڑ کو گئے — ہم ایک فتن پر سوار ہوئے اور ایک مصری آدمی ہمارے ساتھ ہوا — شہر میں ہوتے ہوئے اُس مشہور مینار کو دیکھنے گئے جو الکرنڈریہ میں کھڑا ہوا ہے اور جس کے قیام کو الکرنڈریہ میں قریب دو ہزار برس کے ہوئے — ٹھیک زمانہ اس مینار کی ابتدائی تعمیر کا تو معلوم نہیں ہوا ہے مگر جو تصویریں جانوروں کی و علامات اُس پر کندہ ہیں یہی اُس وقت کی ایک تحریر و اوقات کی تھی، اُن کے پڑھنے والوں کی یہ رائے ہے کہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے پندرہ سو برس سے زیادہ کا بنا ہوا ضرور ہے — جہاں وہ مینار † اب کھڑا ہے وہ ایک ویرانہ ہے — زمین بھی وہاں کی ہوا نہیں ہے اکثر جگہ وہاں نجاست پڑی تھی — قریب اُس کے ایک قبرستان ہے — مجھے برا افسوس آیا کہ ایسی عمدہ چیز تاریخی جس کے دیکھنے کو دور دور سے لوگ آتے ہیں کیسی بے حالی سے ہے کہ اُس جگہ کھڑے ہونے سے بھی نفرت آتی ہے، ایسی جگہ ضرور مصدا

† اسی کے ساتھ کے دو مینار ہیں ایک پورس میں دوسرا لندن میں نہایت عمدہ جگہوں میں نصب

ہیں اور عرب صورت دار سے رائے گئے ہیں —

و مسطح ہوئی چاہیئے تھی، کوئی چمن یہاں ہونا چاہیئے تھا۔ مینار کے دیکھنے کے بعد ہم نے ایک باغ دیکھا مگر وہ ہمکو کچھ پسند نہ آیا، کوئی بھی بات اُس میں خوبی کی ہمیں معلوم نہیں ہوئی۔ وہاں سے ہم نے چاہا کہ مستند علی شاہ کے محلوں کو دیکھیں۔ اُن کا دیکھنا بغیر اجازت کے نہیں ہو سکتا تھا، لہذا اول ہم ایک انگریزی انسٹر کے پاس گئے جو الکرندریہ میں رہتے ہیں۔ راس صاحب نے اُن سے جا کر باتیں کیں اور ایک سارٹیفکٹ حاصل کیا، اُسی جگہ کے قریب تار گھر تھا ہم وہاں گئے اور ہم نے ہندوستان کو اپنے الکرندریہ پہنچنے کا تار دیا، اور پھر اُس سارٹیفکٹ کو لیکر ایک مصری انسٹر کے پاس گئے، اُس نے اُسی سارٹیفکٹ پر اجازت تحریر کر دی اُس کو لیکر ہم گئے اور محلوں کی خوب سیر کی۔ اس عمارت کو اور اُس کے موقع اور آرایش کو ہم سب دیکھ کر نہایت ہی مسرور ہوئے، اب دریا وہ محل ہی، کمرے انگریزی قطع کے ہیں مگر نہایت وسیع اور خوش قطع، تمام طلائی کام چابجا اُس میں ہو رہا ہے، ہر کمرہ عمدہ شیشہ آلات و میزوں و کرسیوں و پلنگوں سے مرتب ہے، ہر ایک کمرہ میں جدا جدا رنگ کا سامان ہے اور نہایت ہی بیش قیمت *

شہر بھی نہایت آباد و پر رونق ہے تمام بازار گو بہت وسیع نہیں ہیں مگر ناک بھی نہیں ہیں، تجارت کو یہاں بہت ترقی معلوم ہوتی ہے، کثرت سے لباس لوگوں کا انگریزی ہی توپیاں البتہ ترکی لال تھیں۔ رنگتوں ہم نے وہاں خریدے نہایت ہی شیروں تھے، ایسے شیروں ہمارے ملک میں نہیں ہوتے، ہم توڑی دیو بازار میں فتن سے اُتے بعض بعض سوداگروں کی دوکانوں میں بھی گئے وہ انگریزی بولتے تھے، ہم سے بڑی آدمی وہاں کے ملے کچھ عربی بولتے تھے مگر اچھی نہیں، اور ہم جو بولتے تھے تو کہتے تھے کہ یہہ نصیری ہیں۔ ہم اُڑ بھی چوڑیں وہاں دیکھتے لیکن جہاز کے کپتان نے جس وقت ہمکو واپس آنے کو کہا تھا وہ وقت قریب آگیا، لہذا ہم سب اپنے جہاز کو چنے آئے۔ یہہ پورا جہاز ہمارے پہلے جہاز سورت سے چھوٹا تھا اور اس وجہ سے اُس میں جذبش بھی تھی، لیکن کسی کو کچھ تکلیف اُس سے نہیں ہوئی، کھانا کھا پی جس وقت ہم بیٹھتے تھے تو جذبش سے جہاز کی میز و کرسیاں سب جذبش کرتی تھیں۔ برونڈزی جب ہمارا جہاز پہنچا تو کچھ دن باقی تھا، پہلے تو ہم اُس بستی میں ٹہرے تاکہ میں خطا روا نہ کئے، پھر مینے اور راس صاحب نے جو وہاں ایک بڑا پرانا سنگ مرمرو کا مینار ہے اُس کو جا کر دیکھا۔ یہہ مینار سنگ مرمرو کا بہت بڑا نہیں ہے، شاید اُسی فٹ سے زیادہ نہ ہوگا، اس مینار کا وجود حضرت عیسیٰ سے ایک ہزار برس پہلے سے تو معلوم ہوا ہے معلوم نہیں کہ حقیقت میں کب کا ہے، یہہ کسی ٹیمپل کا مینار ہے، یہاں اُڑ کوئی چیز لائق دیکھنے کے نہیں تھی۔ یہاں اٹلی کی عملداری ہے سب سے زیادہ دقت

و مشکل یہاں زبان کے سمجھنے سمجھانے میں تھی، نہ عربی جانتے تھے نہ فارسی نہ انگریزی نہ فرنیچ — جس وقت ہم ڈاک میں خط ڈالتے گئے تو وہاں بڑا ہی تماشا تھا، خطوں پر نکت خرید کر لکنا چاہتے تھے سب سے اول تو حمید اللہ گئے انگریزی بولے کچھ کام نہ چلا، راستہ میں انہوں نے ایک کتاب خرید لی تھی جس میں معمولی بات چیت کے جملے معہ اُس کے ترجمہ انگریزی کے تھے، انہوں نے وہ لال کتاب نکالی کچھ کام نہ چلا پھر اس صاحب نے انہوں نے بھی کچھ اٹالین بولی کچھ کام نہ چلا، پھر ہوپ صاحب آئے وہ بہ نسبت اُوروں کے اٹلی زبان زیادہ بولتے تھے، غرض کہ ہزار دقت نکت خریدے اور لکائے و خط ڈالے — یہاں سے وہ مسافر جو برٹنڈی سے جانے والے تھے وہ ریل پر سوار ہوئے، جہاز چھوڑ دیا گاڑیاں ریل کی نہایت عمدہ تھیں — ہمارا جہاز وینس کو چلا *

میں نے ایک شخص مسلمان کو جہاز پر دیکھا کہ ٹوپی تو وہ سرخ پہنے ہی اور کپڑے عربی مصوری وضع کے پہنے ہوئے جہاز کی ایک سمت کو وہ کھڑا ہی — میں اُس کے پاس گیا اور عربی میں اُس سے باتیں کیں، معلوم ہوا کہ یہ شخص دریا کے حال سے واقف ہی اور وہ بتاتا ہی کہ نل سمت سے چلنا چاہیئے اور اُس کو چند پونڈ اُس کی ثابت ملنے میں، ہمکو بھی اُس سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ ہم اُسی سے سمت قبلہ پوچھتے تھے — جب وینس قریب رہا تو ہمارے جہاز پر چند آدمی اجنبی ایک کشتی سے چلے آئے، وہ اٹلی کے تھے، میں پوچھا کہ یہ کون ہیں اور کیوں آئے ہیں، اور اُس وقت یہ بھی ہم نے دیکھا کہ جہاز کے کپتان ایسی طرح سے الگ ہو بیٹھے کہ جیسے اُن کو کچھ تعلق جہاز سے نہیں ہی — معلوم ہوا کہ یہاں پانی کم ہی اور یہ اُس سے واقف ہیں، اور یہاں سے تا وینس ایک نہر بنادی گئی ہی اُس میں سے یہ جہاز کو لینچاوینگے، اور ذمہ داری ہر قسم کی جہاز کی اب اُن سے متعلق ہی کپتان اب کسی قسم کا ذمہ دار نہیں ہی *

ہم نے دیکھا کہ وہ برابر پانی میں ایک رسی ڈالتے تھے جس میں درجہ لکے ہوئے تھے .. یہ رسی اُس لینے تھی کہ پانی کی مقدار معلوم ہو اس لینے کے تیس فٹ پانی سے کم میں جہاز نہیں چل سکتا ہی — وہ نہر ہمیشہ صاف ہوتی رہتی ہی، اُسی وقت ہم نے اُس دخانی کشتی کو بھی دیکھا جو نہر کی کیپچر و مٹی کو صاف کرتی ہی، اگر ہمیشہ صفائی نہ ہو تو وہ نہر ات جاوے — جب ہمارے جہاز نے لنگر کیا تو ایک انسور اٹلی کا آیا تاکہ مصحربی اسباب کی تلاشی کرے، سب لوگوں نے اسباب کے بکس اپنے ڈیک پر رکھوا دیئے تھے اور کنجیل لینے ہوئے تیار کئے تھے، ہم بھی اُن میں تھے، وہ آیا اور دیکھنا شروع کیا، جب ہمارے اسباب کی نوبت آئی تو میں نے ایک بکس کھولا، اُس نے ہماری لال ٹوپی شاید

دیکھ کر یا صورت دیکھ کر ہمسے کچھ نہ پوچھا نہ اور بکس ہمارے دیکھ اور نشان بکسوں پر کر کے آگے چلا گیا — ایک مہم صاحب ہمارے جہاز پر تھیں اُن کے بکس کو خوب اولت پلٹ کیا •

جہاز ہی کے اوپر ہوٹلوں کے نوکر کشتی پر بیٹھ کر آگئے تھے ہمنے پہلے سے ایک ہوٹل کے منیجرو کو کمروں کے واسطے تار پر خبر دیدی تھی اُس کا آدمی بھی موجود تھا کشتی بھی اُسکی موجود تھی ہم چاروں کا اور راس صاحب و مسس راس صاحب کا اسباب اُس نے کشتی پر رکھا دیا اور ہمسو سوار کروا کے ہوٹل میں لیگیا وینس میں بہت ہوٹل ہیں بعض ایسے ہیں کہ لب نہر ایسی طرح سے واقع ہوئے ہیں کہ اُن کے سامنے کڑی سڑک یا راستہ نہیں ہی کشتی میں بیٹھو تو نہر میں ہو کر اُن میں جاؤ ہمارا ہوٹل نہایت عمدہ تھا اُس کے سامنے بڑی چوڑی سڑک بطور شارع عام تھی اور اُس سڑک کے بعد نہر تھی — ہمارا دل چاہتا ہم سڑک سڑک کو شہر میں پھرتے دل چاہتا کشتی میں بیٹھ کر — سوائے کشتی کی سواری کے یا پیدل چلنے کے یہاں اُڑ سواری پر ہمنے کسی کو پھرتے نہیں دیکھا •

جب ہم وینس پہنچے اور وینس کو ہمنے دیکھا تو ہمنے یہ سمجھا کہ اس سے بہتر اور جگہ نہر کی — اول ہی روز شب کو ہم باہر نکلے دو جس پیدلس کے سامنے پہنچے دیکھا کہ نہایت وسیع بازار ہی تمام دوکانیں کھلی ہوئی ہیں گھاس کی روشنی ہی تمام دوکانیں کے دروازے شیشے کے ہیں ہزار ہا روپیہ کا جواہر رکھا ہی ہر قسم کے زیور مرصع و سونے و چاندی کے اُن شیشوں کے دروازے کے اندر رکھے ہیں ہر شخص دوکان کے باہر سے اُن سب چیزوں کو دیکھ سکتا ہی — بڑے بڑے عمدہ و مرتب گانی ہوس کھلے ہوئے ہیں اندر سنگ مرمر و سنگ ابری کی میزیں کثرت سے رکھی ہیں کرسیاں و کوچیں متخل سے منڈھی ہوئی بچھی ہیں دھن جاؤ بیٹھو چاہو برف کھاؤ چاہو پیو چاہو کسی قسم کا گوشت کھاؤ ہر چیز موجود ہی چاہ و برف تو ہر وقت تیار رہتی ہی اگر کھانے کو حکم دیا جاوے تو دس منٹ بعد تیار ہی — اٹلی میں یہ رسم ہی کہ رات کو تمام لوگ باہر پھرتے ہیں گانی ہوسوں میں کھاتے ہیں بازار کی سیر کرتے ہیں صدھا کرسیاں گانی ہوسوں کے برآمدوں میں اور اُن کے سامنے بازار کے صحن میں بچھی ہوئی ہیں اسپر سب بیٹھتے ہیں دس گیارہ بجے تک تمام بازار کھلے رہتے ہیں عزت و مرن اعلیٰ و ادنیٰ سب سیر کرتے رہتے ہیں گھاس کی روشنی استقدر ہو جاتی ہی کہ رات بمنزلہ دن کے ہو جاتی ہی وینس کا شہر بتمامہ پانی میں بنایا گیا ہی سب طرف پیرو دیکھو تمام شہر پانی میں بسا ہوا ہی — دو معتلوں کے بیچ میں نہر ہی دل چاہے نہر ہی نہر تمام شہر کے معتلوں کی سیر کراؤ — صدھا کشتیاں کھڑی ہیں اور ہر جگہ پھرتی ہیں جسقدر دور چاہو پیدل چاو جہاں سے دل

چاہے کشتی میں سوار ہو کر جہاں چاہو چلے جاؤ۔ سمندر ہی میں یہ نہر ہی اور اسی نہر میں ہو کر جہاز بھی آتا ہی گہراؤ اُس کا کہیں کم کہیں زیادہ ہی مکانات بڑے بڑے رفیع الشان دروازے نہر کے کنارے کنارے بنے ہوئے ہیں کیسے خوشنما کہ بیان نہیں ہو سکتا دوچس + رینس + ایک نہایت عظیم الشان مکان ہی اس میں بڑے بڑے کمرے ہیں اور عجیب و غریب تصاویر اُس میں لگی ہوئی ہیں اُس کے علاوہ ایک بہت بڑی گیلری اور ہی وہاں کتبہ فیس بھی داخلہ کی لی جاتی ہی وہاں کی تصاویر اور بھی زیادہ تر عجیب و غریب ہیں دن بھر دیکھا کرو خاتمہ نہیں ہوتا ہم نے بھی دو دو تہہ جا کر اُس کو دیکھا یہاں ایک قدیم چیزوں کا میوزیم بھی ہی وہاں عجیب عجیب چیزیں پرانی اور بڑی بڑی بیش قیمت ہیں اُن سے قدیم زمانہ کی صناعی معلوم ہوتی ہی زینہ و نگینے بہت ہی پوانے پرانے زمانہ کے ہیں جس سے صدہا برس کے واقعات آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہی کہ قدیم زمانہ متحضر وحشی زمانہ نہیں تھا — کتبہ اسی زمانہ میں شایستگی پیدا نہیں ہوئی — پہلے بھی بہت کتبہ تھا •

یہاں دو بڑے مشہور گرجا ہیں ایک کا نام فرادی ہی دوسرے کا نام سینٹ پارک۔ سینٹ پارک کی تعمیر عمارت کی بڑی تعریف ہی مگر متھیکو فرادی زیادہ عمدہ معلوم ہوا یہ فرادی بہت بڑا گرجا ہی نہایت عمدہ پتھر کی تصویریں اُس میں ہیں سنگ مرمر کی اور نہایت عظیم الشان عمارت ہی — یہ دونوں گرجا رومن کیتھولک کے ہیں بیسیوں جگہ حضرت عیسیٰ کی تصاویر ہیں سلیم کی حالت کی کھیلوں کی علامات کی آفے بچپن کے اور مختلف حالات کی — اسی طرح سے حضرت مریم کی مختلف اوقات کی تصویریں ہیں تمام مکان میں پھر تو بتخانہ معلوم ہوتا ہی تمام دن پادری صاحب لباس خاص عبادت کا پہنے ہوئے خود بھی عبادت کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی عبادت کرواتے ہیں •

بازی باری سے پادری صاحب کی تبدیلی ہوتی رہتی ہی — پادری صاحب ایک مقام خاص میں ایک مستراح کے سامنے لوگوں کی طرف سے پشت کیئے ہوئے کھڑے رہتے ہیں اُن کے پڑھنے کی کچھ آواز نہیں آتی تھوڑی دیر بعد وہ ایک گھنٹی بجاتے ہیں لوگ جو اپنی اپنی بیٹچوں پر بیٹھے ہوتے ہیں کوئی اُن میں سے کچھ سر کو جنبش دیتا ہی اور کوئی بدستور بیٹھا رہتا ہی ہم مختلف اوقات میں وہاں گرجاؤں میں گئے ہمنے یہ دیکھا کہ ایک بڑا مشہور و خوبصورت مکان وہاں ہی اور اُس پر ایک گھنٹہ لگا ہوا ہی تھا اور اُس کا نام ہی اس گھنٹہ کے اوپر دو لوہے کی تصویریں دو طرف ہیں اپنی اپنی

+ رینس میں جو صوبہ دار رہتا تھا اُس کو دوچ کہتے تھے ایک کے بعد دوسرا اور کوئی ہوا اُس کا بھی لقب تھا —

+ رینس محل کو کہتے ہیں — (س) انگریزی قاعدہ سے لکھا ہی جس کے معنی (کا) کے ہیں •

طرف سے وہ گھنٹہ بجاتی ہیں پہلے ایک پہر دوسری اور ہر روز ایک خاص وقت پر اُس میں خرب تماشہ ہوتا ہے۔ وہاں حضرت مریم کی تصویر ہی گھنٹہ کے پاس اور سامنے ایک مختصر سا برائڈ کے طور سے ہی دونوں طرف دو کھڑکیاں ہیں جس وقت وہ گھنٹہ بجتا ہے تو ایک طرف کی کھڑکی کھل جاتی ہے اور اُس میں سے چار بادشاہ نکلتے ہیں تین بادشاہ یورپ کے اور چوتھا ایک حبشی بادشاہ ایک کے بعد دوسرا پہر تیسرا پہر چوتھا سب سے اخیر حبشی بادشاہ آتا ہے اور ہر ایک جب حضرت مریم کی تصویر کے سامنے آتا ہے تو سلام کرتا ہے اور دوسری طرف کی کھڑکی میں گھس جاتا ہے یہاں ایک مشہور ارسل† ہے اُس کو ہم نے دیکھا اُس میں جہازوں کی بہت سی حالتیں دیکھیں چہونے چھوٹے کات کے جہاز بنا کر وہاں رکھے ہیں اور اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے صورت جہاز کی کیا تھی اور پھر کیا کیا تبدیلی ہوتی گئی اور اب کیا ہے۔ وہاں صدھا قسم کے ہتیار تھے جو پرانے زمانہ میں استعمال ہوتے تھے۔ عجیب عجیب صورت کے ہتیار تھے جو ہم نے کبھی کسی کتاب میں نہیں پڑھے *

مسلمانوں سے اور وینس والوں سے لڑائی ہوئی تھی اُس میں کچھ ہتیار اور ایک نشان وینس کی فوج کے ہاتھ آیا تھا وہ بھی ہم نے دیکھا نشان پر آیت انا فتحنا نہایت خوش خط لکھی ہوئی ہے لیکن وہ آیت نا تمام ہے منجھو اُس کا کچھ سبب معلوم نہیں ہوا یہہ نہیں ہے کہ نشان کے کپڑے کا جسپر وہ آیت لکھی ہے کوئی حصہ تلف ہو گیا ہو جس پر بقیہ آیت ہو فی الاصل ابتداءً ہی وہ پوری تحریر نہیں ہوئی۔ انیسویں ہے کہ اس وقت منجھو یہہ یاد نہیں ہے کہ کس لفظ تک وہ آیت اُس نشان پر تحریر تھی نہیں تو پتہ نامہ میں اُس کو لکھتا *

مسلمانوں کے ہتیار جو مینے وہاں دیکھے وہ بڑے مہذب تھے اور اکثر اُن میں سے ایسے لمبے لمبے بانسوں میں تھے جیسے نیزہ کا بر چھپی کا بانس ہوتا ہے زیادہ تر بر چھپی نما تھے مگر اُن میں صرف بر چھپی کا سا پھل ہی نہیں تھا اور بوی پھل متعدد تھے بہت سی قسم کے زہرے و بکتر و چار آئینہ اور لوه کی تمام چیزیں جو قدیم زمانہ میں سر سے پانوں تک پہن کر لڑا کرتے تھے سب وہاں تھیں حیرت ہوتی تھی کہ اس قدر وزن کا لوه پہنکر کھڑکیوں کے لوگ لڑتے تھے *

یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ آدمی اُس وقت کے نو نو گز کے قد کے لمبے اور دیو کے دیو ہوتے تھے۔ وہ ہمارے ہی قد و قامت و جسم و صورت کے آدمی تھے اُن کے زہرے بکتر چار آئینے وغیرہ سب موجود ہیں اور پھر اُس قدر لوه پہنتے تھے اور لڑتے تھے *

وہاں ایک لڑکے کا اسی قسم کا تمام لوه کا سامان پوشش ہی اُس لڑکے کی عمر تھیں

بارہ سال کی تھی یہ زیادہ تعجب انگیز تھا اس ارسل کے باہر کے دروازہ پر پتھر کا ایک بہت بڑا شیر ہی جسکی نسب یہہ کہا جاتا ہی کہ اتنا بڑا شیر کہیں دنیا میں نہیں ہی یہہ شیر ایک واقعہ تاریخی ہی اس کے ابتدائی وجہ کا کہ وہ کب بناتا تھا ایک زمانہ معلوم نہیں ہی لیکن اسی پر جو علامت و نشانات ہیں اُن سے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ چوتھی پانچویں صدی عیسوی میں جب ورنکی قوم نے استنبول پر قبضہ پایا تھا اُس وقت یہہ شیر بنا ہوا موجود تھا اس مقام پر اٹلی میں یہہ شیر استنبول سے قریب گیارہویں صدی عیسوی کے آیا ہی اکثر جگہ ویس میں ہم راس صاحب اور مسس راس ساتھ سیر کرتے تھے راس صاحب کی وجہ سے سیر میں بڑی مدد ملتی تھی گو مجھے کو فراری کا گرجا زیادہ خوبصورت معلوم ہوا لیکن سینٹ پارک کی خاص باتیں زیادہ تر قدر کے لائق ہیں اور اُس کے بعض حالات بیان کرنے ضرور ہیں •

اس گرجا میں چار گھوڑے اوہ کے ہیں شاہ نیرو کے وقت کے — اُس میں پانچو ستون ہیں سنگ مرمر کے انہیں پنجی کاری کا کام بھی ہی اور یہہ کام پنجی کاری کا گیارہویں صدی عیسوی کا ہی — متحراہیں اُس کی مشرقی عمارت کی طرز کی ہیں گول نہیں ہیں وہ واقع جہاں بائری بطور امام کے کھڑا ہوتا ہی اُس گرجا میں کئی مہیں ایک اُن میں سے ایسا ہی جس کی نسبت لوگوں کا یہہ خیال ہی کہ وہ سلیمان کے وقت کا ہی •

یہہ ویس ونیشیا کا دارالسلطنت تھا تین بڑے اور ۱۱۴ چھوٹے جزیروں کو ملا کر ویس بنا ہی نہروں کی تعداد ۱۵۰ ہی پل اُس میں ۳۸۰ چھوٹے ہیں برج آب سائو ایک مشہور پل یہاں کا ہی بڑی نہر جو بیچ میں سے ویس کے گذری ہی وہ ایسی طرح سے گتھی ہی کہ ایک طرف بڑا حصہ دوسری طرف چھوٹا حصہ ویس کا ہی انگریزی میں جس طرح ایس (S) ہوتا ہی وہ شکل نہر کی ہی کشیدگی کی تعداد ۴۰۰۰۰ ہی گھوڑے پر یہاں کوئی نہیں چڑھتا ہی نہ یہاں مٹنے گھوڑا دیکھا ایک باغ یہاں ہی اُس کے سہرنتذنت کے پاس ایک گھوڑا ہی اُس کو لرک بطور تماشہ کے خیال کر کے دیکھتے ہیں •

مونکا یہاں بہت کثرت سے دیکھا اور پتھر ہر قسم کا اور پتھر کی چیزیں بہت بکتی ہیں تصویریں نہایت عمدہ اور سستی ہوتی ہیں مصور یہاں کے مشہور ہیں •

جب ہم پکچر گیلریوں میں گئے تو وہاں ہمارے بہت مصوروں کو دیکھا کہ وہ قدیم تصاویر سے نقل اُتار رہے ہیں کچھ مرد ہی مصور نہیں عورتوں بھی تصویر کھینچتی ہیں انگریزی سکے یا فرنچ کا یہاں نہیں چلتا ہی یہاں ایک سکے ہی فرنک کانڈ کا وہ مستعمل ہی — ایک پونڈ ۲۷ کے فرنک آتے ہیں اور ہر ایک فرنک کے سو سائیم ہوتے ہیں

یہ سائنٹیم تانبہ کا سکہ ہی — لیکن پانچ پانچ سائنٹیم کا بھی سکہ ہوتا ہی زیادہ تر اسیکا ہوتا ہی *

اسی وینس میں بیرن † کا بھی ریاس ہی *
شیشے کے کارخانے یہاں متعدد ہیں ہم جب اُن کے دیکھنے کو گئے تو ہمارے سامنے بھی
اُنہوں نے چیزیں بنائیں ایک گولی حمید اللہ کو بنا کر دی *
پبلک گارڈن بھی یہاں ہی لیکن کچھ عمدہ نہیں ہی — وینس میں ایک بہت بڑا
شفاخانہ ہی مگر مذہبی شدت یہہ ہی کہ اُس میں بھی دو جگہ گرجا ہی ہم ۱۱ مئی
سنہ ۱۸۸۰ ع کو وینس پہونچے تھے اور ۱۵ مئی کو وہاں سے چلکر میلان کو آئے *

میلان

میلان نہایت قدیم و مشہور و عمدہ شہروں میں اٹلی کے ہی وینس سے ۱۷۶ میل
اور تورین سے ۹۴ میل ہی *
سنہ ۲۵۲ ع میں اسکوائیلا نے اس پر یورش کی اور خوب لوٹا تھا پھر سنہ ۱۱۶۲ ع
میں فریڈرک اول نے اُس کو نصف برباد کیا تھا *
سنہ ۱۱۶۷ ع میں افواج متفقہ برکامو — کریمرنا — بڑسیا — منٹوا — ریرونا نے اُس کو
نالا اور شہر کو آباد کیا *
سنہ ۱۵۳۵ ع میں چارلس پنجم کے قبضہ میں آیا اور اُس نے اپنے بھتیجے کو وہاں
کا ڈیوک و حاکم بنایا *
سنہ ۱۷۱۳ ع میں جو معاہدہ ہوا تھا اُس کے موافق یہہ شہر آسٹریا کے قبضہ میں
کیا تھا — سنہ ۱۸۵۹ ع میں اُس کو فرانس نے آسٹریا سے لوکر آزاد کرایا اور جب سے وہ
شامل اٹلی کے ہی *
یہہ شہر سات میل کے گرد میں ہی قیرہ اُس کے دروازے ہیں یہہ دروازے نہایت مستحکم
و سنگین ہیں *

یہاں ایک بہت بڑا گرجا ہی سینٹ پیٹر روم کے گرجا کے بعد دوسرا درجہ اس کا ہی دنیا
کی مشہور عمارتوں میں سے ہی اُس کا نام تروامو ہی طول میں ۵۰۰ فٹ اور عرض میں
۱۸۶ فٹ ہی ۵۲ ستون ہیں اُس کا مینار ۳۰۰ فٹ بلند ہی پتھر کی صورتیں گرجا کے
اندہ ۹۷۹ ہیں اور باہر ۱۹۲۳ ہیں — اُسکی مینار کی سیڑھیوں ۲۹۰ ہیں اُسکی تعمیر کا آغاز
سنہ ۱۳۰۰ ع میں ہوا تھا یہاں ایک لائبریری ہی (کتب خانہ) اُس میں ایک لاکھ
چالیس ہزار کتابیں موجود ہیں بہت سی ایسی پرانی مشہور ہیں کہ اور کہیں نہیں
ملنی ہیں *

اکھڈیمی میں ایک دوسرا کتب خانہ ہی جس میں دو لاکھ کتابوں میں اور بہت سے سکے و دیگر اشیاء *

شہر نہایت آباد و پر رونق و پر فضا ہی — بڑے بڑے کافی ہوس اُس میں ہیں اور مدھا آدمی اُن میں جاتے ہیں و کھاتے ہیں سب سے عمدہ کافی ہوس بنی کافی ہوس ہی — ہم نے اور ہمارے دوست راس صاحب نے بھی وہاں کھانا کھایا و برف کھائی یہاں کا تصویر خانہ بھی نہایت ہی عمدہ ہی بڑے بڑے مشہور مصوروں کے ہاتھ کی جو موجود کھلاتے تھے تصویریں وہاں ہیں *

اِس شہر میں ایک بازار ہی وہ اِس قدر عمدہ ہی کہ اُسکی تعمیر کی اور خوبصورتی کی جس قدر تعریف کی جارے بجا ہی یہ بازار اُردو سے پتا ہوا ہی اکثر شیشہ کی چھت ہی اور اِس قدر اونچی چھت پٹی ہی کہ میلان والوں کو اُس پر یہ نظر ہی نہ دنیا میں اس قدر مرتفع بازار نہیں ہی دنیا میں تو ہم نہیں پھرے ہیں مگر جہاں جہاں ہم پھرے ہیں ہم نے بھی ایسا عمدہ بازار نہیں دیکھا ہی اُسی بازار کی ایک سمت پر بنی کافی ہوس ہی اور دوسرے سوے پر ایک بہت بڑا اور کافی ہوس ہی اسی بازار سے آگے بڑھو تو وہ بڑا گرجا آتا ہی جسکا مہمے ڈکو کیا ہی یہ بازار قدیم نہیں ہی آزادی کے بعد بہت تھوڑے روز ہونے کے سنہ ۱۸۶۲ ع میں تیار ہوا ہی — قوم میں اِس قدر جوش ہی کہ جو تعمیرات کہ آزادی کے زمانہ سے پہلے کی ہیں اُنکو وہ بالکل نیست و نابود کر دینا چاہتی ہیں چنانچہ بوابو ایساہی کر رہی ہیں ہم نے وہ حصے عمارت کے دیکھے جو قوم نے جدید تعمیر کیئے ہیں قدیم کو ڈھاکو اور اُن کو بھی دیکھا جن کے انہدام پر وہ آمادہ ہیں وہ غلامی کے زمانہ کی کسی علامت کو بھی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے وہی وینس کا طریقہ یہاں بھی ہی کہ تمام شرفا شب کو بھرتے ہیں ہم میلان میں میزین ہوٹل میں ٹہرے تھے اُس کے سامنے پبلک گارڈن بھی تھا یہ باغ نہایت ہی عمدہ و پر فضا تھا اور بہت بڑا باغ تھا اُس کے اندر ایک میوزیم بھی تھا ہم چار دن وہاں رہے انہیں چار دنوں میں ایک روز اتوار کا بھی تھا ہم نے یہ بات وہاں دیکھی کہ تمام لوگ اُس پبلک گارڈن میں تفریح کو بھرتے تھے اور باغ میں اُس روز معمولی ایام سے زیادہ آرایش کی گئی تھی باغ میں صدھا کرسیاں بچھی ہوئی تھیں آرام و آسائش کے لیئے — اکثر قسم کے جانور بھی یہاں تھے — ہمارے ملک کے بھی جانور وہاں تھے مور بھی ہم نے وہاں دیکھا تھا اور بھی پرند جانور تھے *

ہمکو وہاں معلوم ہوا کہ ہزاروں روپیہ اُن کی قیمت کی بابت دیا جاتا ہی اور کوئی کمپنی بھی ہی جو ان ملکوں میں یہ جانور بھیجتی ہی ہم کو اپنے ملک پر افسوس آتا ہی کہ کاش ہمارے ملک کے آدمی ایسی کمپنی قائم کرتے تو کس قدر اُن کو فائدہ ہوتا

سوام

جس کا ترجمہ ہمارے ملک میں راجہ ہنس کیا کرتے ہیں سیاہ رنگ کے۔ ہم نے اول اسی باغ کے اندر پانی میں تیرتے دیکھے یہ جانور اکثر جگہ سفید ہوتا ہی سیاہ کمیاب ہی کچھ بہت خوبصورت جانور نہیں ہی مگر کمیاب ہونے کی وجہ سے قدر کے لائق ہی ہے۔ مختلف مقامات پر اس باغ میں پانی جاری تھا ہو جگہ ایسی صورت بنائی گئی تھی جو نیچرول حالت دکھاتا تھا کہیں معلوم ہوتا تھا کہ پانی پتھر میں سے نکلتا ہی کہیں پہاڑ کے سے پتھروں میں پانی جاری تھا حوض و باولی نہیں بنائی تھی ایک طرف ایک بہت بڑا فوارہ چل رہا تھا جو نہایت ہی خوبصورت طور سے اچھوٹا تھا تھپتہ یہاں بہت بڑے بڑے ہیں منجملہ اُن کے ایک تھپتہ ہی جس کا نام لاسکیلا ہی ہے استدر بڑا ہی کہ اُس میں چار ہزار آدمی بیٹھ سکتے ہیں اول درجہ کی اول قطار میں درجہ اول کے ایک بکس کے ایک سیزن † کے واسطے ایک ہزار فرنک دینے ہوتے ہیں علم موسیقی اٹلی کا مستند ہی اس علم کا مخزن و منبع اٹلی ہی شمار کیا جاتا ہی۔ پتھرے یہاں نہایت ہی خوبصورت ہم نے دیکھے اور خوب تیار — یہاں فرنک کا نرخ بنکوں میں مختلف تھا کوئی تو ایک گنی کے سٹائیس فرنک دیتا تھا کوئی سٹائیس فرنک اور تیس سائٹیم اور کوئی پچاس سائٹیم اس اختلاف کی ہم کو کچھ وجہ نہیں معلوم ہوئی اور یہ بات پسندیدہ بھی نہیں تھی بالخصوص بنکوں میں — ہمارا ارادہ تھا کہ سترہ تاریخ کو ہم یہاں سے پیرس کو روانہ ہونگے لیکن ۱۷ کو ہمارے ایک ساتھی متحد رفیق کو بخار آ گیا لہذا راس صاحب اور مسس راس تو چلے گئے اور ہم چاروں رہ گئے ۱۸ کرہم میلان سے روانہ ہوئے •

تھورن ایک جگہ ہی جہاں اٹلی کی ریل ختم ہو جاتی ہی اور فرانس کی ریل شروع ہوتی ہی وہاں ریل تبدیل ہو جاتی ہی اور گزیاں بدلی جاتی ہیں مسافروں کو وہاں اُترنا پڑتا ہی اور تمام اسباب اُتارنا پڑتا ہی اور ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن پہنچنا پڑتا ہی وہاں ۱۸ تاریخ کی شام کو پہونچے تھے ہم نے اپنے ساتھ بہت ہی کم اسباب رکھا تھا صرف استدر تھا کہ ہر آدمی ہاتھ میں اُٹھالے — ریل بیگ جسکو میں اپنے گلے میں ہمیشہ رکھتا تھا وہ تھورن سے دو تین اسٹیشن پہلے تک میرے گلے میں تھا اور اُس میں دو سو پوند تھے اُسکو میں نے اپنے گلے سے اُتار کر جس طرف میں بیٹھا تھا اُس طرف نشست کے اوپر جو بطور الکلی کے بنی ہوئی ہی اُسپر رکھ دیا جب تھورن کا اسٹیشن آیا اور سب اُترے تو اول میں اُترا کہ دیکھوں کس جانب جانا ہوگا اور کس قدر توقف ہی اور اپنے تینوں ہمراہیوں سے کہا کہ اسباب کو احتیاط سے اُتارو •

میں ہینڈ بیگ تو لیلیا جس میں ہندوی اور نوت وغیرہ تھے لیکن وہ بیگ جس میں
دو سو پونڈ خرچ راہ کے تھے الگ ہی سے نہ اترتا میرے ہمراہیوں نے بھی اُسکو ندیکھا اور اسباب
اُتار لیا جب ہم سب دوسرے اسٹیشن پر پہنچ گئے اور گاڑی میں بھی بیٹھ گئے تو اسوقت
سب چیزوں کو مینے دیکھا اور مینے پوچھا کہ وہ تھلا کہاں ہی معلوم ہوا کہ وہ نہیں اُتارا
کیا — فوراً میں اور حمید اللہ گاڑی سے اُترے اور اُس اسٹیشن پر پہنچے کہ جہاں اُترے
تھے اور جہاں ہماری ٹرین آکر کھڑی ہوئی تھی ایک طرف حمید اللہ گئے دوسری طرف
میں گیا اتنی دیر میں گاڑیاں سب کٹ کٹا کے منتشر ہو گئیں تھیں کچھ دتہ نہ لگا —
پوچھیں تو کیونکر پوچھیں وہ سب اٹالین بولتے تھے وہ ہماری عربی فارسی یا حمید اللہ کی
انگریزی کیا سمجھتے تھے ہم کچھ کہتے تھے وہ کچھ کہتے تھے — ہم اپنی کہتے تھے وہ اپنی
ہانکتے تھے اسی تردد میں پڑتے تھے کہ پہلا کینٹھ روانگی کا ہو گیا — اب یہہ تردد تھا کہ اگر
ہم دونوں تلاش و تحقیقات کے لیئے یہاں ٹھہر جاویں اور حامد علیخان و محمد رفیق کو
یہ دس جانے دیں اور فرض کرو کہ تھلا نکلا تو اسقدر روپیہ بھی نہیں ہی پاکت میں کہ
یہ دس پہنچ جاویں اور اگر چلے جاتے ہیں تو اسوقت تو شاید ممکن ہی کہ تھلا مل جاوے
جب زمانہ گذر جاویگا اور مال کسی کے ہاتھ آجاویگا تو پھر کون دیتا ہی یہہ بھی خیال
تھا کہ اگر رہے تو ہماری زبان تو کوئی سمجھتا ہی نہیں ہم کرینگے کیا بالآخر یہہ راے قرار
پائی کہ چلنا چاہیئے تار کے ذریعہ سے باتیں کرینگے اور یہہ خیال تھا کہ تار تو انگریزی ہی
لیا جاویگا اُس وقت حمید اللہ اُنہم سے کہیں اوجھل ہو گئے اور بھی سخت پویشانی ہوئی
کہ یہہ رھٹے تو کیا ہوگا غرض کہ وہ بھی سامنے سے دکھائی دیئے میں نے اُن سے کہا کہ
کچھ پرواہ نہ کرو چلو کہیں گاڑی نہ چھوڑ جاوے بہزار دقت دور کر اپنی گاڑی پر آئے سوار
ہوئے کہ گاڑی روانہ ہو گئی اگر ایک منٹ توقف ہوتا تو رہ ہی تھے جب آگے بڑھے
اور ایک اسٹیشن آیا تو وہاں یہہ کیفیت تھی کہ وہاں فرنچ زبان شروع ہو گئی
انگریزی کوئی نہیں سنتا پھر کئی اسٹیشنوں کے بعد ایک اسٹیشن آیا کہ وہاں
کچھ ریل ٹھہری کچھ لوگ وہاں اُترے ہم بھی اُترے ایک گاڑی میں ایک نوجوان
جنٹلمین سے بات ہوئی اُنہوں نے کہا کہ انگریزی یہاں معدوم ہی وہ نوجوان جنٹلمین فرنچ
بھی جانتے تھے اور انگریزی بھی غرضکہ یہہ صلاح ٹھہری کہ جہاں تریں تبدیل ہو گئی اُس
اسٹیشن سے تار دیا جاوے نصف شب کے قریب اُس اسٹیشن پر پہنچے میں نے تو اسباب
اُتارایا اور حمید اللہ تار دینے کو گئے اُنہیں جنٹلمین کے ہمراہ — ٹرین یہاں تبدیل ہوئی
ابھی حامد علی خان و محمد رفیق کو تو مینے سوار کرا دیا تھا اور اسباب بھی رکھ دینا
مگر حمید اللہ نہیں آئے تھے اور ریل کی روانگی کا وقت آ گیا تھا میں اُن کو ڈھونڈتا تھا وہ
اُدھر سے مجھ پر تلاش کرتے آتے تھے بچ میں مل گئے اور گاڑی میں چلے ہوئے چڑھ تار میں

میں نے یہ لکھوایا تھا کہ ہم کو جواب پیرس کے گریفٹ ہوٹل میں ملے — اس لیے کہ یہ قرار پاکیا تھا کہ ہم و اس صاحب گریفٹ ہوٹل میں رہینگے یہی ہوٹل سب سے بڑا و عمدہ پیرس میں ہی ۱۹ مئی کو مابین العصر والمغرب ہم پیرس میں پہنچے ہمارے درست اس صاحب اور مسس اس ہمارے لیے کو اسٹیشن پر معہ گاڑی کے موجود تھے ہم اُن کے محمد رفیق و حامد علی خاں کو اس صاحب پاس چھوڑا اور کنجیاں بکسوں کی اس صاحب کو دیں کہ اسباب کو دکھا دیں میں اور حمید اللہ تار گھر میں جو اسٹیشن پر تھا گئے یہاں حمید اللہ انگریزی بولے وہاں خون سمجھے — پھر لال کتاب میں سے فقرات فروغ کے چہانت کو بولے کچھ اُس نے جواب دیا مطلب کچھ معلوم نہوا اپنا سا منہ لیکر چلے آئے اسٹیشن پر آکر اسباب گاڑی میں رکھا کر اس صاحب کے ہمراہ گریفٹ ہوٹل میں پہنچے — اسباب اُنار کمروں کا بندوبست اس صاحب نے پہلے ہی کر رکھا تھا اپنے کمرہ میں جا کر وضو کیا نماز پڑھی پھر سب کھانا کھانے چلے گئے — پھر سیر کو گئے پھر تھے — جب واپس آئے سونے کے کمرہ میں گئے تو تار ملا — معام ہوا کہ تھلا محفوظ ہی تعداد اشرفیوں کی اور جو کچھ اور اُس میں تھا دریافت کی تھی اور پوچھا تھا کہ کہاں بھیجتے ہیں — میں نے دوسرا تار دیا اس صاحب نے وہ تار لکھا تھا ہر ام مفضل لکھ دیا وہ تھلا معہ اشرفیوں کے آگیا ڈاکخانہ سے میں جا کر لے آیا — رسیدہ بود بلاے ولی بخیر گذشت — اُس کے مل جانے کی وجہ میں اختلاف واقع ہوا ہی — میں تو یہ کہتا ہوں کہ مال مزکی تھا اس لیے محفوظ رہا اور ایک صاحب الزامے فرماتے ہیں کہ یورپ کی فیک نیٹی اُس کی وجہ تھی — ہم پیرس میں ۲۴ مئی تک رہے اس صاحب کے ساتھ جہاں تک ممکن تھا ہم نے پیرس کو دیکھا — ورسیل جو مشہور مقام ہی وہاں بھی ہم گئے اُس کو بھی دیکھا مگر ہم اقرار کرتے ہیں کہ پیرس ایسی جگہ نہ تھی جس کو ہم پانچ روز میں دیکھ سکتے پیرس لندن سے ۲۷۰ میل اور بیلجیم کی دارالسلطنت برسل سے ۲۱۳ میل اور کلون سے جو مشہور شہر اٹلی کا سمندر کے کنارے پر ہی ۳۱۲ میل ہی پارولیشن اُسنا — لاکھ ہی پندرہ میل کے دائرہ میں اُس کی آبادی ہے — ۱۳۵۰ سڑکیں ہیں ۲۰۴ سڑکیں ایسی ہیں کہ اُن پر دونوں طرف درخت لگے ہوئے ہیں — جہازیں و کشتیوں کے قیام گاہ ۳۸ ہیں ایسے مواقع جو بطور میوزیم وغیرہ ہیں اور جن میں عموماً لوگ جاسکتے ہیں اور اُن کو پبلک بلڈنگ کہتے ہیں ۹۹ ہیں جس دریا کے متصل پیرس آباد ہی اُس کا نام سین ہی — اس دریا میں بارہ جزیرے ہیں گرد شہر کے بطور فصل کے دیوار سی بھی ہے — جس وقت شہر میں داخل ہو تو اسباب دیکھتے ہیں محصول کی نظر سے ریل کے مسافروں کا اسباب اسٹیشن پر دیکھ لیتے

یہاں متعدد لایبریریاں ہیں منجملہ اُن کے فیئشل لایبریری میں آٹھ لاکھ کتابیں ہیں بہتر ہزار اُس میں قلمی ہیں پانچ ہزار نقشتجات کی قسم کی و سکہ وغیرہ * لایبریری آف دی ارسنل میں ایک لاکھ ستر ہزار کتابیں ہیں اُن میں چھ ہزار قلمی ہیں لایبریری سینٹ جوی میں ایک لاکھ دس ہزار کتابیں ہیں دو سو اُن میں قلمی ہیں اور چھوٹی چھوٹی لایبریریاں ہیں جیسا بمبئی میں ہمنے ٹریم وے کو چلتے دیکھا تھا اور میلان میں یہاں بھی ٹریم وے چلتی ہی یہ وہی گاڑی ہی جو ارہ کی سڑک پر چلتی ہی اُس کے علاوہ جیسے میلان میں اومنی بس † چلتی ہی ویسی ہی یہاں بھی چلتی ہی اور گھوڑے نہایت عمدہ اُس میں جوتے جاتے ہیں — جب ہم فرانس کی حد میں گذرے اور دن ہوا تو ہمنے پہاڑی ملک دیکھا لیکن پہاڑ مسطح تھا اور اُسی پر زراعت تھی *

فرانس کے بازاروں کی وسعت اور اُن کی صفائی اور لطافت و رونق تحریر میں نہیں آسکتی ہی — ایک دوکان میں اس قدر جواہر و زیور ہوگا کہ ہمارے شہر کے تمام جواہری بازار کے جواہریوں کے جواہر بھی آکر اکٹھے ہوں تو بھی برابر نہو — جب ہم اُن بازاروں میں بھرتے تھے تو اپنی دلی کے چاندنی چوک و جواہری بازار اور اُن کی دکان کا خیال دل میں لا کر بہت ہی شرمندہ ہوتے تھے — مگر یہ ضرور ہم کہیں گے کہ جیسا ہمارا چاندنی چوک ہی کہ در طرف سڑکیں اور بیچ میں نہر بہتی ہی ایسا کوئی بازار فرانس میں نہیں تھا *

تھیٹر واپرا اور دیگر تماشہ گاہوں کی بڑی کثرت اور بیسیوں جگہ ہوتے تھے سواروں کی یہ کثرت تھی کہ چوڑے سے چوڑے بازاروں میں ایک سمت سے دوسری سمت جانا مشکل ہوتا تھا — بہت تیز باہک کر ادھر سے ادھر آدمی جاسکتے تھے بہت سی قسم کی رہاں گاریاں چلتی ہیں اور ہر ایک قسم کے نمبر جداگانہ ہیں میں نے ایک خاص قسم کی گاڑی پر نمبر دیکھا تھا تو سولہ ہزار تھا — میلان و وینس کی رونق ہماری آنکھوں و دل سے دیوس کے دیکھنے کے بعد سب ہیچ تھی ہوٹل اس شہر میں کثرت سے ہیں ایک گراند ہوٹل تھا جس میں ہم ٹھہرے تھے اُس میں آٹھ سو کمرے تھے — ڈاکخانہ اُس میں تار بھر اُس میں ہوٹل کیا تھا ایک قصبہ تھا — تمام اخبارات ایک ریڈنگ روم میں موجود اُس میں جاؤ اخبار پڑھو خطوط و چٹھیا لکھو کاغذ قلم داوات سب تیار کئی مقفل کا یہ ہوٹل تھا

† اومنی بس ایک گاڑی ہی جس میں دو طرف نشست بنی ہوئی ہی ہر طرف پانچ چار چھ آدمی اُس میں بیٹھتے ہیں گدی اُس کی عمدہ مٹھل سے منڈھی ہوئی ہیں یہ گاڑی معمولی سڑک پر چلتی ہی اور ہر جگہ سے لوگ اُس میں چڑھتے اُترتے ہیں اور بمقدار زمین مسافت زیادہ دیتے ہیں —

سیڑھوں پر چڑھ کر آمد و رفت ہو تو دو چار دنئے چڑھنے اُترنے میں آدمی کا خدا حافظ ہو جاوے لیکن جانے آنے کے واسطے ایک لغت † تھا اُس میں اکثر جاتے آنے تھے بازاروں کی صفائی کا بڑا اہتمام — ہر ہر تہروزے فاصلہ پر صفائی والے آدمی متعین کچھہ میلا ہوا اور اُنہوں نے صاف کیا — جس طرح صفائی کے واسطے ہمارے ملک میں تنکوں کی جھاڑو ہوتی ہی وہاں برش ہوتا ہی ایک لمبے بانس میں وہ برش لگا ہوتا ہی — جب سڑک پر زیادہ کیچڑ ہو جاوے تو جیسا کہ ہمارے ملک میں سڑک پر بڑا پتھر بطور بیلن کے لڑھکاتے ہیں اُسی طرح کی وہ بیلن ہی مگر برش کے سے بالوں سے وہ منڈھا ہوا ہوتا ہی وہ پیہرا و نیچڑ صاف ہوتی *

کافی ہوس کہیں دس پانچ ہونگے یہاں سیکڑوں موجود ہیں — جس قسم کا کافی ہوس پسند ہو بڑھیا کھانا اُس میں جاؤ و کھاؤ بعضوں میں وقت معین کے کھانے کی قیمت معین ہی اور کھانے بھی معین ہیں بعض میں بہ دستور ہی کہ جس چیز کو حکم دو وہ مایگی اور قیمت جو اُس چیز کی مقرر ہی وہ لیتا دیکھی *

جس بازار میں نکال جاؤ وہی حال ہی — کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا ایندجا است — پوشاک عورتوں کی جیسی وہاں دیکھی اب تک کہیں نہیں دیکھی عورتوں کی پوشاک کی بابت فرانس موجود تسلیم کیا جاتا ہی *

مینار

جیسا کہ التذکرہ میں مینار ہی ویسا ہی پیرس میں بھی ہی یہ مینار لکس آرہ سے یہاں آیا ہی لکس آرہ مصر کا ایک پرانا شہر تھا دو ہزار برس کے قریب ہوئے جب سے وہ شہر ویران ہی متحد علی پاشا نے یہ مینار دیا ہی سنہ ۱۸۳۰ء میں وہ پیرس میں آیا ہی *

یہ متحد علی پاشا وہ تھے جنہوں نے سلطان سے مخالفت کی تھی فرانس نے چونکہ اُن کی اعانت کی تھی لہذا یہ مینار دیا گیا تھا — یہ مینار نہایت ہی عمدہ و پر فضا مقام میں پیرس کے قائم ہی جہاں جانے سے تقریباً ہوتی ہی اسی مقام پر سہ پہر کے وقت تلام امرا اُس کی سفر کو و تقریب کو اپنی اپنی سواریوں میں گذرتے ہیں — یہیں نہایت راز و کنجاست تا بکجا — اس شہر میں علاوہ گیس کی روشنی کے بجلی کی روشنی بھی چند جگہ ہوتی ہی — یہ روشنی نہایت ہی نفیس ہی اُس میں دن کی سی

† لغت ایک چوڑا نمبر ہوتا ہی اُس میں نشیہ کی کڑیاں منظم کی مندرجہ ہوتی ہوتی ہیں ان پر جائز بیہ جاؤ آدمی جو اُس پر معین ہی وہ تل کو حرکت دیکھا وہ نمبر اونچا ہوتا ہر درجہ سے تذکرہ اُس میں سے اپنے اپنے درجہ میں لوگ اُترتے جاتے تھے اسی طرح اوپر سے اُترتے تھے —

روشنی ہوتی ہی — پیرس میں یہ بات ہمنے دیکھی کہ بعض عورتوں کے بھی ڈاھی ہوتی ہی — ہمنے بڑی بڑی شاہی عمارات یہاں کی دیکھیں — بعض عمارات میں اُن تمام نامور اشخاص کی تصویریں ہیں جو بڑے عالم یا بڑے رفارمر پیرس کے ہوئے ہیں اُن کے دیکھنے سے اُن کی یاد ہوتی ہی یہ تصویریں پتھر کی ہیں *

ورسیل (متعلق فرانس)

یہ ایک مشہور و نامی مقام ہی شہر سے پیرس کے ۱۱ میل دریاے سین پر واقع ہی آبادی اُسکی ۱۰۰ ہزار آتھ سو پچاس ہی لوگی چہار دہم شہنشاہ پیرس نے اُسکو بنایا ہی ۱۰۰ کروڑ روپیہ اُس میں صرف ہوا تھا اس میں بہت کمرے ہیں — دروازے اُس میں ۳۷۵ ہیں اس میں بادشاہان فرانس رہا کرتے تھے لوگی سولہواں معہ اپنی بیگمات کے بھی اس میں رہتا تھا جسکو لوگوں نے بلوہ کر کے سنہ ۱۷۹۳ ع میں معہ اُسکی بیگمات و اکثر اہل خاندان کے مار ڈالا اور اُسکے بعد ری پبلکن ہو گئی تھی *

یہ ہی وہ جگہ ہی کہ جب پروشیا و فرانس میں سنہ ۱۸۷۱ ع میں لڑائی ہوئی اور فرانس کو شکست ہوئی تو شہنشاہ پروشیا اُس میں رہے تھے اور ۵ فروری سنہ ۱۸۷۱ ع کو شہنشاہی کا خطاب اسی محل میں لیا تھا — یہاں اب بڑی عمدہ گیلری ہی اُس میں نہایت ہی عمدہ عمدہ تصویریں پینٹنگ کی ہیں جسقدر لڑائیاں ہوئی ہیں اُن کی وہ تصاویر ہیں تمام افسران نامور کی تصاویر وہاں ہیں ہارس و رنٹ پال ڈاروخی چووالٹ وغیرہ جو بڑے مشہور مصور گذرے ہیں اُن کے ہاتھ کی اکثر تصاویر اُن میں ہیں اُن کمروں میں میوزیم بھی ہی ہر ملک کی عمدہ عمدہ چیزیں اُس میں ہیں — ملکہ انگلستان و قیصر ہند اور شہنشاہ روس وغیرہ کے تحائف بھیجے ہوئے بھی وہاں رکھے ہیں اور نہایت ہی عمدہ و عجیب ہیں یہاں ایک بڑا پارک ہی کہتے ہیں کہ بیس میل کے اندر وہ ہی یہاں ریل پر ترمیم دے پر گاڑیوں پر ہر طرح لوگ جاتے ہیں — ۱۱ بجے سے چار بجے تک سولے یکشنبہ و دو شنبہ کے ہر شخص وہاں کے مکانات کو دیکھ سکتا ہی *

ہوٹل بھی وہاں متعدد ہیں آبادی مختصر ہی مگر خوبصورت *

طریقہ میوزیم و ٹیلری وغیرہ دکھانیکا یہ ہی کہ جب تھوڑے آدمی جمع ہوجاتے ہیں تو ایک گنڈ اُن کے ہمراہ ہوتا ہی اور ہر کمرہ میں سب کو لیجاتا ہی اور ہر چیز کو دکھاتا و بتاتا ہی *

بہت سی عمدہ عمدہ سواریاں بادشاہوں و خاندان شاہی کی یہاں ایک مکان میں رکھی ہیں اُن کی بھی نمائش ہوتی ہی انہیں میں وہ گاڑی بھی ہی جو شہنشاہ نیپولین اول کے واسطے اُسوقت تیار ہوئی تھی جب وہ تمام فتح کر کے پیرس میں آئے تھے اور اُس میں اُنکو سوار کیا تھا یہ گاڑی پانچ گاڑی کی طرح کی ہی سونے کا کام اُس پر کثرت سے ہی *

۲۴ مئی تک ہم سب پیرس میں رہے ۲۵ کی صبح کو سات بجے کے بعد پیرس سے روانہ ہوئے چند گھنٹے ریل میں سفر کیا اور چند گھنٹے ایک چھوٹے اسٹیشن میں دریا میں چلے پھر چند گھنٹے ریل میں — اس چند گھنٹے کے دریائی سفر میں مجھکو و حمیت اللہ راس صاحب و مسس راس کو کچھ تکلیف نہیں ہوئی محمد رفیق کو کچھ دوران ہوا تھا مگر وہ سو رہے لہذا زیادہ نہیں معلوم ہوا حامد علی خاں کو دوران ہوا اور ایک مرتبہ کچھ تھی ہوئی خفیف سی مابین العصر والمغرب ہم سب لندن کے اسٹیشن لچرنگ کراس پر پہنچ گئے — ہم نے بذریعہ تار کے اپنے ایجنٹ ہنری اسکنگ ایفڈ کو کو اپنے پہنچنے کی خبر دیدی تھی انہوں نے اپنا ایک ایجنٹ بھیج دیا تھا وہ ہم سے ملا تمام بکس وغیرہ اُس نے اپنے اہتمام میں لائے کپتان راس صاحب کے والد جو ہمارے ممالک مغربی و شمالی میں جسٹس تھے وہ اور اُن کی میم صاحب اپنے بیٹے کو لینے آئے تھے وہاں اُن سے ملاقات ہوئی تھوڑی دیر باتیں ہوتی رہیں اُس کے بعد کپتان راس معہ مسس راس اپنے والدین کے ہمراہ گئے اور ہمکو ہمارے ایجنٹ لچرنگ کراس ہوٹل میں لیکئے — یہ ہوٹل بالکل اسٹیشن پر واقع ہی ہوٹل میں بیڈروم ہمارے جدا جدا تھے اور سنگ روم ایک بڑا کمرہ اپنے بیٹھنے کو ہم نے لیا تھا ۲۷ شلنگ فی یوم کرایہ تھا *

لندن

سب سے پہلے لندن میں ہم سے مسٹر سڈنس پرنسپل معتمد کالج سے ملاقات ہوئی جس وقت ہم اپنے ہوٹل میں پہنچے اور منہ ہاتھ دھو چکے تو ڈنر کا گھنٹہ ہوا ہم سب میز پر گئے ابھی ڈنر ختم نہیں ہوا تھا کہ ویٹر نے مسٹر سڈنس کا کارڈ مجھکو دیا حمید اللہ میرے پاس بیٹھے تھے انہوں نے دیکھا اور اپنے پرنسپل سے ملنے کے شوق میں ایسے آئے کہ کھانا چھوڑ دیا قاعدہ کے موافق اپنے قریب و اپنے مقابل کے کھانے والوں سے معافی مانگ کر میز پر سے اُٹھ کر اپنے پرنسپل صاحب سے ملنے کو چلے گئے — تھوڑی دیر کے بعد ڈنر ختم ہوا ہم سب بھی گئے سنگ روم میں مسٹر سڈنس و حمید اللہ بیٹھے تھے وہاں ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ مسٹر سڈنس ہمارے لینے کو اسٹیشن پر گئے تھے لیکن اُن کے پہنچنے میں کچھ توقف ہو گیا تھا لہذا وہ ہوٹل میں ملنے کو آئے دیر تک باتیں ہوتی رہیں پھر وہ رخصت ہوئے *

دوسرے روز ہم اول مرزا پیر بخش صاحب † سے ملنے کو گئے اور اُن سے بقیہ پوچھ کر اُن ہندوستانی اہل اسلام سے جا کر ملے جو لندن میں تعلیم کی غرض سے آئے ہوئے تھے بعض سے ملاقات ہوئی اور بعض گھر پر نہ تھے ہم کارڈ چور آئے *

† یہ صاحب تیس برس سے زیادہ سے لندن میں رہتے ہیں اور نہایت ہی عمدہ آدمی ہیں —

لندن ایک عظیم الشان شہر تیس میل کے اندر ہی آبائی اُس کی تضحیٰ چالیس لاکھ آدمیوں کی ہی پورس سے اُس کی آبادی دو چاند خیال کرنی چاہیئے تجارت یہاں پورس سے بہت زیادہ ہے — یہ ایک عجیب دولت مند شہر ہے کہ اُس کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہاں دولت زمین میں سے اُبلتی ہے یا آسمان سے برستی ہے *

میٹن — وینس — الکزنڈریہ — بمبئی — کلکتہ سب یہاں ہیچ ہیں بلکہ اُن کا ذکر کرتے ہوئے بھی لندن کے مقابلہ میں شرم آتی ہے دوکانیں اسباب سے اس قدر ہیں کہ ہر معمولی دوکان فیکٹری معلوم ہوتی ہے اور خاص دوکانیں تو ایسی ہیں کہ فیکٹری سے بھی اُن کی حالت بڑھ گئی ہے یہاں ایک دوکان ہی ولیم ویٹلی کی نام کو تو وہ ایک دوکان ہی لیکن اُس کے اندر سینکڑوں دوکانیں ہیں ہر قسم کی چیز وہاں موجود ہے ہر چیز کی ایک دوکان اُس بڑی دوکان میں جداگانہ ہے *

جب اُس دوکان کے دروازہ کے اندر جاؤ تو ایک شخص تمسے پوچھتا آپ کیا خریدنا چاہتے ہیں تم نے کہا کہ گھڑی وہ کہدیکا فلاں نمبر کی دوکان میں جائیئے اور اگر وہ قریب ہوگی تو خرید ہمارا جاؤ۔ ہمارا دوکان میں اسی طرح آدمی پھرتا ہے جو آدمی تمکو ملیگا وہ تمسے یہی پوچھتا اور کہدیکا کہ فلاں نمبر کی دوکان میں جائیئے جب تم وہاں پہونچو گے تو جو شخص اُس دوکان میں تھلتا ہے وہ پھر تمسے پوچھتا اور تمہارے ساتھ جاکر تمہیں اُس شخص کو بتا دیتا جس کے اہتمام میں گھڑیاں ہیں وہ تمکو کہدیکا کہ آپ کرسی پر بیٹھیئے میں دکھاتا ہوں — صدا آدمی مرد و عورت دوکان میں نوکو ہیں جو اسباب بیچتے ہیں سڑک پر باہر دوکان کے اُس کے ملازم گرد دوکان کے بطور نگہبان تھلتے ہیں ہر قسم کا اسباب اُس دوکان سے لیاؤ ہر قسم کی چیز خرید لو بھوک ہو تو قدر کھاؤ لہج کھاؤ — تفنن منظور ہو بڑا کھاؤ مٹھائی کھاؤ یہ بھی تیار ہے اس کی بھی دوکان اُسی کے اندر ہے کوئی چیز تم تلاش کرنی چاہو ولیم ویٹلی کی دوکان میں چلے جاؤ آسانی سے تمکو مل جاوے گی قیمت مقرر ہے بیچنے والا قیمت کہہ دیتا قیمت دیدو وہ قیمت لیتا اور بل اُس کا تمکو دیدیتا یہ پوچھتا کہ آپ خرید لیتا دیتا یا آپ کے مکان پر بھیج دیتا جاوے اگر یہ منظور ہو کہ تمہارے گھر بھیج دے تو تمسے وہ نمبر مکان و پتہ محلہ کا پوچھ کر لے لیتا شام کو چیز آپ کے گھر پہونچ جاوے گی گڑیاں مقرر ہیں اُن پر چیزیں رکھے کر اُس کے آدمی شہر میں لے جاتے ہیں اور دیکو چلے آتے ہیں — یہ طریقہ اسباب کے گھر پہونچانے کا کچھ ولیم ویٹلی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ دوکاندار بھی تمہاری چیز پہونچا دیتا اور کچھ یہ بھی ضرور نہیں ہے کہ بڑی قیمت کی ہی چیز ہو بلکہ کچھ ہی ہو سب یکساں ہے اگر میوہ فروش کے ہاں سے تم چار شلنگ کے انڈر ایک

پونڈ خریدو تو وہ بھی تمہارے گھر پہونچا دیگا یہہ ایک ایسی عمدہ بات ہی کہ اُس سے نہایت ہی آرام ملتا ہی — سوتا واٹر لیمنٹ کی بوتلیں اگر تم خریدو تو دو شلنک فی درجن ملتی ہیں مگر بوتلوں کی قیمت دوکاندار اُسی وقت تم سے لیگا اُس کا آدمی تمہارے گھر بوتلیں پہونچا آویگا جب وہ خالی ہو جاویں تو پھر اُس کا آدمی جاویگا اور بوتلیں لے آویگا قیمت جو بوتلوں کی پیشگی لی تھی وہ تمکو واپس کر آویگا *

لیکن اگر تم لندن میں لاجنگ میں رہتے ہو تو تمکو اپنی لینڈ لیڈی سے بہت ہوشیار رہنا چاہیئے وہ اس قیمت کو کبھی کبھی ہضم کر جاتی ہیں اس لینے کہ قیمت لینڈ لیڈی کے ہاتھ میں آتی ہی بوتل والا جس سے بوتل لیتا ہی اُسی کو قیمت دیتا ہی ہماری ایک لینڈ لیڈی ہمارے کئی شلنک ایک مرتبہ ہضم کر گئی اور نو تیرہ بائیس بنا دیئے *

جو مسافرانہ طور سے یہاں آتے ہیں وہ یہاں دو طریقہ پر اکثر رہتے ہیں ایک لاجنگ میں دوسرے فیملی میں — لاجنگ کا یہہ مطلب ہی کہ کمرہ کرایہ لیتے ہیں اور کھانا جو دل چاہتا ہی پکواتے ہیں قیمت اُس کی مالک خانہ کو جو کیانا پکا کر دیتی ہی دیدیتے ہیں یہہ قیمت و کرایہ ہفتہ وار دینا پڑتا ہی موافق اُس بل کے جو لینڈ لیڈی بنوے لینڈ لیڈیاں اکثر قیمت بہت لگاتی ہیں جو منظم ہیں وہ اس آفت سے لینڈ لیڈی کے بچنے کو یہہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ کوئی تو باہر کافینوں میں کیانا کھاتے ہیں اور بعض لوگ کلب میں داخل ہو جاتے ہیں مگر جو درنوں کام نہیں کرتے جیسے کہ ہم اُن کی خرابی ہی وہ خوب لگتے ہیں اگر ایک کمرہ عمدہ سٹنگ روم اور ایک بیڈ روم کرایہ لیا جاوے تو دو گنی سے تین گنی تک فی ہفتہ اچھا مل سکتا ہی دوسرا طریقہ دیملی کا ہی وہ یہہ ہی کہ کسی کتبہ میں مسافر رہے ایک کمرہ خاص اُس کے سونے تو ملتا ہی اور کھانا پینا سب کتبہ کے ساتھ ہوتا ہی سٹنگ روم مشترک ہوتا ہی — اسکی شرح بلحاظ حالت فیملی کے مقرر ہوتی ہی زیادہ تر تیس شلنک † فی ہفتہ کا رواج ہی مگر خاص حالات میں تین گنی ‡ فی ہفتہ ہوتا ہی *

طالب علم کے واسطے فیملی میں رہنا زیادہ مناسب ہی *

فیملی کا عمدہ ملنا لندن میں نہایت ہی مشکل بات ہی اور یہی ایک بات ہی جس کا طالب علم کے حالات پر برا اثر ہو سکتا ہی جس طرح بعض امراض کسی آدمی کو ہوتے ہیں کہ اُن کا صورت پر کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا اور وہ شخص اُن میں شہ الحقیقت مبتلا ہوتا ہی وہی حالت لندن کی ہی — ضرورتیں سب کی پاک و صاف

† شلنک ایک پونڈ کے ۲۰ ہوتے ہیں پونڈ ہندوستان کے آٹھ ماہی ہی —

‡ کئی کئی سکہ درج نہیں ہی ایک پونڈ اور ایک شلنک کو گنی کہتے ہیں —

مزاج کے سبب خلیق پوشاک و لباس جنتلمنی مگر بقول شخصے — پنہاں درون پنہاں بدیں پنہاں دانہ را — اندرونی حالات اکثر ایتر ہیں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے پیشے کے طور سے فیملی مقرر کیا ہی اور اُس کے واسطے اشتہارات دیتے ہیں وہ زیادہ اچھے نہیں ہیں ہاں ایسے خاندان بھی ہیں جو شریف تھے اور ہیں اور کسی صدمہ کے سبب سے اُن کی حالت تمول کی باقی نہیں رہی ہی اور اس وجہ سے وہ اپنے گھر میں طالب علموں کو رکھتے ہیں یہ اکثر اچھے ہوتے ہیں — بعض تعلیم یافتہ اشخاص بی اے ایم اے رینگار ہیں جن کی حالت تمول کی نہیں ہی وہ پڑھاتے بھی ہیں اور اپنے گھر میں بھی رکھتے ہیں یہ مہری راے میں زیادہ اچھے ہوتے ہیں ایسے خاندان میں رہنے سے طالب علم کو فائدہ بہت ہوتا ہی ملک کی دولتمندی کی حالت دیکھ کر بے اختیار یہ سوال ہوتا ہی کہ ایسی دولتمندی کیونکر ہوئی اُس کا جواب بتجز اس کے اُڑ کچھ نہیں ہی کہ لیاقت سے اور جب یہ پوچھا جاوے کہ لیاقت کیونکر آئی تو یہ جواب ہوگا کہ تعلیم و تربیت سے ہمارے ملک میں اگر اتفاق سے کوئی ولایت کا بی اے چلا گیا تو کچھ نہ پوچھو کہ کیا کیا اُس کی نسبت کہا جاتا ہی یہاں کوئی محفل ایسا نہوگا جہاں بیسیوں بی اے ایم اے رینگار نہ رہتے ہوں — جس محفل میں میں رہتا ہوں اُس میں اور اُس کے قریب شاید سو دو سو بی اے ایم اے رینگار رہتے ہونگے جس کو سنو دگبری یافتہ ہی اور یہ ایک معمولی بات شمار ہوتی ہی ہمارے ملک میں جو کوئی پائیونیر اخبار پڑھ لیتا ہی اُس کی قابلیت کی تعریف ہوتی ہی اور جس نے لندن ٹائمز پڑھ لیا وہ تو مسلم اللہوت لایق ہو جاتا ہی یہاں یہ کیفیت ہی کہ ہر کیب میں اور آمنی بس کے گاؤں کے ہاتھ میں ٹائمز و ٹیلیگراف موجود ہی جہاں گاڑی کے چلنے سے اُس کو فرصت ہوئی اور اُس نے اُس کو پڑھا *

جس وقت برک فاسیت کھا کر گھر سے باہر جاؤ ہر عالم آدمی سے سن لو کہ کابل میں کل کیا ہوا ترکی میں کیا ہوا ہوس آف کامنز میں کیا کیا مباحثہ ہوا ہوس آف لارڈز میں کونسا قانون منظور ہوا ہر شخص اپنے حقوق قانونی سے واقف ہی اور اُس کے لینے و حاصل کرنے پر مستعد — قومی ہمدردی ملکی مہذبیت ہر متنفس کے دل میں ہی آزادی کے خیالات شایستگی کے ساتھ ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ کے دماغ میں بھرے ہوئے ہیں *

لبرل و کنسرویٹو کے باہمی اختلافات و حالات کو سنو و دیکھو تو تعجب ہوگا لیکن اپنے ملک و قوم کے نفع و نقصان و ترقی و تنازل میں پوری صاف دلی سے کوشش کرنے والے ہیں ایک ادنیٰ سے خوج کو جس کو وہ بیجا جانتے ہیں اپنے ملک پر عاید نہیں ہونے دیتے اور اسیں بڑے سے بڑے وزیر کی راے سے اختلاف کرنے کو موجود مجارٹی کا پورا ادب کرتے ہیں *

انگلستان میں اگرچہ مذہبی خیالات کی باندھی اُردن کا اثر ہی لیکن مناسب مواقع پر زیادہ تر تعصب کو جائز نہیں جانتے ہیں ابھی چند روز ہوئے کہ مسٹر بریڈل کا مذہب پارلیمنٹ میں ہوا جو دنیا میں مشہور ہی *

کیمبرج میں جاؤ تو وہ تمام شہر علماء و فضا سے بھرا ہوا ہی اُتارہ کالج وہاں موجود ہیں ایک قصبہ میں جس میں تین ہزار طالب علم پڑھتے ہیں پھر فیلوشپ والے اُردن یونیورسٹی و کیمبرج اُس کے علاوہ پورے انگلینڈ بھی ویسا ہی ہے — اسکاٹ لینڈ ایک چھوٹا ملک ہے (یعنی شہرستان سے چھوٹا ہی) اُس میں اینڈبرا — گلاسگو — ایڈنبرا — سیفٹ اینڈرو — چار تو یونیورسٹیاں ہیں — پھر اینڈبرا کی یونیورسٹی ہے یہ نو یونیورسٹیاں ہیں جن میں ہزاروں کامل الاستعداد والے پڑھتے ہیں بڑے اسکول ہیرو اینڈ وغیرہ کو چار دیکو جو کالجوں سے تعداد طلباء میں بہت زیادہ ہیں پھر چھوٹے اسکولوں کو حساب کرو جو شمار میں بھی نہیں آسکتے پھر اُس کے بعد پریوت تعلیم لگلوں کو غور کرو اگر خیال فرماتے تو قریب قریب یہ نتیجہ نکالے گا کہ تمام ملک تعلیم و تعلم میں مصروف ہی اور پھر ابھی بس نہیں ہی ہل من مزید کا کلمہ برابر جاری ہے ہزاروں آدمی ہیں جو تعلیم ہی اُردن کے واسطے اپنا روپیہ وقف کرتے ہیں اور یہ فیضان و عطا برابر جاری ہی پھر یہ ملک دولت مند و شایستہ نہ تو کون ہو *

ایک مدارس ہی پر منحصر نہیں ہی بہت سے شفاخانے و ہاسپتال ہیں جو لوگوں نے اپنے خاص روپیہ سے بنوائے ہیں صرف تعمیر ہی نہیں کی بلکہ اُن کے تمام مصارف و اخراجات کا مستحکم بندوبست کر دیا ہی جس سے وہ ہمیشہ قائم رہیں گے — یہ خیرات حسنة شایستگی و تعلیم کا نتیجہ ہیں او خدا او خدا تو ہماری قوم ہمارے ملک میں یہی ہمہ نیکت عطا فرما — آمین *

میں کیمبرج گیا اور وہاں کے کالجوں کو دیکھا سب سے بڑا کالج کیمبرج میں ڈرنی ہی اس میں تھیں اچھے سو طالب علم ہیں یہ بہت بڑا کالج ہی بورڈنگ ہی اسمیں ہی کئی سو طالب علم اسمیں رہتے ہیں اکثر امرا کے لڑکے اسمیں پڑھتے ہیں اور اس وجہ سے جو طالب علم اسمیں پڑھتے ہیں اُنکو خرچ زیادہ کرنا ہوتا ہے — کچھ تعلیم و مدرسہ کے متعلق اخراجات زیادہ نہیں ہیں وہ تو کالجوں میں مساوی ہیں لیکن چونکہ طالب علم زیادہ ہیں اور امرا کی اولاد میں آپس میں ایک دوسرے کی دعوت کرتے ہیں اپنے رہنے کے کمروں میں اسباب آرائش زیادہ رکھتے ہیں سوائے ذکر کے جو کہانا اپنے حکم سے پکواتے ہیں اُس میں زیادہ صرف کرتے ہیں اس لئے خرچ زیادہ ہوتا ہے — بلڈنگ اس کالج کی نہایت خوبصورت ہی باہر کا صحر دروازہ ایک ہی اور اندر چوک ہی چوک کے گرد بورڈنگ بنے ہوئے ہیں پھر ایک چوک ہی اور گرد بورڈنگ اور تعلیم کے کمرے ہیں پھر ایک وسیع باغ ہے جس میں

نہایت سبز گھاس جس کا وجود ہندوستان میں نہیں ہی لکھی ہے اُس کے بعد بلحاظ تعداد طلباء کے سینت چار کالج ہی اُس میں قریب پانسو کے طالب علم ہیں طویقہ عمارت کا اور باغ کا وہی ہے — دنگس کالج کی عمارت بھی نہایت خوبصورت و وسیع ہے ہر کالج کے اندر باغ ہی وہ باغ نہیں جہاز چھٹکارا وہی سبز و نرم گھاس جس کے سامنے مختل بھی شرمہ جاوے اور کہیں کہیں اُس میں کوئی درخت یا کسی مقام پر فوٹی بھول — ٹرننگی ہال چھوٹا کالج ہی عزت میں چھوٹا نہیں ہی بلکہ قانون کی تعلیم کے واسطے عمدہ مشہور ہے مگر بلحاظ تعمیر عمارت و باغ و تعداد طلباء کے چھوٹا ہی کریست کالج یہ کالج بھی مشہور کالج ہی اسی میں ملتن نے جو ایک مشہور آدمی انگلستان میں گذرا ہی تعلیم پائی تھی اُس کے ہاتھ کا لکایا ہوا بھودانہ کا ایک درخت ہندو اُس میں ہی اُس درخت میں سے ایک پھل چھڑا ہوا تھا منفاظ کی اجازت سے میں نے اُس کو بطور یادگار و نشان عظمت کے لیا تھا میں روزہ سے تھا اُس کو اُس وقت تھا نہ سکا ارادہ تھا کہ بعد افطار کھاؤنگا لیکن میں بھول گیا اور وہ ایک اور درست کے نصیب ہو گیا *

ایک اور کالج یہاں ہی اس کالج میں تعصب زیادہ معلوم ہوتا ہے جو مغربی راے میں کالج میں نہ ہونا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ اُس میں سوائے عیسائی مذہب کے اور کسی کو تعلیم پانیکہ اجازت نہیں ہے *

اور بھی کالج میں لیکن عمدہ و بڑے کالج یہ ہے میں جتنا حال میں لکھا ہے ایک جدید کالج یہاں ہوا ہے جسکا نام کونڈش کالج ہے یہ کالج ابھی پورا بنا نہیں ہی مکان اصلی تو بن گیا ہے مگر اور بھی تعمیر باقی ہے اس کالج کے مصارف تمام کالجوں سے کم ہیں چند پونڈ میں ضروری اخراجات کا انتظام کالج سے ہوتا ہے اور تعلیم بخوبی ہی کامل طور سے کمرے جو طالب علموں کے رہنے کے ہیں وہ بہت چھوٹے ہیں اور صرف ایک کمرہ در سال تک طالب علم کو ملتا ہے تیسرے سال دوسرا کمرہ اسٹی کو ملتا ہے برخلاف اور کالٹیوں کے کہ اُن میں طالب علم پاس ایک کمرہ بیڈ روم دوسرا اسٹی روم اور ایک مختصر سی کوٹھی اسباب کے لیئے ہوتی ہے لیکن بلحاظ مصارف کے یہ کالج نہایت عمدہ ہے ایک بات اس کالج میں زیادہ ہے کہ غسل کے واسطے بھی کمرہ ہے اور اُس میں نہانیکا حوض جہاز کی طرح کا بنا ہوا ہے کہ اُس میں بیٹھ کر لیٹ کو نہاسکتے ہو اس کالج میں زیادہ تر سولہ سترہ برس کے لڑکے کو لیتے ہیں اور کالجوں میں اُس سے کم عمر کے لڑکے نہیں ہیں *

دو کالج یہاں لڑکیوں کے ہیں جن میں لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں ان دونوں کو بھی • دیکھو بالخصوص دیکھا ہے — ایک کا نام گرٹن کالج ہے *

یہہ کالج ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۸۹۹ ع میں کھولا گیا ہی کالج کا مکان نہایت خوبصورت ہی لڑکیوں کے سونے و پڑھنے کا کمرہ جدا جدا ہی — لکچروں کے کمرے جدا ہیں — جس صغائی سے انکی سکونت ہی وہ دیکھنے کے لائق ہی سب کمرے ایک لہن میں ہیں اور اکثر ایک صورت کے ہیں کھیلنے کے اور ورزش جسمانی کے لیئے مکان جدا ہیں میسر و چندہ دینے والے اس مدرسہ کے اکثر عورات ہی ہیں منظم عورات ہیں — عورتوں نے بہت سا رویہ اسکالرشپوں میں دیا ہی بعض نے اپنے متوفی خاوندوں کے نام سے اسکالرشپ جاری کرنے کو رویہ دیا ہی مقدار زر عطیہ کے دیکھنے سے ظاہر ہوگا کہ ان فیاض تعلیم دوست عورتوں نے کیسی فیاضی سے رویہ دیا ہی جس کو ہندوستان کے امیر مرد پڑھکر شاید تعجب کرینگے *

اس کالج کی سرکٹری مسس کرم رابرٹسن اور ٹریزرر یعنی خزانچی مس دیوس ہیں اور نیچرل سائنس اور عام ریاضی کی معلمہ مس سی ہرشل اور قدیمی زبانوں کی معلمہ مس ویلش ہیں لڑکیوں کو مدرسہ میں رہنا ہوتا ہی اور اُن کی فکرائی اور تعلیم و تربیت کا نہایت معقول انتظام ہی — اس مدرسہ میں علوم مندرجہ ذیل کی تعلیم دی جاتی ہے *

علم الاعیات — زبان لاطینی — زبان یونانی — علم ریاضی — نیچرل فلاسفی — لاجک — پولیٹیکل انکونمی — مارل و پولیٹیکل فلاسفی — کمسٹری — فزیا لوجی — تواریخ — زبانہائے قدیم نیچرل سائنس *

کالج کے جاری ہونے کے بعد ۸۶ لڑکیاں داخل ہوئی ہیں اُن میں سے اُنیس نے یونیورسٹی کیمبرج کی خواندگی کے بموجب آفر کا درجہ حاصل کیا ہی یعنی چھ نے علوم قدیمہ میں پانچ نے ریاضی میں چار نے نیچرل سائنس میں تین نے مارل سائنس میں اور ایک نے تواریخ میں — اور گیارہ نے وہ امتحانات پاس کیئے ہیں جن سے معمولی درجہ بی اے کی قابلیت حاصل ہوتی ہی جس قدر چندہ کالج کے واسطے دیا گیا ہی اُس کا ایک بڑا حصہ عورتوں کا دیا ہوا ہی چنانچہ مسس رسل گرئی نے نہایت فیاضی سے ایک ہزار پونڈ یعنی دس ہزار روپیہ انٹرنس اسکالرشپ کے قایم کرنے کے واسطے دیا ہی جو اُن کے خاوند ریت آڈریل رسل گرئی کی یادگار میں “رسل گرئی اسکالرشپ” کے نام سے موسوم ہی ایک دوسری لیڈی نے اس سے بھی پڑھکر فیاضی ظاہر کی ہی یعنی لوزا لیڈی گولڈ اسمتھ نے بارہ سو پونڈ یعنی بارہ ہزار روپیہ ایک اسکالرشپ کے قایم کرنے کے لیئے دیئے ہیں جو اُن کے خاوند سر فرینسس گولڈ اسمتھ کے نام سے موسوم ہی *

دوسرا کالج لڑکیوں کا نیدرہام ہال کالج ہی یہہ کالج گوئٹن کالج سے ابھی چھوٹا ہی ہے۔ تمارت جدید تعمیر ہو رہی ہی اور یہہ کالج بہت ہی تہوزے زمانہ سے قایم ہوا ہی

اس میں چونتیس لڑکیاں پڑھتی ہیں اور گرتھ کالج میں اس سے زیادہ ہیں اس میں رہنے کے اور لکچرز کے کمرے چھوٹے چھوٹے ہیں •

یہ کالج سنہ ۱۸۷۰ء میں جاری ہوا تھا مس اے جی کلف اُس کی پرنسپل اور مس ایم جی کینیڈی سکریٹری اور آنریری ٹریژرر یعنی خزانچی مس اے بانہم کارٹر اور مس ایچ سجویک ہیں کونسل کے بارہ ممبر معہ چیرمین کے ہیں جن میں سے چھ عورتیں ہیں کوئی طالبعلم جس کی عمر سترہ برس سے کم ہو داخل نہیں کیا جاتا بورڈ اور لائنگ کی فیس فی ٹرم بیس گنی ہی اور درس کا سال یونیورسٹی کیمبرج کے ٹرم کے بموجب تین ٹرم میں منقسم ہوتا ہی کوئی طالبعلم بغیر اجازت پرنسپل کے باہر نہیں جاسکتا ہی نیون ہام ہال کے اختیار میں دو اسکالرشپ ہیں جو اُن طالب علموں کو دی جاتی ہیں جو کالج کے اندر رہتی ہیں ان میں سے ایک اسکالرشپ پچاس پونڈ یعنی پانسو روپیہ سالانہ کی ہی اور دو برس کے واسطے دی جاتی ہی اور وہ اُن طالبعلموں کو ملتی ہی جو کیمبرج کے اعلیٰ درجہ کے لوگ امتحانات میں کامیاب ہوں چنانچہ سنہ ۱۸۷۹ء میں مس ہارگریو نے اس اسکالرشپ کو حاصل کیا دوسری اسکالرشپ جو برمنگھم اسکالرشپ کے نام سے موسوم ہی بیس پونڈ یعنی دو سو روپیہ کی ہی اور اُس کا قایم کرنے والا اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا ہی سنہ ۱۸۷۸ء میں یہ وظیفہ مس فائسلی کو دیا گیا علاوہ ان اسکالرشپوں کے اُس ایسوسی ایشن کی کمیٹی جو کیمبرج میں عورتوں کے اعلیٰ درجہ کی تعلیم کو ترقی دینے کے واسطے قایم ہی چند وظیفے طالب علموں کو بعض شرائط پر دیتی ہی •

اکتوبر سنہ ۱۸۷۱ء سے جون سنہ ۱۸۷۹ء تک ایکسو انٹالیس طالب علموں کے نام مس اے جی کلف پرنسپل نیون ہام ہال کے رجسٹر میں داخل ہوئے — اس کالج کے پہلے طالب علموں میں سے مس روکفر ہیڈ مسٹرس کلیپ ہم ہائی اسکول نے سنہ ۱۸۷۸ء میں یونیورسٹی سینٹ اینڈروز میں تمام مضامین میں ایل اے کا درجہ معہ آنر کے اور مس کریک ہیڈ مسٹرس بریٹن ہائی اسکول نے یونیورسٹی لندن کے درجہ بی اے کے پہلے امتحان میں پہلا درجہ اور زبان لاطینی اور انگریزی میں اول درجہ کی آنر حاصل کی ہی •

علاوہ کالجوں کے ایک کلب یہاں نہایت عمدہ ہی اُس میں اخبارات کے پڑھنے اور لکچرز کے دینے کے کمرے بنے ہوئے ہیں اور ایک مکان ہی جس میں متعدد کمرے ہیں اور اُس میں پروفیسر کالجوں کے لکچرز دیتے ہیں یونیورسٹی ہال جس میں ڈگری دیجاتی ہی وہ جدا ہی وہ بھی بڑا ہال ہی جس روز میں کیمبرج میں تھا اُس روز بھی ایک جلسہ اُس ہال میں تھا بڑا ہجوم تھا اور بڑا غل ہوتا تھا طالبعلم خوب غل کرتے

تھے جسقدر کالج کیمبرج میں مینے دیکھے اُن کی زمین کی وسعت بلنعاظ مکانات و باغ کے متعین کالج علیحدہ کے قطعہ اراضی سے زیادہ نہیں تھی ترنگی جو سب سے بڑا کالج ہی میری رائے میں اُسکا بھی باغ و مکانات تمام ملکر اُس قطعہ سے زیادہ نہیں تھا جسقدر کہ متعین کالج کا ہی مگر کمی جسقدر ہی وہ یہہ ہی کہ ہمارے ملک میں علم کی قدر نہیں ہی خیالات عمدہ نہیں شایستگی و لیاقت کا نشان نہیں اور اس ملک میں اُسکی انتہا نہیں — مگر اُمید ہی کہ جب ہمارے ملک کے لوگ دوسرے ملکوں کے حالات و اسباب ترقی سے واقف ہونگے تو ضرور اُنکو بھی جوش اُریگا اور پھر ہم دکھادینگے کہ متعین کالج بھی کوسا کالج ہی *

طرز عمارت و طریقہ ملاقات

عمارات سکونتی کا طریقہ یہاں یہہ ہی کہ بیچمیں سڑک ہی اور دونوں طرف اُسے اکثر چومنزولہ پنچمنزلہ مکانات بنے ہوئے ہیں تمام مکانات اکثر محفلوں کے ایک سیدھی لہن میں واقع ہیں کوئی ذرا بھی آگے پیچھے نہیں ہی اور جو وضع و روکار اُس محلہ کے ایک مکان کی ہی دہی تمام مکانات دوروبہ کی ہی *

کسی جگہ اس قدر وسعت ہی کہ سڑک بھی مکانات کے سامنے ہی اور بعد سڑک کے ایک باغچہ کے طور سے بنا ہوا ہی اُس میں محلہ کے لوگ تقریباً شام کو صبح کو یا جس وقت دل چاہے پھرتے ہیں لان ٹینس کھیلتے ہیں کرسیاں بچھا کر بیٹھتے ہیں گویا ہر محلہ میں بڑا وسیع چمن لگا ہوا ہی ہر سڑک کے سرے پر اُس سڑک کا نام ہی اور شماری نمبر ہر مکان میں لگے ہیں نمبر ہر محلہ کا ایک سے شروع ہوتا ہی *

تمام مکانات کے دروازے اندر سے بند رھتے ہیں اندر ایک کھٹکہ ہوتا ہی جب دروازہ کو بند کرو وہ خود بخود لگ جاتا ہی دو طرف قفل دروازہ میں ہوتا ہی اندر بھی باہر بھی چاہو اندر سے کھولو چاہو باہر سے اُو تو کھولو — ہر دروازہ کی کنکٹی و قفل ایسے ڈھلے گئے ہیں کہ ایک کی کنکٹی دوسرے کے دروازہ کے قفل کو نہیں لگتی ہی — دروازہ کے باہر کے رخ پر کھٹ کھٹانے کو ایک خوبصورت کڑا پڑا ہوا ہی اور دروازہ کے دونوں بازوؤں کی طرف دو گھنٹیاں ہوتی ہیں اور اُن میں ایک رسی خواہ تار لگا ہوتا ہی اور وہ رسی یا تار تیردھڑی کے اندر دو گھنٹیوں میں لگا ہوتا ہی اُن دو گھنٹیوں میں سے ایک پر لکھا ہوتا ہی وزیر (ملاقاتی) دوسرے پر لکھا ہوتا ہی سرورث (نوکر) جب کوئی نوکر باہر سے گھر میں آئے تو وہ سرورث والی گھنٹی کو کھینچتا ہی اور اُس کڑے سے دروازہ کو کھٹ کھٹاتا ہی دروازہ کی آواز اور اندر کی گھنٹی کی آواز نے اندر کی نوکر چاکر دروازہ کھلتی ہی (مورث کا صیغہ میں نے اس لئے بولا ہی کہ اکثر نوکریں عورت ہوا

گرتی ہیں اس لیے کہ وہ پانچ شلنگ فی ہفتہ و کھانے پر ملجاتی ہیں مردوں کی تنخواہ زیادہ ہوتی ہی (اگر ملاقاتی ہی تو وہ وزیٹر والی گھنٹی کو بجاتا ہی اور کمرہ سے دروازہ کھٹکتا دیتا ہی نوکر آتی ہی دروازہ کھولتی ہی ملاقاتی اُس نوکر سے پوچھتا ہی کہ نفل صاحب کمرہ میں ہیں اگر صاحب خانہ کمرہ میں نہوئے تو چیمبر مہڈ (یہ لقب عورت - لازم کا ہی) نہایت ادب سے بخندہ پیشانی کہتی ہی کہ کمرہ میں نہیں ہیں ملاقاتی اپنا کارد اُس کو دیکر چلا آتا ہی کہ یہ صاحب کو دیدینا چیمبر مہڈ اُس کارد کو لا کر اُس میز پر رکھ دیتی ہی جس پر رکھنے کا دستور ہی تاکہ آتے ہی صاحب خانہ دیکھ لیں اور اگر کوئی ایسی جگہ معین نہیں ہی تو اپنے پاس رکھتی ہی اور معجزہ آنے کے دیدیتی ہی *

اگر صاحب خانہ موجود ہیں تو وہ کہتی ہی کہ ہاں موجود ہیں اور ملاقاتی کو اپنے ہمراہ لیجاکر سٹنگ روم میں (بیٹھنے کا کمرہ) بٹھا دیتی ہی اور کارد لیکر صاحب خانہ کو لیجاکر دیتی ہی وہ فوراً ملنے کو چلے آتے ہیں ہندوستان کی طرح احاطہ کے باہر یا اندر خرواہ برائے میں ٹھہانا یا بیٹھنا نہیں پڑتا ہی اور انتظار کی تکلیف نہیں ہوتی ہی *

جب میں نے انگلستان میں یہ طریقہ پسندیدہ دیکھا تو مجھ کو یہ تعجب ہوا کہ ہندوستان کے انگریزوں نے ہندوستان میں یہ طریقہ کہاں سے سیکھا وہ بھی تو یورپ ہی کے رہنے والے ہیں اور یورپ ہی میں پیدا ہوئے ہیں اور یورپ ہی میں تعلیم و تربیت پائی ہی چھوٹی عمر سے اسی طریقہ کے عالمی ہوئے پھر ہندوستان میں ایسے کیوں ہو جاتے ہیں اگر خاص آدمیوں سے کسی خاص حالات کی وجہ سے کوئی ناپسندیدہ طریقہ برتا جاوے تو شاید برا نہر لیکن اکثر یہ طور سے بلکہ عموماً اس قسم کا برتاؤ قابل اعتراض کے ہی *

ہندوستان کے انگریز اپنے برتاؤ سے کچھ ایسے ہی نہیں قابل اعتراض کرتے ہیں بلکہ وہ اپنی عمدہ و شایستہ قوم پر اعتراضات کے بانی ہوتے ہیں — جو شخص انگلستان نہ آوے اور یہاں کے امور اور چٹلمینوں کی ملاقات نہ کرے وہ ہندوستان کے انگریزوں کے برتاؤ کو دیکھ کر بلا شبہ یہی جانتا کہ انگریزوں کی قوم کے ہی اخلاق برے ہیں حالانکہ یہ محض غلط ہی اُن کی قوم کے ہرگز اخلاق خراب نہیں ہیں میل جول اُن کا لائق تعریف ہی زمانہ بالکل بدلتا جاتا ہی ہمارے افسران ہندوستانی کو بھی ایسے میل جول کے طریقوں میں اصلاح و تبدیلی ضرور ہی *

یہاں اکثر پارٹیاں رات کو ہوتی ہیں اور اُن سے بالخصوص انتہا و اہلاس و محبت کا ترقی دینا مقصود ہی یہ جلسہ نہایت ہی عمدہ و پر رونق ہوتے ہیں — میں یہاں

معدود پارٹیوں میں گیا سب سے معزز پارٹی لندن میں ڈیوک آف ڈیون شائر کی ہی اُس کی شرکت کی مجھکو بھی عزت حاصل ہوئی ہی اس پارٹی میں خود ڈیوک ہر شخص کے استقبال کو موجود تھے اور نہایت اخلاق سے پیش آتے تھے تمام ڈیوک و مارکویس و لارڈ و لیڈیاں اُس میں موجود تھیں اور بے تکلفانہ طریقہ سے آپس میں سب ملتے اور باتیں کرتے تھے بارہ بجے تک رات کے یہ عمدہ جلسہ رہا تھا ہر شخص کے واسطے میز تیار تھی تنقل کے طور سے جس کا دل چاہتا تھا وہ کچھ کھاتا یا پیتا تھا جس حسن و خوبی کا سرا کا یہ میل جول کا جلسہ تھا ایسا کہیں دیکھنے میں نہیں آیا *

سرکوں یہاں پتو کی ہیں اور گازیوں کی یہاں اسقدر کثرت ہی کہ بازار میں اگر جاؤ تو گازیوں کی گزرگاہت کی آواز کے سبب سے کان میں آہستہ بات کی آواز نہیں آتی ایک شور ہوتا ہی مکانات اکثر لب سڑک میں اگر کوئی شخص بیمار ہوتا ہی اور آواز سے اُسکو تکلیف ہوتی ہی تو یہاں یہ طریقہ ہی کہ اُس محلہ کی سڑک پر گھاس کے پرے بچھا دیتے ہیں تاکہ اُسپر سے گازیاں جو جاویں تو آواز و گزرگاہت نہو جس سے مریض کو تکلیف پہونچے یہ نہایت اچھا طریقہ ہی •

یکشنبہ کا دن انگلستان میں عجیب دن ہی لندن سے شہر میں جہاں چالیس لاکھ آدمی بستہ ہیں یہ کیفیت ہوجاتی ہی کہ گویا تمام شہر خالی ہو گیا ہی تمام دوکانیں بند ہو جاتیں ہیں راستہ میں بھیڑ ایسا دوا آدمی کے کوئی بازار میں چلتا پھرتا نظر نہیں آتا - البتہ خاص سڑکوں پر گرجاؤں کے اور وہ بھی اوقات معینہ نماز پر ہر مرد و عورت امیر و غریب جوان و بزرگہ بچے نیک چلن بد چلن کو دیکھو گے کہ ہاتھ میں بیبل ہی اور دم بڑھائے جلدی جلدی گرجا چلا جاتا ہی تمام دن عجیب سنائے کا عالم رہتا ہی شراب خانے تو نماز کے بعد ایک بجے کھل جاتے ہیں اور چورت کی دوکانیں - وہاں تو جو چاہے جاوے و خوب پیئے و کھاوے اور کوئی چیز کھانے پیئے کی نہیں ملتی ہی - جس کسی کو اتوار کے واسطے کھانے پکانے کی چیز خریدنی ہوتی ہی وہ رات کو دس بجے تک ہفتہ کو خرید لانا ہی کھانے کے اوقات سب بدل جاتے ہیں دُور کا وقت جو چہ یا سات بجے کا ہی وہ دوپہر پر دو بجے ہوجاتا ہی اسلئے کہ پکانے والے ملازم بھی چل دیتے ہیں اماشا اللہ اور تو اور ریل کا چلنا بند ہوجاتا ہی - کٹری میں اسکاٹ لینڈ میں تو بالکل اُس دن ریل بند ہو جاتی ہی مسافر جہاں ہی وہیں رہتا ہی لندن میں انٹر گرؤنڈ ریلوے گیارہ بجے سے ایک بجے تک بند ہوجاتی ہی •

میں اسکاٹ لینڈ میں جب سفر کرتا تھا تو ایک مقام ہی اوبن وہاں میں شنبہ کو پہنچا - وہ جگہ بلحاظ آب و ہوا کے بہت اچھی ہی پہاڑ ہی پہاڑ کے نیچے بستی ہی بلکہ گویا پہاڑ میں وہ بستی ہی اور چھوٹی بستی ہی دریا نیچے بہتا ہی مگر کچھ بہت

بڑی بستی نہیں ہی نہ وہاں کوئی عمدہ چیز ایسی ہی جس کے دیکھنے کو وہاں زیادہ تہیام ہو میں نے چاہا کہ دوسرے روز اتوار کو وہاں سے چلوں لیکن ریل بند تھی اور کشتی کا بھی چلنا موقوف تھا مجبور مجھ کو وہاں رہنا پڑا اور دوشنبہ کو وہاں سے چلنا ہوا — اسکاٹ لینڈ میں بھی وہی حال دیکھا جو لندن میں دیکھا کہ کوئی نہ دوکان کھلی تھی نہ راستہ چلتا تھا گرجا کے جانے والے تو اوقات معینہ پر دکھائی دیتے تھے اور کوئی نہیں — میں خدشہ کرتا ہوں کہ یہ بات لازمی طور سے شاید قرار پاگئی ہی کہ یا تو کوئی اُس روز اپنے گھر سے باہر نہ نکلے اندر ہی بیٹھا رہے اور اگر باہر نکلے تو گرجا ہی کو جاوے یہ بات کہ لوگ عموماً گرجا میں جاتے ہیں میزبی راے میں کچھ قابل اعتراض کے نہیں ہی جو شخص جس مذہب کو اختیار کرے اُس کو فرائض مذہبی کی پابندی بھی ضرور ہی — مگر بعض معتبر اشخاص بیان کرتے ہیں کہ لوگ گرجا میں صرف عبادت ہی کے مقصد سے نہیں جاتے بہر حال کچھ ہی ہو عبادت گاہ میں تو جاتے ہیں اور کہتے تو یہ ہی ہیں کہ ہم گرجا میں عبادت کو جاتے ہیں بیبل ہو آدمی کے ہاتھ میں بطور شہادت کے ہوتی ہی مجلس عبادت میں شریک ہوتے ہیں *

ہاں میں یہ بول گیا جو میں نے کہا کہ گرجاؤں کی سڑکوں ہی پر لوگ اوقات معینہ پر نظر آتے ہیں نہیں نہیں ایک آؤر جگہ بھی ہی جہاں بہت لوگ پہرا کرتے ہیں وہ بازاروں و محلوں کے شراب خانے ہیں جس طرح ہمارے ملک میں گوشت کے اوپر چیلین منڈلایا کرتی ہیں اور جس وقت گوشت پھینکو سب اُس پر گرتی ہیں اسی طرح لوگوں کا حال اتوار کو ہوتا ہی کہ جب تک شراب خانہ بند ہوتا ہی یہ لوگ باہر اُس کے مشتاق اندھ اور دھوکے ہوتے ہیں اور کبھی دوکان کے اندر جاتے ہیں اور کبھی باہر آتے ہیں جس وقت نماز کے اختتام کا وقت ہو گیا شراب کی بکری شروع ہوئی اور یہ سب بیقرار ہو کر شراب خانہ میں گھسے *

یہ لوگ صرف مرد ہی نہیں ہوتے ہیں بلکہ عورتیں بھی بہت پیتی ہیں بعض شراب پی پی کر بالکل بدمست ہوجاتی ہیں *

مجھ کو لندن میں سب سے زیادہ یہ بات ناپسند ہی کہ شراب خانوں کی بڑی کثرت ہی اور شراب نوشی بے احتیاجی پر سر بازار کثرت سے ہی سڑکوں پر عورتیں و مرد شراب کے نشہ میں پھرتے ہیں — کچھ جوان ہی عورتیں شراب نہیں پیتی ہیں بلکہ عمر رسیدہ عورت بھی اُس میں مبتلا ہیں — ایسے شایستہ ملک میں یہ حالت میزبی راے میں نہایت ہی لائق اعتراض کے ہی اور مجھ کو نہایت تعجب ہوتا ہی کہ کیوں اُس پر لحاظ نہیں ہوتا ہی کنسرویٹو اور لیبرل دونوں گورنمنٹیں اُس کو کچھ نہیں دیکھتی ہیں اور اگر دیکھتی ہیں تو زیادہ تعجب ہی کہ اُس پر کچھ لحاظ نہیں کرتیں •

نہایت قابل تعریف کے اس معاملہ میں اٹلی اور فرانس کا ملک ہی جہاں کہیں ایک شراب خانہ بھی تم ایسا نہ پاؤ گے جیسیکنہ انگلستان میں صدہا پاؤ گے بلکہ شاید ہزارہا ہوں اسباب میں فرانس و اٹلی کی بڑی تعریف کرتا ہوں پیوس میں میں رہا وینس میں رہا میلان میں رہا مینہ فہ کہیں ایک شراب خانہ دیکھا نہ کسی آدمی کو بددست بازار میں پھرتا دیکھا *

اتوار کو اٹلی کے کسی پبلک گارڈن میں جاؤ تو سب کو سیر کرتے ہوئے دیکھو گے اور سب صاف ہونگے لندن میں بعض بعض گارڈنوں میں جاؤ تو دیکھو گے کہ کس قدر میلے لوگ و خراب اکھٹے ہیں اور وہی شراب نوشی جاری ہی *

ان شراب خانوں کی کثرت کی وجہ سے اور شراب خوری بے باکانہ سے لندن بلکہ انگلستان کی شایستگی پر بہت بڑا اعتراض ہوتا ہی اور مینہ اکثر یورپین جنٹلمینوں کو بھی اسباب میں اپنی رائے سے متفق پایا ہی — اس نا مناسب و نا پسندیدہ طریقہ کی تاؤد میں بھی اگرچہ کچھ کہا جا سکتا ہی لیکن وہ ویسا ہی ہی جیسے ہر ناپسندیدہ کام کے واسطہ کوئی وجہ پیدا ہوسکتی ہی اور ہر عاقل اُس کا فیصلہ مناسب طور سے کوسکتا ہی *

اتوار کا روز عبادت کا ہی اور جو مذہبی اسرار اُس روز ظاہر ہوتا ہی اُسی کے مقابلہ میں جب یہ دیکھا جاوے کہ تمام کارخانے تو بند ہیں مگر شراب خانے کھلے ہیں تو زیادہ تر حیرت ہوتی ہی *

کبھی کبھی لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ مزدوروں کو ایک روز آرام و آسائش کا موقع ہونا چاہیئے — میں اس بات کا متخالف نہیں ہوں کہ آرام کا موقع ندینا چاہیئے لیکن آرام کا موقع شرابخانہ نہیں ہی نہ اتوار کو اُن کا کھلنا اسوجہ سے ہی اس لئے کہ ہر شام کے بعد مزدوروں کو یہ موقع ملتا ہی کچھ اتوار کی خصوصیت نہیں ہی ہاں اگر اُن کی میضواری کا ایک ہی روز معین ہوتا تو شاید تاویل صحیح ہوتی اٹلی و فرانس و لندن میں جو اس معاملہ میں فرق ہی وہ ایسا ہی جو شایستہ و ناشایستہ حالت میں ہوسکتا ہی اور اگر مؤدی رائے اس معاملہ میں صحیح ہی تو میں سمجھتا ہوں کہ حال کی کورنمنٹ بہت جلد اُس کی نسبت کچھ احتیاط کریگی یا اُس کو کرنا چاہیئے *

مکانات

یہاں بہت بڑے بڑے و عظیم الشان مکانات بھی ہیں اور کثرت سے ہیں اور اُن کی کتابیں چھپی ہوئی ہیں مشہور مکانات میں سے یہاں کے جنکو مینہ دیکھا ہی اور جو لائق ذکر ہیں چنانچہ اُن مکانات کا میں ذکر کرتا ہوں — ہوس آف کامنز — ہوس آف

لارڈس - یہ دونوں مکان ایک صورت کے ہیں یہ عمارت ایسی خوبصورت ہی کہ اس وقت تک کوئی نہیں دیکھی باہر سے دیکھو ایک بڑی خوشنما عظیم الشان عمارت ہی ایک طرف ہوس آف گامنز ہی دوسری طرف ہوس آف لارڈس - بہت بڑے بڑے دو کمرے ہیں چھت نہایت اونچی ہی دروازے آئینوں کے ہوں اور آئینے رنگین مختلف رنگوں کے ایسے بٹائے گئے ہیں جن سے روشنی زیادہ آتی ہی تمام کمرے میں بینچ بچھی ہوئی ہیں جس پر ممبران پارلیمنٹ بیٹھتے ہیں یہ بینچ دائیں بائیں بچھی ہوئی ہیں بیچ میں راستہ ہوتا ہی ایک قطار کے بعد دوسری قطار ہوتی ہی مگر پہلی قطار سے تھوڑی اونچی اسطرح اُس کے مابعد کی قطاریں تھوڑی تھوڑی اونچی ہوتی جاتی ہیں یہ سب ممبروں کی جگہ ہی اُس کے اوپر چند درجے ہیں اُن کو گیلری کہتے ہیں انکی صورت ایسی خیال کرنی چاہئے جیسے ہمارے ملک میں دو ہاشمہ مکان ہوتا ہی اُس میں بھی بینچ بچھی ہوئی ہوتی ہیں بطور کرسی کے اس کو اسپیکر گیلری کہتے ہیں اُس میں خاص اجازت سے خاص آدمی جاسکتے ہیں مجھکو کئی مرتبہ وہاں جانیکی عزت حاصل ہوئی ہی اُس گیلری کی اجازت ملی تھی جو ممبروں کی نشست کے ایک یا دو گیلری اوپر تھی جہاں سے گفتگو بخوبی و بلا تکلف سننے میں آتی تھی - ہوس آف لارڈس کا کمرہ مستطیل ہی - صدر میں اُس کے ایک مقام بنا ہوا ہی جو ملکہ معظمہ قیصر ہند کے تشریف رکھنے کی جگہ ہی اُس کے آگے لارڈ چیئسلر کے لیئے ایک جگہ بنی ہوئی ہی جہاں وہ بیٹھتے ہیں یا کھڑے ہو کر گفتگو کرتے ہیں اُس کے میز پڑی ہوئی ہی اُس پر کتابیں وغیرہ رکھی ہوئی ہیں اور لکھنے والے اور عہدہ دار جلسہ بیٹھتے ہیں پشت انکی لارڈ چیئسلر کی طرف ہوئی ہی دائیں بائیں میز کے ممبروں کی نشست ہوتی ہی جن گیلریوں کا ہم نے ذکر کیا اُن پر جنگلیمین بیٹھتے ہیں لیکن سب گیلریوں کے اوپر ایک درجہ ہی اور اُس میں چالیاں لگی ہوئی ہیں اُس کے اندر لیڈیاں جو دیکھنے کو آتی ہیں وہ ہوتی ہیں لارڈ چیئسلر ممبروں کے نام لیتے جاتے ہیں اور وہ ممبر کھڑا ہو کر جو کچھ کہنا چاہتا ہی کہتا ہی اگر وہ بات ایسی ہوتی ہی جس کا جواب وزراؤں میں سے کسیکو دینا ہی تو وہ کھڑا ہو کر اُس کا جواب دیتا ہی *

اگر کوئی خاص نزاع یا تکرار یا خاص صورت پیش آتی ہی اُس کو لارڈ چیئسلر فیصلہ کر دیتا ہی - اجلاس کے شروع کا وقت معین ہوتا ہی اُس سے قبل جو لوگ آتے ہیں وہ ایک بڑے ہال میں جو ہوس آف گامنز و ہوس آف لارڈ کے بیچ میں ہی ٹھہرتے ہیں جب ہوس کا وقت آتا ہی تو اندر جاتے ہیں - جو ممبر وغیرہ ہوس کے ہیں اُن کو مینے دیکھا کہ وہ عموماً تریبی نہیں اُتار تے ہیں کوئی پہنہ رہتا ہی کوئی اُتار لیتا ہی اور جو اُتار لیتا ہی وہ جب چاہتا ہی پہن لیتا ہی - یہ ہی تصویر و حال ہوس آف لارڈ کا

ہی اجلاس دونوں ہوس کا اثر بڑی دیر تک رہتا ہی اُس عرصہ میں جب کوئی وقت کھانے کا آجاتا ہی تو تھوڑی دیر کے واسطے سب کھانے کو چلے جاتے ہیں ہوس ہی کے متعلقہ کمروں میں کھانا ہوتا ہی۔ ہر شخص کو اختیار ہوتا ہی کہ جسقدر دیر تک وہ چاہے بیٹھے خواہ مغوارہ یہ ضرور نہیں ہی کہ اول سے آخر تک رہے — مجبھو اسبات کے کھنے سے خروشی و فخر ہی کہ یہاں مینے اُن دانشمندوں کو دیکھا اور اُنکی تقریر کو سنا ہی جن کے ہر لفظ پر دنیا کے کان لگے ہوئے ہیں اسی ہوس کے قریب ایک مشہور و نامور مقام ہی ویسٹ منسٹر اے بی یہ چرچ ہی اور اسی جگہ تمام مشہور و نامور اس ملک کے دفن ہیں یہ ہی وہ مقام ہی جہاں صرف دفن ہو جانا اُس کے اعلیٰ درجہ کی لیاقت و عزت و ناموری کا ثبوت ہی — پرنس اپولین فرانس کے آخری بادشاہ کا بیٹا جس نے زولو کی لڑائی میں اپنی جان دی اور انگریزی فوج کے ہمراہ وہ لڑنے کو گیا تھا اُس کی نسبت اسی جگہ کی عزت پانے کے لیئے ہوس آف کامنز میں تحریک ہوئی تھی جو مجارٹی † کی وجہ سے نامنظور ہوئی اور وہ نوجوان اس جگہ کی عزت حاصل کرنے سے محروم رہا *

اُسی کے قریب ایک نامی مکان رایل ایکوریم ہی — اس میں مچھلیاں بہت ہیں اور اُن کی وہ حالت وہاں معلوم ہوتی ہی جو دریا میں رہنے کی سی ہی — مچھلی کو لوگ جانتے ہیں کہ وہ ہمیشہ پانی میں تیرا کرتی ہی زمین پر نہیں چلتی ہی لیکن دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ اُسی طرح زمین پر چلتی ہی جیسے اور جانور سمندر کی سطح ارضی پر — مچھلیاں زمین پر لپٹ جاتی ہیں اور سوتی ہیں اور زمین پر پھرتی ہیں بڑی مچھلیاں پتھر پر ایسی دوڑتی ہیں جیسے اور چوہائے — بلحاظ مچھلیوں کی نمائش کے لندن کے رایل ایکوریم سے برائٹن ‡ کی ایکوریم بہت عمدہ ہی برائٹن میں ایک مچھلی بڑی ہمنے دیکھی تھی جس کا نام لاین آف سی ہی یعنی سمندر کا شیر اُسکی صورت کسمندر خوفناک ہی آواز بھی اُسکی بری ہی اُسکے دھارنیک آواز دور تک جاتی ہی ضرورت اُسکی مچھلی کی سی نہیں ہی سر بہت بڑا ہی قد میں تو شیر صندرائی سے چھوٹا ہی مگر مٹاپے میں زیادہ ہی رنگت سیاہ ہی جہاں پانی میں وہ تباہ جگہ ایسی طرح بغائی گئی تھی کہ گرد پہاڑی صورت تھی سب پتھر تھے اور بیچ میں پہاڑ کے گویا پانی تھا پانی سے باہر نکل کر وہ پہاڑ کے پتھروں پر اچھی طرح سے دوڑتا تھا ایک آدمی اُسکو مچھلیاں کہلانے کو آیا اُسکے ساتھ ساتھ پانی کے باہر وہ پھونا

† مجارٹی غلبہ رائے یا نثر رائے —

‡ برائٹن ایک جدید آباد شہر ہی جو سر یس سے وہی کم سے آبلو ہوا ہی — مندر کے کنارے پر لندن کے

باہر جسقدر شہر ہیں اُن میں یہ تباہ شدہ ہے —

تھا کبھی کسی پتھر پر چڑھ جانا تھا کبھی صاف پتھر پر دوڑتا تھا — ایک بڑی مچھلی بھی اور اُس پانی میں تھی وہ بھی اسی طرح سے دڑتی دڑتی پھرتی تھی — چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو دیکھا کہ وہ کنکروں پر پھرتی تھیں بہرہنج ایکوریم کے لحاظ سے تو براہمن کی ایکوریم لندن کی ایکوریم سے مچھل اچھی معلوم ہوئی لیکن لندن کے رائل ایکوریم میں اور بھی تماشہ بہت ہوتے ہیں ہر قسم کے — چند زولو اپنی حالت اصلی پر وہاں ہیں عجیب و غریب طور سے کودتے ہیں اور آوازیں نکالتے ہیں اُن کے قد لنگے نہیں ہیں مگر بدن بہت چست ہی عورتوں کے بدن بھی مثل مردوں کے کھچے ہوئے اور خوب چست ہیں ایک عورت جو سو گھنٹے پانی میں تیرتی ہی اسی ایکوریم میں ہی اسی کے قریب اندھا اُس ہی یہ بھی بہت بڑی عمارت ہی اندھا اُس کے نہایت قریب ایک وہ کھڑکی ہی جو بڑے تاریخی واقعہ کو یاد دلاتی ہی وہ یہ جگہ ہی جہاں چالس اول بادشاہ انگلستان کو کرامول نے قتل کیا تھا *

ٹاور آف لندن یہ وہ مکان ہی جہاں ایک بڑا صالح خانہ ہی لاکھوں آدمی اگر دفعتاً کسی لڑائی پر بھیجنے ہوں تو فوراً اُنکو ہتھیار مل سکتے ہیں اس میں ملکہ معظمہ قیصر ہند کے زیورات و تاج رکھے ہیں کوہ نور لاہور جو مشہور ہیرا ہی اُس کی صورت و مقدار یہاں دیکھ سکتے ہیں بادشاہوں کی تصویریں و پرانے ہتھیار وغیرہ یہاں رکھے ہیں — یہ ہی ٹاور کسی زمانہ میں جیل خانہ بھی تھاسروالٹر ریلی جو ایک مشہور لائق شخص گذرا ہی وہ اسی جگہ بارہ برس قید رہا تھا اسی ٹاور میں اُسی قید کے زمانہ میں بغیر مدد کسی کتاب کے اُس نے عالم کی تاریخ لکھی تھی ابتدا سے کچھ پہلے زمانہ حضرت عہسی تک — انٹر لوگ جو قید ہوئے تھے اُنہوں نے دیواروں پر کچھ کچھ لکھا ہی وہ اجتک وہاں لکھا ہوا ہی *

وہ کوٹھڑیاں جن میں لوگ قید کیئے جاتے تھے تنگ ہیں اور روشنی و ہوا کا موقع اُنہیں اچھا نہیں ہی — ہتھیار یہاں کثرت سے ہیں مگر ایسے خریش نما طریقہ پر لگائے گئے ہیں کہ دل چاہتا ہی کہ اُنہیں دیکھا کیجیئے ایک چمن کھینے یا باغ کھینے یا ایک نہایت آراستہ نگار خانہ کھینے سب کچھ سزا ہی *

تمام در و دیوار و چھت و محراب ہتھیار ہی ہتھیار ہیں تمام نقش و نگار دیواروں و چھتیں پر ہتھیاروں سے بنائے گئے ہیں *

سینٹ جیمس پیلس

یہ بھی ایک عمدہ مکان ہی لوبی کا جلسہ پرنس آف ویلز نے اسی مکان میں کیا تھا اس کے کمرے بڑے بڑے ہیں لوبی کے دن اس میں نہایت ہی عمدہ جلسہ تھا ایک کمرے میں سب لوگ حسب معمول جمع ہوئے سامنے سے سواری پرنس آف ویلز کی آئی طائنی

کام کی ایک گاڑی میں پرنس سوار تھے دو اور گاڑیوں میں ڈیوک آف کنات و ڈیوک آف ایڈنبرا تھے لیوی کے کمرہ میں پرنس آف ویلز آکر کھڑے ہوئے اور اُنکے قریب دونوں ڈیوک تھے ہر شخص جاتا تھا اور جیسا کہ قاعدہ ہی سلام کرتا تھا پرنس مصافحہ کرتے تھے وہ آگے بڑھ کر دوسرے کمرہ میں چلا جاتا تھا ہر شخص اپنا تعظیمی لباس پہنے تھا میں اور حمید اللہ ترکش کوت اور لال ٹوپی پہنے ہوئے تھے ایک ہندوستانی رئیس اور تھے نواب عنایت علی خاں رئیس مالیہ کوئلہ کے بھائی چونکہ اُن کا تعظیمی لباس پنجابی تھا اسلئے وہ اپنے پنجابی لباس میں تھے ایرانی عہدہ دار ایک خاص قسم کی ایرانی ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ ترکی افسروں کے سر پر سرخ ٹوپی ترکی تھی جیسی ہم دونوں کی تھی — اس سینٹ جس پیلس میں پرنس آف ویلز رہتے نہیں ہیں رہنے کا محل بکنگہم پیلس ہی وہ بھی کہتے ہیں کہ نہایت عمدہ ہی لیکن میں نے اُس کو نہیں دیکھا ہی پارک بھی یہاں متعدد ہیں ہائیڈ پارک اور کنزنگٹن پارک یہاں مشہور پارک ہیں لیکن جوان طالب علم کو اس ہائیڈ میں شام سے دس بجے شب تک جانا نچاھیئے اس پارک میں اور اُس کے قریب اور بالخصوص ریجنٹ اسٹریٹ میں کوئی نوجوان جنتلمین جانا پسند نہیں کریگا — نئے نوجوان جنتلمین کا لفظ غلطی سے کہا بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ کوئی جنتلمین شاید جانا پسند نہ کریگا — یہ مواقع زیادہ تو گذر گاہ و ممبر آزاد و بے شرم عورت کے ہیں بلکہ مبالغہ کے طور سے یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ اشراف آدمی کا وہ گذر گاہ خاص اوقات پر نہیں ہی اور میرا تو خیال یہ ہے کہ بجز خاص خصلت کے لوگوں کو وہاں اور لوگ چناؤ گھبرا بھی پسند نہیں کرتے ہیں — اگرچہ لندن میں آزاد و بے باک عورتوں کا ہر کچھ و بازار میں دورہ ہی مگر جن مواقع کا میں نے نام لیا ہے یہ لندن کے ایسے مجمع کے لئے مشہور ہیں اگرچہ چیرنگ کراس کے اطراف اور رایل ایکویریم بھی کچھ کم نہیں ہیں لندن میں کثرت سے بے شرم و بے باک عورتوں کا عموماً بازاروں میں پھرنا لندن جیسے شایستہ و تعلیم یافتہ شہر کے لئے ایک بڑا و بد نما داغ ہے اور نوجوانوں کی بڑی ابتری کا باعث ہے۔

میں لندن کی دو باتوں کو نہایت ناپسند کرتا ہوں —

اول شراب خانے کثرت سے ہیں شاید کوئی محفل یا بازار ایسا ہوگا جہاں سر بازار متعدد شراب خانے نہ ہوں اور میٹھواروں کا وہاں ہر وقت مجمع یا گذر نہ ہوگا •

دوم بے شرم ناپاک خصلت عورتوں کی کثرت ہے اور وہ نہایت بے باکی و بے حیائی سے ہر بازار و کچھ و سڑک پر دورے کرتی پھرتی ہیں اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ اُن کی وجہ سے لندن کی بڑی بدنامی ہے — کچھ لندن ہی پر منحصر نہیں ہے اور مقامات لندن اور دیگر انگلینڈ کے شہروں میں اور اسکاٹلینڈ میں بھی یہ ہی بیماری ہے •

لاحول ولا قوت میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا یہ دونوں پارک وسیع ہیں انہیں دور دور تک سبز گھاس ہی متعدد پانی کے تالاب ہیں ہائیڈ پارک میں چار بجے تخمیناً بڑا لطف ہوتا ہی وہاں چند سڑکیں ہیں ایک سڑک پر رزائے لندن کی صرف گاریاں چلتی ہیں اور دوسری پر صرف گھوڑے *

تمام ڈیوک و لارڈ اور اُن کی لیڈیاں گاڑیوں پر سوار ہوتی ہیں اور وہاں سیر کو آتی ہیں و ہرا کہاتی ہیں۔ استقدر کثرت سواروں کی ہوتی ہی کہ کبھی دیکھنے میں نہیں آتی پیدل آدمی کو اُس سڑک پر چلنے کی اجازت نہیں ہی یہ ہی حال گھوڑوں کی سڑک کا ہی لیکن چونکہ یہ دونوں سڑکیں نہایت بڑی ہیں اور پارک میں جو آدمی پھرتے ہیں وہ ایک طرف سے دوسری طرف سڑک کے جاتے ہیں اس لیے یہ طریقہ مقرر ہی کہ تھوڑی دیر کے بعد کانسٹیبل گاڑیوں کی سڑک کے بیچ میں کھڑا ہو جاتا ہی اُس وقت گاڑیاں اُسی جگہ ٹھہر جاتی ہیں اور راستہ صاف ہو جاتا ہی پیدل لوگ ایک طرف سے دوسری طرف چلے جاتے ہیں پھر وہ ہٹ جاتا ہی گاریاں چلنے لگتی ہیں اُس وقت کانسٹیبل کے اختیار کو دیکھنا چاہیئے کہ ڈیوک ہو یا مارکوئیٹس یا لارڈ فوراً اُن کی گاڑی وہیں کی وہیں ٹھہر جاتی ہی ایک قدم آگے نہیں بڑھتی ہی اُسی طرح گھوڑے کی سڑک پر مختلف مقامات پر کوسیاں لڑھے کی رکھی ہیں تاکہ آدمی جب چاہے بیٹھہ چارے تمام لوگوں کو اجازت ہی وہاں چاروں اور پھریں — جب سے میں یہاں آیا ہوں ملکہ معظمہ قیصر ہند لندن میں تشریف نہیں لائیں مگر ایک روز پرنس آف ویلز کے متحل بکنٹھم پیلس میں لیوی تھی اُس روز ملکہ معظمہ پرنس سے ملنے کو تشریف لائی تھیں واپسی کا وقت سات بجے شام کا تھا ہائیڈ پارک کے سامنے سے سواری نکلی جلوس کے ساتھ سواری نہیں تھی متحض سادہ طرز سے ایک فتن پر سوار تھیں میں اور حمید اللہ بھی اُس جلسہ میں ایک ایک کوسی پر وہاں بیٹھے تھے ہزارہا آدمی اُس روز جمال جہاں آراے اپنے شہنشاہ کا دیکھنے کو ہائیڈ پارک کے اندر و باہر جمع تھے — کثرت سے کرسیاں تھیں خاص آدمی کچھ فیس کے طور پر دیکر وہاں بیٹھتے تھے جس وقت سواری نکلی بڑی گرمجوشی سے سب نے تعظیمی سلام کیا *

زولاجیکل گارڈن (جانوروں کا باغ)

یہ وہ جگہ ہی جہاں زندہ جانور چرند و پرند جمع ہیں — جیسے خوبصورت جانور ہمنے یہاں دیکھے اور جس جس قسم کے ہمنے دیکھے تو کیا کبھی سنہ بھی نہیں تھے — بہت سے تو جانور وہ تھے کہ جنکی قسم کے ہمنے پہلے دیکھے تھے گو ویسے نہیں دیکھے تھے مثلاً طوطے مدھا قسم کے تھے گو ہمنے ایسے خوبصورت طوطے ندیکھے ہوں لیکن طوطوں کی نوع سے ہم واقف تھے چھوٹی چھوٹی چڑیاں ہر رنگ کی وہاں تھیں اور کیا گھو کی کیسی کیسی

خوبصورت و خوش رنگ و مختلف رنگوں کی تہیں لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے پہلے بھی چیزیں دیکھی تھیں *

کیا خاک ہم نے پہلے دیکھا تھا ایسا ہی دیکھا تھا جیسا کہ ہم ایک عمدہ روشنی کے لمپ کو دیکھیں اور پھر اپنی ڈیورت کو خیال کر کے کہیں کہ ہم نے بھی ایک روشنی کا آلہ پہلے سے دیکھا ہی گو قسم جدا ہو مگر نوع تو وہ ہی ہی ایسی ہی اُن طوطوں و چڑیوں کی مشابہت ہی اور اور چیزوں کی جنکو ہم نے اس ملک میں دیکھا عقاب و ہاں عجیب عجیب صورت کے دیکھے مگر نام تو اسکا بھی ہم نے اپنے ملک میں سنا تھا عورت بھی دیکھی تھی لیکن ایک جانور ہم نے یہاں دیکھا اُس کا نام کنگرو ہی اس جانور کے پچھلے پانوں تو بہت بڑے ہیں اور اگلے بہت ہی چھوٹے ہیں یہ پچھلے پانوں سے عجیب طرح سے پھدک پھدک کے چلتا ہی — پیدتیں اُس کے سوراخ ہی اور تھیلی کی طرح سے اُس کے پیدتیں بنا ہوا ہی اپنے بچے کو چلنے اور پھدکنے کے وقت اُس سوراخ کے اندر تھیلی میں بیٹھا لیتا ہی *

ایک دوسرا جانور چرباہہ صحرائی ہی اُس کا پچھلا دھڑ بہت بھاری ہی بدن پر بال بڑے بڑے ہیں لیکن سر نہایت چھوٹا ہی اور منہ ایسی قطع کا ہی کہ اُس کو چھوٹی سوند سے تشبیہ دو یا بڑی چرنچ سے کچھ عجیب طرح سے سر کے پاس سے گول و لمبا ہوتے ہوئے بوقفتگی تک آیا ہی *

تیسرا ایک پانی کا جانور تھا وہ اسقدر بڑا اور موٹا تھا جیسا کہ کوئی بہت بڑا بھیڑیا یا بڑا گینڈا ہو لیکن ہندوستان میں تو ایسا موٹا و بڑا بھیڑیا ہم نے نہیں حصار کی بڑی سے بڑی بھیڑیا سے بھی اُسکو کچھ بڑا سمجھنا چاہیئے اور موٹا — ہرائیش میں جو ہم نے لائن آف سی دیکھا تھا کلائی و مٹاپے میں اُس کی کچھ بھی حقیقت نہیں — یہ جانور پانی سے باہر نکل کر اُسی طرح سے پھرتا تھا جسطرح کوئی بہت بڑا بھیڑیا زمین پر پھرتا ہی *

شیر بھی یہاں مختلف ملکوں کے تھے اور ملکوں کے شیر تو قوی نہیں تھے لیکن افریقہ کا شیر البتہ بڑا تھا اور وہ قد و قامت میں ہمارے ملک کے شیر سے بڑا معلوم ہوتا تھا لیکن جب خوب غور کرو تو جو شجاعت و تیزی ہمارے ملک کے شیر میں معلوم ہوتی تھی وہ اُن میں بھی نہیں تھی وہ سست و کھل معلوم ہوتا تھا *

برتش میوزیم و لایبریری

یہ مکان نہایت ہی عظیم الشان ہی اسکے کمرے نہایت ہی وسیع ہیں اسی ایک مکان میں میوزیم بھی ہی اور لایبریری بھی * — لاکھوں کتابیں وہاں ہیں ریڈنگ روم جدا ہی جسکا دل چاہے اجازت لیکر وہاں جاوے جس کتاب کو چاہے نکلوائے اور جینک چاہے وہاں پڑھے ہزاروں قسم کے سکے ہزاروں قسم کی چیزیں جو ہسٹری سے متعلق ہیں

اور جو کتابوں میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے تک جاؤ تو شاید ملیں وہاں سب اُنکھوں کے سامنے رکھی پاؤ گے *

میں جتنی دیر اور جینک وہاں رہا مجھکو اپنے دوست منشی محمد ذکاء اللہ صاحب پروفیسر مہور کالج یاد آئے اسلامیہ کہ اُنکو تاریخ سے اور اس قسم کی تحقیقات سے بڑا شوق ہی اگر وہ ہوتے تو دن بھر لایبوری میں رہتے میوزیم میں جاؤ ہزارہا تصویریں پتھر کی ہیں تمام چیزوں کے خدا وہاں دیکھو گے کہیں راگ گانے کا خدا رکھا ہی کہیں عشق کا خدا کھڑا ہی ایک دو خدا ہوں تو آدمی لکھے بھی صدھا خدا وہاں موجود ہیں اکثر بادشاہوں کی تصاویر ہیں *

بہت سی ممیاں † وہاں رکھی ہیں مینے یورپ میں جہاں اور چیزوں پر التفات کیا مسموں پر زیادہ غور کیا اور اُس سے میڑی بہت سی اغراض تھیں — یہ لاشیں ہزاروں برس کی ہیں اور آج تک مردہ کا جسم اُن میں باقی ہی صورت صاف معلوم ہوئی ہی ہاتھ پانوں قد و قامت کچھ بگڑا نہیں ہی — برٹش میوزیم کے دیکھنے کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مینے مہی کو جہاں تک ممکن ہی خوب دیکھا ہی اور اس سے زیادہ کہیں اور جگہ نہیں ہی *

مجھکو یہ تلاش تھی کہ کہیں نو گز کے قد کی مہی میں دیکھوں اسلامیہ کہ سنتہ تھے کہ پہلے زمانہ میں نو گزے آدمی ہوتے تھے لیکن مجھکو کہیں نشان بھی قلم کوئی نوگزا تو کیا تین گزا بھی نہلا *

پسلیاں ہڈیاں سبکی بجستہ باقی ہیں کہیں ضغطہ کے مشہور آثار نمایاں نہیں پاؤ گئے *

جب استدر بڑے بڑے اجسام باقی ہیں اور توقع نہیں ہی کہ آئندہ بھی کوئی صورت اُن کے زوال و انعدام کی ہی تو اجزائے لایتنجزے کی بحث و مناظرہ قابل تامل کے ہی *

جانور مردہ ہزاروں قسم کے وہاں ہیں تمام ملکوں کے عجیب و غریب ہم اپنے ملک میں پدہ کو سب سے چھوٹا جانور جانتے ہیں اور ہمارا خیال اُٹھا کہ شاید اُس سے چھوٹا کوئی جانور نہوتا ہوگا یہاں ہم نے اُسکے قد و قامت سے بھی نصف جانور دیکھے اور کیسے خوش رنگ اور عجیب کہ کیا کہوں تصویر اُسکی لکھنی مشکل ہی *

† مہی — مصر کے ملک میں یہ دستور تھا کہ جب ٹرٹی نامور آدمی موتا تھا تو اُسکو ایک قسم کا مصالح لگاتے تھے اور نہایت چمک نفع میں اُس کو لپیٹتے تھے پانوں میں اُس کے بطور روزانہ پرہیز پانوں کے پھٹاتے تھے اور اُسکے قد کی برابر بطور قیر کے پتھر کو تراش کر مردہ کو اُنہوں رکھتے تھے اور مردہ پتھر اُس کے اوپر ڈھانک دیتے تھے —

بعض ایسے متعلق پیدا ہوئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ انسان ابتدائی بندر کی قسم تھا اس پر لوگ ہنسی سے کہا کرتے تھے کہ اگر باندرتھا تو صورت تو بہلا بدلتی بدلتی بدلتی لیکن دم کیا ہوگئی جب میں میوزیم میں بندروں کے مقام پر پہونچا تو مجھکو بن دم کے بندر کی تلاش ہوئی — جو بندہ یا بندہ دیکھتا ہوں کہ ایک بڑے شہشہ میں ایک بڑا جگادری بندر بن دم کا کھڑا ہی یہ بندر ایک چھوٹے ند کے آدھی کی برابر ہی — میری یہ رائے نہیں ہی کہ انسان بندر کی نسل ہی لیکن وہ متحقق کہہ سکتا ہی کہ اسی بن دم کے بندر کی نسل سے آدمی ہوگیا ہی رفتہ رفتہ — وہ صرف تنہا ہی نہیں تھا اسی نسل سے اور اسی قوم کے اور بھی کئی بندر وہاں تھے مگر اُس سے بہت چھوٹے تھے *

تائمز جو مشہور اخبار لندن کا ہی اُس کے کارخانے کے دیکھنے کا مجھکو شوق تھا کہ کیونکر لاکھوں اخبار اُس پر چھپ جاتے ہیں مجھکو یہ تامل تھا کہ وہ ٹیپ ایسا مضبوط کونسا ہی جیسپر لاکھوں داب پڑتی ہیں اور وہ نہیں خراب ہوتا چنانچہ میں گیا اور دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہاں تو اور ہی طریقہ ہی *

اول کمپوز کرتے ہیں جب کمپوز ہو جاتا ہی تو اُس کو ایک کانڈ پر جو خاص طور سے تیار کیا گیا ہی اور وہ ذرا موٹا کانڈ ہی جیسا چھاپہ خانوں میں استرو کا کانڈ ہوتا ہی چھاپتے ہیں اُن حرفوں کا نشان اُس کانڈ پر آجاتا ہی پھر ایک کل ہی اُس میں شیشہ پکلا کر ڈالتے ہیں وہ کل مقعر ہی اور اُس کانڈ کو بھی اُس میں رکھ دیتے ہیں اور پھچ میں دیتے ہیں وہ شیشہ جو پانی کی طرح پکلا کے ڈالا تھا وہ ایک چادر موٹی سی بن جاتا ہی اور اُس کانڈ کے تمام حروف و نقوش اُس پر آجاتے ہیں اُس کو لیجا کر ایک کل پر جو بیلن کی صورت ہی چڑھا دیتے ہیں گویا وہ گابی ہوئی وہ بیلن کل کے ذریعہ سے جس کو انجین حرکت دیتا ہی چکر کھاتی ہی ایک دوسری بہت بڑی بیلن ہی ایسی صورت کی جیسا ہمارے ملک میں وہ پتھر ہوتا ہی جو سڑکوں پر پھرایا جاتا ہی اُس پر کانڈ لپٹا ہوا ہوتا ہی وہ کانڈ تائمز کا اس قدر اُس پر لپٹا تھا کہ اگر کھولا جاوے تو چند مول کا طول ہو وہ بیلن حرکت کرتی ہی اور کانڈ اُس پر سے کھل کھل کر اُس دوسری بیلن کے نیچے گذرتا ہی جس پر وہ ٹیپ کی چادر چڑھی ہوئی ہی اور چادر اُس کانڈ کو دابتی ہی کانڈ چھپتا چلا جاتا ہی اُس بیلن پر ایک کل سے ہو مرتبہ سیاہی لگتی رہتی ہی اُس بیلن کے نیچے سے ہو کر آگے بڑھ کر اُس کل میں وہ چھپا ہوا کانڈ مڑتا ہی اور کٹنا ہی اور چوتھ ہو کر ایک خانہ میں آپڑتا ہی — ایک لڑکا تیرہ چودہ برس کا کھڑا ہی وہ اُن کو اُٹھاتا رہتا ہی ہزاروں پرچے دم بہر میں چھپ کر و مڑ کر و کٹ کرتا رہا ہو جاتے ہیں مجھکو یہ کل نہایت ہی عجیب و غریب معلوم ہوئی اس لیے کہ اُس سے پہلے میں نے کبھی کلوں کو اس قسم کے نہ دیکھا تھا *

لیکن جب میں نے ولج کو جا کر دیکھا جہاں توپ و بندوق وغیرہ کا کارخانہ ہی اور
 پورتنہ موتہ میں گیا جہاں جہازوں کا کارخانہ ہی اور وہاں کی کلیں دیکھیں تو اُس کی
 پھر کچھ بھی حقیقت نہیں معلوم ہوتی تھی بلکہ وہ ایک کھل کی کل معلوم ہوتی تھی
 ہمارے سامنے ایک توپ پر لوہا چڑھایا گیا بہت سے مختلف کام ہمارے سامنے ہوئے اور
 ہموں دکھائے گئے پس عقل حیران تھی — جو کام اُن کلاں کے ذریعہ سے معدودے چند
 اشخاص لیتے ہیں اور کرتے ہیں وہ سیکڑوں بلکہ شاید ہزاروں سے بھی نہیں ہوسکتے — ممکن
 نہیں ہی کہ جو کچھ میں نے وہاں دیکھا میں اُس کو بیان کرسکوں ہاں اگر ہر کل کی
 تصویر لکھوں اور تمام اُس کی کیفیات و حرکات بیان کروں تو شاید کچھ سمجھ میں آوے
 لیکن شاید ہر کل پر ایک رسالہ ہونا چاہیئے اور وہ بھی اُس کے مادر کا — جس توپ پر
 مہرے سامنے لوہا چڑھایا گیا تھا وہ بہت ہی بڑی توپ تھی (اُس وقت تو میں نے اُس کا
 وزن بھی معلوم کیا تھا مگر اب یاد نہیں رہا) اور اُس کام کو پانچ چار آدمی کر رہے تھے
 اُس توپ کو اگر پچاس بیل لگوں تو اُس طرح سے حرکت دے سکیں جس طرح وہ چند
 آدمی کر رہے تھے ایک بہت موٹی چادر تھی وہ ادنی حرکت سے کل کے اُس توپ پر چڑھتی
 چلی جاتی تھی — جب چادر چڑھ چکی تو ایک دوسری کل نے اُس کو اُٹھا لیا اور ایک
 دور فاصلہ پر لے گئی جہاں ایک گھن تھا معلوم نہیں کہ وہ گھن کئی سو یا کئی ہزار من کا
 تھا توپ اُس کے نیچے رکھ دی گئی اور گھن اُس پر پڑنا شروع ہوا اس قدر عظیم الشان
 گھن ایک ادنی حرکت سے چلنا تھا اس ولج اور پورتنہ موتہ کے کارخانہ کے دیکھنے کے بعد
 معلوم ہوسکتا ہی کہ گورنمنٹ انگلستان کیا چیز ہی اور وہ کیسی زبردست ہی اور اُن
 کارخانوں کے ذریعہ سے اُس کی بڑی و بڑی شان و شوکت کیا ہی یہ ولج کا کارخانہ
 وہ ہی کہ جس قدر آلات حرب و سامان چاہو اُس میں تھوڑے دنوں میں تیار ہوسکتا ہی
 جو عہدہ دار کہ پورتنہ موتہ میں مجھ کو جہازوں کو اور کارخانہ کو چہاز کے بڈے کے دکھانا
 تھا اُس نے مجھ سے کہا کہ اگر آج حکم ہو تو میں ایک ہفتہ میں بارہ جہاز مرتب کر کے
 روانہ کرسکتا ہوں یہ اُس وقت اُس نے کہا تھا جب میں نے اُس سے بعض جہازوں کی نسبت
 جو نامرتب تھے پوچھا تھا — پھر یہ ایک ہی تو کارخانہ نہیں ہی متعدد کارخانے جہازوں
 کے اور بھی ہیں اور یہ تو سرکاری کارخانے ہیں جو کمپنیاں اپنے کارخانے جدا کرتی ہیں
 وہ بہت ہیں — جب میں گلگو میں گیا جو ایک مشہور شہر اسکاتلینڈ کا ہی وہاں
 میں نے ایک کمپنی کا کارخانہ لوہے کا دیکھا اور تعجب کیا — اسی کمپنی نے شہنشاہ روس
 کی فرمایش کا وہ جہاز سیر دنیا کا بنایا ہی جو مشہور ہی اور اخباروں میں مشہور ہوچکا
 ہی — یہ جہاز اس قدر بڑا اور خوبصورت ہی کہ ایسا جہاز اب تک نہیں بنا یہ جہاز
 ابھی یورا تیار نہیں ہوا ہی میں نے اُس کو دیکھا تمام کمروں میں اور چھت پر اُس کی پھرا

کچھ شبہ نہیں ہی کہ بے نظیر جہاز ہی ایسی ایسی کمپنیاں متعدد ہیں اور گورنمنٹ خود اُن سے کام لیتی ہی — پورٹ مونتہ میں وہ جہاز نلسن کا ہی جس میں وہ گولی سے اُس وقت مرا تھا جب فیپولین اول شہنشاہ فرانس کو اُس نے شکست دی تھی اُس جہاز میں میں گیا — نلسن کے زخمی ہونے کی جگہ اور گولی لگنے کی جگہ اور تمام مقامات دیکھے — یہ جہاز بادی ہی — توپوں اُس پر چڑھی ہیں اُس وقت تک دخانی جہاز کا ایجنہ نہوا تھا *

خاص لندن کے سوا اطراف لندن میں دو مکان بڑے نامی و عالی شان ہیں ایک کرسٹل پیلس دوسرا الگزندریہ پیلس — مکان کیا ہیں بڑے محل ہیں بلکہ اگر یہ کہو کہ اُن کے اندر متعدد محل ہیں تو بھی بجا ہی — ان دونوں جگہوں میں ہر روز گویا کوئی فہ کوئی میلہ رہتا ہی ہمیشہ تماشے ہوتے ہیں اُن کے اندر سوداگروں کی دوکانوں میں بطور بازار کے — اُس کے اندر تھیٹر ہیں — آپرا ہیں — ہوٹل ہیں آتشبازی جو کرسٹل پیلس میں چھوڑتی ہی مشہور ہی — ہمارے ملک میں جب لڑن لٹن نے دربار کیا تھا سنہ ۱۸۷۷ ع میں اُس وقت آتشبازی چھوڑتی تھی اُس کی بڑی تعریف تھی اور فی الحقیقت وہ تعریف کے لائق تھی ہمارے ملک میں کسی نے ایسی نہیں دیکھی تھی مگر جو آتشبازی ہم نے کرسٹل پیلس میں چھوڑتی دیکھی وہ ہماری اُس دلی کی آتشبازی سے بھی عمدہ تھی ہم نے الگزندریہ پیلس اُس دن دیکھا تھا جب اُس میں پھولوں کی ایک بڑی نمائش ہوئی تھی گلاب کے پھول اس قدر بڑے اور خوش رنگ کہی نہ دیکھے نہ شاید دیکھیں گے *

انگلینڈ کے شہروں میں سے میں نے برائٹن پورٹ مونتہ ہاتھ ایگسٹر مینچسٹر چیچسٹر آس بورن ونڈس کو دیکھا — مجھ کو سب سے زیادہ برائٹن پسند آیا یہ شہر جدید آباد ہی ابھی اُسکی آبادی کو سو برس نہیں ہوئے ہیں ایک لاکھ آدمی کی آبادی ہی سمندر کے کنارے پر بسا ہی آبادی نہایت خوشنما آب و ہوا بہت اچھی بیمار و ضعیف اکثر تندرستی و قوت کے واسطے وہاں جاتے ہیں و رہتے ہیں صبح کو لوگ سمندر میں خوب نہاتے ہیں خاص آدمی مشین (کل) میں بیٹھ کر نہاتے جاتے ہیں اور عام لوگ نہ نہیں نہاتے ہیں یہ مشین ایک مسقف گاڑی ہی اُس کے اندر جاؤ کپڑا اُتارو جانگیا پہنو نہاؤ — لب دریا دھلوان سطح ہی جہاں وہ گاڑی نہانے کی کھڑی ہوتی ہی اور گاڑی کے پیچھے ایک رسی بندھی ہوئی ہی اور وہ رسی ایک چرخ میں لپٹی ہوئی ہی جب اُس مشین میں آدمی بیٹھا تو کل والے نے گاڑی کی رسی ڈھیلی کی گاڑی لڑک کر دریا میں گئی آدمی نہانے والا اُس میں سے نکلا اور پانی میں نہایا جب نہا چکا تو پھر گاڑی میں آگیا کل والے نے گاڑی کو پھر تھینچ لیا چھ پنس اُس گاڑی کا کراہ دینا ہوتا ہی — مسٹر مینی نے جو ہندوستانی

میں کلکٹر و کمشنر رہے ہیں مہری و حمید اللہ کی دعوت کی تھی لنچ کھانے کے بعد ہم کو وہ انکوریٹ کی سیر دیکھانے لیا۔ وہیں ہفتے لائن آف سی دیکھا اور خوب سیر کی مختلف تماشے دیکھے دو روز ہم وہاں رہے — یہاں لب دریا ایک پیر + نہایت ہی خوب صورت بنا ہوا ہے اور اُس پر چند دوکانیں سوداگروں کی ہیں صبح شام تفریح کو اکثر لوگ وہاں جاتے ہیں یہ پیر لڑکے کا بنا ہے — صبح کو کچھ دن چڑھے وہاں چھوٹا آگ بوت آتا ہے جس کا دل چاہے اُس میں بیٹھے ایک گھنٹہ تک دریا میں سیر کرانا ہی — ہم اور مٹی صاحب اور ای راس صاحب جو ہائی کورٹ الہ آباد کے حاکم اول تھے اور اُن کی مس صاحب سب اُس پر سوار ہو کر خوب دریا میں پھرے *

اُس دوران چھوٹا قصبہ ہی اٹھارہ ہزار آدمی کی بستی ہی سمندر کے کنارے پر ہے اور صاف ہی یہاں بھی پیر بنا ہوا ہے مگر برائیتیں کا سا خوبصورت نہیں ہے یہاں مسٹر جارج لارنس رہتے ہیں جو علیگڑہ میں کلکٹر اور جج رہے تھے اب تک جارج لارنس کراہی کے مکان میں رہتے تھے مگر وہ اپنا خاص گھر بناتے ہیں انہوں نے اپنا گھر جو بناوینے جا کر مجھ کو دکھایا — ایکسٹر پہاڑ کے اوپر بستا ہے آبادی اُس کی چالیس ہزار آدمیوں کی ہے ہمارے بڑے دوست جان بیلٹ بتاں یہاں رہتے ہیں جو ہائی کورٹ کے جج اور کمشنر و جج و کلکٹر ممالک مغربی و شمالی میں رہے اُن کے ہاں میں و حمید اللہ مہمان رہے اسقدر محبت سے ملے کہ اُن کا اور اُن کی میم صاحب کا شکریہ نہیں ہو سکتا وہ اُس محبت سے ہم سے ملے جس طرح کڑی عزیز سے عزیز تر ملتا ہے — یہاں ایک کیفیٹرل نہایت عمدہ ہے ایک حصہ اُس کا نارمن کے زمانہ کا بنا ہوا ہے حال اُسکا چار سو فٹ کا ہے کلب کا مکان بھی نہایت ایک اچھا ہے لایبریری بھی اُس میں ہے *

باتھ

یہہ قدیم شہر ہے آبادی اُسکی قریب قریب ایکسٹر کے ہی یہہ شہر بھی پہاڑ پر واقع ہے ریل کے اسٹیشن کے قریب ہی مکانات پختہ ہیں لوگوں کی وضع کے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں لندن کی فیشن کی ہوا نہیں پہنچتی ہے پرانی وضع و لباس کے آدمی اکثر وہاں دکھائی دیتے *

چنچسٹر

یہہ ایک چھوٹا قصبہ ہے ایک مشہور کھوڑدور یہاں ہوتی ہے اُس کے دیکھنے کو ہم گئے تھے جیسا کہ قریب ریمس میں ایک پوند کا ٹکٹ تھا اُس میں بھی ایک پوند کا تھا

* پیر — جہاز دریا کے کنارے پُر پانی کی کمی کی وجہ سے نہیں آسکتا ہے لہذا دریا کے اندر مناسب فاصلہ تک ایک پل کے طور پر اور کہیں اور ترقی کے طور پر بنا دیتے ہیں اُس کو پیر کہتے ہیں —

حمید اللہ بھی میرے ہمراہ تھے — پرنس آف ویلز اُسکے صدر نشین تھے رائل فیملی کے لوگ بھی وہاں موجود تھے جسقدر لباس خوشنما لیدیوں کے یہاں تھے ایسے ہیئٹ مجموعی ادبی دیکھنے میں نہیں آئے یہ ریس بالخصوص پرشاک کے باب میں مشہور ہی بڑا لطف ہے تھا کہ معزز اشخاص اپنی لہجہ کا سامان سب وہاں لے جاتے ہیں وہ رکھا ہوا ہر جگہ ایسا عمدہ معلوم ہوتا ہی کہ اُس کا لطف بیان نہیں ہو سکتا یہ ایک نہایت پر تکلف میلہ تھا *

پورتنہ موتھہ

یہ نہایت خوبصورت مگر چڑوتا شہر ہی لب دریا واقع ہی مختصر پور بھی یہاں ہی شام سے دس بجے تک یہاں اُس شہر کے ہر قسم کے لوگوں کا جلسہ رہتا ہی — ایک میل کے فاصلہ پر یہاں جہازوں کا کارخانہ ہی یہاں باجارت امیر البتھلارڈ فارتھ بروک کے ہم نے کارخانہ جہازوں کی سیر کی جہازوں کو تعمیر ہوتے دیکھا موجودہ جہازوں کو جو وہاں تیار تھے اُنکو دیکھا لڑائی کے جہاز بھی دیکھے — نلسن کا وہ مشہور جہاز بادی جیمس نلسن سوار تھا اور فیولین فرسٹ کو اُسنے شکست دی اور بالآخر اُسکے گولانگا جسکے سبب سے وہ مرتیہا ہمنے دیکھا اس جہاز میں ۳۲ توپیں چڑھی ہوئی تھیں — یہ جہاز پرانے طریقہ کے موافق اور لکڑی کا بنا ہوا ہی — ایک جنگی جہاز پر بہت بڑی توپ تھی اور ادنی حرکت سے کل کے اُسکو حرکت ہوتی تھی مینے اپنے ہاتھ سے اُس توپ کو اُس کل کے ذریعہ سے ہلایا تھا اور بڑا تعجب ہوتا تھا *

ولنج اور پورتنہ موتھہ کے کارخانوں کے دیکھنے کے بعد آدمی انگریزی قوت بڑی و بختری کا اندازہ کر سکتا ہی اور یہ سمجھ سکتا ہی کہ کیا قوت انگلش گورنمنٹ کی ہو سکتی ہی *

مینچسٹر

یہ بہت بڑا و پر رونق شہر ہی جسقدر کارخانے اس شہر میں اور اُسکے قرب و جوار میں ہیں اسقدر اور کسی شہر میں انگلینڈ کے نہیں ہیں مینے یہاں متعدد کارخانوں کی سیر کی مینچسٹر انگلینڈ میں و گلاسگو اسکات لینڈ میں ایک قسم کے شہر ہیں *

ویفٹ سر — یا ویفٹزر

یہ مختصر شہر ہی ملکہ معظمہ قیصر ہند کا محل اخص اور پارک و باغ اسی شہر میں ہی اس خاص محل کا نام کسل ہی — جن ایام میں ملکہ معظمہ قیصر ہند وہاں تشریف نہیں رکھتی ہیں اور اسکات لینڈ وغیرہ میں رونق افزا ہوتی ہیں تو ہر شخص

کاسل کو گیارہ بجے کے بعد جا کر بغور کسی خاص حکم کے دیکھ سکتا ہی ویلوے اسٹیشن و کاسل کے بیچمیں ایک مکان ہی سوہ کرنے والے کو اُس میں جانا چاہیئے اور اپنے نام کا کارڈ دینا چاہیئے کارڈ کو لیکر وہ شخص جو وہاں ٹکٹ تقسیم کرتا ہی ایک ٹکٹ دیکھا اُسکو لیکر کاسل کے اندر جانا چاہیئے داخلہ کے دروازہ پر دربان اُس ٹکٹ کو لیلوتا ہی اور سوہ کرنے والے کے سامنے ایک کتاب پیش کرتا ہی سوہ کرنے والیکو اُس میں اپنا پورا نام اور پتہ نہ کہاں سے وہ آیا ہی اور کیا عہدہ ہی لکھنا ہوتا ہی اُسکے بعد وہ اندر جاتا ہی اور ایک کمرہ میں جہاں بیچمیں بیچھی ہوئی ہیں تھرتا ہی — ہر پندرہ منٹ کے بعد گائڈ آتا ہی اور جستدر لوگ اُس کمرہ میں جمع ہو جاتے ہیں اُنکو اپنے ہمراہ ہر ہر کمرہ میں لیتا تا ہی اور سوہ کرتا ہی اور جو جو تصاویر وغیرہ اُن کمروں میں لگی ہوئی ہیں یا خاص اسباب رکھا ہوا ہی اُن کے متعلق حالات بیان کرتا ہی اور ہر ہر کمرہ کی نسبت کہتا ہی کہ یہہ ڈائیننگ روم ہی یہہ خاص نشست کا کمرہ ہی وغیرہ وغیرہ •

یہہ کمرے وسیع ہیں اور بڑی بڑی قیمت پینٹنگ کی تصویروں اُس میں لگی ہوئی ہیں ڈائیننگ روم استدر وسیع ہی کہ کئی سو آدمی اُس میں کھاسکتے ہیں یہہ کاسل کو بطور قلعہ کے ہی لیکن کچھ لڑائی کاسا قلعہ نہیں ہی نہ اس قسم کا خوبصورت قلعہ ہی جیسا کہ ہماری دھلی کا نہ اُسکی ایسی خوبصورت چار دیواری ہی جیسی دھلی یا آگرہ کے قلعہ کی — پتھر کی چٹائی ہی — البتہ سامنے صحن میں ایک چمن پودوں کا نہایت خوشنما ہی اور اُس میں دروازہ چھوٹتا ہی — صدھا برس سے بادشاہان انگلستان اس میں رہتے چلے آتے ہیں پارک نہایت وسیع ہی اسی پارک میں وہ مکان ہی جسمیں ملکہ معظمہ قیصر ہند کے واسطے مکہن کھانے کا بنتا ہی — اس میں خاص پرند جانور ہیں اس میں خاص کتے ہیں — اس میں خاص مویشی خانہ ہی جیسی بڑی و خوبصورت گائیں و بیل ہمنے اس مویشی خانہ میں دیکھے ایسے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے — مویشی خانہ کے قریب ہم ایک سمت کو گئے وہاں ہمکو نہایت ہی متعفن بو آئی • ہم جلدی جلدی آگے بڑھے تاکہ اُس بدبو سے نجات پادیں چند قدم چلے تھے کہ ہمنے دیکھا کہ وہاں چند سوہریں وہ سوہروں کے رہنے کا و پرورش پانے کا موقع تھا — یہہ سوہ معمولی صورت کے تھے مگر خوب موٹے لیکن نہایت بدبو کی حالت میں — اُس وقت معلوم ہوا کہ وہ بدبو انہیں کی تھی ہم فوراً وہاں سے واپس آئے *

ان مکانات کے اور اُن جانوروں کے دیکھنے و سوہ کے واسطے ایک معزز افسر کے خاص حکم کی ضرورت ہوتی ہی اور وہ حکم اُن مکانات کے مہتمم کو دیا جاتا ہی جسکی اجازت سے اُن تمام مکانات کو و چیزنکو دیکھ سکتے ہیں •

اسی پارک کے متصل ایک نہایت وسیع و لاجواب باغ ہی جسمیں سوائے انبہ کے تمام قسم کے میوے موجود ہیں ہر قسم کے پھول عجیب عجیب رنگ کے —

خوش رنگ پتوں کے درخت مختلف اقسام کے - پھلوں کے درخت نہایت ہی خوشنما -
میں مختلف گرم ملک کے میوے مہتمم سے پوچھے اور انہوں نے مسکھو وہ دکھائے سونخ
مرچ جسقدر موٹی اور بڑی اُس باغ میں تھی ایسی ہمارے ملک میں بہت ہی کم
ہوتی ہی *

ایک قسم کے اور رنگ کے پھول سے مختلف اقسام کے و رنگ کے پھول بنے ہوئے ایک
خوش رنگ پتے کے درخت سے مختلف قسم کے خوش رنگ پتوں کے درخت بنے ہوئے ہمیں
وہاں دیکھے - اکثر میوہ دار اور پھولوں اور پتوں کے درخت شیشہ کے مکان میں تھے -
جس ملک کا درخت تھا اُسی ملک کی آب و ہوا اُس مکان میں معلوم ہوتی تھی -
فل اور بھاپ کے ذریعہ سے گرمی و سردی کی کیفیت کی تبدیلی کی گئی تھی *

بہت سے میوے وہاں لگے ہوئے تھے اور صورت سے نہایت ہی بخشنے اور لذیذ معلوم ہوتے تھے -
لیکن افسوس کہ ہم اُنکے کھانیکے مجاز نہ تھے کاسل سے تھینا آنہ میل کے فاصلہ پر وہ مدرسہ
ہی جسکا نام آیتن ہی ایک یہہ آیتن اور دوسرا ہیرو یہہ دو مدرسے بطور ہائی اسکولوں کے ہیں
اکثر امرا اور روساء و معزز اشخاص کے لڑکے انہیں مدرسوں میں پڑھتے ہیں ویفڈس کے تلے بھی
دریا بہتا ہی - بلحاظ ہمارے ملک کے یہہ بات تعجب کی ہی کہ شہر ویفڈس صدہا سال سے
فر مسکن بادشاہان انگلستان کا ہی لیکن وہ نہایت ہی کم رونق ہی چاہئے تھا کہ جب
بادشاہ یہاں رہتے تھے تو اور دیوک ولاڑ و روساء بھی وہاں آباد ہوتے اور اسطرح سے وہ ایک
عظیم الشان شہر ہوجاتا و پر رونق لیکن یہہ کچھ بھی نہیں ہی *

ملکہ معظمہ انگلستان و قیصر ہند جسکی عظمت و شوکت و قوت آج دنیا میں
تسلیم ہی اور جسکی عملداری میں کسی وقت آفتاب غروب نہیں ہوتا ہی جب اُنکی
اُس ذاتی مختصر مویشی خانہ اور دیگر کارخانوں کو دیکھا جاوے تو وہ ایک ہندوستان
کے راجہ کے کارخانہ سے بھی کم معلوم ہوتا ہی اور شاید یہہ امر ایشیائی خیالات کے موافق
برے دل سے دیکھا جاوے لیکن جب غور کیا جاوے تو یہہ دانشمندانہ طریقہ و طرز تمدن
و معاشرت شاہان یورپ بے انتہا قدر و تعریف کے لائق ہی اور اُسکی عمدگی و نتائج پر
شاید ایک بڑی کتاب تحریر ہوسکتی ہی - صرف بادشاہ کا ہی یہہ خیال نہیں ہی
وزیر اعظم انگلستان (جسکے لیونکی جنبش کی طرف دنیا کی نظر ہی جسکے ہر لفظ پر
تمام سلطنتیں کان لگتے ہوئے ہیں) کا کھر اندیا آفس کے قریب جا کر دیکھو نہ وہاں
فقیم ہی نہ چوبدار ہی نہ ہائی کھرے ہیں نہ سوار ہیں نہ اور کسی قسم کی کر و فر ہی
مکان تو بلاشبہ سرکاری ہی لیکن اُس میں بھی کوئی خاص شان و شوکت نہیں ہی بظاہر
کوئی بڑی عظیم الشان عمارت بطور پیلس کے بھی نہیں ہی ایک معمولی وضع کا مکان
ہی - بلطنت انگلشیہ میں جہاں تک دیکھے نمایش ظاہری اور سامان تعیش

بہت کم نظر آدینگے آندرونی استحکام اور بزنس (کاروبار و تجارت) ہر حالت میں و ہر جگہ دیکھو گے لندن میں کسی وقت کسی آدمی کو ندیکھو گے (بجز ہائیڈ پارک و ریجنٹ اسٹریٹ کے مگر وہ بھی خاص اوقات میں) کہ آہستہ چلتا ہوگا اسلیئے کہ جہاں وہ جاتا ہی اور جس کام کو وہ جاتا ہی اُسکا وقت معین ہی اور ٹھیک اُسی وقت پر اُسکو پہنچنا چاہیئے اور جہاں سے وہ چلا ہی وقت کا اندازہ رفتار کے ساتھ کر کے چلا ہی اگر وہ معمولی تیز رفتار سے ذرا بھی آہستہ چلے تو ہرگز ٹھیک نہیں پہنچ سکتا وقت لندن میں بیش بہا چیز ہی — کاروبار کی کثرت سے تمام شہر میں ایک طرف سے دوسری طرف بلکہ ہر طرف آدمیوں کی آمد رفت استقدر ہی کہ اُسکا اندازہ نہیں ہو سکتا ہزارہا گاڑیاں کیپ وھینسم و فٹن وغیرہ ہیں صدہا اومنی بس چلتی ہیں تین تین منٹ پانچ پانچ منٹ بعد اندر گروئنڈ ریلوے کے گاڑی چھوڑتی ہی اور پھر ہزارہا آدمی پیدل چلتا ہی تمام بازاروں و سڑکوں پر ہر وقت میلہ معلوم ہوتا ہی *

اندر گروئنڈ ریلوے ایک ایسی ریل ہی جو سوائے لندن کے کہیں نہیں چلتی ہی کراہے بھی اُسکا کم ہی اگر اندر گروئنڈ ریلوے اور اومنی بس لندن میں نہوں تو لوگوں کو بڑی تکلیف ہو اور مصارف روز مرہ بہت بڑے جاویں اور دوکانداروں و تجارت پیشہ اور بہت لوگوں کو تکلیف ہو لندن میں ایک شخص رہتا تو ایک جگہ ہی اور دوکان اُس کی دوسری جگہ آتھ دس میل کے فاصلہ پر ہی یا کسی کو کوئی چیز خریدنی ہی ایسی دوکان سے جو بارہ میل کے فاصلہ پر ہی تو اگر اندر گروئنڈ ریلوے یا اومنی بس نہو تو آدمی لت جاوے یہ روزانہ کی آمد رفت کا خرچ سوار ہی اُسکا دوالہ نکال دے اندر گروئنڈ ریلوے ایک ایسی ریل ہی جو زمین کے تالے چلتی ہی اسی طرح سے جس طرح ایر گروئنڈ ریلوے چلتی ہی — تمام لندن میں نیچے نیچے وہ ریل پھرتی ہی اُس کے اسٹیشن بہت قریب قریب ہیں اُس میں فرسٹ کلاس سکند کلاس تھرد کلاس کی گاڑیاں ہوتی ہیں محصول ہر درجہ کا جدا ہی ہر اسٹیشن پر تھرتی ہی مسافروں کو اُتارتی چڑھاتی چلتی ہی لیکن زمانہ قیام کا اکثر بہت کم ہوتا ہی فوراً مسافر کو اُترنا چاہیئے اور اسی طرح جڑھنا چاہیئے ذرا سی سستی و توقف میں رہ جاتا ہی *

ریٹرن ٹکٹ ایک روز کے واسطے اگر لو تو محصول میں تخفیف ہوتی ہی لیکن ریٹرن ٹکٹ ہو تو ضرور ہی کہ سیدھے اُس مقام پر جاؤ جہاں کا ٹکٹ ہی اور اسی طرح او اگر بیچ میں کسی اسٹیشن پر اُتر جاؤ تو وہ ٹکٹ دبی ہو جاوینا — دھوئیں کی وجہ سے گاڑیوں کے چمڑے کے گدوں پر تک سیاہی کا اثر ہو جاتا ہی سفید گدے کی خرابی ہی اور وہ تو سفید کپڑا وہاں پہنتے نہیں لیکن قمیص و کالر لگاتے ہیں ہاتھوں میں سیاہ یا پھوڑے داستانے ضرور پہنے جاتے ہیں نہیں تو تمام ہاتھ کالے ہو جاتے ہیں اندر گروئنڈ ریلوے کے سوار ہی

تندرستی کے لیئے مضر ہی سانس کے ساتھ دھواں ہیٹ میں جاتا ہی اور پھپھڑے کو بہت نقصان ہوتا ہی — ریل والوں نے انتظام ہر جگہ ایسا کیا ہی کہ دھواں نکل جاتا ہی جس جگہ اندر گروئنڈ ریلوے بند جگہ پر جاتی ہی یا جہاں اسٹیشن ہیں وہاں بڑے بڑے تابدان بنائے ہیں لیکن پور بھی دھوئیں کا اثر کہاں جاتا ہی اسلیئے طالب علموں کو بجائے اندر گروئنڈ ریلوے کے اومنی بس میں پونا زیادہ مناسب ہی *

لندن میں ایک محلہ ہی جرمن اسٹریٹ اُس میں ایک حمام نہایت بڑا وعمدہ ہی اُس کو ترکش ہاتھ کہتے ہیں چار شلنگ فی آدمی دینا ہوتا ہی اور اگر ایک مرتبہ بارہ مرتبہ کے لیئے ٹکٹ لیا جاوے تو بجائے ~~سے~~ شلنگ کے ~~سے~~ شلنگ دینے ہوتے ہیں دو ٹکٹ کے محصول کی تخفیف ہو جاتی ہی *

اول جاگو منیجر سے ٹکٹ لو اُسکو چار شلنگ دو تمہاری گھڑی یا جو کچھ تمہاری پاکت میں ہو وہ تم اُس کو دو وہ اُسکو بحفاظت رکھیکا پیر اندر جاؤ وہاں جاکر چوتھ اُتار ڈالو چوتھ رکھنے والا تمہارا چوتھ ایک الماری میں جس کے خانوں پر نمبر لکھے ہیں رکھیکا اور تمکو ایک ٹکٹ اُسی نمبر کا دیدیکا اُس کو اپنے پاس رکھو پور آگے جامہ خانہ ہی وہاں جاؤ کپڑے اُتار کر کپڑائی پر لٹکا دو حمام کا آدمی دو لنگیاں تمکو دیکا ایک دو باندھ دوسری کو کندھ پر ڈال لو *

یہ لنگیاں بہت چھوٹی ہوتی ہیں اچھی طرح سے بندہ نہیں سکتی ہیں انگریزی طریقہ کے موافق تو نہ کشف عورت کی پرواہ ہوتی ہی نہ ستر عورت کی † مگر ہسکو دقت تھی اس لیئے مینے اُن دونوں کو باندھا تھا — لنگی باندھ کر اندر حمام کے جاؤ وہ ایک بہت بڑا ہال ہی بیچ میں سنگ مر مر کا چبوترہ ہی اور ایک نہر ہی جسمیں سر نہ پانی ہی یہ نہر اُس ہال میں سے شروع ہوئی ہی اور جامہ خانہ کے صحن میں وہ ختم ہوئی ہی گرد ہال کے متعدد کمرے ہیں مگر سب کے دروازے اُسی ہال میں ہیں اس ہال کے بعض حصوں میں زیادہ گرمی اور بعض میں کم ہی کوسیاں کپڑے سے منڈھی ہوئی متعدد وہاں دھری ہیں اور بعض جگہ پر کپڑا بچھا ہی چاہو کوسیاں پر بیٹھو چاہو اُن کپڑوں پر لیٹو اول ہی جب جاؤ تو بڑی گرمی معلوم ہوتی ہی کرسی کا کپڑا ایسا گرم ہوتا ہی کہ دفعتاً آدمی بیٹھ نہیں سکتا مگر رفتہ رفتہ مستحکم ہو جاتا ہی یہاں نہانے والا تھوڑی دیر بیٹھا رہتا ہی تاکہ بدن میں خراب گرمی آوے اور پسینہ آنے لگے تھوڑی دیر جب ہو جاتی ہی تو حمامی نہندا پانی لاتا ہی کہ پیاس ہو تو پو اس پانی کے پینے سے اور بھی زیادہ پسینہ آتا ہی

† عورت جس کو ستر عوام کہتے ہیں یعنی وہ فحل جس کا تعاقب ضروری خیال کیا جاتا ہی اور درجہ لظہار میں گرمکا تھا چاہیے —

یہ کمرہ بہت گرم نہیں ہی — اُس سے بھی زیادہ گرمی میں بیٹھنا منظور ہو تو بڑے ہال کے اندر ایک اور کمرہ ہی اُس میں بینچ بچھی ہیں اور اُس پر گدے ہیں اگر اُس سے بھی زیادہ خواہش ہو تو اندر کے کمرہ کے اندر جاؤ گویا کمرہ در کمرہ ہی وہ تو نہایت ہی گرم ہی ایسا گرم ہی کہ میرا تو وہاں جاتے ہی دم گھٹنے لگا اور میں وہاں سے فوراً بھاگا لیکن میں نے دیکھا کہ وہ کمرہ میں لوگ بیٹھے لیٹے تھے مجھے تعجب تھا کہ کیونکر وہ وہاں بیٹھے لیٹے تھے حمید اللہ نے چاہا کہ وہاں بیٹھوں لیکن میں اُنکو بھی لے آیا کہ کہیں غش نہ آجائے ہر درجہ میں آگ لگا ہوا تھا جس سے گرمی کا اندازہ ہوتا تھا ایک عرصہ کے بعد حمامی پوچھتا ہی کہ آپ تیار ہو گئے جب غسل کرنے والا کہتا ہی کہ تیار ہوں تو حمامی اُس سنگ مرمر کے چبوترے پر اُسکو لیتا جاتا ہی اور لٹاتا ہی اور بدن کو ملتا ہی — کچھ میل بدن پر سے مل کے اور پھر کچھ کپسے سے اتراتا ہی (اُن لوگوں کو وہ مشمت مال کرنی نہیں آتی ہی جو ہماری دلی کے حمامی کرتے ہیں نہ وہاں کے نہانے میں وہ آرام بدن کو آتا ہی جو دلی کے حمامیوں سے آتا ہی) اُس کے بعد وہ ایک کمرہ میں لیتا جاتا ہی اور وہاں بالوں کو و بدن کو صابن ملتا ہی اور کچھ چیز ایسی ہوتی ہی جہاں دار جیسے ہمارے ملک میں (پتے) وہ بدن کو ملتا ہی اور نہانے والا پانی سے نہانا ہی یہاں گرم و سرد پانی ملتا ہی اُس کو سمولو و خوب نہاؤ تمام غسل کے بعد حمامی کہتا ہی کہ آپ فوارہ کے سامنے چلیں گے اگر منظور ہوا تو نہانے والا وہاں جاتا ہی چنانچہ ایک مرتبہ میں بھی مشتاق اُس فوارہ کا ہوا اور میں نے کہا کہ اچھا میں چلونگا وہ منجھو ایک کمرہ میں لیکھا وہاں کچھ اندھیرا سا تھا حمامی نے جاکر منجھو ایک جگہ کھڑا کر دیا اور فوارہ کی کل ہلا دی وہ فوارہ بطور ہزارہ کے تھا ایسا ہزارہ نہیں جیسا ہمارے شہر میں لڑکے چھوڑتے ہیں یا جس سے مالی پتولوں کو پانی دیتے ہیں وہ شاید ایک بڑی ڈھال سے بھی زیادہ معلوم ہوتا تھا اُس میں سے دفعتاً اس زور سے سرد پانی کی دھاریں میرے بدن کو لگیں کہ میں نے یہ جاننا کہ میرے بدن میں گیس گئیں میں فوراً وہاں سے ہٹا اور حمامی سے کہا کہ بھائی منجھو معاف کرو لیکن یورپین جنٹلمین اُسکی دھاریں خوب لیتے ہیں — میں وہاں سے نکلا حمامی نے منجھو رومال دیا میں نے بدن کو پونچھا اور اترنے کو ایک کپڑا دیا جسکو اڑھکر میں جامہ خانہ میں آیا — یورپین جنٹلمین بعد حمام کے گرم پانی کے نہانے کے بالکل ننگے اندر حمام کے اُس نہر میں کون پڑتے ہیں اور تیرتے ہوئے جامہ خانہ کے صحن میں نکل آتے ہیں اس حمام میں جس وقت ہم سب نہاتے تھے تو میں اور حمید اللہ تو لنگیاں باندھے نہاتے تھے اور یورپین جنٹلمین سب کپلے و بے تکلف تھے وہ جو مثل ہی کہ ایک حمام میں سب ننگے اُسی حمام میں ٹھیک ٹھیک صادق تھی نہانے کے بعد جامہ خانہ میں آکر کڑے پہنو اور دل چاہے تو چاہ پو آدمی موجود ہی

حکم دو کہ چار لاؤ وہ چار لایکا — سکس پیئس دیدو اگر یہ ضرورت ہو کہ بال کترواؤ تو حجام موجود ہی اُسکی دوکان میں جاؤ مکان نہایت صاف ہی کرسیاں بچھی ہیں آئیے لے لے ہیں سنگ مرمر کی میزیں لگی ہیں وہاں بیٹھو حجام تمہارے بال کتربیکا اور پھر ایک نال کے ذریعہ سے جسقدر بال کترے ہوئے چھوٹے موٹے سر میں رکھئے ہیں اُنکو صاف کرلیکا اور اگر کہوگے تو تیل بھی نہایت خوشبودار ڈاللیکا ایک شلنگ اس تمام کام کا معاوضہ تمکو دینا ہوگا پھر کپڑے پہنکو اُس جگہ آؤ جہاں جوتا اوتارا تھا نکمت دو وہ تمہارا جوتا تمکو دینا چوتہ پہنکر باہر آؤ اپنی امانت منیجر سے لو اور گھر چلے آؤ *

لندن کی مشہور عمارات میں سے سینٹ پال (یہ ایک بڑا گرجا ہی) بھی ہی مگر وہ بات اسمیں نہیں ہی جو میلان کے گرجا ورنیس کے گرجا کی ہی لیکن بجائے خود نہایت عمدہ و عظیم الشان ہی *

لندن برج (پل) بھی لائق دیکھنے کے ہی یہ پل نہایت مستحکم و خوش نما ہی *

میتام تیسوسات

لندن میں بیکراستریٹ میں ایک مکان ہی اور اُس میں موم کی پورے قد کی مورتیں دنیا کے اکثر مشہور و نامور لوگوں کی ہیں داخلہ کے لیئے ایک شلنگ کا ٹکٹ ہی یہ تصویریں ایسی عمدہ ہیں کہ نہایت مشکل سے آدمی یہ خیال کرسکتا ہی کہ یہ موم کے پتلے کپڑے ہیں وہ پتلے صاف ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے اصلی آدمی تم خوب دل میں یقین کرکے باہر سے اندر جاؤ کہ ہم موم کی مورتیں دیکھنے جاتے ہیں اور ہرگز ہم دھوکہ نہ کھاویں گے لیکن جس وقت تم اندر گھسو گے اور تمہاری آنکھ مورتوں پر پڑیگی تم جانو گے کہ یہ تو اصلی آدمی ہی دفعتاً تو یہ ہی حال ہوگا دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ کیا صنعت کی ہی ہر تصویر مناسب و مکلف لباس پہنے ہوئے ہی *

اسکاتلینڈ

اسکاتلینڈ پہاڑی ملک ہی مگر پہاڑ اُسکے خوشنما و مسطح بطور سلامی کے ہیں بلند زیادہ نہیں ہیں اسکاتلینڈ میں سب سے عمدہ شہر ایڈمبرا ہی یہ شہر نہایت ہی خوبصورت و صاف اور خوش فضا ہی آب و ہوا نہایت اچھی ہی عمارات کا طرز خوب ہی بازار و سڑکیں وسیع ہیں — چند مقامات وہاں مشہور و لائق دیکھنے کے ہیں نلسن یادگار مینار خوبصورت عمارت ہی یہ مینار کچھ بہت بلند نہیں ہی ایک سو ساٹھ تخمیناً اُس کی میڑعیاں ہیں اُسی سے بلندی کا اندازہ ہوسکتا ہی لیکن ایڈمبرا میں جو جاتا ہی وہ اُسکو دیکھتا ہی وہ ایک مرتفع موقع پر بنایا گیا ہی جب اُسکے آریز چڑھو تو تمام شہر خوب دکھائی دیتا ہی — کوئٹن میری کا محل بھی وہاں ہی وہ پانچ کمرے ہیں سب چھوٹے ہیں ملاقات کا کمرہ اور سونے کا کمرہ اُن میں کچھ بڑے ہیں

کوئی شان و شوکت و تکلف اُن کمروں میں پایا نہیں جاتا ہی - سونے کے کمرے میں کوئی میز کی سونے کا پلنگ اور بچھونا اور اوزھنا بستور رکھا ہی بچھونا اوزھنا اور تہ لم سامان پلنگ کا اب بہت پرانا ہو گیا ہی ایک کمرہ میں آتش دان کے اندر ایک لوہے کی بہت بھدی بنی ہوئی انکیٹھی لگی ہوئی ہی کہتے ہیں کہ یہ اول ہی انکیٹھی ہی جو یورپ میں یا شاید اسکاتلینڈ میں بنی تھی — منجملہ ان کمروں کے ایک وہ کمرہ بھی ہی جس میں جیمس اول جو مشہور بادشاہ ہوا ہی پیدا ہوا تھا اس کمرہ کو مینے پیمائش کیا تھا نو یا دس فیت طبل میں اور اسقدر عرض میں تھا کوئی میز کی رفیق کا اُس کے سامنے جہاں خون گرایا گیا تھا اُس موقع کو بھی ہم نے دیکھا وہ کمرہ بھی اُنہیں پانچ کمروں میں سے ہی — میوزیم جو یہاں ہیں اُن میں کوئی خاص بات لائق تذکرہ کے نہیں ہی ایک بہت پرانا کتبیدار (بڑا گرچا) یہاں ہی لیکن کوئی خاص عمدگی اُسکی عمارت میں نہیں ہی ہاسپتال یہاں متعدد ہیں اُن میں سے چارج ہیرویت کا ہاسپتال لائق ذکر کے ہی چارج ہیرویت ایک جودھوی تھا اُس کے خاص روپیہ سے اُس کی تعمیر کی گئی ہی یہ مکان بڑا اور مستحکم و خوشنما ہی اُس میں ایک طرف گرچا بھی بنا ہوا ہی رھنے کے مکانات نہایت مضبوط ہیں صرف مکان ہی تعمیر نہیں ہوا ہی بلکہ اُس کے مصارف کے واسطے جائداد بھی اُس نے دی ہی جس کی آمدنی سے آج تک اُسکے تمام مصارف ہوتے ہیں یہ مکان اُس کا یاد گار ہی ایک سمت میں دیوار پر ایک ٹیٹھ بھی اُس کی یاد گار کی علامت لگا ہوا ہی جب میں اُسکو دیکھ رہا تھا تو مہرے سامنے مدرسۃالعلوم کا نقشہ تھا اور میں یہ کہتا تھا کہ اے خدا ہمارے ملک میں ہمارے مدرسۃالعلوم کے واسطے بھی چارج ہیرویت کی ہمت کے سے لوگ فیاض پیدا کردے — یونیورسٹی کا مکان ایڈمبرا کا بہت خوب ہی دوہزار آٹھ سو طالب علم تھیں اُس میں تعلیم پاتے ہیں لایویوی بھی بڑی عمدہ ہی ایڈمبرا کے باشندے متین معلوم ہوتے تھے بظاہر وہاں کے لوگ زیادہ دولت مند نہیں ہیں یا کثافت شعار ہیں بہت ہی کم اُس لباس میں یا ایسی سواریوں پر دیکھے گئے جن میں لندن کے اشرافوں کو دیکھا — کچھ ایڈمبرا ہی پر نہیں تمام اسکاتلینڈ کے اُن شہروں میں جن میں میں پیرا منجھک دولتمندی کے وہ آثار نہیں دکھائی دیتے جو انگلستان میں ہیں — نائے پاؤں عورتوں و بچوں کو پھرتے ہمارے وہاں دیکھا چہرے کے خراب مکان ہمارے اُس ملک میں دیکھے بعض شہروں کے بعض متعلیوں میں جو ہمارا گھر ہوا تو ہم کو اپنی دلی کی سبزی منڈی کے ٹوٹے ٹکڑوں کا اور نصف منہم مکانات کا لطف آگیا چماروں کی بستی باد آگئی *

دنڈی و گلاس گو

دنڈی و گلاس گو اسکاتلینڈ کے مشہور شہر ہیں تجارت اُن میں بہت ہی دونوں اب دریا واقع ہیں جہازوں کی آمد و رفت ہی اگرچہ دونوں شہر بڑے ہیں مگر گلاس گو دنڈی

سے زیادہ بڑا اور بہت آباد ہی کلوں کے کارخانے ان دونوں شہروں میں ہیں لیکن گلاس گو میں کثرت ہی گلاس گو تجارت و کارخانوں و کلوں کے باب میں اسکاٹلینڈ میں اور مینچسٹر انگلینڈ میں ایک ہی حالت پر ہیں *

ذندقی کے کارخانہ والوں نے اپنے ہاں یہ نہایت ہی خراب طریقہ اختیار کیا ہی نہ کسی شخص کو اپنے کارخانوں میں جانے کی اور دیکھنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔۔۔ مینچسٹر و گلاس گو میں ہم کارخانوں میں گئے اور تفصیل سے ہم نے اُن کو دیکھا لیکن ذندقی میں ہم کو یہ موقع کمی طرح حاصل نہوا ذندقی میں ایک بڑا پل ہی استدر بڑا پل ہم نے نہیں دیکھا لیکن اس میں تعمیر کے وقت کوئی نقص ایسا ہو گیا نہ اُس کے چند در منہدم ہو گئے اور اب وہ اُسی منہدم حالت پر کھڑا ہوا ہی *

گلاس گو میں شہر ہی دھواں کلوں کی وجہ سے اُس میں بہت ہی آب دھوا بہی اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ اسی گلاس گو میں جہاں ہم نے چینی کے ظروف بننے کا اور شیشہ کا اور اور کارخانے دیکھے اُنہیں میں ایک وہ کارخانہ بھی ہماری نظر سے گذرا جہاں کیاٹ بنائی جاتی تھی۔ گلاس گو میں ایک دوکان میں بسکت و مٹھائی بنانے والے کے ہم گئے اُس نے ہم کو تمام اپنے کارخانہ کی سیر کرائی جو مٹھائی و بسکت وغیرہ اُس وقت اُس دوکان میں تیار تھے اُن کو میں نے پوچھا کہ یہ کس قدر قیمت کا مال تیار ہی اُس نے کہا کہ مال روانہ ہر چکا ہی یہ باقی رہ گیا ہی یہ بقیہ کوئی سازھے تین لاکھ روپیہ کا ہوگا اسی گلاس گو میں ہم نے وہ عظیم الشان دخانی جہاز دیکھا جو شہنشاہ روس کی فرمایش سے وہاں تیار ہوا تھا جسوقت وہ جہاز دریا میں ڈالا گیا تھا تو بڑی خوشی ہوئی تھی جسکا اشتہار اخباروں میں سب نے پڑھا ہوگا یہ جہاز ہوا کھانے کا ہی اور استدر بڑا ہی کہ اب تک اتنا بڑا جہاز کوئی نہیں بنا ہی یہ ایسی حکمت سے بنایا گیا ہی کہ اُس میں حرکت نہایت ہی کم ہوگی سی سکس سے اُس میں بالکل محفوظی ہوگی۔ میں تمام اُس کے کمروں و باندوں میں پیرا مینے ایسا خوبصورت و وسیع جہاز کوئی نہیں دیکھا میں کیا جو تجربہ کار ہیں اُن کا قول بھی یہ ہی کہ ایسا عمدہ و خوبصورت سیر کا دخانی جہاز اب تک نہیں بنا جس کارخانہ میں وہ جہاز گلاسگو میں بنتا تھا وہ ایک کمپنی کا عظیم الشان کارخانہ تھا۔ ایک لکھ کا کارخانہ ہم نے وہاں دیکھا اُس میں کلوں کا استعمال دیکھ کر عقل حیران ہوتی تھی! عجیب و غریب قسم کی کلیں تھیں اور جو جو کام اُن سے ہوتے تھے اگر میں اُن کو لکھوں تو ایک مختصر کتاب ہو جاوے *

انورنس

انورنس بی بی اسکاٹلینڈ کا ایک مشہور شہر ہی لیکن یہ کچھ بہت بڑا شہر نہیں ہی نہ اور کوئی خاص چیز وہاں عمدہ و لائق دیکھنے کے ہی *

کریفا

یہہ بھی اسکاتلینڈ کا قصبہ ہی مشہور ہی کہ یہاں کی آب و ہوا عمدہ ہی یہاں ایک مکان خوبصورت البتہ ہی جس میں دو سو مسافر مقیم ہو سکتے ہیں کہاتا اُن کو ملتا ہی و رہنے کو کمرہ تین پونڈ ہو ہفتہ کھانے و رہنے کی بابت ہر شخص سے لیا جاتا ہی لان ٹیکس کھیلنے کا میدان اچھا ہی ہمارے دوست کپتان راس صاحب اور اُن کی میم صاحب اور بہن وہاں عرصہ تک رہے تھے ہم اُنہیں سے ملنے سو وہاں گئے تھے *

پرتھہ

یہہ بھی ایک قصبہ کے طور سے ہی مختصر آبادی ہی ہوٹل اُس کے سب خراب ہیں اس لائق نہیں ہی کہ وہاں کوئی تدریجاً جاوے یا رہے الا ضرورت کوئی چیز وہاں عمدہ لائق دیکھنے کے نہیں ہی ہم ایک شب وہاں رہے تھے مگر آخر کو پچھتاؤ کہ ناسحق رہے *

ایڈرڈین

یہہ بھی مشہور شہر ہی اسکاتلینڈ کا — آبادی اُسکی اچھی ہی لب دریا واقع ہی یہاں بھی ایک یونیورسٹی ہی قدیم اور اُسکے متعلق لائبریری ہی لائبریری کا کمرہ بڑا ہی مگر یہہ پہلے نہیں تھا سنہ ۱۸۶۳ع میں یہہ کمرہ تیار ہوا ہی یہاں دو کالج ہیں — ایک فائنام مارسل کالج ہی دوسرے کا نام ٹیکشن کالج ہی — ایک بہت پرانا کونڈٹرل بھی یہاں ہی جسکا بڑا حصہ کرام رول نے برباد کر دیا تھا — ٹون ہال بھی ایک خوبصورت مکان وہاں ہی یہاں ایک مختصر سا کارخانہ اندھوں کا ہی اُس میں سب اندھے کام کرتے ہیں رسواں بتتے ہیں ٹوکریاں بکس اور چھوٹے چھوٹے خوبصورت بود کی و تنکوں کی چیزیں بجاتے ہیں — اپنے کارخانہ میں ایسے بلا تکلف پھرتے ہیں جیسے آنکھوں والے ایڈرڈین میں بھی دریا ہی اور اُس کا پل وہاں مشہور ہی لیکن مجھکو تو نہ اُس دریا کی کچھہ وقعت معلوم ہوئی نہ پل کی — وہ دریا ہمارے ملک کی چھوٹی ندی کی برابر شاید ہوگا اور پل بھی کچھہ ایسا ہی سا تھا — اگر ایڈرڈین والے ہندوستان میں آویں اور گنگا جمنہ کو دیکھیں گنگا جمنہ کو جانے دو رام گنگا ہی کو دیکھیں پھر شاید اُس دریا کی اور اُس پل کی بہت وقعت نہ کریں *

اُوبن

یہہ بھی مختصر آبادی ہی پہاڑ کے نیچے پہاڑ یہاں کا بہت اُونچا نہیں ہی اور مسطح ہی بڑا خوبصورت بلحاظ آب و ہوا کے یہہ مقام نہایت پسندیدہ شمار ہوتا ہی آبادی لب نہر واقع ہی آبادی کو پہلکی روز بروز ترقی ہی جدید آبادی کے آثار نمایاں ہیں الکزنڈر! ہوٹل یہاں نہایت عمدہ ہی اور بھی ہوٹل ہیں مگر ویسے نہیں ہیں سب سے ناص ہوٹل

سے زیادہ بڑا اور بہت آباد ہی کلوں کے کارخانے ان دونوں شہروں میں ہیں لیکن گلاس گو میں کثرت ہی گلاس گو تجارت و کارخانوں و کلوں کے باب میں اسکاٹلینڈ میں اور مینچسٹر انگلینڈ میں ایک ہی حالت پر ہیں *

دنتی کے کارخانہ والوں نے اپنے ہاں یہ نہایت ہی خراب طریقہ اختیار کیا ہی کہ کسی شخص کو اپنے کارخانوں میں جانے کی اور دیکھنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ مینچسٹر و گلاس گو میں ہم کارخانوں میں گئے اور تفصیل سے ہمنے اُن کو دیکھا لیکن دنتی میں ہمکو یہ موقع کسی طرح حاصل نہرا دنتی میں ایک بڑا پل ہی استقر بڑا پل ہمنے کہیں نہیں دیکھا لیکن اس میں تعمیر کے وقت کوئی نقص ایسا ہوگیا نہ اُسکے چند در منہدم ہو گئے اور اب وہ اُسی منہدم حالت پر کھڑا ہوا ہی *

گلاس گو میں شہر ہی دھواں کلوں کی وجہ سے اُس میں بہت ہی آب و ہوا بھی اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ اسی گلاس گو میں جہاں ہمنے چینی کے ظروف بننے کا اور شیشہ کا اور اور کارخانے دیکھے اُنہیں میں ایک وہ کارخانہ بھی ہماری نظر سے گذرا جہاں کھانہ بنائی جاتی تھی۔ گلاس گو میں ایک دوکان میں بسکت و مٹھائی بنانے والے کے ہم گئے اُس نے ہمکو تمام اپنے کارخانہ کی سیر کردائی جو مٹھائی و بسکت وغیرہ اُس وقت اُس دوکان میں تیار تھے اُن کو میں نے پوچھا کہ یہ کس قدر قیمت کا مال تیار ہی اُسنے کہا کہ مال روانہ ہو چکا ہی یہ باقی رہ گیا ہی یہ بقیہ کوئی ساڑھے تین لاکھ روپیہ کا ہوگا اسی گلاس گو میں ہمنے وہ عظیم الشان دخانی جہاز دیکھا جو شہنشاہ روس کی فرمایش سے وہاں تیار ہوا تھا جسوقت وہ جہاز دریا میں ڈالا گیا تھا تو بڑی خوشی ہوئی تھی جسکا اشتہار اخباروں میں سب نے پڑھا ہوگا یہ جہاز ہوا کھانے کا ہی اور استقر بڑا ہی کہ اینک اتنا بڑا جہاز کوئی نہیں بنا ہی یہ ایسی حکمت سے بنایا گیا ہی کہ اُس میں حرکت نہایت ہی کم ہوگی سی سکس سے اُس میں بالکل محفوظ ہی ہوگی۔ میں تمام اُس کے کمروں و برانڈوں میں پورا مینے ایسا خوبصورت و وسیع جہاز کوئی نہیں دیکھا میں کیا جو تجربہ کار ہیں اُن کا قول بھی یہ ہی کہ ایسا عمدہ و خوبصورت سیر کا دخانی جہاز اب تک نہیں بنا جس کا کارخانہ میں وہ جہاز گلاسگو میں بنتا تھا وہ ایک کمپنی کا عظیم الشان کارخانہ تھا — ایک لکھ کا کارخانہ ہم نے وہاں دیکھا اُس میں کلوں کا استعمال دیکھکر عقل حیران ہوتی تھی۔ عجیب و غریب قسم کی کلیں تھیں اور جو کام اُن سے ہوتے تھے اگر میں اُن کو کہوں تو ایک مختصر کتاب ہو جاوے *

انورنس

انورنس بھی اسکاٹلینڈ کا ایک مشہور شہر ہی لیکن یہ کچھ بہت بڑا شہر نہیں ہی نہ اور کوئی خاص چیز وہاں عمدہ و لائق دیکھنے کے ہی *

کریفا

یہ بھی اسکاتلینڈ کا تصبہ ہی مشہور ہی کہ یہاں کی آب و ہوا عمدہ ہی یہاں ایک مکان خوبصورت البتہ ہی جس میں دو سو مسافر مقیم ہو سکتے ہیں کھانا اُن کو ملتا ہی و رہنے کو کمرہ تین پونڈ ہو ہفتہ کھانے و رہنے کی بابت ہر شخص سے لیا جاتا ہی لان ٹیفس کھیلنے کا میدان اچھا ہی ہمارے دوست کینان داس صاحب اور اُن کی مہم صاحب اور بہن وہاں عرصہ تک رہے تھے ہم انہیں سے ملنے نو وہاں گئے تھے *

پرتھہ

یہ بھی ایک تصبہ کے طور سے ہی مختصر آبائی ہی ہوٹل اُس کے سب خراب ہیں اس لائق نہیں ہی کہ وہاں کوئی تفریبتاً جاوے یا رہے الا ضرورت کوئی چیز وہاں عمدہ لائق دیکھنے کے نہیں ہی ہم ایک شب وہاں رہے تھے مگر آخر کو پچتائے کہ ناحق رہے *

ایڈرڈین

یہ بھی مشہور شہر ہی اسکاتلینڈ کا — آبائی اُسکی اچھی ہی لب دریا واقع ہی یہاں بھی ایک یونیورسٹی ہی قدیم اور اُسکے متعلق لائبریری ہی لائبریری کا کمرہ بڑا ہی مگر یہ پہلے نہیں تھا سنہ ۱۸۶۳ع میں یہ کمرہ تیار ہوا ہی یہاں دو کالج ہیں — ایک کا نام مارسل کالج ہی دوسرے کا نام ٹیکشن کالج ہی — ایک بہت پرانا کتھوٹرل بھی یہاں ہی جسکا بڑا حصہ کرام ول نے برباد کر دیا تھا — ٹرن ہال بھی ایک خوبصورت مکان وہاں ہی یہاں ایک مختصر سا کارخانہ اندھوں کا ہی اُس میں سب اندھے کام کرتے ہیں رسواں بتتے ہیں ٹوکریاں بکس اور چھوٹے چھوٹے خوبصورت بھد کی و تنکوں کی چیزیں بگاتے ہیں — اپنے کارخانہ میں ایسے بلا تکلف پھرتے ہیں جیسے آنکھوں والے ایڈرڈین میں بھی دریا ہی اور اُس کا پل وہاں مشہور ہی لیکن مجھکو تو نہ اُس دریا کی کچھ وقعت معلوم ہوئی نہ پل کی — وہ دریا ہمارے ملک کی چھوٹی ندی کی برابر شاید ہوگا اور پل بھی کچھ ایسا ہی سا تھا — اگر ایڈرڈین والے ہندوستان میں آویں اور گنگا جمنہ کو دیکھیں گنگا کو جالے دو رام گنگا ہی کو دیکھیں پھر شاید اُس دریا کی اور اُس پل کی بہت وقعت نہ کریں *

اُوبن

یہ بھی مختصر آبائی ہی پہاڑ کے قریب یہاں کا بہت اُونچا نہیں ہی اور سطح ہی بڑا خوبصورت بلعظ آب و ہوا کے یہ مقام نہایت پسندیدہ شمار ہوتا ہی آبائی لسنہر واقع ہی آبائی کو پہلکی روز بروز ترقی ہی جدید آبائی کے آثار نمایاں ہیں الکونڈرا ہوٹل یہاں نہایت عمدہ ہی اور بھی ہوٹل ہیں مگر ویسے نہیں ہیں سب سے ناقص ہوٹل

مہرے نزدیک اوبن ہوٹل ہی خدا اُس میں کمی پہلے مائس کو نلیتجوارے میں الکذفٹرا ہوٹل میں تھرا تھا لیکن شامت اعمال سے ایک وقت تجربہ کے طور سے اوبن ہوٹل میں کچھ بطور تنقل کے جا کر کھایا تھا *

انورنس سے ہم اوبن گئے تھے کالڈرنہن کھنل میں ایک دخائی بوت میں سوار تھے یہ کھنل (نہر) دو پہازوں کے بیچ میں ہی دونوں طرف پہاز مسطح سبز نہایت ہی لطف دکھاتے تھے اسکاتلینڈ کی سبزی دنیا میں مشہور ہی فی التحقیقت ایسی خوشنما سبزی مسطح پہازوں پر کہیں دیکھنے میں نہیں آتی ہی دور سے لوگ خاص اُسی کے دیکھنے کو آتے ہیں اس کھنل میں ہم نے صبح سے شام تک سفر کیا تھا بیچ میں ایک مقام تھا جہاں پانی ایک سوراخ سے گرتا تھا وہاں بوت ٹھہر گیا سب سیر کرنے والے اُسکو دیکھنے گئے ہم بھی گئے یورورین جنٹلمین اُس کو ایک عجیب چیز خیال کرتے تھے لیکن جو ہندوستان میں فیٹی تال کے پہاز پر گیا ہوا اُس نے متعدد جگہ اُس تسم کا پانی گرتے دیکھا ہوا اسلامیہ مجھکو وہ کچھ بہت پسند نہ تھا فیٹی تال کے وہ مواقع جہاں پانی گرتا ہی یا جھرتا ہی اُس موقع سے زیادہ خوشنما ہیں *

اسکاتلینڈ میں سب سے زیادہ عمدہ چیز جو دیکھنے و سیر کے لائق ہی وہ ایکس (جھیلیں) ہیں متعدد جھیلیں ہیں لیکن لاج لومند و لاج کیترن بہت بڑی و خوبصورت جھیلیں ہیں ہر ایک جھیل کئی کئی میل میں ہی اور ہر طرف جھیلوں کے وہی مسطح سبز پہاز واقع ہیں جو لطف اُس پانی کا اور اُن پہازوں کا ہی وہ وہی شخص جان سکتا ہی جو اُن جھیلیں میں پھرا ہو — ان دونوں جھیلوں میں بوت میں بیٹھ کر ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہیں بوت تمام جھیل میں ہر طرف پھرتا ہی اور سیر کرنے والوں کو سیر کروانا ہی *

ایر گروئڈ ریلوے لندن میں بہت ہیں رفتار بھی بہت تیز ہی فلائنگ ٹرین ایکسپرس ٹرین نہایت تیز جاتی ہی ایک کھنٹہ میں پتچاس میل پچپن میل تک رفتار ہی یہ تیز رفتار ٹرین ہر دو اسٹیشن پر نہیں ٹھہرتی ہی اکثر اسٹیشنوں کو چھوڑتی چلی جاتی ہی خاص خاص اور معینہ اسٹیشنوں پر قیام ہوتا ہی، اسٹیشنوں پر کھانے کو کچھ مٹھائی اور شواب اور پانی ملتا ہی بڑے بڑے اسٹیشنوں پر ہوٹل کے طور سے کھانے کے واسطے کمرہ بھی ہی — گزریاں سواری کی ایسی آسائش کی نہیں ہیں جیسی ہمارے ہندوستان میں ہیں نشست گزریوں میں دو سمت ہوتی ہی اور ہر سمت میں چار چار سمت ہوتی ہیں مسافر ہرگز آرام سے لیٹ یا سو نہیں سکتا غسلخانہ نہیں خانہ پا نہیں — جس طرح ہمارے ملک میں فرسٹ کلاس میں عمدہ غسلخانہ و خانہ پا ہوتا ہی تمام پہنچ ایک آدمی کو رات کے سونے کو ملجاتا ہی یہ لندن میں نہیں ہی *

یہ کچھ انگلینڈ و اسکاٹ لینڈ ہی کی ریل میں خصوصیت نہیں ہی فرانس و اٹلی و مصر کی گاڑیاں بھی اُسی قسم کی ہوں بڑے سفر میں کبھی کبھی بعض گاڑیاں ایسی ہوتی ہیں کہ اُن میں سونے کے لیٹے سیٹ ملتی ہی کرایہ کچھ زیادہ دینا ہوتا ہی لیکن وہ نشست ایسی خراب ہوتی ہی کہ آرام سے نیند نہیں آسکتی — بعض بعض اسٹیشنوں پر انگلستان کے پیشاب کی جگہ اور پاخانہ کی جگہ بنی ہوئی ہیں مگر وہ نہایت میلے کھوں کھوں اچھے بھی ہی — اس باب میں فرانس کی حالت قابل تعریف کے ہی فرانس میں اسٹیشنوں پر تم ایک کمرہ دیکھو گے کہ اُس میں سنگ مرمر کی منہ دھونے کی سانچچھاں دیوار میں ہوں کل میں سے اُنہیں پانی آتا ہی تولی دھاں رکھی ہوں آئینہ لگا ہی برش و صابن موجود ہی اُسکے قریب کمرہ میں پیشاب کی جگہ نہایت نفیس ہی اور پاخانہ بھی صاف ہی جہاں سنگ مرمر کا فرش ہی پاخانہ جاؤ خواہ پیشاب کر دھاں سے نکلے ہاتھ دھو منہ دھو تولی سے پونچھو برش کر دھاں میں اور کپڑوں پر اور تازہ دم ہو کر اگر کچھ کھانا ہو کھاؤ نہیں ریل میں سوار ہو جاؤ — اٹلی میں بھی اس قسم کا انتظام متعدد بڑے بڑے اسٹیشنوں پر مینے دیکھا — اٹلی کی ریل پر جو مڈان سے ہرنڈزی کو آتی تھی مینے دریافت کیا — مڈان سے جب میں چلا تو مینے اُس گاڑی میں ایک سیٹ لی جو سونے کی گاڑی کے نام سے مشہور ہی وہی سیٹ مجھ کو ملی جس کا حال مینے لکھا کہ آدمی اُسپر لیٹ تو جاسکتا ہی مگر آرام سے سو نہیں سکتا اُس سیٹ کو قریب قریب اُس صورت کے سمجھنا چاہیئے جیسے آرام چوکی ہوتی ہی میں یہ سمجھا تھا کہ گو روپیہ زیادہ دینا پڑیگا مگر آرام سے رات کو نیند تو آویگی لیکن یہ مطلب خوب طرح سے حاصل نہوا صرف یہ تو بات تھی کہ تمام گاڑیوں اکٹلا میں تھا یہ بھی میرا خیال تھا کہ اُس میں پاخانہ ضرور ہوگا لیکن جب مینے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ پاخانہ اُس میں نہیں ہی لیکن چونکہ مینے گاڑی سے پاخانہ پوچھا تھا اُسے کہا کہ اس نشست کی گاڑیوں تو پاخانہ نہیں ہی مگر اس ٹرین میں ایک خاص گاڑی ہی جسکا ایک درجہ پاخانہ ہی جب تمکو ضرورت ہو تو تم اپنی گاڑی سے اُتر کر اُس میں چلے جانا — اُس درجہ کو گاڑی کے جس میں پاخانہ تھا مینے جا کر دیکھا وہ درجہ دو حصوں پر منقسم تھا اول حصہ میں بطور کرسی کے نشست تھی گدا اُسپر تھا اور کھونٹھی لگی ہوئی تھی کہ اطمینان سے دھاں کپڑا آدمی اوتارے اور لٹکا دے — دوسرے حصہ میں کود تھا اور پانچکا ٹل اُس کے قریب لگا ہوا تھا — ایک دوسری ٹرین میں اٹلی کے مینے ایک عجیب بات دیکھی — اُس ٹرین میں اُس قسم کی گاڑی خاص پاخانہ کی نہیں تھی لیکن گاڑی نے مجھ سے کہا تھا کہ اس میں ایک گاڑی ہی اور اُس میں مسافر ہوں نشست کے نیچے اُس میں پاخانہ پورے کی جگہ بنی ہوئی ہی جس کسی کو ضرورت ہو وہ گاڑی سے اسٹیشن پر گئے گا اُس کو

اُس گاڑی کے اندر لیجاتا ہی اور جو مسافر اُس میں بیٹھے ہوتے ہیں اُن سے کہتا ہی کہ آپ اس گاڑی سے دوسری جگہ چلے چلوں اُن صاحب کو ضرورت ہی وہ مسافر بے حجت اُس میں سے اتر کر دوسری گاڑیوں میں چلے جاتے ہیں پھر جب دوسرا اسٹیشن آتا ہی تو ہر ایک بدستور اپنی اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ جاتا ہی ۔ یہ دونوں حالتیں اٹلی کی ترین میں مہینے دیکھیں اور کہیں نہیں ۔ اٹلی کی عملداری میں جو ریل مڈان سے برنڈزی کو آتی ہی اُس میں دو باتیں بڑی عجیب و غریب ہیں اول پہاڑ میں سوراخ کیا گیا ہی اور اُس میں سے ریل گاڑی جاتی ہی پہاڑ میں سوراخ کا ہونا کچھ عجیب بات نہیں ہی ایسا تو بہت جگہ ہی لیکن وہ خاص موقع تعجب انگیز و عجیب اسلئے ہی کہ وہ سوراخ اس قدر طویل ہی کہ قریب بیس ملت کے اُس میں ترین چلتی ہی ۔ دوم پہاڑ پر اس قدر اونچا ریل کو لیگئے ہیں جو تخمیناً دو تین ہزار فیت سے کم نہوگا بلکہ کچھ زیادہ ہوگا ۔ اور یہ اندازہ مہینے اس طرح کیا ہی کہ وہاں برف کا بھی پہاڑ ہی یعنی ایک پہاڑ ہی جس پر برف دھائی دیتی تھی اور یہ برف بارہ مہینے اُس مقام پر رہتی ہی یہ قاعدہ ہی کہ برف ہمیشہ اُس جگہ رہ سکتی ہی جو آٹھ ہزار فیت زمین سے بلند ہو ۔ پس جس جگہ ہماری ریل چلتی تھی اُس جگہ سے وہ برف کا پہاڑ تخمیناً چار پانچ ہزار فیت اونچا معلوم ہوتا تھا ۔ واپسی کے وقت مہینے بلونیا کو بھی دیکھا یہ بھی اٹلی کا مشہور شہر ہی مڈان اور برنڈزی کے بیچ میں ہی شہر پر تمول کی حالت نہیں ہی اٹلی بمقابلہ انگلستان و فرانس کے مجلس ملک ہی آدمی یہاں قدر آدم دیکھنے میں آئے رنگت میں لوگوں کی ایسی سفیدی نہیں ہی جیسی لندن و فرانس کے لوگوں میں ۔ لباس انگریزی طور کا سب پہنتے ہیں مگر عورتوں کے سر پر انٹریشمی رومال ہوتا ہی عورتوں کی رنگت میں و صورت میں ملاحظت ہی آنکھیں و بال بھی اکثر سیاہ ہوتے ہیں لوگوں کا انہیں وجہ سے یہ قول ہی کہ اٹلی میں حسن و خوبصورتی زیادہ ہی ملک میں سردی بھی بہت نہیں ہوتی ہی آب و ہوا ملک کی نہایت عمدہ ہی تفریح و تفرستی کے لیئے اور ملکوں سے یورپ کے لوگ وہاں آتے ہیں و رہتے ہیں ۔ پتھر کا کام جیسا اس ملک میں عمدہ ہوتا ہی ایسا کسی ملک میں نہیں ہوتا ہر چیز پتھر کی اس ملک میں دوسرے ملکوں سے سستی ہی ۔ مونکا جسقدر کثرت سے اٹلی کے ملکوں میں دیکھا اسقدر لندن اور پیورس میں نہیں دیکھا ۔ تصویر کا فن بھی یہاں کا مشہور ہی اور جیسی سستی تصویریں یہاں بنتی اور بکتی ہیں اور کسی جگہ لندن یا فرانس میں نہیں ہیں ۔ گو علم موسیقی آج کل جرمن میں زیادہ ہو گیا ہی مگر اٹلی ہی اُسکا معدن تصور کیا جاتا ہی مگر چونکہ ملک میں دولت کے واسطے شاید کم ہیں اسلئے لوگوں میں تمول کی حالت نہیں معلوم ہوتی اور اس وجہ سے اٹلی میں ملزم جس کم تنخواہ پر مل

سکتا ہی انگریز کبھی نہیں مل سکتا۔ اٹلی میں کشتکاری بذریعہ بیلوں کے ہوتی ہی انگلینڈ میں اور اسکاٹ لینڈ میں گھوڑوں سے۔ انگلستان میں ہر قسم کی بار کشی گھوڑوں سے کرتے ہیں مگر جو گھوڑے کہ بیلوں کی جگہ بار کشی کرتے ہیں وہ ہزاروں روپے کی قیمت کے ہوتے ہیں میں دایمی کے وقت لندن سے ۲۴ ستمبر سنہ ۱۸۸۰ء کو گیارہ بجے روانہ ہوا تھا غروب آفتاب کے بعد پیرس پہنچا شبکو گرینڈ ہوٹل میں قیام کیا ۲۴ کو قریب دو پہر کے پیرس سے روانہ ہوا ۲۵ کو پانچ بجے کے قریب بلونیا پہنچے شب کو ہوٹل میں قیام کیا ۲۶ کو درپہر کے قریب وہاں سے چلے ۲۷ کی شبکو پانچ بجے برنڈزی پہنچا۔ ۲۸ کو قریب آٹھ بجے کے ہمارا جہاز وہاں سے روانہ ہوا یہ وہی سورت جہاز تھا جس میں جاتے وقت بمبئی سے میں گیا تھا سوئٹز سے ہمارا جہاز تبدیل ہو گیا دوسرا جہاز جس میں وہاں سے ہم سوار ہوئے ایک پرانا جہاز تھا اور چھوٹا سمندر آسکا نام تھا۔ ۱۲ اکتوبر کو قریب چار بجے کے بمبئی کے بندر کے قریب ہمارے جہاز نے لنگر کیا •

جب میں لندن سے روانہ ہونیکو تھا تو مجھکو یہ خبر ملی تھی کہ میرے قدیم دوست مولوی سید مہدی علی صاحب سکرٹری مالکداری مدارالمہام سرکار عالی نظام حیدر آباد بہت بیمار اور قہایت ضعیف ہو گئے ہیں اسلئے میں مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ بمبئی پہنچتے ہی میں انکو تار دونگا اور اگر وہ حیدر آباد یا آسکے قریب و جوار میں ہونے تو اُنسے جانکر سلونگا اور انکو دیکھونگا اور اسی خیال میں آسوقت بھی تھا جسوقت جہاز نے لنگر کیا تھا جہاز کی ڈیک پر کھڑا تھا اور بوت کا منتظر تھا کہ کب آوے اور ہمو بندر پر پہنچادے کہ سامنے سے ایک کشتی آتی دکھائی ہی اور ایک آدمی نے دور سے مجھکو ایک کاغذ دکھایا تھوڑی دیر میں وہ کشتی جہاز کے قریب آگئی وہ شخص اُترا اور میرے پاس آیا مجھکو ایک کارڈ دیا جسپر مولوی سید مہدی علی صاحب کا نام لکھا تھا اور اُسی پر آفریل سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی اور خواجه محمد یوسف صاحب کا نام تھا مولوی مہدی علی صاحب کی تندرستی کے دریافت ہونے سے اور اُنکے بمبئی میں موجد ہونے سے آسوقت مجھکو بڑی خوشی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد دخانی بوت آیا اور میں معہ اپنے ضروری اسباب ہسراہی کے اسپر سوار ہوا جسوقت بندر پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ جناب مولوی سید احمد خان صاحب و خواجه محمد یوسف صاحب میرے لینے کو کھڑے ہیں میں اُترا اور اُنسے ملا مولوی مہدی علی صاحب کے نہرینکا سبب پوچھا معلوم ہوا کہ مرض تو زایل ہو گیا ہی مگر قوت اسقدر نہیں ہی کہ وہ آئے وہاں سے ہم سب سوار ہو کر مولوی مہدی علی صاحب کی کوٹھی پر پہنچے اُسی شبکو ناخدا محمد علی روفی صاحب کے ہاں دعوت تھی میں نے وضو کیا نماز پڑھی اور کھانا کھانیکو میں اور مولوی سید مہدی علی صاحب اور جناب مولوی سید احمد خان صاحب بہادر ناخدا صاحب کے دولت خانہ پر گئے اور کھانا کھایا •

دعوت انگریزی طریقہ پر تھی کرسوس پر نصرت تھی اور میز پر کھانا تھا کھانے میں
پارسی اور انگریز اور مسلمان اور ہندو سب شریک تھے ہندوستان میں ایسی حیثیت
مجموعی کا ذکر بہت ہی کم ہوتا تھا سب لوگ نہایت خوش تھے کھانے کے بعد چار بیتم
رہے باتیں کرتے رہے مولوی مہدی علی صاحب اپنے ضعف کی وجہ سے تھوڑی دیر کے بعد
اپنی کوٹھی پر چلے گئے تھے مگر اور سب لوگ دس گیارہ بجے تک بیٹھے و باتیں کرتے رہے
گیارہ بجے کے قریب یہ جلسہ نہایت مسرت سے برخاست ہوا ۱۲ اکتوبر کو نماز عصر کے
وقت میں اور جناب سید احمد خاں صاحب اور خواجه محمد یوسف صاحب بمبئی سے
روانہ ہوئے ۱۶ کی صبح کو سب الہ آباد پہونچے منشی محمد ذکا اللہ صاحب اسٹیشن پر
ہمارے منتظر کھڑے تھے ہم سب اُنکے دولت خانہ پر گئے اور تمام دن الہ آباد میں رہے شبکو
الہ آباد سے روانہ ہوئے جس وقت ہم ٹونڈلی پہونچے تو ہمارے چننے دوست اور طالب عام
مدرسۃ العلوم جو علیحدہ سے ہمارے استقبال کو گئے تھے ہم سے ملے جب ہم ہاتھوس پہونچے
تو دوسرا گروہ ہمارے دوستوں اور طالب علمان مدرسۃ العلوم کا ہم سے ملے قریب گیارہ بجے
کے جس وقت ہماری تین علیحدہ کے اسٹیشن پر پہونچے تو بڑا مجمع ہمارے ملنے
کو جمع تھا ہم اُنرے اور سب سے نہایت خوشی سے ملے — جناب راجہ سہد باقر علی
خاں صاحب رئیس بنگرادل نے ہماری اور ہمارے ساتھ بہت سے دوستوں کی نہایت پر
تلف دعوت کی یہ جلسہ دعوت کا جناب مولوی سید احمد خاں صاحب بھلر کی کوٹھی
پر تھا سب نے میز و کرسی پر کھانا کھایا اور راجہ صاحب کی محبت و عنایت کا شکریہ
ادا کیا سب ہمارے دوست ہم سے اور ہم سب سے ملے اسطرح سفر کا اختتام ہو گیا علیحدہ
ہی سے سفر کا آغاز ہوا تھا اور وہیں انجام ہوا •

فیچر

یعنی فطرت میں کوئی امر اتفاق سے نہیں واقع ہوتا اور نہ کوئی

ایسی چیز ہے جسکو اتفاق یا ناکہانی کہہ سکیں

جب سے انسان نے فیچر (فطرت) کو مطالعہ کرنا شروع کیا ہی تو سب سے اول سبق
اُس نے یہ پڑھا ہی کہ بعض واقعات باقاعدہ واقع ہوتے ہیں اور بعض اسباب ایک ہی
اپنا اثر دکھاتے ہیں آفتاب ہمیشہ آسمان کی ایک طرف سے طلوع ہوتا ہی دوسری طرف
غروب ہوتا ہی چاند جس طرح سے اور جس عرصہ میں گلاب سے بدر ہوتا ہی اور اُسکی
مردتوں جو تغیر و تبدل ہوتی ہیں وہ ہمیشہ باقاعدہ اور ایک ہی ترتیب سے ہوتی ہیں

بعض ستارے ہمارے آفت کے نیچے کبھی نہیں جاتے — موسموں کے تبدیل ہمیشہ باقاعدہ ہوتے ہیں گرمی کے بعد برسات اور برسات کے بعد جازا آتا ہی — پانی پہاڑوں پر سے ہمیشہ بہتا ہی آگ ہمیشہ چلاتی ہی — درخت بیجوں سے پیدا ہوتے ہیں اور اُن سے پھر بیج نکلتے ہیں اور پھر اُن سے دہی درخت پیدا ہوتے ہیں ہر زمانہ میں ایک ہی طرح سے حیوانات پیدا ہوتے جاتے ہیں وہ بڑھتے ہیں بڑے ہوتے ہیں پھر مرتے چلے جاتے ہیں — غرض اسباب اور مسبب میں یا سبب اور اثر میں ایک ربط اور تعلق ایسا معتقل ہی کہ اُس کے سبب سے انسان کے دل میں نیچر کی ترتیب و نظم کا خیال پیدا ہوا — اور اسی نظم کے لحاظ سے اشیاء کا حال اُس نے بیان کیا پس جن چیزوں کا سبب ہم نہیں بیان کر سکتے تھے اُن کو ہم کہا کرتے تھے کہ وہ اتفاقی اور فاکہانی واقع ہوتے ہیں •

مگر جب انسان نے نیچر کی کتاب کو زیادہ غور اور خوض سے مطالعہ کیا تو اُس پر یہ بات کھل گئی کہ فطرت میں ہمیشہ ایک ہی سلسلہ ترتیب کا رہتا ہی اور کوئی چیز جو ہم کو بے ترتیب اور بے قاعدہ واقع ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہی تو اُس کا سبب یہ ہی کہ اُس کے اندر کوئی پیچیدگی ہوتی ہی — مگر اب کوئی آدمی برا ہی بیوقوف ہو کہ اُس کو یہ یقین ہو کہ کوئی چیز اتفاق سے واقع ہوتی ہی یعنی کونسے اصلی حادثات ایسے واقع ہوتے ہیں کہ اُن کے اسباب معین اور مقرر نہیں — پس جب ہم اپنے مختارہ کے موافق یہ کہتے ہیں کہ کوئی امر اتفاقی واقع ہوا تو اُس کا مطلب یہ ہوتا ہی کہ ہم اُس کا سبب نہیں جانتے ہیں ہم اس کی دلیل نہیں جانتے کہ وہ خاص واقعہ کیوں واقع ہوا پس اتفاق یا فاکہانی دوسرا نام جہالت کا ہی •

مثلاً کچھ ہوا چل رہی ہو اور کچھ بوندیں پڑ رہی ہوں ایک شخص اپنے گھر سے کسی سودا خریدنے کو بازار میں گیا ہو — وہ بوندیوں سے بچنے کے لئے کسی درخت کے نیچے جا کھڑا ہو — اب ہوا زیادہ زور سے چلے اور اُسی درخت کا ایک ٹہنا ٹوٹ جائے اور وہ اُس آدمی کے کندھے پر گرے اور اُسے توڑ دے تو اُس کو ایک واقعہ اتفاقی ہم اپنے مختارہ کے موافق کہیں گے یعنی یہ ایک اتفاق ہی کہ وہ شخص بارش اور ہوا میں گھر سے باہر نکلا اور پھر اُس درخت کے نیچے اور اُس کے اُس ٹہنے کے نیچے کھڑا ہوا جو اُس پر ٹوٹ کر گرا اور اُس کے شانہ کو توڑا — مگر اس واقعہ میں کوئی امر اتفاقی نہیں — ہوا کا زور سے چلنے کا سبب وہ طوفان ہی جو گڑھ ہوا میں کئی سو میل پر اُٹھا ہوا اُسے لگے ہوئی پڑ اپنا اثر کیا ہوگا — پھر ہر ٹہنی کا ہلکا اُس ہوا کے نواز مہمکنسہ کے موافق ہی جو وہ اُس سطح پر کرتا ہی جو اُس کے معانی آئے اور پھر ٹہنے کا ٹوٹنا ٹوٹ ہوا اور ٹہنے کی قوت کی نسبت کے سبب سے ہی اور پھر اُس کا آدمی کے شانہ پر گرنا اور اُس کا توڑنا اور

اسباب طبعی پر موقوف ہی اور پھر آدمی کا اُس مقام پر پہنچا ہونا جہاں پہلا ثبوت کو کرا آخر سبب ہی اُس سلسلہ اسباب کا جو بہ ترتیب فیچر واقع ہر وہ اور اُس مقام پر پہنچا ہونا ہی اُس کے شانہ کے ٹوٹنے کا سبب تھا — فرض ساری باتیں اسباب مقررہ کے موافق جو آجکے گھر سے باہر نکلے سے اُس کے شانہ تک واقع ہونیں ایک ترتیب اور فطرت کے موافق واقع ہونیں — مگر جو شخص ایسے دانا اور عالم نہیں ہیں کہ وہ اُس واقعہ کے ہر مرحلہ کی دلیل اور سبب کو سمجھ سکیں وہ اپنی نادانی اور لاعلمی سے کہہ دینگے کہ یہ ایک واقعہ اتفاقی اور ناگہانی ہی *۔

آجکل پہلی تل کے حادثہ کو جو لوگ علم فیچر سے نا آشنا ہیں ایک اتفاقی حادثہ سمجھتے ہیں لیکن جو علم سے واقف ہیں وہ اُس کو بالکل فیچر کے نظم اور ترتیب کے موافق سمجھتے ہیں اور بیان کرتے ہیں *۔

واقعہ

محمد ذکاء اللہ

پروفیسر صدر کالج الہ آباد

قوانین تہذیب

تہذیب کے قوانین کی ضرورت — مہادہ

طریقہ — خصائل

سچی اور اصل تہذیب دل سے تعلق ہی — اگر دل اچھا ہی تو خواہ مخواہ اُسے باطنی افعال ضرور اچھے ہونگے — لیکن جیسا کہ لارڈ چسٹر فیلڈ نے لکھا ہے کہ اچھا خیال اور اچھی خلقت صرف ایک طور کی تہذیب ہوتی ہی لیکن عمدہ تربیت میں اور بہت سے نکتے ہوں جو صرف عمدہ صحبت ہی سے حاصل ہوتے ہیں *۔

جو چیز کہ شایستگی کے بالکل برخلاف ہی وہ یہہ ہی کہ دوسرے کی قلبی کیفیت کی طرف کہ اُس کے دلپر کیا گندہی ہی بہتوجہی کرنا اور اُسکے معنی سخت دل و خراب دل ہونا ہی ایک چور اور ڈاکہ زن بھی ہمارا مال اگر شایستگی سے چورائے تو اُسکے دل کی نسبت کہا جاسکتا ہی کہ کسمپدر اچھے دل کا تھا کیونکہ کچھ نہ کچھ ضرور اُسکو ہمارے دل کی کیفیت سے آگاہی تھی وہ ہمسے کو دیکھا کہ ہم مجبور ہیں اس فعل کے کرنے پر اور ہمکو ضرورت ہی لہذا یہہ رو بہ دیدو یا ہمسے لڑ اور اسطرح سے ہمکو موقع ملے گا سوچنے کا کہ ہم اپنے تئیں وہ رو بہ دیکر حفاظت میں رکھیں یا لڑیں — اور اسطرح سے ہم اُسکو برے دل کا نہ کہیں گے جو کہیں گے کیونکہ کم سے کم اُس نے ہمکو یہہ مہربانی کی کہ ہمکو اُس نے ایک خوف ناک لہائی سے بچنے کا موقع دیا *۔

پس اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اگر ایک شخص اچھا دل رکھتا ہے اور اُسکا خیال ہمیشہ دوسروں کی آرام رسانی کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اُسکی تمام کوشش اس طرف مبذول رہتی ہے تو اُسکو کچھ زیادہ تربیت و تعلیم کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف تجربہ کافی ہے۔ وہ بہت جلد اس امر کو دریافت کر لے گا کہ اُس کے فعل سے دوسرے کے دل پر تکلیف کا اثر ہوگا یا مسرت کا۔ اور جب کسی فعل میں وہ غلطی پائے گا وہ اُسکو کبھی نہ کریگا۔ وہ جب دیکھے گا کہ دانت گزید نے میں کچھ ہرج نہیں ہے تو وہ کسی عام کھانے پر ایسا کریگا مگر وہ جب مقابل چہرہ دیکھے گا کہ وہ کسی قدر متغیر ہوتے ہیں تو وہ فوراً اُس سے محتراز ہو جائیگا۔ ایسے آدمی کو گر وہ بالکل نا تربیت یافتہ ہو اگر وقت اور موقع دیا جاوے تو وہ ایک جفٹلہ بن سکتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ ایسا دل کہاں ہے اور اگر کہیں ہے بھی تو تجربہ کہاں ہے اور اگر تجربہ کا انتظار کیا جاوے تو ایک عمر اسی میں گذر جائیگی اسوجہ سے سوسائٹی اور بھی خراب ہوگی پس ضرور ہوا کہ قوانین تہذیب بنائے جائیں جس سے ہر حالت معلوم ہوں جو دلوں کے کوائف سے متعلق ہیں۔

اب قوانین تہذیب کے بنانے میں ہم قوانین تمدن کے بنانے والوں کی نقل کرتے۔ یعنی منگ جو شخص کہ دل سے ایماندار نہیں ہے وہ درحقیقت ایماندار نہیں ہو سکتا ہے بہت سے معزز آدمی بے ایمان ہو سکتے ہیں اگر اُن کو موقع ملے اور قانون کا ڈر نہ ہو تاہم قانون آدمیوں کو کم سے کم ظاہر ہی میں ایماندار بنا سکتا ہے کیونکہ اس امر کا انتظار بیکار ہے کہ آدمی دل سے ایماندار بنیں اور اس اُسد پر قانون نہ بنایا جاوے۔

یہ اسبطرح سے تہذیب کی نسبت ایسے قواعد بنائے گئے ہیں جس سے انسان کے اخلاق و عادات عمدہ ہو جائیں۔۔۔ کم سے کم یہ ہے کہ ظاہر ہی میں اچھے ہوں کیونکہ اس کا انتظار تو بالکل بیکار ہے کہ سب دل اچھے ہو جائیں۔ پس جیسا کہ قوانین تہذیب تمکو ایسے طور سے بتا دیتے ہیں کہ جس سے ظاہر ہو کہ تم اچھا دل رکھتے ہو ویسا ہی قوانین تمدن تمکو بتاتے ہیں کہ اسطرح تم اپنے تئیں دیانت دار ظاہر کر سکتے ہو اب یہاں پر شاید کہا جاوے کہ اگر یہی تہذیب ہے تو یہ ہمکو دورنگی و مکر سکھاتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے تہذیب ایسے قواعد بتاتی ہے جو سوسائٹی اور جماعت کی بہتری کے لیے مفید ہوں کیونکہ اگر ہر شخص صرف اپنے دل کی خواہش کے موافق کام کرے تو دنیا کا انتظام درہم برہم ہو جاوے۔

پس اب میں نہایت مضبوطی سے کہتا ہوں کہ اچھا چال چان بیشک ایک نعمت غیر متروکہ ہے آدمی کو چاہیے کہ اولاً اپنی طبیعت میں ضبط پیدا کرے لیکن اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا یا اُس نے ایسا نہیں کیا تو اُسکو ہرگز استحقاق حاصل نہیں ہے کہ وہ ایسی

صحبت میں آگے جس میں سلیم الطبع لوگ ہیں کیونکہ وہ اپنے اوپر تکلیف سلامت روی کی نہیں اڑتھا سکتا •

اب کہا جا سکتا ہے کہ چال چلن ایک عباہی خصائل کی — اگر خصائل خراب ہیں تو بہتر ہے کہ عبا اڑے نہ بہ نسبت اس کے کہ برہنہ پہرے اور جب تک کہ ہم بالکل کامل ہو جائیں اور جبکہ وہ وقت آئے کہ ہم سب نیک ہو جائیں اُس وقت تک ہیشک ایک عبا یا قبا چال چلن کی عیب پوشی کے لئے ضروری ہوگی •

عمدہ روش میں دو امور ہیں — اپنی عزت خود کرنا — اور دوسروں کا اعزاز کرنا — یہ امر نہایت مشکل ہے کہ ان دونوں امور کی کوئی حد مقرر کیجائے — اور بتایا جائے کہ کہلی پر کون امر کس قدر کرنا چاہئے لیکن قدرت کے 'موافق' یہ ہے کہ جو شخص اپنی عزت خود کرتا ہے دوسرے بھی اُس کی عزت کرتے ہیں اور حقیقت میں یہ امر بلا سبب نہیں ہے کیونکہ وہ جوہر پاک جو ہم میں ہے اور جسکی معرفت خدا کی معرفت کا ذریعہ ہے بلا اُس کے پہچانے کیونکر کوئی شخص حقیقتاً اچھا ہو سکتا ہے — پھر اب اسلامی مسئلہ کہ اپنے ہمسایہ کو اوتنا ہی عزیز رکھو جیسا کہ اپنے نہیں یہ ہمکو بتانا ہے کہ ذاتی عزت کی انتہا کہاں تک ہے جہاں کہیں اپنے اعزاز نفسی اپنے تعصب اپنی رائے سے کسی دوسرے کو تکلیف یا اُس کے خیالات کو رنج پہونچنے لگے فوراً اُسکو دفع کر دینا چاہئے — ہم کس قدر کثرت سے سنتے ہیں کہ قتل شخص بڑا لائق آدمی ہے — مگر اُس کے چال چلن نا پسندیدہ ہیں اسکے معنی یہی ہیں کہ وہ شخص ذاتی عمدہ ہے مگر اُسکو دوسروں کے دل کا خیال نہیں رہتا کہ وہ اپنے کو قابو میں رکھے — وہ اپنی ہی گرم چوٹی میں بسبب نہ ہاتھ میں لواتے دوسروں کے دلکے اپنے اُن عمدہ نتیجوں کو خراب کرتا ہے جو وہ حاصل کر سکتا تھا •

غیوری یعنی آپ اپنی عزت کرنا — بغیر اس صفت کے انسان علاوہ اس کے کہ خراب اور ضعیف ہے نا قابل شرکت صحبت ہے — اور عدم غیوری سے دو خراب صفات انسان میں پیدا ہوتی ہیں خوشامد — و بز دلی — غیوری کبھی کبھی ایک فنی صورت پیدا کرتی ہے کہ وہ غرور ہو جاتا ہے جو عیب ہے غیوری و غرور میں صرف ایک مرتبہ کا فرق ہے — غیوری وہ ہے کہ انسان اپنی انسانیت سمجھتا ہے اور اپنے اُس پاک جوہر کی قدر کرتا ہے کہ جو خدا نے اُسکو صرف اشرف المخلوقات ہونے کے لئے عطا کیا ہے اور جسکی حفاظت اُسکی سپرد ہوئی ہے اور وہ طریقہ اختیار کرتا ہے جو خدا نے اُسکے لئے معاشرت کے واسطے مقرر کیا ہے — اور غرور وہ ہے جب اُن امور میں سب سے زیادہ سبقت لیجائیے تھیں خیال میں پیدا ہو جائے اور انسان اپنے کو دوسرے سے اعلیٰ سمجھنے لگے جو ان میں یہ عادت تکبر کی صورت میں ہوتی ہے — پتھروں میں تھپ و وقار کی شکل میں ہوتی

ہی مگر کسقدر افراط کے ساتھ - عورتوں میں خود بھنی اور مفاخرت کی شکل میں ہوتی
ہی اکثر متوسط عمر کے لوگوں میں یہ عیب معاف کر دیا جاتا ہی مگر تاہم اُنکا بھی
تکلیف دہ وقار اور دل کو رنج پہونچانے والا تدبیر محبت کا خراب کرنے والا ہی - زیادہ غیر
مضر لیکن نہایت حقارت انگیز عیب - جو اکثر شباب یا کسی اُور ابتدائی حالت میں ہوتا
ہی وہ نخرہ ہی اسکا سبب اکثر وہی خورد نمائی ہی - مردوں میں تو نہایت بڑا عیب
ہی کیونکہ اس میں ایک زمانہ پن پایا جاتا ہی اکثر جوان لوگ جو عمداً توتلے بنتے ہیں
یا اپنے الفاظ کو چبا چبا کر نکالتے ہیں یا وہ مقدس زاہد مولوی جو خواہ مخواہ اپنی آواز کو
باریک اور خفیف بنادیتے ہیں - اور نیز وہ ظاہری مقدس لوگ جنکی نظر سے یہ امر
معلوم ہوتا ہی کہ وہ سب کے گناہوں ہی کو دیکھتے رہتے ہیں اسطرح سے اور ہزارہا قسم کے
لوگ ہیں یہ ہرگز بہت دنوں تک دانشمندیں کی نگاہ میں معوز نہیں رہ سکتی *

یہ ظاہر ہی کہ نیچر یا طبیعت میں بھی بہت خرابیاں ہوتی ہیں جنکو درست
کرنا چاہیئے مگر جہاں کوئی خرابی نہ ہو وہاں نیچر ہی کے مطابق کام کرنا چاہیئے - لیکن
یہ میں ضرور کہوں گا کہ کوئی عورت ایسی نہیں ہی جو مردوں سے مخاطب ہونے کے
وقت کسی نہ کسی قدر کچھ نزاکت آمیز ادائیں نہ ظاہر کرے - مگر میں سمجھتا
ہوں کہ یہ امر عورات کے لیئے مطابق نیچر کے ہی کہ مردوں سے مخاطب ہونے کے وقت
کچھ نہ کچھ ادائیں میں فرق آجائے *

اب میں آپ کو چند مثالوں اُن خصال کی دیتا ہوں جن سے محفوظ
رہنا چاہیئے - مثلاً ایک شخص ہی صورت و قیافہ سب اچھا ہی اور ہوشک
معلوم ہوتا ہی کہ عمائد وقت سے ہی مگر اُس کے دماغ میں وہ نشہ حکومت پیرا
ہی کہ وہ نہ کچھ لحاظ و اعزاز جوان کا کرتا ہی نہ بڑھے کا جب وہ چلتا ہی
تو چھوٹے تیز قدم اُٹھاتا ہوا نکلا سے اُس کے ہر شخص کی تعقیر ظاہر ہوتی ہی کسی
ہی عمدہ رائے اُس کے سامنے ظاہر کی جائے اُسکا جواب بھی ہوگا " شاید اسکا نتیجہ
عمدہ ہو " معاف کیجئے گا " مگر اُن الفاظ سے یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ کیا بیوقوفی
کی باتیں کرتے ہو وہ ظاہر میں بد تہذیب نہیں ہی مگر اُس کے ہر لفظ سے یہ ظاہر
ہوتا ہی کہ وہ بجز اپنے اور کسکو نہیں سمجھتا اگر سعدی و فردوسی کا بھی کوئی کلم
اُس کے سامنے پڑے تو وہ اُسکی نسبت کلمہ تعقیر ہی کہیں دوسرے صاحب ہیں اُن کی
کیفیت یہ ہی کہ اُن کے مذاق کی کسی ہی بات کی جائے وہ بجز ہاں یا نہیں کے اور
کچھ جواب ہی نہ دینگے - جب وہ خود باتیں کریں گے تو گو الفاظ اُن کے کوسے ہی شفقت
آمیز ہوں مگر معلوم ہوگا کہ لڑھے ہیں - بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں کہ جو بظاہر
مجسم تہذیب ہیں مگر اُن کی کیفیت یہ ہی کہ کبھی کسی کے چہرہ کی طرف اچھی

طرح نہ دیکھینگے نگاہ شرمگین ہمیشہ نیچی رہیگی الفاظ اسطرح سے آہستہ اور دے ہوئے نکلیں گے کہ جیسے "شوم وحیا ٹپک رہی ہو - بعض ہیں کہ اُن کی رفتار و منشا ایسی ہی جس سے یہ پایا جاتا ہی کہ وہ تمام دنیا کو اپنے سامنے حقیر اور بیوقوف سمجھتے ہیں - بعض ہیں کہ ظاہر میں نہایت مہذب اور شایستہ اور نہایت متانت سے آپ کے پاس بیٹھیں گے کہ آپ کے دلکو ایک مسرت ہو - مگر ایک دو منٹ کے بعد پھر دیکھیں گے کہ اسے آزاد خیالات ظاہر کرتے ہیں اور کیسی بے پروائی سے وہ ہر ایک بات پر نکتہ چینی کرتے ہیں بلا اس ارادہ کے کہ کسی کے دلکو تکلیف پہنچے - اور ایسا خلاصہ ظاہر کریں گے کہ دنیا برسوں کی ملاقات ہی اُن کی گفتگو فوراً یہ ہو گئی "فرمائیے کل آپ فلاں جلسہ میں تھے کیا فزینین رتاصہ تھی جو لکھنؤ سے آئی تھی" - بعض اشخاص ایسے ہیں کہ اُن کی کیفیت یہ ہے کہ استدر بلند آواز سے باتیں کریں گے کہ زمین کو اپنے شور و غوغا میں نہ ر بالا کر دیں اور اگر دس آدمی صحبت میں ہوں ایک دفعہ سب سے مخاطب ہوں گے ایک بات ایک سے کہے اور بلا انتظار جواب دوسری بات دوسرے سے کہیں گے اور اسطرح دو منٹ میں تمام صحبت کا دماغ پریشان کر دیں گے اور ایک بات کہیں گے اور ایک تہقہ لگا دیں گے اُن کے علاوہ اور بعض لوگ ہیں جنہوں اور خصایل برے پڑ جاتے ہیں مثلاً لوگ ہمیشہ مخاطب کے کونٹ کے ہوتام پکڑ لینگے اُن کی گھڑی کی چوٹی دیکھنے لگیں گے - بعض جب باتیں کریں گے مخاطب کے کسی حصہ جسم کو ضرور ہاتھ لگا دیں گے - بعض باتیں مخاطب سے کریں گے نظر چپٹ پر رہیگی یا فرش پر یا کسی اُڑ چیز پر - بعض اپنی صورت ایسی بنائیں گے جس سے معلوم ہو کہ یہ شخص تکلیف کی حالت میں بیٹھا ہی - بعض باتیں کرنے میں شایین گے یہ سب امور بہت برے عذوب میں داخل ہیں خلاصہ یہ ہے کہ طریقہ جو رکھا جاوے وہ ایسا ہو جس سے سہولیت ظاہر ہو نہ مصنوعیت اور سختی •

انسان کو ایک خاص وقار اپنے میں رکھنا چاہیئے مگر تاہم سادگی سے انسان کو صاف اور آزاد رہنا چاہیئے گفتگو سچی اور صفائی سے کرنا چاہیئے مگر نہ وہ جو دوسروں کو تکلیف دے باتیں اطمینان سے کرنا چاہیئے مگر آہستگی اور ولایت سے انکسار و سہولیت سے - مگر استقلال سے خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا فعل مصنوعی نہ ہونا چاہیئے اُس کے طریقہ خلعتی ہوں چیصا تنہائی میں ہی ویسا ہی مجتمع میں ہونا چاہیئے الا اگر کمی انسان کے خلعتی طریقہ خراب ہوں تو بیشک اُن کو اچھی حالت پر لانا چاہیئے لیکن طریقہ مختلف حالات میں مختلف ہوتے ہیں - اپنے سے بزرگ اور اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے سامنے ہمو ایک انکسار ظاہر کرنا چاہیئے مگر نہ بالکل غلاموں کی سی خاک ساری عورتوں کے سامنے انعامیت اور نہایت شایستگی ظاہر کرنا ضرور ہی اپنے ماتحتوں کے سامنے مہربانی اور اخلاق ظاہر کرنا چاہیئے اپنے سے بالکل ادنیٰ درجہ والوں سے ایک وقار ظاہر

کرنا چاہیئے مگر نہ تکبر بہر کیف ہر ایک امر کے واسطے موقع خود تجویز کر لینا چاہیئے مثلاً کیسا ہی انسان عدالتاً خوش طبع ہو مگر کسی ماتم پر سے یا غمی کے جلسہ میں ہو گز کوئی کلمہ خوش طبعی کا نہ کہنا چاہیئے یا کہسے ہی غم میں ہو اور عزیز قریب ہی کیوں نہ مر گیا ہو مگر جب کسی جلسہ مسرت میں جارے تو کہیں اپنے چہرہ کو غمگین نہ بنانا چاہیئے •

وقار انسان میں ایک بہت ضروری چیز ہی مگر جوان میں افراط سے نہ چاہیئے اور نہ وہ وقار چاہیئے جو ہمارے بعض مولویوں میں ہوتا ہی یعنی اُنکو کوئی ہنستے نہیں دیکھنا یہ بھی غلط ہی کہ قدر قامت و کشیدگی وقار کے لیئے ضرور ہی چستر فیاٹ جو اپنے زمانہ کا اعلیٰ درجہ کا شایستہ اور مہذب شخص ولایت میں تھا صرف پانچ فٹ کا قد رکھتا تھا۔ مگر ہاں جسم کا ایک سوتل چھتیت سے رکھنا جو کم سنی میں ورزش کی عادت ڈالنے سے حاصل ہوتا ہی ایک ضروری چیز ہی — جسم کے سوتل رکھنے سے یہ مزاج نہیں ہی کہ استدر تے کہ پشت خالی ہو جاوے — سر کو شانوں کے بیچ میں سیدھا رکھنا چاہیئے کہ کسی خاص طرف چھکا نہ پھڑے ہونے میں تانگوں سیدھی رکھنا چاہیئے یا ایک میں کسیندر خم ہو مگر تانگیں پیلا کر کھڑا ہونا بہت معیوب ہی چلنے میں بہت قدم آندستکی اور مضبوطی سے پڑنا چاہیئے تاکہ اوپر کا جسم ٹھہرا نہ پڑے پاوے اور ہاتھونکو ہلانا معیوب ہی اور اپنی پاکت میں ہاتھونکو ڈالکر بھی چلنا معیوب ہی اور ہاتھونکو لوہیکی سلخ کی طرح سیدھا رکھکر چلنا بھی داخل عیب ہی اور قدم بہت پیلا کر رکھنا پسندیدہ نہیں ہی •

خلاصہ یہہ ہی کہ ہمیشہ چلنے اور بیٹھنے میں انسانکو اپنی طبعی حالت پر رہنا چاہیئے کسی قسم کی مصنوعی کیفیت پیدا کرنا عیب ہی — ایک نہایت ضروری اور عمدہ خصلت باتیں کرنے میں ایک خفیف تبسم ہی جس سے آنکھوں اور چہرہ سے محبت اور اخلاق مخاطب پر ظاہر ہوتا ہی عام اس سے کہ مخاطب برابر درجہ کا ہو یا کم اُسے درجہ والوں کے ساتھ تبسم کرنا اور بھی ضروری ہی مگر یہ تبسم ایسا ہونا چاہیئے جو خلاف موقع یا محل گفتگو نہو — عورتوں کے ساتھ باتوں کرنے میں یہ تبسم اور بھی صاف ہونا چاہیئے — دوسرے کی بات کے سننے کے وقت ایک خاص توجہ ضروری ہی جس سے ظاہر ہو کہ قائل کے کلام سے سامع کو ایک خاص لطف حاصل ہو رہا ہی گو وہ کلام کہسہ ہی واہیات اور بے موقع کیوں نہو مگر سامع کو کم توجہی ظاہر کرنا نہ چاہیئے گفتگو کرنا میں ہمیشہ ایک کو دوسرے کی طرف دیکھنا چاہیئے ایسی طرح سے نشست بھی نہایت معیوب ہی جس سے دیکھنے والے کو معلوم ہو کہ یہ شخص تکلیف میں بیٹھا ہی جیسا کہ کسی کے کذا پر بیٹھنا — اور اس قسم کی نشست بھی بری ہی جس سے کہ نہایت خلا و

ظاہر ہو مثلاً کرسی پر تکیہ لگا کر لیٹ جانا ٹانگیں آگے کو پھیلا دینا داخل عیب ہی جب تک کہ بے تکلفی نہ ہو جاوے اور بالکل پور سمیت کر اور زانو کو پکو کر بیٹھنا بھی خلاف تہذیب ہی کرسی کو ہلانا اور چر چرانا مجنون آدمیوں کے کام ہے۔ لایق معافی ہو مگر عورتوں کی ملاقات کے کمرے میں معیوب ہی — اگر کوئی چھتری وغیرہ ہاتھ میں ہو اسکو راہ میں ہلانا یا بغل میں دبا لینا معیوب ہی — گفتگو کرنے میں ہاتھ یا شافرنکو ہلانا انگریزوں میں نہایت ہی عیب ہی اور اسی طرح ہاتھ کو ہاتھ پر یا میز خواہ کسی چیز پر مارنا یا انگلیاں چٹکانا یا گفتگو میں مختاطب کے جسم پر کسی شی کا نشان بتانا عیب ہی اور گفتگو میں کسی ہی بحث طوالت کر جاوے مگر آواز میں درشتی یا سختی نہ آنا چاہیئے *

اب میں اُن خصائل کا ذکر کرتا ہوں جو صحبت میں دوسروں کو تکلیف پہنچاتی ہیں مثلاً جلسہ میں ناک یا کان کریدنا نہایت معیوب ہی — ہر ایک حصہ جسم کا غسل خانہ میں صاف کر لینا چاہیئے اسی طرح دانت کریدنا گو کسی زمانہ میں انگریزوں میں بہت عمدہ سمجھا جاتا تھا مگر اس زمانہ میں عیب سمجھا جاتا ہے علاوہ اس کے سر یا جسم کا کوئی حصہ کھجلانا صحبت میں نہ چاہیئے یہاں تک کہ جسم کو اگر کوئی کھڑا وغیرہ کاٹنا ہو تاہم اُس کو ضبط کرے اور اُس وقت صحبت میں نہ کھجلاوے اور ناخنوں کو دانتوں سے کاٹنا صرف ایک نقص ہی فعل نہیں ہی بلکہ انگلیوں کو بد شکل بگاڑ دینا ہی اسی طرح ناک صاف کرنے میں ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ آواز نہ نکلے پائے اور رومال سے صاف کرنا چاہیئے نہ یہ کہ آستین یا دامن سے رومال کا کام لیا جاوے اور جب چھینک آوے تو رومال کو منہ پر رکھنا چاہیئے — اٹلی اور جرمن میں اور فرتہ رازغان انگلستان میں اب تک بعد چھینک کے مبارکباد دینے کی رسم ہی • چھینک کے ذکر پر اب مجھے فاس لینے کا ذکر یاد آیا یہ رسم ولایت میں بہت قدیم ہی اور اب تک بعض بدھوں میں مروج ہی مگو اس کے خراب ہونے میں کوئی شک نہیں اس وجہ سے جوان آدمیوں کو اس کا اختیار کرنا نہ چاہیئے *

اب میں اُس خوشبودار نباتاتی شی کا ذکر کرتا ہوں جس کا عمدہ سے عمدہ پائیب میں پھا جانا مسٹر ریلی نے ایجاد کیا ہی جس سے عورتیں نفرت کرتی ہیں جس کی بو سے جوان عورتوں کو دشمنی ہی — جس کے عام رواج کی اب انتہا نہیں رہی لیکن جو تھکے ہوئے آدمی کا مفرح ہی قلب کی حرارت کا تسکین دینے والا ہی سستی کے لینے ایک عمدہ حیلہ ہی — حکماء کا ساتھی ہی میں اس کی نسبت صرف اس قدر کہتا ہوں کہ حالت اعتدال میں یہ غیر مضر ہی لیکن حالت اعتدال کیا ہی ہر شخص جس کو بطور خود سمجھ سکتا ہی — وہ شہل خیالات کی رو سے میں یقین کرتا ہوں کہ

حالت اعتدال میں طبیعت اور غصہ کا مسکن ہی مگر اس میں شک نہیں ہی کہ اس سے زیادہ عورتوں کا اور کوئی رقیب نہیں اور اس وجہ سے عورتوں کے کمرہ میں بیٹھا نہایت ناجائز ہی گو امریکہ میں لوگ ایسا کرتے ہیں مگر انگلستان میں جس صحبت میں کہ عورتیں ہوں وہاں کبھی چرت نہ پھا جاویگا۔ چونکہ اس قدر احتیاط ہی لہذا اُس کے واسطے قواعد مقرر کیئے گئے ہیں یعنی جہاں عورتیں جمع ہونگی کوئی شخص نہ چرت پھینگا نہ کسی دوسروں سے صلاح کریگا۔ اگر اُن عورتوں کو معلوم ہوگا کہ تہذیبی دیر میں تمکو چرت کی ضرورت ہو چاہتی ہی مثلاً باغ وغیرہ میں وہ ایسا کریں گی کہ تمکو باہر آکر چرت پینے کا موقع ملے۔ اور دن کو سڑک پر بھی چرت پینا معیوب ہی اور اچھے کمرہ میں بھی نہ پینا چاہیئے جس میں عورت رہتی ہو اور اسی وجہ سے ایک اچھا مہذب آدمی جس کے ساتھ عورتیں ہونگی وہ اپنے کھانے کے کمرہ میں چرت نہ پھینگا اور کسی عام مقام پر جہاں عورتوں کی گذرگاہ ہو مثلاً پھولوں کی نمائش گاہ وغیرہ میں بھی چرت پینا معیوب ہی۔ ہر شخص ریل گاڑی میں باوجود ممانعت کے بھی چرت پی سکتا ہی اگر اُس میں کوئی عورت نہ ہو اور جو مرد ہوں اُن کی اجازت حاصل کی گئی ہو اور عورت اجازت بھی دے تب بھی چرت پینا نہ چاہیئے۔ بند گاڑی میں ہرگز چرت پینا جائز نہیں اور کھلی گاڑی میں کسی جلسہ پنک کے وقت عمارت میں بااجازت دوسروں کے پی سکتا ہی اور؟ تبی ایئر اور چرچ یا گھوڑ دوز کے مکان میں چرت پینا بالکل ممنوع ہی اور ایسی جگہ بھی چرت پینا نہ چاہیئے جہاں کہ معلوم ہو کہ دوسروں کو نا گوار ہوگا کسی ہوٹل کے کافی روم میں بھی پائپ پینا ممنوع ہی اور کسی پادری کے سامنے بغیر اُس کی اجازت کے پینا نہ چاہیئے۔ اور کسی پادری سے چرت پینے کی صلاح کرنا بالکل ناجائز ہی لیکن اگر تم چرت پیو یا چرت پینے والوں کی صحبت میں ہو اور تم کو وہم کیڑا پھر عورتوں کے سامنے پھنسا ہو تو تمکو چاہیئے کہ اُن کو چرت پینے کے وقت بدل ڈالو۔ مہربان جو تم سے چرت پینے کی صلاح کریگا وہ تم کو ایک پورا نا کوت بھی اسی مطلب کے لئے دیگا۔ جب چرت پی چکو تو تلی کرو اور اگر ممکن ہو تو دانتوں کو بھی صاف کرو اور کسی غور کے مکان میں بغیر اُس کی اجازت کے کبھی چرت نہ پیو اور اُن سے اجازت نہ طلب کرو اگر اُس گھر میں کوئی عورت ہی اور جب چرت پیو تو جو شخص اس موجود ہی اُسکی بھی صلاح کرلو اگر وہ کوئی پادری نہ ہو۔ جب تمکو کوئی چرت دے خواہ اچھا ہو یا برا بغیر کچھ کہے ہوئے اُس کو پیو *

تھوکننا نہایت معیوب ہی اس کی نسبت زیادہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی باتیں صحبت میں معیوب ہوتی ہیں مثلاً بہت زور زور سے دم کھینچنا یعنی سانس لینا یا منہ کو ٹانگ سے ہلانا یا غنایا یا صحبت میں سیٹی بجانا *

اب میں چند اصول عامہ بیان کرتا ہوں جن کا خیال ہمیشہ رکھنا چاہیئے ایک تو انفراد و تغریض عادت کی بری ہی خواہ وہ عادت اچھی ہو یا بری معافی چاہنا ایک تہذیب کی بات ہی مگر اس میں یہ افراط کر دینا کہ ہر بات میں یہ لفظ شامل ہی معاف کیجیئے — ہر امر پر کہا جاتا ہی کہ معاف کیجیئے — یہ کانوں کو برا معلوم ہوتا ہی اگر کوئی امر خلاف ہم سے ہو گیا تو ایک دفعہ کسی ایک شخص سے جس سے اُس بات کو تعلق ہو کہ دینا کہ معاف کیجیئے گا کافی ہی نہ یہ کہ اُس معافی کو ہزار بار چاہنا — اخلاق بہت عمدہ بات ہی اور دوستی بھی بہت ضروری چیز ہی مگر اُس کو اس قدر افراط سے ظاہر کرنا کہ جو مصدوعی معلوم ہو نہ لگے اگر وہ سچی بھی ہی تب بھی اُسکا استدر اظہار عیب ہی *

دوسرا اصول یہ ہی کہ جس زبان میں ہم گفتگو کرتے ہیں اُس زبان کے علم ادب کو اچھی طرح جاننا یہ بھی ایک بہت ضروری چیز ہی اگر ہم انگریزی صحبت کے شائق ہیں تو ہمو لازم ہی کہ انگریزی زبان کے علم ادب کو اعلیٰ درجہ پر حاصل کریں — انسان اُن لوگوں کی نگاہ میں کامل عزت نہیں حاصل کر سکتا جس سے کہ وہ ہم نغم ہی اگر اُس زبان میں وہ کامل نہیں ہی جس میں وہ گفتگو کر رہا ہی *

اور ہمیشہ آواز اور ہنسی اور گفتگو میں ایسی نرمی اور خلق اور خوش طبعی بھری ہونا چاہیئے جو لوگوں کے دلوں آنکھوں دلوں کو اچھی معلوم ہو — اب میں کچھ مختصر ذکر سرسٹٹی یعنی صحبت پارانہ کا کرتا ہوں اور ذکر ہو چکا کہ صحبت صرف اچھے اخلاق اور اچھے مرتبہ اور اچھی عادت کے لوگوں سے ہو سکتی ہی اور یونہی ہونا چاہیئے — عالم و جاہل مہذب و ناشایستہ خلعت و مغرور افسر و چہرہ آبی کی صحبت کبھی چل نہیں سکتی نہ اُس میں کوئی حظ فریقین کو ہو سکتا ہی — اگر ہو بھی تو صرف ظاہری ہوگی اور کسی نہ کسی فریق کو نقصان پہونچائیگی — ہماری قوم میں جو عہب جوئی اور بد باطنی اور مختلف مزاجی کا معدن ہی اُسکی یہی وجہ ہی کہ ہماری صحبت اور دوستی عام ہی اور جلد ہو جاتی ہی — اگر ہمیشہ ہم مزاج اور ہم مذاق اور ہم خیال اور ہم درجہ لوگوں کی صحبت اور باہمی دوستی ہوا کرے تو کوئی ضرورت ہی! ان عہوب کی نہ رہے — زید اور عمر اگر ہم مزاج اور ہم درجہ لوگ ہیں اور باہم دوست ہوں تو کبھی ایک دوسرے سے ملو نہ ہوگا کہ عہب جوئی کی ضرورت پڑے — بہر کیف سو سٹٹی صرف دوسترنکی ہونا چاہیئے *

اب سرسٹٹی کے اداب یہ ہیں جب کسی مجلس میں جاؤ تو ضرور ہی کہ اپنے پیشہ و مرتبہ کے خیالات کو چھوڑ دو کیونکہ مجلس میں یعنی سوسٹٹی میں براہی رہکار ہی خواہ اصلی ہو یا ظاہری اور اپنے پیشہ یا عہدہ کی خصوصیت ظاہر کرنا اس

برابری کو بگاڑ دیتی ہی اسی طرح سے اپنے رتبہ و حسب نسب و مرتبہ و لہاقت وغیرہ کا بھی کچھ خیال نہ کرو سوسائٹی میں ایسے داخل ہو جیسے پلٹن میں سپاہی نہ بطور ایک افسر کے اگر لوگ تم سے خوش ہونگے تو تم کچھ دنوں میں افسر ہو جاؤ گے ان باتوں کا خیال رکھو کہ سوسائٹی کے ڈرائنگ روم میں داخل ہو اور حتی المقدور سب کو خوش کرنے کی کوشش کرو عام مہربانی اور نفس کشی سے سب سے پیش آؤ اور انہیں لوگوں سے باتوں میں مشغول نہو جاؤ جن کو تم پسند کرتے ہو بلکہ ان کو بھی باتیں میں لگا لو جو الگ بیٹھے ہوں یا رنج میں ہوں یا جن سے اور لوگ باتیں نہ کرتے ہوں لوگوں کے خاص تعصب کا بھی بہت خیال رہے ایک ایک ایسے مضمون نہ چھیڑ دو جس سے آؤروں کو رنج ہو مثلاً اگر کسی جوان عورت سے بات کرنے لگو تو ہائی چرچ یا لوچرچ کو برا نہ کہو عمر رسیدہ عریف سے دگ یا ٹوری کو برا کہنے کی گفتگو نہ شروع کرو اگر کسی بیاہی عورت سے باتیں کرو تو بچوں کی شکایت نہ کرو اسی طرح سے آؤروں کی خواہشوں و ضرورتوں کے علم کو ہم بھر نچانے کی کوشش کرو *

اول مرتبہ جو کسی سے ملاقات ہو نہایت خلق سے پیش آؤ مگر کسی مذاق پر ایک دم سے نہ ہنس پڑو نہ گنواروں کی طرح تہقہ مارو بلکہ نرم و آہستہ آواز سے بولو عورتوں میں خوش آوازی خوبصورتی سے بڑھکر ہی — جیسا موقع دیکھو ویسی ہی گفتگو اختیار کرو — جب میز پر کھانا کھانے بیٹھو تو دانشمندانہ اور سنجیدہ باتیں کرو جب کہیں پکنک میں ہو تو خوشی اور دل لگی کی باتیں کرو — دوسرے یہ کہ سوسائٹی میں ایک ہی قسم کے لوگوں کی طرف مخاطب نہو جاؤ چاہے تمہیں ان کی مجلس پسند ہو یا نہر مگر تم بڈھے اور جوان منصب دار و غیر منصب دار ضعیف و جوان عورت سے سب سے یکساں پیش آؤ اس سے تمہاری خوش خلقی پائی جائیگی اور اکثر لوگوں کے دل بھلینگے بعض موقع پر جب کسی مجلس میں گفتگو بند ہوگئی ہو تو کوئی ایسا عام مضمون چھیڑ دو جس سے کہ سب لوگ عام فائدہ اوتھائیں اگر کوئی چھوٹی مجلس یعنی پارٹی ہو تو اُس میں ضرور ہی کہ جو بات ہو عام ہو ایسے موقع پر کسی ایک شخص کی طرف مخاطب نہو اپنے ایسے لوگوں و مقامات و چیزوں کا ذکر کرو جس سے کہ وہاں کم لوگ واقف ہوں مثلاً اگر کسی کے یہاں جاؤ اور وہاں دو ایک اچھے لوگ بھی موجود ہوں تو فلاں شہنشاہ صاحب یا فلاں مہر صاحب کا ذکر نہ چھیڑو بلکہ اخباروں کا ذکر کرو جسکو ہر شخص نے پڑھا ہی یا عام معاملات کا ذکر اُکرو جس میں کہ ہر شخص کم و بیش واقفیت رکھتا ہو *

صرف باتوں سے بد خلقی نہیں پائی جاتی ہی بلکہ اپنی عادت و طریقہ و نظر کو بھی درست کر لینا چاہیئے لیکن اگر بد قسمتی سے ایسے لوگوں میں جا پڑو جو کہ خوش

طریقہ نہیں ہیں تو وہاں کئی خاص عادت پر (اور دینا برا ہی منگ اگر تم کہیں دعوت میں بلائے گئے ہو اور تمہارے مہربان اور باقی مہمان کھانے میں کئی خاص چیز کا استعمال نہیں کرتے تو تم وہاں ویسے ہی کرو یا منگ جرمنی [میں قاعدہ ہی کے نکدان سے نمک چمچوں سے نہیں نکالتے ہیں تو تم بھی اپنی چھری یا کانٹے سے نمک نہ نکالو۔ یہہ مثل وہ ہی جیسا دیس ویسا بھیس — لیکن ایسی کوئی بڑی بد تہذیبی نہ کرنا چاہیئے جو اُس ملک والے کرتے ہوں منگ امریکہ میں دستور ہی کے کمروں میں تھوکا کرتے ہوں تمکو ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیئے •

اگر تمکو ظاہر ہوگا کہ کیا باتوں کرنا چاہیئے اور کس سے پرہیز کرنا چاہیئے اگر تم خدش خلق ہونا چاہتے ہو تو تمہیں سیکھنا چاہیئے اور اُنہر عمل کرنا چاہیئے تاکہ سب لوگ تم سے محبت کرنے لگیں جن لوگوں سے تم سوسائٹی میں مخاطب ہوئے ہو تمہاری تعریف کریں گے اور پھر پارٹی میں تم بلائے جاؤ گے اور چاہے تمہارا حسب و نسب و مرتبہ کچھ ہی ہو لوگ تمہاری نسبت بھی کہیں گے کہ قاتل شخص نہایت خلعتی ہی اور تمہیں اعلیٰ سوسائٹی میں لے جاویں گے علاوہ اسکے تمہارے جی کو خود خدشی ہوگی کہ کتنوں کے دہم و فکر و مصیبت کو تمہارے دور کا ہوگا •

راتنام

مہدی حسن منصف

راے بریلی اودہ

اصول تمدن

یونٹنی یعنی دفاہ عام کے اصول

مقصد دلی یہ ہونا چاہیئے کہ فائدہ عام ہو اور عام یونٹنی اُس کے دلائل کا مبنی ہونا چاہیئے — خلق اللہ کا اصل فائدہ دریافت کرنا بھی اصل تمدن ہی — علم تمدن صرف یہی ہی کہ بہتری اور فرائد کے حاصل کرنے کے وسائل دریافت کیئے جاتیں — اصول یونٹنی بالمعنی اعم کی بہت کم مخالفت کی جاتی ہی بلکہ یہہ ایک شی مشترک ہر مہمان علم اخلاق اور علم تمدن کے سمجھی جاتی ہی لیکن یہہ امر کہ تقریباً تمام لوگ اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں صرف ظاہر ہی ہی ایک ہی طرح کے خیالات اس اصول کی نسبت نہیں ہیں اور نہ ایک ہی طرح کی قدر و منزلت اس اصول کی ہی — اور نہ ایک ہی قسم کا اور مطلق طریقہ دلائل کا اس اصول سے پیدا ہوتا ہی — اسکو وہ قوت دینا جو اس کے لئے ہونا چاہیئے یعنی اسکو تمام طریقہ مباحث کی بنا گردانی کے

لئے تین شرائط ضرور ہیں (۱) لفظ یوٹلٹی کے لئے ایک صاف و معین معنی مقدر کیئے جائیں اور تمام وہ لوگ جو اس لفظ کو استعمال کریں اس کے ایک ہی معنی لیں — (۲) نہایت سختی سے ہر ایک دیگر اصول کو بالکل خارج کر دینا چاہئے تاکہ اس اصول کی یکتائی و انصافیت قائم ہو — عام طور سے اس اصول کی تصدیق کرنا کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اس اصول کو بلا کسی استثناء کے تسلیم کرنا چاہئے — (۳) ایک اخلاقی حساب کا طریقہ دریافت کرنا چاہئے جس سے ایک ہی طرح کا نتیجہ نکلے — اس اصول یوٹلٹی سے بعض لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اُسکی وجہ یہ ہے کہ دو اور غلط اصول بھی مروج ہیں جو کبھی ظاہر اور کبھی باطناً طبائع کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور انسان کی رائے اُن کی وجہ سے غلطی میں پڑ جاتی ہے — اگر یہ دونوں اصول بننا دیئے جائیں اور خارج کر دیئے جائیں تو پھر اصول یوٹلٹی روشن اور صاف رہ جائے اور مضبوط ہو جائے — یہ تین اصول یعنی ایک اصول یوٹلٹی اور دو وہ غلط اصول مثل تین سڑکوں کے ہیں جو اکثر مقام میں ہر ایک دوسرے پر سے ہو کر گذرے ہوں مگر مقام مقصود تک اُن میں سے صرف ایک ہی سڑک پہونچا سکتی ہو اور مسافر اکثر ایک سڑک پر سے دوسری سڑک پر ہو رہتا ہو اور اس گہوم گہام میں اپنی نصف طاقت اور نصف وقت کھرتا ہو لیکن اصلی راہ جو ہے وہ بہت آسان ہو اُسپر میل کے نشان مستقل طرز سے بنے ہوں جن پر زبان معروف میں پتہ لکھا ہوا ہو جسکو سب سمجھ سکیں اور جو مت نہ سکے اور جو دو غلط سڑکیں ہوں انہیں مہذبہ حروف میں خلاف پتہ تحریر ہو — خیر یہ تو استعارات تھے اب میں اُس اصول اور اُسکے دینوں مخالفین کا مفصل ذکر کرتا ہوں — فطرت نے انسان کو مسرت و رنج کی حکومت میں کیا ہے انہیں پر تمام ہمارے خیالات اور ہماری رائیں اور ہمارے سلسلہ زندگی کا تعین منحصر ہے — اور جو شخص یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ مسرت و رنج کی حکومت میں نہیں رہنا چاہتا وہ شخص خود نہیں سمجھتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے — عین اُسوقت جس وقت کہ وہ کسی بڑی مسرت سے پڑھ کرنا یا کسی سخت مصیبت کو عمدۃً اپنے اوپر لیتا ہے درحقیقت اُسوقت بھی وہ مسرت کی تلاش کر رہا ہے اور رنج سے اپنے نہیں بچاتا ہے مثلاً جو کئی یا وہ لوگ جو دنیا اور حظوظ نفسانی کو ترک کر دیتے ہیں گو بظاہر وہ مصیبت کو اڑھاتے ہیں اور مسرت سے پڑھ کر رہے ہیں مگر اعتقاد دلی اور خواہش قلبی اُن کی یہ ہوتی ہے کہ اُس کے عوض میں وہ آخرت میں راحت و مسرت پائیں گے — اور عذاب آخری سے اُنکو نجات ملے گی — پس یہ بھی ایک تلاش مسرت اور حفظ رنج ہے پس علم اخلاق کے چلنے والے اور علم سیاست مہن کے ماہرین کو لازم ہے کہ ان دایمی اور غیر ممکن الاحراز کیفیات کی تفتیش کریں — اصول یوٹلٹی ہر ایک چیز

کو انہیں دونوں کیفیات قلبی کے ماتحت کرتا ہی۔ یوٹلٹی یعنی رفاہ عام ایک ملہم اور غور مشرح اصطلاح ہی رفاہ کا لفظ حاصل بالمصدر ہی اس سے ایک شی کی خاصیت اور اُسکا میلان بحفظ از شر واستفادہ خیر مستنبط ہوتا ہی۔ ضرر کیا ہی ایک رنج ہی یا سبب رنج ہی اور فائدہ ایک مسرت ہی۔ یا سبب مسرت ہی۔ جو چیز کہ کسی اشخص کی غرض اور اُسکے فائدہ کے موافق ہی وہ اُس شخص کے مجموعہ مسرات کو بھی بڑھاتی ہی اسبطرچہ جو چیز کہ کسی جماعت کی غرض اور اُسکے فوائد کے مناسب ہی وہ اُن لوگوں کے مجموعہ مسرات کو ترقی دیتی ہی جو اُس جماعت میں داخل ہوں۔ (اصل) وہ ابتدائی خیال ہی جو ابتدا اور مدار کسی قسم کی تقاریر کا ہو محسوسات میں سے اسکی تمثیل اُس نقطہ معونہ کی ہوسکتی ہی جہاں زنجیر معاحت کی پہلی کرتی انگڑی جائے ایسی اصل کو بدیہی ہونا چاہیئے تاکہ اُس کی تشریح و تبیین اُسکو مقبول اُنام و مسلم علی الخواص والعوام کرے۔ یہی حال علم ریاضی کے اصول متعارفہ کا ہی اُنکو براہ راست ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اسی قدر دکھا دینا کافی ہی کہ اُن سے بلا اسکے کہ انسان غلطی میں پڑے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یوٹلٹی کے منطق اس امر پر محتول ہی کہ کل تطبیقات قضایا صرف مسرت و رنج کے حساب اور تقابل پر مبنی ہوں اور کسی دوسرے خیال کو اس میں دخل نہو۔ میں اصول یوٹلٹی کا ایک طرفدار ہوں کیونکہ میں گورنمنٹ اور شخصی فعل کے پسند اور ناپسند یعنی اُس کے اچھے یا برے ہونے کا موازنہ صرف فعل مذکور کی اُس قابلیت سے کرتا ہوں جس سے کہ وہ مسرت یا رنج کو پیدا کرسکتا ہی یعنی اگر اُس میں بہ نسبت رنج کے مسرت پیدا کرنے کی طرف زیادہ میلان ہو تو وہ فعل اچھا ہی اور اگر اُس کے خلاف میلان ہی تو وہ فعل برا ہی۔ جب میں الفاظ انصاف و غیر انصاف اخلاق و خلاف اخلاق و خیر و شر کا استعمال کرتا ہوں تو یہ استعمال ان الفاظ کا بالمعنی الاعم ہی یہہ جامع ہی اُس خیال رنج و مسرت خاص کو جو کسی فعل سے پیدا ہوں جب میں کہوں کہ یہہ فعل انصافانہ ہی اس کے معنی یہہ ہیں کہ اُس فعل سے زیادہ مسرت پیدا ہوتی ہی۔ اور یہہ بھی معلوم رہے کہ میں ہمیشہ ان الفاظ مسرت و رنج کو اُن کے ظاہری اور معمولی معنوں میں استعمال کرتا ہوں میں کہی اُن کے معنوں میں اپنی رائے کے بموجب تاویل نہیں کرتا کہ میں کسی خاص مسرت کو خراج کردوں یا کسی خاص رنج کے وجود سے انکار کروں۔ اس بابت نہ ہمیں کسی اصلاح کی ضرورت ہی نہ کسی استعارہ و تشبیہات کی نہ اس میں الفاظوں کی تکت کا دیکھنا ضروری ہی نہ ارسطاطالوس کی۔ مسرت وہ چیز ہی جس کو ہر شخص مسرت سمجھے۔ رنج وہ چیز ہی کہ جس کو ہر شخص رنج سمجھے کاشکر ہو یا بادشاہ جاہل ہو یا حکیم۔ جو شخص کہ اصول یوٹلٹی کا پیرو ہی

وہ اتقا کو صرف اس وجہ سے اچھا سمجھتا ہے کہ اس سے مسرت منتج ہوتی ہے اور غیر اتقا کو صرف اس وجہ سے برا سمجھتا ہے کہ رنج اس سے منتج ہوتا ہے •

اخلاقی اچھائی ایک اچھائی ہی صرف اس وجہ سے کہ اس میں طبعی بہنوئی پیدا کرنے کی قابلیت ہے اخلاقی برائی ایک برائی ہی صرف اس وجہ سے کہ اس میں طبعی برائی پیدا کرنے کا مادہ ہے — لفظ طبعی سے مہربی مراد مسرت و رنج روح و مسرت و رنج حواس ہے — میں آدمی کو اس کی اس معمولی خلقت و حیثیت میں لیتا ہوں جو وہ درحقیقت ہے — اصول یوٹلٹی کا طرفدار اگر کسی ایسے فعل کو جس سے رنج بہ نسبت مسرت کے زیادہ پیدا ہوا فعل حسنہ کی فہرست میں داخل پاورے تو وہ بلا تامل اس فعل کو جو صرف بظاہر افعال حسنہ کی فہرست میں لکھا ہے اُٹھا کر افعال قبیحہ میں داخل کر دینا اور وہ کبھی اپنے تئیں اس عام غلطی میں نہ پڑنے دینا اور ایسی تدبیر کو کبھی پسند نہیں کریگا جس سے چھوٹے افعال حسنہ کسی حقیقی فعل حسنہ کے قایم رکھنے کے لئے کام میں لائے جاویں اگر وہ کسی فہرست جرایم میں کسی ایسے افعال کو پائیگا جو نہ اچھا ہی نہ برا یا کسی ایسی مسرت کو پائیگا جو کسی کو ضرر نہیں پہنچاتی ہے تو وہ بلا تامل اس فعل کو فہرست جرایم سے نکال کر افعال جائز میں رکھینا اور وہ ہمیشہ اس شخص پر رحم کریگا جو ایسے چھوٹے جرم کا مجرم قرار دیا گیا ہو اور ایسا غلط مجرم جو اپنے مدعی سے نفرت رکھتا ہے اس نفرت میں وہ بھی ہمدردی اس مجرم سے تصور کی کریگا •

اصول دھباندیت

یہ اصول بالکل دشمن اور مخالف اس اصول کا ہے جس کا میں ابھی ذکر کر رہا تھا جو لوگ اس کے پیرو ہیں وہ مسرت سے نفرت کرتے ہیں اور بھاگتے ہیں — اُن کی نظر میں ہر ایک چیز جو حواس کو شگفتہ کرے اور اُن کی خواہشوں کو پورا کرے وہ ایک خراب چیز ہے — اُن کے نزدیک اخلاق حسنہ عزت گزینی اور ترک دنیا پر مبنی ہے اور اتقا اپنے تئیں خاک میں ملا دینے پر منحصر ہے — خلاصہ یہ کہ وہ پھر وہاں اصول یوٹلٹی کے بالکل برعکس ہیں وہ اُن چیزوں کو پسند کرتے ہیں جس میں مسرت گھٹانے کی قابلیت ہو اور اُن اشیاء کو ناپسند کرتے ہیں جن سے مسرت بڑھتی ہو — دو قسم کے لوگوں نے اس اصول کی پیروی کی ہے جو حیثیات دیگر سے بالکل ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کو حقیر سمجھتے ہیں ایک حکما و عباد اور دوسرے وہ عباد و زہاد جنہوں نے ترک دنیا کو ہی حکماء راہبوں نے صرف لوگوں کی تعسوس و آفرین حاصل کرنے کے لئے اپنے تئیں ظاہر کیا کہ حالت انسانی سے اعلیٰ حالت میں وہ

پہنچ گئے کیونکہ عام مسرتوں سے اُن کو نفرت ہوگئی۔ — چو چو نقصانات کہ اپنے سبب سے
 اصول کے لئے وہ لوگ بظاہر اُٹھاتے ہیں اُن کو اُسید ہی کہ بنویمہ شہرت و نام کے ان
 نقصانات کا معارضہ بالاولیٰ ہو چاہیگا۔ — زہان راہبیں بالکل ہی بیوقوف ہیں کیونکہ وہ
 بیکار خوفوں کی تکلیف اُٹھایا کرتے ہیں۔ — انسان اُن کی نظروں میں ایک ذلیل و حقیر
 موجودات میں سے ہی اور اُسکو چاہیئے کہ اپنے تئیں علی التوالی اس جرم کی سزا دی
 کرے کہ وہ کیوں دنیا میں پیدا ہوا اور اپنے خیال کو کبھی اُس خلیج مصیبت دائمی
 کی طرف سے نہ پھیرے جو اُس کے قدموں کے نیچے اُسکے لئے منہ پھلائے ہوئے ہی تاہم جو
 لوگ کہ اس خرافات خیالات میں گرفتار ہوں وہ بھی مانند دوسرے لوگوں کے ایک خزیفہ
 اُسید کا اپنے لئے رکھتے ہوں علاوہ اُس دنیوی مسرت کے جو اُنکو بہ نسبت اپنے نام و نمود
 و شہرت کے حاصل ہوتی ہی وہ اپنے تئیں اس خیال سے اور زیادہ خوش رکھتے ہیں کہ
 ہر ایک لمحہ جس میں وہ یہاں اپنے ادب تکلیف اُٹھاتے ہیں وہ اُن کے لئے آخرت میں ایک
 زمانہ مسرت کا حاصل کرتا ہی پس اگر غور سے دیکھو تو یہ اصول رہبانیت بھی ایک غلط
 خیال یوتلتی ہی پر مبنی ہی گو یہ اپنی افضلیت غلط ذرائع سے حاصل کرتا ہی مگر تاہم
 اصول رہبانیت بھی مسرت ہی کی اُمید و نذر مبنی ہی۔ — زہان و عباد اس اصول رہبانیت کو
 بہ نسبت حکماء کے زیادہ دور تک کھینچ لے گئے ہیں۔ — حکماء نے صرف مسرت کے برا کہنے پر
 اکتفا کی ہی لیکن مذہبی فرقوں نے تکلیف و رنج اُٹھانیکو فرض سمجھا ہی۔ — اسٹوٹک
 فرقہ قابل ہی کہ تکلیف بڑی چیز نہیں ہی اور جنس سمیت فرقہ قابل ہی کہ تکلیف واقعی
 ایک اچھی چیز ہی۔ — حکماء مسرت کو عموماً برا نہیں کہتے وہ صرف اُس مسرت کو برا
 سمجھتے ہیں جو خراب و شہوات نفسانی کے لئے ہو بلکہ یہ لوگ مسرت فہم و عقل کو بہت
 اچھا جانتے ہیں۔ — پس یہ گروہ فقط ایک قسم کے مسرات کو پسند کرتا ہی نہ کہ تمام مسرات کو
 ناپسند کرتا ہی باوجودیکہ مسرت اپنے اصلی نام سے ہمیشہ ذلیل اور خوار رہی تاہم وہ پیرایہ
 ہائے دیگر میں ممتاز و مشرف ہوئی اور اُسنے خطاب دوسرے نام سے عزت و نام و شہرت
 و وقار و قدر کا حاصل کیا۔ — میں اب اس اصول سے بچنے کے لئے اصول رہبانیت کی تذلیل
 میں مبالغہ کرنے کے الزام کا عقلی مبداء بیان کرتا ہوں جس پر کوئی عاقل معترض نہوگا
 ابتداء زمانہ میں یہ خیال کہا گیا تھا کہ مسرت کی خواہش ایسا نہو کہ کسی فعل
 قبیح کے ارتکاب کی طرف انسان کو مائل کرے یعنی اُن افعال کے ارتکاب کی طرف
 جس میں بہتری بہ نسبت ضرر کے کم ہی اصل میں ایسی مسرتوں کو بلعناظر اُن کے
 خراب نتيجوں کے منع کرنا عمدۂ اخلاق اور اعلیٰ قوانین کا خاص مقصود ہی۔ — لیکن
 پیروان اصول رہبانیت نے غلطی کی کیونکہ اُنہوں نے مسرت کو فی نفسہ برا کہا اور اُنہوں
 نے عموماً مسرت کو متبرک گردانا اور عموماً اُس کی ممانعت کی اور اُس کو ایک ذلیل

اور گنہگار مخلوق کی علامت گردانا اور یہ بھی انہوں نے اُس ضعف قلب کی وجہ سے کہا جو فطرت انسانی ہی کہ بعض خاص مستغنیات کو جایز رکھتا ہے •

اصول خود رائی یعنی رغبت و نفرت

اس اصول میں تحسین و تنبیہ صرف رضا و غیر رضا پر منحصر ہوتی ہے اور اس میں فیصلہ کے لئے بجز خود اُس فیصلہ کے اور کوئی دلیل نہیں ہوتی اس اصل کی مثال ایک کوا کی ہے جسکا محور محبت و نفرت ہے — تمام تر دلائل اُن لوگوں کی جو اس اصل کو اپنی تقاریر و تجاویز کا مبنی بناتے ہیں یہی ہوتی ہے کہ ہم اس امر کو پسند کرتے ہیں اور ہم اس امر سے نفرت کرتے ہیں — کوئی فعل جو اچھا یا برا کہا جاتا ہے وہ اس وجہ سے اچھا یا برا نہیں کہا جاتا کہ وہ اشخاص متعلقہ کے فائدے کے موافق یا مخالف ہے بلکہ اُس کی اچھائی یا برائی اُس شخص کے پسند یا نا پسند ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے جو اپنی رائے دیتا ہے وہ اپنی رائے شاہانہ طور سے ظاہر کرتا ہے اور اُس کی نسبت کچھ نہیں سنا — وہ کچھ ضرور نہیں سمجھتا کہ اپنی رائے کی درستی کو اس دلیل سے ثابت کرے کہ اُس میں جماعت کا عام فائدہ ہے یا جماعت کے فائدہ پر وہ اپنی رائے کے قائم کرنے کے وقت لحاظ کرے — ان راویوں اور فیصلوں میں یہ خود مختارانہ تقریر ہوتی ہے، “ہمارا اندرونی خیال اور ہمارا دل یہ کہتا ہے کہ خود پسندی کے لئے کسی صلاح کی ضرورت نہیں ہے جو ہماری رائے سے متفق نہیں ہوتا اُس کی شامت ہے وہ آدمی نہیں ہے بلکہ انسانی صورت میں ایک عجیب الخلقت چیز ہے مگر اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے احمق لوگ بھی ہیں جو ان خاص راؤوں کو مثل قانون کے جاری کریں اور اپنے تئیں سمجھیں کہ کبھی غلطی میں نہیں پڑتے جسکو کہ تم اصول رغبت و نفرت کہتے ہو وہ اصل عقلی نہیں بلکہ یہ اصل فی نفسہ تمام اصول کے سلب یا عدم کا نام ہے — اس سے ایک حقیقی بد انتظامی خالات کی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس طرح ہر ایک شخص کو حق ہے کہ اپنی رائے کو بطور قانون عام کے ظاہر کرے پس اب کوئی عام طریقہ باقی نہ رہتا کہ کوئی آخری عدالت ہے جو ایک فیصلہ قطعی اپنے اختلافات کا کردے — اس میں شک نہیں کہ یہ اصل صاف صاف باطل محض ہے اور اس وجہ سے کوئی شخص صاف صاف یہ نہیں کہتا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں جیسا خیال کرتا ہوں ویسا ہی تم بھی خیال کرو اور مجھکو میرے خیال کی مدد کرنے کی تکلیف نہ دو ہر شخص ایسی ادعاے لا یعنی کو بیہودہ سمجھتا اس لئے مختلف قسم کے پردے اختراع کیئے گئے ہیں — خود سری نے چالاک کے پردے میں اپنے تئیں چھپایا ہے — ایک بڑا حصہ ان تمام مختلف فلسفہ کا ہمارے دعوے کی شہادت دیتا ہے کوئی تو یہ کہتا ہے کہ مجھے میں ایک قوت ہے جو اچھی اور بُری میں تمیز کرتی ہے اور

اس قوت کا نام کائنات یا مارل سنس یعنی قوت مخیرہ رکھتا ہے اور بعد ازاں کسی کام کو اچھا تعبیر کوتاہی اور کسکو برا اگر پوچھو کہ یہ اچھا کیوں ہے اور وہ برا کیوں تو جواب دیتا ہے کہ مہربی قوت مخیرہ یوں ہی فتویٰ دیتی ہے — مہربی قوت مخیرہ اس کام کو پسند کرتی ہے اور اُس کو نا پسند — ایک دوسرے فلسفی نے الفاظ کو بغیر دیگر قوت مخیرہ کی کچھ پرواہ نہیں کی بلکہ اُس کے نزدیک بجائے قوت مخیرہ کے کامن سنس یعنی فہم عام ایک چیز ہے جو امر خیر کو امر شر سے تمیز دیتا ہے — یہ اس امر کا قائل ہے کہ یہ فہم عام ہر شخص کو ہوتا ہے — مگر ہر شخص عام سے وہ اُن لوگوں کو ہر شہاری سے خارج سمجھتا ہے جو اُس کے مخالف ہیں اور اُس کے مطابق نہیں سونچتے — ایک تیسرا فلسفی کہتا ہے کہ وہ قوت مخیرہ و فہم محض خیالاتی چیزیں ہیں اور عقل اُمرور حسنہ کو امور سُئہ سے امتیاز کرتی ہے اُسکی عقل اُس سے یوں اور یوں کہتی ہے — اور اُسکی دانش مہن تمام عقل اور عمدہ لوگ اُس کی سی عقل رکھتے ہیں — اور جو لوگ کہ اُس کے مطابق نہیں خیال کرتے اُن کا مجرد تضال اُن کے نقصان عقل و ہمدردگی پر شاہد ہے — ایک چوتھا فلسفی کہتا ہے کہ ہمارے پاس ایک لم یزل ولا یزال قانون حق ہے جو اس امر کا حکم دیتا ہے اور اُس امر سے منع کرتا ہے بعد ازاں وہ اپنے خیالات مختلفہ کو پیش کرتا ہے اور تنکو لازم ہے کہ اُن خیالات کو افنان (یعنی شاخے) قانون حق تصور کو — بہت سے فض و فقہا و حکام و فلسفہ قانون طبعی کو مانتے ہیں اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ آپس میں ہر ایک موقع و محل پر اپنے اپنے طریقہ استدلال میں چبکرتے ہیں تاہم ہر واحد ان میں کا نہایت اعتماد اور تفری کے ساتھ اپنی رائے درباب ابواب قانون حق کے بیان کرتا ہے — کبھی کبھی اس عبارت میں کچھ تبدل بھی ہو جاتا ہے اور ہم لوگ بجائے ”قانون حق کے“ ”طبعی حق“ و ”طبعی انصاف“ و ”حقوق انسان“ وغیرہ بھی مستعمل پاتے ہیں — بعض فلسفہ اپنے طریقہ استدلال تمدن کو صدق پر مبنی کرتا ہے اور اُس کے نزدیک صرف کذب ہی اس عالم میں ایک بلا ہے — مثلاً تم نے اپنے باپ کو مار ڈالا تو یہ ایک گناہ ہوا اور اُس کی وجہ اس فلسفی کے نزدیک یہ ہے کہ گویا تم نے یہ کہا کہ وہ تمہارا باپ نہ تھا — جس کسی فعل کو کہ یہ حکیم ناپسند کرتا ہے اُسے اسی وجہ سے ناپسند کرتا ہے کہ وہ ایک قسم کا کذب ہے کیونکہ اس کا خلاصہ ادعا ہے جواز مالا بجزو ہے ۔

ان خود سر لوگوں میں سے نہایت صاف مزاج وہ لوگ ہیں جو صاف صاف کہتے ہیں کہ میں برگزیدہ لوگوں میں سے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ لوگوں کو اپنی طرف سے نور عطا فرمایا ہے جس سے وہ نیک و بد میں تمیز کرتے ہیں — وہ بالعموم مجھے

الہام کرتا ہی اور میرے منہ سے بولتا ہی جن لوگوں کو اس میں شک ہو وہ آپس اور کلم ربانی سمجھ سے سنیں — یہ سب طرق استدلال اور علامہ بریں بہترے اور بھی اصل میں قوانین خود مختاری و قوانین پسندیدگی و نا پسندیدگی ہیں جن کو درپردہ الفاظ مختلفہ سے بیان کرتے ہیں اور اس کا مقصود اصلی یہ ہے کہ ہماری رائے دوسروں کی رائے پر بلا گفتگوئے محض غالب آجائے — یہ اصول خود سری قائم رکھنے کی غرض سے اختراع کئے گئے ہیں لاکل اس سبب سے ہی کہ یہ اس قسم کی خود سری طبعی ہی کہ جو اکثر بشرط حفظ از مواخذہ وقوع میں آتی ہی — اور نتیجہ اسکا یہ ہوتا ہی کہ باوجود خلوص نیت کے آدمی اپنے نہیں تکلیف عظیم پہونچاتا ہی اور دوسرے لوگوں کو مبتلائے مصیبت کرتا ہی — اگر وہ غمگین طبع کا ہی تو وہ ساکت و افسردہ دل ہو کر انسانی حمایت اور نقصان طبع پر افسوس کیا کرتا ہی — اور اگر وہ بد مزاج ہی تو وہ اُن سب لوگوں کو جو اُس کے مطابق خیال نہیں کرتے نہایت غصہ سے سخت و درشت کہنے لگتا ہی وہ اُس قسم کے ازار دہندہ خلق اللہ سے ہو جاتا ہی جو فیکہ کرنیکے جوش میں افعال قبیحہ کے مرتکب ہوتے ہیں — جو لوگ تعصب حماقتانہ کی آگ ایسے جوش و خروش سے سلگاتے ہیں جیسا کہ اپنے واجب کلم کی سرگرمی کرتے اور جو لوگ کہ سب ایسے لوگوں کو سخت و درشت کہتے ہیں جو اُن کی رائے کے مطابق کسی چیز کو متبرک نہ سمجھیں جسکو وہ خود متبرک سمجھتے ہوں — با این ہمہ اس امر کو بغور لی لکھا کرنا چاہیئے کہ قانون تودہ و تضالاف قانون فوائد عام سے اکثر متفق ہو کر وقوع میں آئیگا — کیونکہ طبیعت انسانی تودہ مفید و تضالاف مضر پر محمول ہی — یہی وجہ ہی کہ تمام عالم میں افعال مفیدہ کی قدر اور افعال مضرہ کی تذلیل ہوتی ہی — اور اسوجہ سے علم اخلاق اور اصول فقہ بھی بباطن بلا خیال کامل اصول فوائد عامہ پر مبنی ہیں — لیکن تودہ و تضالاف ہادی تحقیقی و غیر قابل التبدل نہیں ہی جو کوئی شخص اپنی خوشی یا اپنا رنج کسی وجہ خہالی پر کرے گا تو وہ بلا وجہ کسی چیز کو پیار کرنے لگے گا یا اُسے نا پسند کرنے لگیگا تعصب و خیالات خود پرستی اور مذہب و فریق کی جانب داری گویا محض کوردیدہ تودہ و تضالاف پر مبنی ہی — محض ادنی اختلافات مثلاً اختلافات لباس یا ایک ادنی اختلاف رائے یا اختلاف پسند و ذائقہ ایک آدمی کو دوسرے کی نظروں میں حقیر کر دینے کو کافی ہی — صفحات تواریخ محض خرافات لڑائی جھگڑے اور محض بیکار تکالیف رسانی سے بھرے ہوئے ہیں — کہیں ایک شہزادہ کسی ادنی اختلاف رائے کی وجہ سے ناراض ہو کر اُسی باران یا برلستست یا -ولشنس یا موحد کے تعبیر کرتا ہی — یہاںہاں کھڑی کرتا ہی اور اس درگاہ کے خدام قاتلین کو جمع کرتے ہیں — جسدم لادمذہب لوگ آگ میں جلتے جاتے ہیں وہ ایک دن نہایت خوشی کا تصور کیا جاتا

ہی - روس میں ایک مرتبہ خانہ جنگی اسپر ہوئی تھی کہ علامت صلیب کی انگلیوں سے ظاہر کرنا چاہیئے - باشندگان روم اتلی و قسطنطنیہ میں امر مابہ النزاع بہ حیثیت کھیلنے والوں و کو چبانوں و شمشیر بازوں کے رنگ لباس کے تھا اور اپنی بات کی پیچ کی غرض سے اور بیہودہ جنگ و جدال کو ایک شی مہتم بالشان کرنے کی غرض سے ان لوگوں نے اسبات کا ادعا کیا کہ قنچیائی لباس سبز یا لباس نیلگوں کی کثرت غلہ یا خشک سالی قنح یا شکست گورنمنٹ کی پوش گروٹی کرتی ہی *

تخالف و نفرت کبھی اصول یوتلٹی پر منطبق ہو جانا ہی تاہم وہ اس قابل نہیں کہ اسپر کسی فعل کی بنا ڈالی جائے - مثلاً جبکہ کوئی شخص غصہ کی وجہ سے عدالت کے سامنے رھزن پر ثبوت جھوم کی کوشش کرتا ہی اور اُسکو سزا دلانے کے لیئے پوری کرتا ہی - تو یہ فعل فی نفسہ بلا شک اچھا ہی لیکن اُس فعل کرنیکی جو وجہ ہی اور جو اس پوری کرنے کا سبب ہی وہ مخرفناک ہی یعنی ذاتی غصہ - اگرچہ یہ اصول کبھی کبھی اچھے فعل کا بھی منتج ہوتا ہی الا اکثر اسکا ثمر خراب و زہردار ہوتا ہی - جس انعال کا مبنی خیال فوائد عامہ ہی وہ بالیقین مٹم نتائج حسنہ ہونگے - اچھا ئی اکثر دیگر ارادوں سے کیجاتی ہی الا اُسکا دوام بلا خیال فوائد عامہ کے نہیں ہو سکتا - رغبت اور نفرت کو ضرور ہی کہ یوتلٹی کے ماتحت ہوں ورنہ کبھی نہ کبھی یہ دونوں مضر ہو جائینگے لیکن اصول یوتلٹی کسیکا ماتحت نہیں ہی بلکہ اپنا انتظام خود کرتا ہی کسی اُڑ کو شریک نہیں کرتا اور یہ امر محال ہی کہ اُس کو بہت زیادہ توسیع دیجائے - اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہی کہ اصول رھبانیت اصول یوتلٹی سے رو برو مقابلہ کرتا ہی اور اصول رغبت و نفرت نہ تو اصول یوتلٹی کا مخالف ہی نہ موافق اس کو فوائد عامہ سے کچھ غرض نہیں یہ کبھی خود سے مٹم ہوتا ہی اور کبھی آشوب شر میں جا پھنستا ہی مطلق العنان ہی جدھر اتفاق سے جا پڑے - اصول رھبانیت ایسی بے عقلی کا اصول ہی کہ اُس کے بیوقوف سے بیوقوف پورو بھی اُس کی پوری تعمیل کی کوشش نہیں کرتے اور اصول رغبت و نفرت اپنے پورو و طرفداروں کو اصول یوتلٹی کے ساتھ تعلق رکھنے سے مانع نہیں یہ اصول یعنی اصول رغبت و نفرت نہ کسی استثنا کی خواہش رکھتا ہی نہ اُس میں اس کا امکان ہی یہ اصول زبان حال سے کہتا ہی کہ جو شخص میرا ماتحت نہیں میرا مخالف ہی - اصول یوتلٹی کے مطابق سیاست مذن ایک گام بڑے غور و حساب کا ہی اور اصول رھبانیت کے مطابق یہ ایک گام تعصب کا ہی اور اصول رغبت و نفرت کے مطابق قرائق مزاج اور خیال خام اور مذاق کا کام ہی یہ طریقہ حکما کے مناسب ہی دوسرا جریوں اور فقہروں کے اور تیسرا ظروفا اور عام اخلاق اور دنیا اور عوام الناس کے موافق ہی

خیالات کو بھی سے یہ نفرت پیدا ہوتی ہی اپنے دل سے نکال ڈالیں اور اسی طرح سے نفرت کو ضعیف کرتے کرتے بالکل معدوم کر دیں مگر خیریت یہ ہی کہ رغبت کے اسباب دائمی اور نظر تری ہیں اور نفرت کے اسباب اتفاقی اور چند روزہ ہیں •

علم اخلاق کے لکھنے والے دو اقسام کے ہیں - ایک تو وہ ہیں جو زہر دار درخت عداوت و نفرت کی بیج کئی چاہنے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو اُس درخت کے نشو و نما کی کوشش کرتے ہیں - پہلا گروہ بدنام ہوتا ہی اور لوگ اُس کے برا کہنے پر آمادہ رہتے ہیں اور دوسرا گروہ معزز ہوتا ہی اور لوگ اُس کو پسند کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ ظاہری اخلاق کی راہ میں اُن سے کینہ و حسد کا دم نکالتے ہیں وہ کتابیں جو بہت جلد مشہور ہو جاتی ہیں وہی ہیں جو عداوتوں اور نفرتوں کی وجہ سے تصنیف ہوئی ہیں مثلاً کسی کی توہین کسی کی ہجو یا کسی گروہ کی طرفداري وغیرہ پر جو کذب تصنیف ہوں - ٹیلی مہکس کی کتاب کو کچھ اُس کے اصول اخلاق یا طریق بیان کی وجہ سے یہ مشہور کامیابی نہیں ہوئی بلکہ اس وجہ سے ہوئی کہ عموماً لوگ خیال کرتے ہیں کہ اُس میں ایک ہجو ہوئی چہار دہم شہنشاہ فرانس اور اُس کے محل کی سلیج ہی - ہمارے ڈاکٹر ہیوم نے اپنی تاریخ میں کوشش کی ہی کہ پارٹی اسپرٹ یعنی گروہ کی طرفداري کے جوش و خروش کو کم کرے اور غصوں کو گھٹائے پس گروہ کے گروہ اُس کے پیچھے پڑ گئے اور اُن لوگوں نے اس امر کے ثبوت کو نہیں پسند کیا کہ آدمی میں بہ نسبت شرارت طبعی کے جہالت زیادہ ہی - اپنے لیئے وہ لکھنے والا برا خوش نصیب ہی جو اپنے قیوں ان دو غلط اصول کے ہاتھ میں ڈال دے - کیونکہ مہدان فصاحت ص سے زیادہ اُسی کے ہاتھ آتا ہی اور وہی سب سے زیادہ بلیغ تصور کیا جاتا ہی اور اُسی کے بیان میں خوب مبالغہ ہوتا ہی اور اُسی کے بیان میں تمام لغات قصے اور خف کے پورے ہوتے ہیں - اُسکی تمام رائیں اصول مقدّرہ دائمی غیر قابل التبدل سمجھی جاتی ہیں - اور مثل خدا اور فطرت کے لم یزل و لا یزال خیال کیجاتی ہیں - بحثیں مصنف ہونے کے اُسکو کُرد مختارانہ اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں اور وہ ہر شخص مخالف کو ذلیل سمجھتا ہی - لیکن اصول یوتیلی کے طرفدار لوگ ایسی حالت میں ہیں جس میں فصاحت کا بڑا کام نہیں ہی - وہ اُس امر پر مجبور ہیں کہ اپنی تمام اصطلاحات کی تعریف کریں اور ہمیشہ اُس لفظ کو اُسی معنی میں استعمال کریں - اُنکا بڑا وقت طکاری اور اپنے بیان کو مضبوط کرنے اور اپنے ارادوں کو تیار کرنے میں صرف ہوتا ہی اور اُنکو بے صبری سے جسکی وجہ سے انسان تمہید سے گہراتا ہی اور چاہتا ہی کہ ایک لحد میں بڑے بھاری مقصود تک پہنچ جائے بڑا خوف ہی - لیکن یہ آہستہ رپی ایک چیز ہی جس سے انسان اپنے مقصد تک اگرچہ پیدر مگر بالضرور پہنچ سکتا ہی کیونکہ صحیحی کو عوام

میں پہیلانے کی طاقت اگر فصاحت پر مبنی ہی تو اس سچائی کے دریافت کرنے کی طاقت تفتیش اور تحقیقات پر مبنی ہی *

راقہ

مہدی حسن منصف

راے بریلی ادوہ

خبر بر غیور

کیا انسان کی جبلت میں یہ امر داخل نہیں ہے کہ وہ غیروں کو خبر پہونچا کر اور اوزوں کو خوش کر کے خود اپنا دل خوش کرے؟ ضرور یہ امر اُسکی فطرت میں موجود ہے۔ اگر کوئی انسان اپنی گردن جھکا کر اپنے قلب کو توجہ سے دیکھے تو اُسکو یہ معلوم ہوگا کہ اُسکے دل میں بہت سی فیاض نیکیوں کے بھیج موجود ہیں کہ اگر وہ اُنکی کاشت اچھی کرے تو ایسے پھول پہلے ہوئے پھرے درخت پیدا ہوں کہ اُن سے ہزاروں برومند ہوں اور وہ خرمن کے خرمن خیر کے ذخیرہ لگیں کہ جس سے اور مستمع ہوں اور اُسکو آئندہ زمانہ یاد کیا کرے اور دعائیں دیا کرے کہ اُس نیک بخت نے کیا ہمایوں درخت لگایا ہے کہ آج ہسکر وہ نہال کر رہا ہے۔ اب کیا یہ رونے کا مقام اور سر پٹنے کی جگہ نہیں ہے کہ ہم اس بھیج کو اپنی غفلت سے کون لگتے دیں اور خبر نہ لینے سے نکھڑوں گیا کر دیں؟ اب ہم ہر چاروں طرف نظر دوڑا کر دیکھتے ہیں کہ کون ایسا ہے کہ اُسنے ان بھیجوں کی آبھاری کی ہو تو اس زمانہ میں کوئی نظر نہیں آتا۔ ہمارے ملک میں ہمداری قوم میں کوئی ایسا نہیں کہ جو یہ کہتی ہوتا ہو اور اُسکے انتفاع اور ارتقاء سے اپنی قوم کو سوسبز کرتا ہو۔ جسوقت ہم یونانیوں اور رومیوں کی تاریخوں کو مطالعہ کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اعلیٰ درجہ کی قوموں کی بڑی صفت اور خوبی یہ تھی کہ وہ اپنی قوم کی اور ملک کی ساری بھٹ اور عقل و دانش کو ایسے کام میں صرف کرتے تھے کہ اور کوئی بھلائی کا عزم جزم اُن میں کسی طرح پڑمردہ نہ ہو اور اُسی کے زندہ رہنے کو انسان کا زندہ ہونا سمجھتے تھے۔ جسکے اندر یہ عزم مردہ ہوا اُسکو اُنہوں نے مردہ سمجھا۔ اب کوئی پوچھے کہ کیا کوئی اُور وہ انسان ہے ہم کوئی اور انسان ہیں؟ نہیں ہم میں اور اُن میں ساری انسانیت کی قابلیتیں برابر ہیں وہی ہم ہیں وہی وہ تھے۔ فرق اتنا ہے کہ ہم میں قومی بھلائی اور نیکی کرنے کا عزم مردہ ہو گیا ہے اُن میں زندہ تھا۔ اگر کوئی ہم میں سے اس عزم خفتہ کے غائلوں کو جھڑ جھڑا کر جگاتا ہے تو کبھی کبھی وہ اُنکھیں کھولتا ہے اور قصد اُٹھانے کا کرتا ہے مگر ضعف اُس میں ایسا آگیا ہے کہ اُتھ نہیں سکتا۔ وہ حسرت کی آنکھوں سے اپنی اس حالت زار کو دیکھتا ہے اور سراے زار زار رونے کے کچھ نہیں ہو سکتا تو کہیں سے لائے کہ اُتھ۔

اسباب نفرت و احتراز

نفرت کا بہت توبی اثر اخلاق اور سواسف مدن پر پڑتا ہے اور اسی وجہ سے ضرور ہی کہ ان تمام اسباب کا ذکر کیا جاوے جس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ پہلا سبب تنفر خواہش ہے۔ اس سے زیادہ آڑ کرئی عام بات نہیں ہے کہ طبعی نفرت سے اخلاقی نفرت علی الخصوص اشخاص ضعیف القلب میں پیدا ہو جاتی ہے صدا جانور ایسے ہیں جو دایمی نفرت کی ایذاں اٹھا رہے ہیں صرف اس وجہ سے کہ وہ شامت اعمال سے بد قطع اور بد ہیئت سمجھے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک غیر معدلی شی میں یہ قوت حاصل ہے کہ وہ ہم میں ایک کیفیت نفرت و احتراز کی پیدا کرے۔ مسموم یا عجیب الخلقت کیا چیز ہے صرف ایک مخلوق ہے جو کسی قدر اپنے ہمجنسوں سے مختلف ہے۔ مختلف سے جو نہ نر ہی اور نہ مادہ ہی لوگ صرف اسی وجہ سے نفرت کرتے ہیں کہ وہ کم یاب ہے اور نئی چیز ہے۔ دوسرا سبب غرور و کبر کو کچھ نقصان پہنچتا ہے۔ یعنی جو شخص ہماری رائے سے متفق نہیں وہ معاً یہ کہتا ہے کہ اُس کی نگاہ میں ہمارے اُس علم کی جو ہم کو مسئلہ متنازع فیہا کی نسبت ہے کچھ عزت نہیں ہے۔ یہ اُس کا کہنا ہماری خرد راہی اور خرد ستائی کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ اور اس وجہ سے وہ شخص ہمو دشمن معلوم ہوتا ہے۔ یہ شخص صرف کسی قدر ہماری تحقیر ہی نہیں کرتا بلکہ جسوں اُس کی رائے کو ہم پر فتحیابی ہوتی جاتی ہے اُسی قدر وہ تحقیر ہماری پہنچتی جاتی ہے۔ تیسرا سبب طاقت مغلوبہ باوجودیکہ ہمارے غرور و خود راہی میں کچھ تخطل نہ ہو تاہم اختلاف مزاج و تضال رائے و نقصان فوائد ذاتی کی وجہ سے ہمو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری طاقت اور ہماری حکومت و سلطنت جس کو ہم جانتے ہیں کہ ہر جگہ پر ہو ہر طرف سے مستعد ہے۔ یہ مجبورانہ خیال اپنے ضعف کا ایک درد پنهانی کی جز معلوم ہوتا ہے۔ چوتھا سبب اعتبار اور بھروسہ کا آئندہ کے لئے ضعیف و معدوم ہو جانا۔ ہم اس امر کا یقین کرنا پسند کرتے ہیں کہ آدمی ایسے ہیں جیسا کہ ہمارے خیال میں ہماری خوشی اُن کا ہونا چاہتی ہے۔ یعنی جیسا کہ ہم خیال کرتے ہیں کہ ہماری خوشی اس امر کی مقتضی ہے کہ آدمی اس طرح کے ہوں اُن آدمیوں کا ہر ایک فعل جس سے ہمارا وہ بھروسہ جو اُنہیں ہی کم ہو جاوے تو بجز نفرت کے آڑ کچھ ہمارے دل میں نہ پیدا کریگا۔ مثلاً اگر ایک دفعہ ہم اُن سے کوئی جھوٹ سنیں تو اسی سے ہمو معلوم ہوگا کہ ہم اُن کے قول و وعدہ پر ہیشہ اعتبار نہیں کر سکتے۔ اور اُن سے ایک حسانت کا سرزد ہو جاتا اُن کی عقل اور اُس کی وجہ سے اُن کے چال و چلن کی نسبت ہمارے دل میں عام طور کا

شبہ ڈال دیتا ہی اور اگر اُن سے ایک فعل تلون مزاجی یا سبکی کا صادر ہوتا ہی تو اُس سے ہمو یہ معلوم ہو جاتا ہی کہ ہم اُن کی محبت پر بیروسہ نہیں کر سکتے — پانچواں سبب خواہش اعتقاد — اعتقاد سے ہم خوش ہوتے ہیں — عذرہ اپنے دلائل کے اپنی رائے کی سچائی اور اُن افعال کی بہترائی کے لئے جو اُس رائے پر مبنی ہیں صرف اتفاق آراء ہی ایک ثبوت ہی جو ہم رکھ سکتے ہیں — عذرہ اُس کے ہم اُن مطالب کا ذکر پسند کرتے ہیں جو ہمارے مذاق کے ہیں اور یہ خیالات پسندیدہ اُسے ہمارے فرحت افزا کے معنی ہیں اُن لوگوں کی گفتگو جنکا مذاق ہمارے مذاق سے ملتا ہی چونکہ ہماری توجہ کو پسندیدہ مضامین کیطرف متوجہ کرتی ہی اور اُن مضامین کو ایک دوسری صورتوں لاکر ہمارے سامنے پیش کرتی ہی لہذا اس گفتگو سے ہمارا ذخیرہ مسرت پرہتا ہی — چہتا سبب حسد — یہ معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص بغیر کسی ضرر پہونچائے اپنے تئوں خرچ رکھتا ہی چاہئے کہ کوئی دشمن نہ رکھتا ہو تاہم یہ کہا جاسکتا ہی کہ اُسکی مسرتیں اور عیش اُن لوگوں کے دلکو تکلیف دیتی ہیں جو اُس میں شریک نہیں ہیں — یہ ایک عام تجربہ ہی کہ پرانی ترقیوں کی نسبت تو نہیں مگر جدید ترقیوں کی نسبت حسد بہت زور کرتا ہی — اور یہی وجہ ہی کہ لفظ نوخیز اُس شخص کے لئے جسے نئی دولت اور نئی ترقی حاصل کی ہو ایک مضر معنی رکھتا ہی — اس سے ایک تجدید پائی جاتی ہی اور حسد اُس میں ایک نوع کی توہین اور تحقیر کو شامل کرتا ہی — حسد رہبانیت کو پیدا کرتا ہی — اختلاف عمر اختلاف دولت اختلاف حالات کی وجہ سے اُنہی مساوی طور سے عیش نہیں کر سکتے لیکن غریب اور محتاج کی سختی سب کو اکھٹا کر ایک حالت پر لکھتی ہی — حسد ہمو اس طرف متوجہ کرتا ہی کہ ہم اخلاق کو سختی کی نظر سے دیکھیں کیونکہ وہ سہلہ ہی تمام مسرتوں کے گھٹانے کا — یہ اسر کہا گیا ہی اور مدلل ہی کہا گیا ہی کہ اگر کوئی ایسا شخص متخارق ہو جس کے پاس ایک جدید آلہ مسرت و عیش کا ہو یعنی جس کے ایک نیا عضو ہو جو اُور کسی کے نہیں ہی تو اُس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائیگا جیسا کہ کسی بہوت یا اُور کسی عصب الخلق شے کے ساتھ کیا جاتا ہی پس نفرت کی یہ ابتدا ہی جو یہاں ہوئی اور یہ مجموعہ اُن کیفیات کا ہی کہ جسے نفرت پیدا ہوتی ہی — اس نفرت کے زور کو کم کرنے کے لئے ہمو یہ سوچنا چاہئے کہ اس جہان میں مطابقت کلی کہیں کسی دو شخصوں میں بھی ہوتی ہی اور یہ کہ اگر ہم اس مضر الخلق شے کو دخل دیتے تو یہ روز بروز بڑھتی جائیگی اور ہماری نیک طبعی اور مسرت کو روز بروز گھٹاتی جائیگی اور یہ کہ عموماً ہماری مضر نہیں خود ہمارے حق میں مضر ہیں اور یہ کہ یہ اسر ہمارے اختیار میں ہی کہ ہم اُن اسر کے

کونسا ایسا شخص ہے کہ جسکی ذات خاص کی ہے آہرٹھی ہوتی ہو اور عزت میں اُس کے بقا لکتا ہو تو وہ اُسکے دفع کرنے کی تدبیر اپنی عقل و فہم کے موافق نہ کرتا ہو ۔ پس جیسا اُسکو اپنی عزت اور آبرو بچانے کا خیال ہے اپنی قوم کی عزت اور ناموس برقرار رکھنے کا دھیان ہو تو کیا اُسکے ان مردانہ کاموں کے صلہ اور بدلہ میں شہرت و عزت دوام اور نیک نامی مدام نہ حاصل ہوگی ؟ — مگر افسوس ہے کہ ہم اپنے زمانہ کا حال اسکے بالکل برعکس دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو اپنی قوم کی عزت پیدا کرنے کا خیال پیدا ہوا تو اُس قوم کے نزدیک اُس سے بھتر کوئی جانور نہیں ٹھہرتا — جو شخص غوروں کی خبر پھونچانے کے منصوبے اور عمدہ تدبیریں کرتا ہے اُسکو وہ فیلسوف حیلہ ساز اور فطرتی مکار دغا باز جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں — غرض ایک دبا ساری قوم میں ایسی پھیلی ہوئی ہے کہ غوروں کے نفع رسانی کے عزم کو بالکل اُسنے ہلاک کر دیا ہے جو کام حد سے زیادہ قابل تعریف کے ہیں جب وہ کوئی کرتا ہے تو تحریروں و تقریروں میں ہر جگہ اُس کی خاک اُڑتی ہوئی دیکھ لیجئے — جہاں چاہئے چلے جائے کچھری میں جائے بازار میں جائے گھر میں جائے کہوں قدم رکھئے وہاں یہ تماشا دیکھ لیجئے کہ ایک دوسرے کے دھوکے اور فریب دینے کے کام میں لگا ہوا ہے — بازار میں اناج کی ملتی میں جائے تو آٹے میں مٹی شکر میں خاک اناج میں کوزا کرکٹ وزن بڑھانے کے لئے مل رہا ہے — ترازوؤں کو دیکھئے تو واہ واہ ہے پلڑوں میں پاسبانگ — بٹوں پر گو مہر شاہی لگی ہے لیکن کہوں نہ کہوں پھوڑوں میں سے گیس گھسا کر اُن میں کمی — پھر تولیے میں تندی مارنے کے اندر ہر وزن کش صاحب کمال — عطاروں اور پستاسیوں کی دوکانیں دیکھئے تو کوئی دوا اصلی نہ کوئی شربت خالص ایک ہی شہشہ سے کٹی کٹی شربت نکلتے ہیں — اگر بزازے میں نکل جائے تو ہر بزاز کی نیت میں یہ ہے کہ گالک کو جہاں تک بہتہ احمق بنائے اور دھوکہ دیکر زیادہ دام لیجئے اور بن سکے تو کھڑا کم ناپئے — پوپا کے رنگ کو پکا رنگ بتلائے — سوت کو اُرن بناکر دکھلائے — پھر اور پوشہ دروں کی طرف جائے تو ہر ایک اپنے کام میں چور — درزی کو انہر کہا سلوانے کو دیجئے اُس میں سے ٹوپی کے برابر کھڑا چورائے کہ وہ چور ہے ہی نہیں جانتا بلکہ ایسا ہنر سمجھتا ہے — مزدور کو کمی کام پر لگائے تو دو دن کا کام چار دن میں اور روپیہ کا کام دو روپیہ میں بفتا ہے غرض وہ بھی ایک چور کا کام کرتا ہے — اہل قلم اور اہل سہف کی دغا بازیوں اور عوام کی دھوکہ بازیوں کی تفصیل کرتے ہوئے اُنکے قلم اور تلواریں تر لکتا ہے — سب لوگ جانتے ہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے — غرض علی العموم یہ ہے کہ ہر شخص اپنے پیسے میں کسی دوسرے آدمی کو دغا اور فریب دینے کو اور نقصان پھرنچانے کو علم ہنر کے برابر سمجھتا ہے اور ایسا نیک کام جانتا ہے — دوسرے کے نقصان میں اپنا نفع چاہتا ہے اگر مہاجرو

کے بھی کہانوں اور اُن کی دولت کے جمع ہونے کی تاریخ کو دیکھئے تو اور ہی ایک نیا
 دنگر بد اخلاقی آپ کی نظر سے گذرے — غرض کہیں اُن لوگ کاموں کا جو غبروں کے
 نفع اور فائدہ کے لئے کیئے جاتے ہوں چراغ لیکر ڈھونڈتے تو پتا نہیں — سارے ہندوستان
 میں کوئی کارخانہ تجارت اور سوداگری ایسا نہیں ہے نہ اُس میں تجارت فوائد عام کے
 لئے کی جاتی ہو — گو ہماری عادت اور رسم و رواج میں یہ سہ سہری غبروں کے
 ساتھ خیر کرنے کی داخل ہو گئی ہے مگر اس کے ساتھ یہ اور غضب ہے کہ ہم اُن کاموں
 سے بھی کنارہ کشی کرتے ہیں کہ جس میں اپنی بھلائی اور اُس کی بھلائی کے ساتھ مشترک
 ہو — کہا اس سے زیادہ دنیا میں کوئی برا کام اور گناہ ہو سکتا ہے کہ ہم ایک پہلے کلم کو
 اس سبب سے نہ کریں کہ اُس میں اُوروں کا بھلا ہوتا ہے — اپنی عزت اس لئے نہ بڑھائیں
 کہ قومی عزت بڑھیکے — غرض اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُوروں کے ساتھ بھلائی کرنا
 تو نیکوار رہا اُس کا پسند خاطر ہونا بھی ناگوار ہے — کیا اس سے زیادہ ہیبتناہی اور
 بے عزتی ہوگی کہ کسی قوم میں سے وہ فیاضانہ کام جس سے اُوروں کو فائدہ پہونچے بالکل
 محروم ہو جائیں تم اُس کو دیکھ کر چپکے بیٹھے رہو گے تو ذلیل اور خوار نہو گے — اگر تم
 اپنی قوم کا خاتمہ اسی پر ہونے دو گے کہ ایام شباب کے جوش و خروش شہوات نفسانی اور
 جذبات جسمانی کے اندر بسر ہوں اور جوانی کی عالی ہمتی عالی دماغی یونہیں برباد جائے —
 تو قوم کیا حاصل ہوگا کسی قوم کی پوری پوری کمبختی اور بد نصیبی جب تک نہیں آتی
 کہ وہ اپنی شامت اعمال سے اپنے دل سے بالکل خیال عام نیکی اور بھلائی کا آزادے — ساری
 قومی عزت و ناموس کا مقیاس اُس کے ہر فرد کا یہ خیال ہے — جس قدر اُس کے افراد
 میں عام کے فائدہ پہونچانے کا زیادہ خیال ہوگا اُس قدر وہ قوم زیادہ معزز سمجھی جائیگی —
 ایک قوم دوسری قوم کی عزت کو اسی معیار پر کستی ہے اور اسی مقیاس سے ناپتی ہے —
 گو ہزاروں برس اُن قوموں میں گذر گئے جنہوں نے قومی عزت کا خیال کیا مگر آج تک
 اُن کے جوانمردوں کی قومی عزت کے کام دلوں میں اثر و سحر کا سا پیدا کرتے ہیں — رگیولس
 ایک رومی سردار تھا وہ کارتھج والوں کے ساتھ لڑائی میں گرفتار ہو گیا — رومیوں کے ہاتھ
 بھی کارتھج کے نامور جوانمرد پر گئے تھے — کارتھج والوں نے رگیولس کو رومیوں پاس اس
 غرض سے بھیجا کہ وہ جا کر اُن سے کہے کہ اگر وہ اُن کے سرداروں کو چھوڑ دیں تو وہ مجھے
 چھوڑ دینگے — اور اگر رومی اس شرط کو نہ مانیں تو وہ اُلٹا چلے آئے یہ نیک مرد پھر اُن
 سال رومیوں کے پاس آیا اور اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ میں بڑھا ہو گیا ہوں اپنے مرنے
 کی فرا پرواہ نہیں کرتا — دشمن خواہ مجھے کبھی ہی عقوقتوں سے مارے مجھے فرا بھی
 اُس کا اثر نہیں اگر تم میری جان بچانے کے واسطے کارتھج کے سرداروں کو جو جوان ہیں
 اور بڑے اولوالعزم ہیں اور جس کے چھوڑ دینے پر معلوم نہیں کہ کیا خرابیاں رومیوں کے لئے

پیدا ہوں اس لئے بہتر ہی کہ میں آلتا جاؤں - غرض رومہوں نے اب دیدہ ہو کر اُس کو رخصت کیا اور وہ کارہجہ والوں یاس آیا - اُنہوں نے اُسکو طرح طرح کے عذاب اور تکالیف دیکر مارا مگر اس نیک خصال کو کچھ پرواہ نہ تھی کہ کیا متحبہ پر گزر رہا ہی اور وہ اس طرح اس دنیا سے چلا گیا جیسا کہ کوئی شہر میں رہنے سے ہزار ہو کر تفریح اور تفرج طبع کے لئے کسی گھنوں کو چلا جاتا ہی - اسے قوم کی خیر خواہی کہتے ہیں - جن قوموں کے دنیا میں نام ہوئے اُن میں ضرور ایسے عالی مقام پیدا ہوئے - خدا نے ہم میں رگھوول ایک سہد کہن سال کو پیدا کر دیا ہی مگر قوم کو رومی نہیں بنایا - جب تک یہ دونوں باتیں نہ جمع ہوں کوہنکر فتح و نصرت کی اُمید ہوسکتی ہی *

رات —————

محمد ذکاء اللہ پروفیسر مہور کالج الہ آباد

مدرسة العلوم

اور

جلسہ اڈریس آنریبل سرجان اسٹریچی

جی - سی - ایس - ائی - سی - ائی - ائی

گھارہویں دسمبر کو مدرسۃ العلوم میں جو جلسہ سرجان اسٹریچی کو اڈریس دینے کا ہوا وہ نہ صرف مدرسۃ العلوم کی تاریخ میں یاد گاری کے قابل واقعہ ہی بلکہ جو کچھ اڈریس میں کہا گیا ہی وہ ایک ایسا بیان ہی جو ہماری قوم کی توجہ کے لائق ہی ' سرجان نے جو اُس کا جواب دیا ہی وہ ہماری قوم کی اخلاقی تمدنی پولٹیکل حالت کی ترقی کے لئے ایک عمدہ دستور العمل ہی - ہماری قوم کو غور کرنا چاہیئے کہ انگلش نیک دل جلتامہن اور ایسے اعلیٰ درجہ کے جیسیکہ سرجان ہیں کسقدر ہماری قوم کی بہتری کی خواہش رکھتے ہیں کیسے متحبانہ خیالات ہماری قوم کے اُن کے دلوں میں وہ بناتے ہیں کہ ہماری قوم کی کیا حالت تھی اور اب کیسی ہی اور پھر کس طرح ہم بڑھیں گورنمنٹ کی مصلحانہ اور فیاضانہ حکومت میں اپنی گئی ہوئی عزت کو حاصل کرسکتے ہیں ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہماری قوم سرجان کی اسپیج کو نہایت غور سے پڑھیں گی اور جان کے برابر عزیز سمجھیں گی پس اُس اڈریس کو اور اُس اسپیج کو ہم اپنے تہذیب الاخلاق میں چاہتے ہیں کہ ہماری دانست میں ہزار آرٹیکلوں سے جو قومی بھلائی کے لئے چاہی جاویں بہتر ہی *

Address.

TO

THE HON'BLE SIR JOHN
STRACHEY, G.O.S.I., C.I.E.

HONOURABLE SIR,

We the Members of the Muhammadan Anglo-Oriental College Fund Committee, approach you on this occasion, on behalf of our community, to give expression to feelings of sincere gratitude, which we entertain towards you, for the countenance and support with which you have honoured our endeavours.

You, Sir, are aware that of all the races inhabiting the continent of India, and doing homage to the British Throne, there is none which has remained so far behind the age as the Musalman subjects of the Empress of India. They have withstood the influences of the age with an apathy calculated to bring in its train the worst evils of social and political degradation. A complication of social causes has given birth to the danger to which we allude. But whilst fully aware of the danger before us, we are cheered with the feeling, that neither our history of the past, nor our present position under the Bri-

آدریس

بعضہر جذاب آنریبل سر جان

اسٹریچی - جی - ایس

ای - ای - ای

عالی جناب -

ہم ممبران کمیٹی خزانۃ البضاعۃ لتاسیس مدرسۃ العلوم للمسلمین اس موقع پر اپنی قوم کی جانب سے اس خالص شکر گذاری کے خیالات کا اظہار حضور کے روبرو کرنا چاہتے ہیں جو اس اعانت و امداد کے سبب جو حضور نے ہماری کوششوں پر مرعی و مہمور فرمائی ہی ہمارے دلوں میں موج زن ہیں *

حضور کو معلوم ہی کہ جستدر قوموں براعظم ہندوستان میں متوطن ہیں اور سلطنت انگریزی کے سایہ عاطفت میں رہتی ہیں ان سب میں کوئی قوم زمانہ کی ترقی سے استدریہت نہیں رہی ہے جو سیکہ جذاب ملکہ معظمہ قیصر ہند کی مسلمان رعایا کا حال ہی — اعلیٰ اسلام نے زمانہ کے انہوں کو ایک ایسی بے پروائی اور بے حسی سے گذرنے دیا ہے جو سوشل اور پولیٹیکل تذلیل کی بدترین خرابیوں کی باعث ہوئی ہے — جس خطرہ کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اس کی بنا بے شمار سوشل اسباب میں پائی جاتی ہے اگرچہ ہم اس خطرہ سے جو ہمارے سامنے ہے کماحقہ واقف ہیں مگر ہم کو اس بات سے تسکین و طمانیت

fish rule, warrants the fears which we, in our solicitude, are apt to entertain about the future of our race in India.

Whilst some of our countrymen have devoted their energies to agitating political grievances, supposed or real, we, an humble body of Her Majesty's subjects, have never forgotten the truth which underlies the proverbial saying,—that to deserve is essential before desiring anything. We have been guided by a deep-seated conviction that our only chance of success under the British rule lies in education; that we can never hope to discharge our duties as citizens of a civilized State without acquiring the intellectual training necessary for a proper intelligence of the principles upon which the Government under which we live is conducted. Our principal object has been to increase amongst our co-religionists the means of acquiring the education necessary alike for being useful members of society and for being good subjects of a civilized rule. We are proud to see in

ہوتی ہی کہ نہ تو ہماری گذشتہ نوابین اور نہ ہماری موجودہ حالت جو عہد حکومت سلطنت برطانیہ میں ہی اُن اندیشوں کی تائید کرتی ہی جو ہم کو ہندوستان میں اپنی قوم کی آئندہ حالت کی نسبت بالطبع لاحق ہوتی ہیں *

جب کہ ہمارے اور ہم وطنوں نے اپنی ہمتوں کو اصلی یا خیالی پوٹیکل مصائب کی چارہ چوٹی کی طرف مصروف کیا ہی ہم لوگ جو جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند کی رعایا کا ایک ادنیٰ فرقہ ہیں کبھی اس مقولہ کو نہیں بھولے ہیں کہ کسی چیز کی طمع کرنے سے پہلے انسان کو لازم ہی کہ اپنے آپ کو اُس کا مستحق ثابت کرے — ہمارے دل میں یہ قوی یقین سمایا ہوا ہی کہ اگر عہد حکومت برطانیہ میں ہم کو کوئی محصل و مرقع ترقی کا ہی توجہ تعلیم ہی کا فریضہ ہی اور ہم کو ہرگز توقع نہیں کہ اپنے اُن فرایض کو جو بحکیمیت ایک شایستہ سلطنت کی رعایا ہونے کے ہم رکھتے ہیں بدون حاصل کرنے اُس قدر دماغی تربیت کے ہم ادا کرسکیں گے جو اُن اصولوں سے مناسب و انصاف حاصل کرنے کے لیئے جن پر ہماری گورنمنٹ کی کاروائیاں مبنی ہیں ضروری ہی — ہمارا اصل مدعا یہ ہی کہ ہمارے مذہبوں میں ایسی تعلیم کے حاصل کرنے کے اسباب ترقی پادیں جو تمدنی لحاظ سے لوگوں کو کار آمد بنائے اور ایک شایستہ سلطنت کی نیک چلن رعایا بنانے کے واسطے یکساں ضروری ہی — ہم نہایت فخر کے

the objects of our endeavours the elements of loyalty towards the British rule, as much as a desire to advance our own national interests.

The establishment of the Muhammadan Anglo-Oriental College is the outcome of our humble endeavours,—the embodiment of our national aspirations in the direction to which we have alluded. The scheme which brought about the establishment of the College began in a movement which, during the last few years, has been gaining strength, and which, we are convinced, is destined to produce greater effects upon our national position than might at first be supposed. Education, in the sense in which the present age understands the term, has had limited scope in India. Everything that has hitherto been done, has been done almost entirely by the State. But the time has arrived when the people of the country must begin to feel that the State, though the natural guardian of our interests, must not be regarded as the only supporter of educational institutions. It has been our earnest endeavour to impress upon our co-religionists the great truth, that education is as much a necessity of civilized citizenship as other circumstances which contribute to advance human happi-

ساتھ اپنی کوششوں کے مقاصد میں جستجو کہ اپنی قومی اغراض کو ترقی دینے کی خواہش پاتے ہیں اسی قدر سلطنت انگریزی کی خیر خواہی کے عناصر کو اُن میں دیکھتے ہیں •

مدرسۃ العلوم کا قائم ہونا ہماری ناچیز کوششوں کا ثمرہ ہی یعنی یہی ہماری قومی خواہشوں کا اُس سمت میں جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہی ظہور ہی — جس کوشش کی وجہ سے مدرسۃ العلوم کا قائم ہونا عمل میں آیا ہی وہ چند سال سے بہت قوت حاصل کرتی جاتی ہی اور ہم کو یقین ہی کہ اُس سے ہماری قومی حالت پر بہت بڑے اثر پیدا ہونگے بہ نسبت اس کے کہ پہلے خیال کیئے جاسکتے تھے تعلیم کا (جس معنی میں کہ اس زمانہ میں اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہی) اس ملک میں ایک متحدہ منشاء رہا ہی — ہر چیز جو اس وقت تک کی گئی ہی قریب قریب بالکل سلطنت کی طرف سے کی گئی ہی — لیکن اب وہ وقت [پہنچا ہی جب کہ اُس ملک کے لوگوں کو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ گو گورنمنٹ ہماری اغراض و مطالب کی محافظ ہی تاہم ہماری تعلیمی ضروریات کی وہ تنہا مہیا کرنے والی نہیں تصور کی جاسکتی — ہماری دلی کوششیں اپنے ہم مذہبوں کو یہ بات ذہن نشین کرانے میں مصروف رہی ہیں کہ شایستہ اور مہذب بننے کے واسطے تعلیم کی یہی ایسی ہی ضرورت ہی جیسی کہ اور باتوں کی ضرورت

ness, and that the State can no more be expected to be the only source of supplying this necessity, than it can be expected to provide from the public revenues the subsistence of all its subjects.

Animated with these feelings, we began to give a practical effect to our views. It seems to be the inevitable lot of all movements, which have for their aim the removal of long-established evils, to meet with opposition, and our humble endeavours have not been an exception to the general rule. We had to contend with obstinate bigotry and prejudices on the one hand, and lethargic indifference and want of enthusiasm on the other. Our success, however, was greater than we expected. But at one point of our efforts we felt that all we had succeeded in achieving would be lost in one blow. We had fallen out of sympathy with the local authorities of the district, our motives were misunderstood, our efforts were derided as ephemeral, we had failed to win that which in a country like India is the greatest source of encouragement,—the good-will and sympathy of those who were the immediate representatives of Government in this district. That was a danger, the greatness of which can be understood

ہی جو انسانوں کی خوشحالی کی مؤید ہیں اور مختص گورنمنٹ ہی سے اس ضرورت کے مہیا کرنے کے ذریعہ ہونے کی توقع رکھنا گورنمنٹ سے اس بات کے متوقع ہونے کی برابر ہی کہ محاصل ملکی میں سے اپنی تمام رعایا کی پرورش کرے *

ان خیالات کے ساتھ ہمارے مقاصد کو عملی اثر بخشنا شروع کیا — یہ بات ہمیشہ دیکھی گئی ہی کہ جن کوششوں کا مدعا کسی ایسی خرابیوں کا استیصال ہوتا ہی جو جڑ پکڑ گئی ہوں تو اُن کو ہمیشہ مخالفت پیش آتی ہی — اس لیے ہماری ناچیز کوششیں بھی اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں! ہرٹیں — ہمکو ایک طرف تو نہایت سخت تعصب سے اور دوسری طرف سست بے پروائی و بے حسی اور عدم موجودگی گرمجوشی سے مقابلہ پیش آیا — مگر ہماری کامیابی توقع سے زیادہ ہرٹی لیکن اپنی کوششوں کے اثناء میں ایک مقام پر ہمکو اندیشہ ہوا کہ ہماری کوششوں کا ثمرہ ذرا سی دیر میں ضائع نہ ہو جائے خلاصہ یہ ہی کہ حکام ضلع نے ہمارے ساتھ ہمدردی نہ رکھ کر یہی ہماری اغراض کی نسبت غلط فہمی ہو گئی تھی ہماری کوششوں کو ناپائدار سمجھ کر اُن کی تضحیک کرتے تھے القصہ ہم اُس چیز کے حاصل کرنے میں ناکام رہے جو ہندوستان جیسے ملک میں سب سے بڑی تقویت کا ذریعہ ہی یعنی اُن لوگوں کی خوشنودی اور ہمدردی جو اس ضلع کے حاکم اور گورنمنٹ کے قائم مقام تھے — یہ ایک

only by those who are familiar with the conditions which govern the socio-political life of the natives of India. That was the most critical period in the history of the College. Happily for ourselves, and for the interest of Muhammadan education in this part of India, you, Sir, were at the head of the Government of these Provinces—and we were saved from the danger to which we have alluded, and with which we confess we had felt ourselves unable to cope. We had the good fortune to win your private and public sympathy; you condescended to take interest in our humble endeavours, and, under your countenance and patronage, they have prospered. They have prospered so that we have the good fortune to see you amongst us to-day, surrounded by a large number of those who represent the coming generation of our race. Many of them are representatives of families that have undergone the vicissitudes of time and fortune; but who still retain the remnant of former prestige and social influence in our community. Before many years pass away, they will succeed to the influence which they owe to their descent, and the direction which that influence will take cannot be doubted.

ایسا خطرہ تھا جس کی عظمت کو صرف وہی لوگ سمجھتے ہیں جو اس ملک کے لوگوں کی پولیٹیکل اور تمدنی حالات سے واقف ہیں — اس کالج کی تواریخ میں یہی زمانہ سب سے زیادہ نازک تھا — لیکن یہاں کے مسلمانوں کی تعلیم کے حق میں یہ بات بہتر ہوئی کہ ہماری خوش قسمتی سے اُس زمانہ میں حضور اُن اضلاع کی انٹینٹ گورنری پر رونق افروز تھے — اس لیے ہم اُس خطرہ سے جس کا ہم کو اندیشہ تھا اور جس کے ساتھ ہم ہرگز عہدہ برا نہیں ہو سکتے تھے محفوظ رہے یہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ حضور نے ہر طرح سے ہمارے ساتھ ہمدردی ظاہر فرمائی اور ہماری ناچیز کوششوں پر نظر عنایت مبذول رکھی اور حضور ہی کی حمایت اور سرپرستی سے وہ کوششیں کامیاب ہوئیں — اُن کوششوں کی کامیابی کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ آج ہم حضور کو ایک ایسے مجمع کثیر کے حلقہ کے اندر رونق افروز دیکھتے ہیں جو ہماری قوم کی آئندہ نسل کا نمونہ ہے — اُن میں سے اکثر ایسے خاندانوں سے علائہ رکھتے ہیں جو زمانہ کے انقلابوں اور جدہ و حشم کی بے ثباتیوں سے موثر ہو چکے ہیں مگر اب بھی اُن کے پہلے عروج و اقتدار کا کسیتدر اثر قوم میں باقی چلا آتا ہے بہت زمانہ نہیں گزرنے پائیگا کہ وہ پھر اپنے آبائی اقتدار کو حاصل کر لینگے اور اس بات میں کہ وہ اقتدار کس قسم کا اثر دکھائیگا کوئی گنجائش

شہدہ کی نہیں ہو سکتی *

The College opened its most elementary classes about six years ago. In 1877, four of its students passed the Entrance Examination of the Calcutta University, five succeeded in 1878, and six in 1879. The College at present educates up to the standard of the First Examination in Arts of the Calcutta University, and the College Committee hopes to begin next year to educate students for the Degree of the Bachelor of Arts of the Calcutta University.

We also take a hopeful view of the pecuniary prospects of our Institution. Besides the money we have collected for the building fund, the College possesses an annual income of Rs. 21,000, out of which Rs. 6,000 is the grant-in-aid we receive from Government, and the rest is the income from private endowments. This income still falls short of the needs of the College, but the Committee still continues its exertions to increase the resources of the College, and every year sees some addition to it.

This is not an occasion on which it is for us to point out in greater detail the difficulties we have had to contend with, and the manner in which our endeavours have succeeded. We will only say that the progress which the College has made in the past justifies the feeling that our best hopes will be realized some day. We can look forward to the future with confidence;

اس کالج کی ابتدائی جماعتوں کو جاری ہوئے قریب چھ برس کے عرصہ ہوا — سنہ ۱۸۷۷ ع میں کلکتہ یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس میں چار طالب علم پاس ہوئے سنہ ۱۸۷۸ ع میں پانچ اور سنہ ۱۸۷۹ ع میں چھ طالب علم کامیاب ہوئے — بالفعل اس کالج میں کلکتہ یونیورسٹی کے ایف اے امتحان کی خواندگی تک تعلیم ہوتی ہی اور کمیٹی کو توقع ہی کہ سال آئندہ میں بی اے کلاس بھی کھل جائیگا *

اس کالج کی مالی حالت بھی قابلِ طمانیت ہی علوہ اُس روپیہ کے جو تعمیر کے فنڈ کے لئے جمع ہوا ہی کالج کی سالانہ آمدنی اکیس ہزار روپیہ ہی جس میں چھ ہزار روپیہ سالانہ گورنمنٹ سے بطور امداد کے عطا ہوتے ہیں اور باقی اور لوگوں کے عطیات کی آمدنی ہی — یہہ آمدنی بھی ہنوز کالج کی ضروریات کو مکتفی نہیں ہی لیکن کمیٹی کالج کی آمدنی بڑھانے کے لئے ہمیشہ کوشش کرتی رہتی ہی اور ہر سال کچھ نہ کچھ روپیہ اضافہ ہوتا جاتا ہی *

یہہ ایسا موقع نہیں ہی کہ ہم زیادہ تفصیل کے ساتھ اُن مشکلات کا بیان کریں جو ہمکو پیش آئیں اور یہہ کہ کس طرح ہماری کوششیں کامیاب ہوئیں — ہم صرف یہہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو ترقی کہ ہمارے کالج نے اب تک کی ہی اُس سے ہمکو اسباب کی طمانیت ہوتی ہی کہ ہماری بڑی بڑی اُمیدیں کسی نہ کسی روز پوری ہو جاویں گی — ہم آئندہ زمانہ کو اطمینان

we can feel that as time passes on, the seeds of intellectual activity, which we are sowing, will germinate; that the Muhammadans will cease to be looked upon as the most backward, among British subjects, in the path of civilization and enlightenment. And we flatter ourselves with the hope that the time may not be far distant when the College—the product of our endeavours—may become one of the most powerful centres of education, and one of the greatest agencies for the diffusion of knowledge and civilization amongst our co-religionists.

We, Sir, are proud to feel that, with the success of our endeavours, your name will always be associated. The central hall of our College buildings, which is to receive your name, and on the basement of which we are now assembled to greet you, will become some day the scene of the intellectual contests of youthful ambition and of educational honours. The annual medal, known by your name, will be another means of keeping alive the memory of those obligations to your private good-will and public support to which our success has been mainly due. We shall remember, with sincere gratitude, the honour you have conferred upon us to-day, by consenting to visit the scene of our labours, and by

کی نظر سے دیکھ سکتے ہیں — ہمکو یہ امید ہوسکتی ہے کہ جس قدر زمانہ گزرتا جائیگا دماغی استعداد کے وہ بیج جو ہم بو رہے ہیں اُگتے جائیں گے اور اعلیٰ اسلام پر سے یہ داغ مت جائیگا کہ شاہراہ تہذیب و شلوستگی میں جملہ رعایاے بوطانیہ سے پیچھے ہیں — اور ہم اس امید سے ایذا دل خوش کر رہے ہیں کہ وہ زمانہ بہت دور نہوگا جبکہ یہہ کالج جو ہماری محنتوں اور جدوجہدوں کا ثمرہ ہے ایک بہت بڑا مرکز تعلیم کا ہو جائیگا اور ہمارے ہم مذہبوں میں علم اور شایستگی کے پھیلانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہوگا *

ہمکو اس بات پر فخر ہے کہ ہماری کوششوں کی کامیابی کے ساتھ حضور کا نام مبارک ہمیشہ شامل رہیگا اس کالج کے بیج کا کمرہ جو حضور کے نام نامی کے ساتھ مشہور ہوگا اور جس کے صحن کے اوپر ہم لوگ اس وقت جمع ہیں ایک روز نوجوان اور اولوالعزم طالب علموں کی علمی بحثوں اور تکراروں اور علمی اعزازوں کا مرکز ہوگا — سالانہ تمغا جو حضور کے نام سے مشہور ہے وہ ایک اور ذریعہ حضور کے اُن احسانات اور اعانتوں کی یاد گار قائم رکھنے کا ہوگا جس کی خاص وجہ سے ہمکو اپنے کام میں کامیابی حاصل ہوئی ہے — اس انتخاب و اعزاز کو جو حضور نے آج اپنی تشریف آوری سے اور ہمارے کالج کی دینی منظور کو لینے سے ہمکو بخشا ہے ہم نہایت سچی اور خالص شکر گزاری کے ساتھ یاد رکھیں گے

accepting the Visitorship of our College. And in time to come, when, perhaps, none of us who have received the immediate benefit of your good-will may be alive, your name will still be honoured and gratefully remembered by the future generations, for whose education the Muhammadan Anglo-Oriental College has been founded. They will remember to whose helping hand the establishment of the College has been mainly due: they will inherit from us the feelings which animate us towards you—the feelings of regarding you as our Benefactor and a Patron of the cause of Education and Enlightenment amongst the Muhammadans of India.

Signed on behalf of the Muhammadan Anglo-Oriental College Fund Committee by
KUNWAR MUHAMMAD LUTF ALI KHAN,
President.

RAJA SYYAD BAKAR ALI KHAN,
Vice-President.

SYYAD AHMAD KHAN,

Secretary.

ALIGARH:
The 11th December 1890. }

اور زمانہ آئندہ میں جبکہ شاید ہم میں سے ایک بھی شخص جو حضور کی دریا دلی اور فیضی سے سروسٹ متمتع و مستفید ہوا ہی زندہ نہ ہو حضور کے نام نامی کو کمال شکر گزار کی ساتھ آئندہ نسلیں یاد رکھیں گی جنکی تعلیم کے واسطے مدرسۃ العلوم بنایا گیا ہے — وہ یاد کیا کریں گی کہ کس شخص کی اعانت اس کالج کے قائم ہونے کی اصل باعث ہوئی ہے — جو خیالات کہ ہم حضور کی نسبت رکھتے ہیں وہ اُن تک منتقل ہو جاویں گے یعنی حضور کو اپنا بڑا محسن اور هندوستان کے مسلمانوں میں تعلیم اور شایستگی پہنچانے کا بڑا حاسی سمجھیں گے •

از جانب کمیٹی خزانۃ البضاعة لنائیس مدرسۃ العلوم للمسلمین ہم لوگ اس پر دستخط کرتے ہیں •

کنز محمد لطف علی خاں

پریسیڈنٹ

راجہ سید باقر علی خاں

ویس پریسیڈنٹ

سید احمد خاں

سکرٹری

عائیتہ
11 دسمبر سنہ ۱۲۸۰ ع }

SPEECH OF THE HONOURABLE SIR JOHN STRACHEY

G. C. S. I., C. I. E.

Mr. President of the College Fund Committee, members of the Committee, and Gentlemen :—

I thank you heartily for your most kind reception and for the address which you have presented to me. This address will always bring back to me and to my children not only the pleasant recollection of this day's proceedings, but many remembrances of that present regard, and future hope, which, through a long life in this country, I have always felt towards the Moham-
dans of India; the feelings which this address and this beautiful casket which will be, I hope, preserved as heirlooms in my family, make me hope are not altogether unreciprocated.

Ever since the idea of this College was conceived by my friend Syad Ahmad Khan, I have taken a deep interest in its fortunes; I have seen its growing progress and prosperity, and it is with extreme pleasure that I now see how much has been accomplished, and witness the admirable work that is being performed. And it adds infinitely to my pleasure that

اسپیچ

آئرئیل سر جان اسٹریچی جی
سی ایس آئی سی
آئی ای

صاحب پریسیڈنٹ کالج فنڈ
کمیٹی و ممبران کمیٹی

و دیگر صاحبان

میں دل سے آپ کا شکریہ آپکی مہربان
مدارات اور اس آدریس کا ادا کرتا ہوں جو
کہ آپ نے مجھکو پیش کی ہی یہ آدریس
ہمیشہ مجھکو اور میری اولاد کو نہ صرف
آج کی عمدہ کارروائی کو یاد دلانے بلکہ
میرے موجودہ دلی خیالات اور آئندہ کی
امیدوں کو بھی یاد دلاتی رہے گی جو مجھکو
اپنے عرصہ دراز کے زمانہ قیام اس ملک میں
ہمیشہ ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ
رہے ہیں وہ ایسے خیالات ہیں جنکی یہ
آدریس اور یہ خوبصورت بکس بھی شاہد
ہیں (جو میرے خاندان میں بطور ارث کے
محفوظ رہے گا) کہ آپکے دلیہیں بھی وہ میری
طرف سے کسقدر مودت ہیں •

جب سے کہ اس کالج کا خیال میرے
دوست سید احمد خاں کے دل میں پیدا
دوا تب ہی سے مجھکو اُس کی ترقی سے
شوق رہا میں اس کی روز افزوں نشو اور
ترقی کو دیکھتا رہا اور اس وقت مجھکو
فہایت خوشی ہی اس بات کے دیکھنے
سے کہ کسقدر اب تک کیا جاچکا ہے اور
کسقدر عمدہ کام اب بھی جاری ہے میری
خوشی اسباب سے اور بھی زیادہ بڑھتی ہے

you should think that when I was Lieutenant-Governor of these Provinces I gave to you help that was of service to you, and that you should have commemorated that service in a way which will preserve permanently among you the recollection of my name.

It is difficult, Gentlemen, in speaking on matters connected with education to avoid tumbling into the pitfall of those commonplaces which it is so easy to pour fourth. The advantages and necessity of education are so great and so obvious that the subject is inexhaustible, but it is not given to every one to say something about it new and worth hearing. My own difficulties to-day in this respect ought to be lessened by the fact, that the circumstances under which this College had its origin were of so special and unusual a kind, that there is really little need for taking refuge in those commonplaces to which I have referred. This College was not founded for those excellent reasons only, of a general sort, which ordinarily lead to the establishment of colleges and schools. Its founders Syad Ahmad Khan and those who have so nobly co-operated with him in his work had high aspirations, and the object at which they aimed was of no common worthiness.

کہ آپ کے دلمیں یہ خیال ہی کہ جب میں اُن ممالک کا لٹننٹ گورنر تھا تو مجھ سے آپ کو کار آمد مدد ملی اور اسباب کے دیکھنے سے بھی نہایت خوشی ہوتی ہی کہ آپ نے میری تائید کی اس طرح پر یاد گار بنائی ہی کہ جس سے ہمیشہ میرا نام آپ لوگوں میں یاد رہیگا *

اے صاحبو — جس وقت کہ تعلیم کے بارے میں گفتگو ہوتی ہی تو یہ امر مشکل ہی کہ اُن معمولی باتوں سے جو کہ ایسے مضمون کی نسبت کہی جاتی ہیں بچا چارے فوائد اور ضرورت تعلیم کے استقدر عظیم اور ظاہر ہیں کہ یہ ایک بے انتہا مضمون ہی اور ہر ایک کا حصہ نہیں ہی کہ اس مضمون پر کوئی ایسی نئی بات کہہ جو سننے کے لائق ہو لیکن میری مشکل اسباب میں اس وجہ سے کم ہو گئی ہی کہ وہ حالات جنکی وجہ سے یہ کالج قائم ہوا ایسے خاص اور غیر معمولی تھے کہ درحقیقت معمولی باتوں کا کہنا کچھ ضرور نہیں ہی یہ مدرسہ صرف اُن عمدہ مقاصد کے لیئے جو کہ معمولی کالج اور اسکولوں کے قائم کرنے کا مدعا ہوتا ہی نہیں قائم کیا گیا — اُس کے بانی سید احمد خاں کے اور اُن لوگوں کے دل میں جنہوں نے کہ استقدر عالی ہمتی سے اُن کے اس کام میں مدد دی ہی اعلیٰ درجہ کی آرزوئیں تھیں اور اُن کا مقصد معمولی ستائش سے بڑھا ہوا تھا *

It is always, Gentlemen, a good thing for every man to have a high ideal before him, to have, as the great poet says, a star that he can follow ; and this College would never have come into existence if its founder, Syed Ahmad Khan, whom I am proud to call my friend, had not seen shining before him the star which he was always to follow, the star of the future greatness and honour of his countrymen, and of his own present duty towards them. He knew what the Mohamedans had achieved in the past ; he saw, as you have said in your address, how they had fallen behind other races inhabiting this country ; and he felt that this unhappy state of things was entirely due to their ignorance, and that it was only by educating them, that improvement in their moral, or social, or political condition, was possible. He happily found many enlightened men, not a few of whom I gladly see here to-day, anxious to help in this undertaking. This help has come not only from these Provinces but from distant parts of India also. Thus, Sir Salar Jung has shown a most princely and enlightened munificence towards your College. My friend His Highness the Nawab of Rampur has by his liberal and sympa-

اے صاحبو — یہ ایک عمدہ بات ہے کہ ہر شخص کے دلوں میں ایک اعلیٰ خیال اور آرزو ہو جیسا کہ ایک نامی شاعر کا قول ہے کہ اُسکے سامنے ایک ایسا ستارہ ہو جو اُسکے لئے راہ کا ہادی ہو — اس کالج کا وجود کبھی نہ ہوتا اگر اُسکے بانی سید احمد خاں نے جنکو میں اپنا دوست کہنا فخر سمجھتا ہوں اپنے سامنے ایک ستارہ ہادی راہ چمکتا ہوا نہ دیکھا ہوتا وہ ستارہ کہا ہے آئندہ کی عظمت اور عزت اپنی ہم قوموں کی ہے اور اپنا وہ فرض خدمت ہے جو اپنی قوموں کی طرف اُنکے دلوں میں ہے — اُنکو یہ معلوم تھا کہ مسلمانوں نے زمانہ سلف میں کیا کیا ترقیاں حاصل کی تھیں اُنہوں نے دیکھا جیسا کہ آپ نے اپنی ادریس میں کہا ہے کہ کیونکر اُنکی قوم بمقابلہ اور اقوام اس ملک کے پیچھے رہ گئی اُنکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ کہ طالب صرف بوجہ اس قوم کی بے علمی کے تھے اور یہ کہ صرف تعلیم ہی سے اُنکی قوم کی اخلاقی اور تمدنی اور ملکی ترقی ہو سکتی ہے — اپنی خوش قسمتی سے اُنہوں نے بہت سے ایسے روشن ضمیر آدمی پائے جو اُن کے اس عالی خیال میں مدد دینے کے واسطے مستعد ہوئے اور جن میں سے چند کو یہاں میں خوشی سے اپنے پاس دیکھتا ہوں *۔

یہ مدد صرف انہیں اضلاع سے نہیں آئی ہے لیکن ہندوستان کے بعد مقامات سے بھی آئی ہے مثلاً سرسار جنگ نے آپ

thetic support, not only given proof of his interest in Mohamedan education, but he has thereby added, in my opinion, fresh evidence of that loyalty to the British Government by which his family has long been distinguished; for I am convinced that the certain way to make Mohamedans loyal is to educate them as you are doing here. It is also an interesting and encouraging fact that it is not only among the leading men of your own faith that your College has found friends. Thus, for example, the late Maharaja of Patiala afforded, by the magnificent assistance that he gave to this College, an example of liberality of mind which deserves always to be remembered in his honour. Many other men of influence in these Provinces have given their devoted co-operation in this good work. I cannot name them all, but I must not forget how much has been due to men like the President of your Committee Kunwer Lutf Ali Khan, Raja Baker Ali Khan, Moulvi Mehdi Ali, Moulvi Samiullah Khan, and others,

You have said, Gentlemen, that you do not concern yourselves with political grievances real, or supposed, and you quote the saying that before desiring it is necessary to deserve.

کے کالج کی نسبت ایک نہایت شاعرانہ اور روشن ضمیرانہ فیاضی ظاہر فرمائی ہے — میرے دوست ہڑھائنس نواب رامپور نے اپنی فیاضانہ اور ہمدردانہ امداد سے صرف مسلمانوں کی تعلیم کی ہی جانب اپنی توجہ ظاہر نہیں کی ہے بلکہ میری رائے میں ایک نازہ ثبوت گورنمنٹ انگریزی کی اُس خیر خواہی کا دیا ہے جسکے باعث سے اُن کا خاندان مدت سے ممتاز ہے کیونکہ مجھکو یقین ہے کہ مسلمانوں کو خیر خواہ بنانے کا یقینی ذریعہ اُن کو تعلیم دینا ہے جیسا کہ آپ یہاں کر رہے ہیں یہ بات بھی نہایت دلچسپ اور ہمت بڑھانے والی ہے کہ صرف آپ کی قوم کے رئیسوں میں ہی آپ کے کالج کو دوست نہیں ملے ہیں بلکہ اور قوموں میں بھی مثلاً مہاراجہ پٹیالہ متوفی نے اُس فیاضانہ امداد سے جو انہوں نے اس کالج کو دی فیاضی طبع کی ایک ایسی نظیر دی تھی جو ہمیشہ اُن کی عزت میں یاد رکھنے کی مستحق ہے ان اضلاع کے اور بہت سے ذی رعب شخصوں نے بھی اس عمدہ کام میں سرگرمی کے ساتھ مدد دی ہے میں اُن سب کا نام بیان نہیں کرسکتا لیکن مجھکو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ اُن شخصوں کی امداد سے جیسے کہ آپ کی کمیٹی کے پریذیڈنٹ

قدور لطف علی خاں اور راجہ باقر علی خاں اور مولوی مہدی علی اور مولوی سمیع اللہ خاں اور اور اور شخص ہیں کس قدر نتیجہ حاصل ہوا ہے *

These are wise principles; political privileges will come among the other excellent results of increased knowledge, and there is no other way of obtaining them. Meanwhile political considerations of a right and reasonable kind, have not been ignored by the founders of this College.

You speak, in your address, of your national aspirations, and I must say that there is nothing connected with this college that has throughout given me greater satisfaction, and hope for the future, than the frequent expression of that strong national feeling which has animated those who have made this College what it is:— You are quite right, Gentlemen, to have your national aspirations, and not to forget the past. It is a great thing for a people to have a history of which they are proud, and although the lessons which your history, like that of other peoples, teaches, are often rather of what should be shunned, than of what should be admired, there is very much in your history the remembrance of which will do you good service. An educated Mussalman who remembers the Empire and the wisdom of Akbar, who sees the magnificent and unsurpassable monuments of taste and splendour that Delhi and Agra have to show, and calls

اے صاحبو— آپ نے یہ کہا ہی کہ ہم کو اُن اصلی یا خیالی شکایتوں سے جو ملکی مصلحتوں سے متعلق ہیں کچھ سروکار نہیں ہی اور آپ نے اُس مقولہ کا حوالہ دیا ہی کہ کسی شی کی خواہش سے پہلے اپنے تئیں اُس کا مستحق ثابت کرنا ضرور ہی — یہ نہایت خردمندانہ کے اصول ہیں— ملکی حقوق منجمد اُن عمدہ نتیجوں کے ہیں جو کہ علم کی ترقی سے حاصل ہوتے ہیں اور حقیقت کوئی آؤ دوسرا ذریعہ اُن کے حاصل کرنے کا نہیں ہی اُس کے ساتھ ہی اس مدرسہ کے بانیوں نے جو خیال ملکی مصلحتوں کا رکھا ہی وہ درست اور فہمیدہ ہی *

آپ نے اپنی آدریس میں اپنی قومی آرزوں کا ذکر کیا ہی اور میں یہ بات کہتا ہوں کہ اُس کالج سے متعلق کوئی ایسی بات نہیں ہی کہ جس سے میرے دلمیں کوئی زیادہ خوشی اور توقع بہ نسبت اس امر کے ہوتی ہو کہ آپ لوگوں کے دل سے قومی جوش کا اکثر اوقات ایسا زہر دست اظہار ہوتا ہی کہ جس سے یہ کالج ایسا ہوا ہی جیسا کہ وہ بالفعل ہی •

اے صاحبو — آپ لوگ بالکل راستی پر ہیں کہ اپنے دل میں اپنی قومی آرزوئیں رکھتے ہیں اور اپنے گزشتہ حالات کو نہیں بھولتے — ہر قوم کے لوگوں کے لیئے یہ ایک بڑی بات ہی کہ اُنکی گزشتہ تاریخ ایسی ہو جس سے اُنکو فخر ہو گو کہ آپ کی قومی تاریخ میں مثال دیگر اقوام کی تاریخ کے

to mind the past achievements of Mohammedans, in this and in other countries, in science and in literature, may well refuse to doubt the capacity of his people in any of the qualities which make nations great. They have lamentably fallen, and their achievements are now for the most part of ancient date, but I honour the Mohammedans for their pride of race, and of religion, and I am sure that these feelings, combined with those which education and knowledge give, will make them not only more honourable and manly, but better citizens and more loyal subjects.

Closely connected, Gentlemen, with what I have now been saying there is another subject regarding which I cannot be altogether silent. It has always been one of the special characteristics of this College that it possesses a strongly religious element, and in the existing conditions of your people, and in the present state of knowledge and opinion, I think this is wise and right. I am not one of those who think that a man honours the religion in which he himself was born, by disparaging the religion of his own neighbours, and I do not like even that silent and implied disparagement of which, in my own opinion, I should

بعض ایسی باتیں ہیں جن سے بچنا چاہیئے اور جو تعریف کی مستحق نہیں ہیں لیکن آپ لوگوں کی تاریخ میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنکی یاد آپ کو کار آمد ہوگی — ایک تعلیم یافتہ مسلمان جو اکبر کی شہنشاہی اور دائرہ کی یاد کرتا ہے جو اُن عالیشان اور بے نظیر لطافت و عظمت عمارات کو دیکھتا ہے جو دہلی اور آگرہ میں ڈھائی جاتی ہیں جو اپنے دلمیں مسلمانوں کی اُس کامیابی کا خیال کرتا ہے جو کہ انہوں نے علم و فضل کے باب میں اس ملک اور دیگر ملکوں میں حاصل کی ہے وہ اپنی قوم کی قابلیت اور اُن اوصاف میں شبہ نہ لڑیگا جس سے کہ قوموں بزرگی حاصل کرتی ہیں — اب زمانہ حال میں اُن کی حالت قابل افسوس تزلزل میں ہوگئی ہے اور انٹر کامیابیاں جو اُن کو حاصل ہوئیں وہ پرانے زمانہ میں حاصل ہوئی تھیں — لیکن میں مسلمانوں کی اس بات سے عزت کرتا ہوں کہ اُن کے دلوں میں اپنی قوم اور ملت پر فخر ہے اور متحکم و یقین ہے کہ اُن کے یہ خیالات جب کہ تعلیم و تربیت سے مل جاویں گے تو وہ نہ صرف زیادہ عزت ہی کے لائق ہو جاویں گے اور نہ اُن کا صرف حوصلہ ہی عالی ہو جاویگا بلکہ اُنکی تمدنی حالت بھی بہتر ہو جاویگی اور اپنی سرکار کے زیادہ خیر خواہ بن جاویں گے *

اے صاحبو — جو کچھ کہ میں نے اس وقت بیان کیا ہے اُس سے نہایت ملتا ہوا ایک دوسرا مضمون بھی جس کی

be guilty, if I were to profess interest in the secular side only of your College. By the system which you have laid down, you have proclaimed your belief that it is as true now as it was in the days when Mohamedans were great, in Delhi, Cordova, or Granada, that your religion, which has exercised so vast an influence on the world is still, when it is rightly interpreted, the friend of human progress and enlightenment, and that a good Mohamedan who is at the same time a highly educated man cannot fail to be a loyal subject of the British Government. If your College can prove, by the men that it sends forth, that this claim is true, it will perform an important service, not only to your countrymen but to mine also, for it will teach them a lesson of respect and charity and tolerance towards men whose religion is different from their own. This lesson, I am glad to see, is one which the founders of this College have not forgotten. It was primarily intended to educate good citizens and loyal subjects who would also be good Mohamedans, but its gates are freely opened

نسبت میں بالکل خاموش نہیں رہ سکتا ہوں اس کالج کی خاص صفوں میں ہمیشہ سے یہہ ایک بات رہی ہے کہ اُس میں ایک زبردست مذہبی عنصر موجود ہے اور آپ کی قوم کے موجودہ حالات اور علم اور خیالات کی موجودہ حالت کے لحاظ سے یہہ نزدیک یہہ بات معقول اور صحیح ہے۔ میں اُن شخصوں میں سے نہیں ہوں جو یہہ خیال کرتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے ہمسایوں کے مذہب کی اہانت کرنے سے اُس مذہب کی عزت کو تباہ کرنا ہی جس میں وہ پیدا ہوا ہو اور میں اُس درپردہ اور کٹاوتنا اہانت کو بھی پسند نہیں کرتا ہوں جس کا میں اپنے نزدیک اُس حالت میں مرتکب ہونگا کہ میں آپ کے کالج کے صرف دنیوی صیغہ کی جانب اپنی توجہ کا اقرار کروں۔ جو قاعدہ اپنے مقبرہ کیا ہے اُس کے ذریعہ سے اپنے اپنے اس اعتقاد کا اعلان کر دیا ہے کہ اب بھی یہہ بات ایسی ہی سچ ہے جیسے کہ اُس زمانہ میں تھی جبکہ مسلمانوں کو دھلی یا قرطبہ یا غرناطہ میں عروج تھا کہ آپ کا مذہب جس نے دنیا پر ایک بڑا اثر کیا ہے زمانہ حال میں بھی جبکہ اُس کی تعبیر صحیح صحیح طور پر کی جاتی ہے انسان کی اُس ترقی اور روشن ضمیر کا دوست ہے اور ایک عمدہ مسلمان جو اُس کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ شخص ہو گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہ رعیت ہونے میں خطا نہیں کر سکتا۔ (چند روز) اگر آپ کا کالج اُن شخصوں کے

to those of other creeds, and its teaching cannot be charged with that intolerance which is often made a reproach to the men of your religion.

Gentlemen, I am about to leave India, probably for ever, and I am happy that almost the last words which I shall utter in public should be addressed to an Indian audience. I shall always be glad that I have spent the best part of my life in your magnificent country, among a people for which, whether Mohamedan or Hindu, I feel strong present regard and sympathy, and which I trust has reserved for it a happy future.

My friend Syad Ahmad Khan must forgive me if, in now bidding you farewell, I say in his presence that the young men of India have in him a bright example of what a Mohamedan gentleman may be. I have known him for more than twenty years, and the longer I have known him the more I have respected him. No man ever gave nobler proofs of conspicuous cot-

ذریعہ سے جو اُس میں سے تعلیم پا کر نکلیں اس بات کو ثابت کردے کہ یہ دعویٰ صحیح ہی تو رہے ایک بڑی خدمت انجام دینا نہ صرف آپ کے ہموطنوں کے واسطے بلکہ میرے ہموطنوں کے واسطے بھی — کہونکہ وہ اُن کو اُن شخصوں کی نسبت جس کا مذہب خاص اُن کے مذہب سے مختلف ہی عظیم اور کشادہ دلی اور تحمل کے ساتھ پیش آنے کا سبق سکھائیگا میں اس بات کے دیکھنے سے خوش ہوتا ہوں کہ یہ ایک ایسا سبق ہی جسکو اس کالج کے بانیوں نے فراموش نہیں کیا ہی ابتدا میں یہ ارادہ کیا تھا کہ عمدہ رہنمائی اور خور خوار رعایا کو جو اُسی کے ساتھ عمدہ مسلمان ہوں اس کالج میں تعلیم دی جاوے لیکن اُس کے دروازے اور مذاہب کے لوگوں کے واسطے بھی بلا تکلف کھلے ہوئے ہیں اور اُس کی تعلیم پر اُس بے تعصبی کا الزام نہیں لگایا جاسکتا ہی جس کی طعن اکثر اوقات آپ کے ہم مذہبوں پر کی جاتی ہے •

اے صاحبو — میں عنقریب ہندوستان سے جانے والا ہوں غالباً ہمیشہ کے واسطے اور میں اس بات سے خوش ہوں کہ قریباً اخیر الفاظ جو میں برس عام گھرنے اہل ہند کے ایک مجمع سے مخاطب ہو کر کہے گئے ہیں ہمیشہ اس بات سے خوش ہونگا کہ میری زندگی کا عمدہ ترین حصہ آپ کے پر عظمت ملک میں ایک ایسی قوم کے درمیان بسر ہوا جس کے ساتھ خور و مسلمان ہو یا ہندو میں بالکل بڑی الفت اور مہربانی رکھتا ہوں اور جس کے واسطے

rage and loyalty to the British Government than were given by him in 1857; no language that I could use would be worthy of the devotion that he showed; these Provinces have had no more enlightened Judge; he has been a wise and energetic administrator, an admirable author and critic, a valued counsellor to the Viceroy, and an advocate of progress on every occasion and in every shape. The crowning work to which he devoted his life and all his means, the work of educating and improving his countrymen and of bringing Musalmans and Englishmen into closer sympathy, is that of which we are now witnessing some of the results. Those results will, I doubt not, be still more remarkable in the future, but even now I look on the progress of this College as one of the most important and interesting facts in the late history of Northern India. I shall always remember—and this too is an illustration more valu-

میں یقین کرتا ہوں کہ آئندہ ایک عمدہ زمانہ آنے والا ہے *

میرے دوست سید احمد خاں مجھ کو معاف فرماؤنگے اگر میں اس وقت آپ صاحبوں سے خدا حافظ کہتے وقت اُن کی موجودگی میں یہ بات کہوں کہ ہندوستان کے نوجوان اُدسی اُنکی ذات میں ایک روشن نمونہ اس بات کا رکھتے ہیں کہ ایک مسلمان جنتلمن کو کھسا ہونا چاہوئے میں بیس برس سے زیادہ عرصہ سے اُن کو جانتا ہوں اور جس قدر زیادہ میں اُنکو جانتا گیا اُسی قدر زیادہ میں نے اُنکی وقعت کی ہے — کسی شخص نے مشہور و معروف دلیری اور گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی کے اُس سے زیادہ تر عمدہ ثبوت نہیں دیئے ہیں چھٹیکہ اُنہوں نے سنہ ۱۸۵۷ ع میں دیئے تھے — کوئی کلمات جنگوں میں استعمال کوسکوں اُس وفاداری کے شاہان نہونگے جو اُنہوں نے ظاہر کی تھی ان اضلاع میں اُن سے زیادہ کوئی روشن ضمیر جچ نہیں ہوا ہے وہ ایک دانشمند اور لائق منتظم اور نہایت عمدہ مصنف اور سخن سنج اور ویسراے کے ایک کار آمد مشیر اور ہر موقع پر اور ہر پیرایہ میں ترقی کے ساعی و مؤید رہے ہیں — سب سے بڑا اور اخیر کام جس میں اُنہوں نے اپنی زندگی اور اپنے تمام وسائل کو صرف کیا ہے یعنی اپنے ہمدردوں کو تعلیم دینے اور اُن کی حالت کو ترقی دینے اور مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان زیادہ تر اتحاد اور ہمدردی پیدا کرنے کا کام ہے جسکے بعض

able than any words of the feelings which have animated the founders of this College,—that at this our last visit to Aligarh, I and my wife and my son have been the guests of Syad Ahmad Khan in his refined and hospitable home and I shall not abandon the hope that we may some day be able to endeavour to repay to him in Europe, and to his son my friend Syad Mahmood who is worthily following in the footsteps of his father, some part of the kindness and hospitality which they have given to us here.

And now, Gentlemen, I must say Farewell. I trust that the future progress of this College may fulfil the promise of the past, and, as time goes on, that the noble aspirations from which it sprung may be more and more fully accomplished. If the future prosperity of your College should accord with my hopes and with my knowledge of its deserts, then, Gentlemen, it will be prosperous indeed.

نتیجوں کو ہم مشاہدہ کر رہے ہیں مجھکو کچھ شبہ نہیں ہی کہ یہ نتیجہ زمانہ آئندہ میں اور بھی زیادہ عجیب و غریب ہونگے لیکن اب بھی میں اس کالج کی ترقی کو شمالی ہندوستان کی پچھلی تواریح کے نہایت عظیم اور دلچسپ واقعات میں سے تصور کرتا ہوں۔ میں ہمیشہ اس بات کو یاد رکھونگا (اور یہ بھی ان خیالات کا جنہوں نے اس کالج کے بانیوں کو آمادہ کیا ہی ایک ایسا ظہور ہی جو کسی الفاظ کی بہ نسبت زیادہ تر قدر کے لائق ہی) کہ اس موقع پر جو علامتہ میں ہمارے آنے کا اخیر موقع ہی میں اور میری لختی صاحبہ اور میرا فرزند سید احمد خاں کے نفوس و لطیف اور مہمان نواز گھر میں اُنکے مہمان رہے ہیں اور میں اس اُمید سے دست بردار نہیں ہوں کہ ہم کسی دن یورپ میں اُنکو اور اُنکے فرزند ارجمند یعنی اپنے دوست سید مستند مسعود کو جو اپنے والد ماجد کی لہانت کے ساتھ قدم قدم پروری کرتے ہیں اُنکی اُس مہربانی اور مہمان نوازی کا کستیدر بدل دے سکینگے جو یہاں ہماری نسبت ظاہر کی گئی ہے •

اے صاحبو — اب میں آپ سے خدا حافظ کہتا ہوں — مجھکو یقین ہی کہ اس کالج کی آئندہ ترقی سے زمانہ گذشتہ کی اُمید پوری ہوگی اور جسقدر زمانہ گذرتا جاوینگا وہ عمدہ آرزوئیں جو اس کالج کی بنا کا باعث ہوئی ہیں زیادہ تر پوری ہوتی جاوینگی اگر آپ کے کالج کی آئندہ ترقی میری اُمیدوں اور جو انتہیت مجھکو اُس کی خوبیوں سے ہی اُس کے موافق ہو تو اے صاحبو وہ ضرور کامیاب ہوگا •

مسلمان اور ترقی

جو قوم ترقی کے بعد تفرق کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے وہ ایک ایسی ایتر حالت میں

ہوتی ہے کہ اُسکے دو بارہ ترقی کرنے سے اکثر لوگ مایوس ہو جاتے ہیں یا یوں کہو کہ اُس کی قابلیت کا جوہر نظروں سے چھپ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ ترقی کر نہکا ارادہ کرتی ہے تو اُسکی سعی ایک حرکت مذہبوحی سمجھی جاتی ہے اور اگر وہ سبھی ملنا چاہتی ہے تو اُسپر مذہبہالہ کا گمان کیا جاتا ہے۔ یہی حال آج کل ہماری قوم کا ہے۔ اگرچہ بعض مومنین مسلمان جو کبھی اپنی نسبت برا گمان نہیں کرتے مسلمانوں کی قوم کو اب بھی اعلیٰ درجہ کی ترقی کے قابل سمجھتے ہیں۔ لیکن اُمید ہے کہ وہ جس قدر زمانہ کے حالات سے واقف ہو کر دنیا کی ترقیات کا اندازہ کرینگے اور جس قدر اپنی ترقی کے موانع پر غور فرمائینگے اُس قدر اُنکی رائے کی غلطی اُن پر ظاہر ہوتی جائیگی * البتہ جو لوگ مسلمانوں کی بہبودی سے بالکل مایوس ہیں اور اسباب کا یقین رکھتے

ہیں کہ اُن میں کسی قسم کی ترقی کا مادہ باقی نہیں رہا اور اُنکی اصلاح میں کوشش کرنے والے ایک محال بات کے پیچھے پڑے ہیں اُنکی رائے نہایت غور اور توجہ کے لائق ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کی یہ رائے ہے وہ ہماری قوم میں اعلیٰ درجہ کے لائق آدمی ہیں اور ہماری موجودہ حالت جس سے بدتر کوئی حالت نہیں ہو سکتی سراسر اُنہیں کی رائے کی تاؤد کرتی ہے یعنی وہ ایک ایسا دعویٰ کرتے ہیں جسکا ثبوت خود اُنکے دعویٰ ہی میں موجود ہے۔ ایک ایسے بیمار کی نسبت جسکی طاعون روز بروز زائل ہوتی جاتی ہے، جسکی غذا بالکل مفقود ہے، جو علاج معالجہ سے سو سو کوس بھاگتا ہے، یہ کہنا کہ وہ چند روز کا مہمان ہے ایک ایسا دعویٰ ہے کہ آپ ہی اپنی دلیل ہو سکتا ہے۔ وہ مسلمانوں کی موجودہ حالت کی شہادت کے سوا اور بھی دلیلوں پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ”مسلمانوں کی مذہبی تعلیم ہی دنیوی ترقی کی مانع ہے پس مسلمان ترقی کے مذہب سے دست بردار نہوں دنیوی ترقی نہیں کر سکتے لیکن اُس صورت میں وہ مسلمانوں کی ترقی نہوگی بلکہ ایک ایسی قوم کی ترقی ہوگی جو اسلام سے دست بردار ہو چکی“ ہمارے نزدیک یہ ایک دلچسپ فقرہ ہے جو مسلمانوں کی ترقی و تنزل کی بحث کے وقت ہمیشہ استعمال کیا جاتا ہے۔ دنیا میں کوئی قوم شایستہ یا نا شایستہ ایسی نہیں ہے جسکی مذہبی تعلیم اب یا کسی وقت دنیوی ترقیات کی مانع نہ خیال کی گئی ہو اور سب قوموں کو جانے دو، عیسائی قومیں جو اس وقت دنیوی ترقیات میں تمام دنیا سے لائق ہیں اور جو علم و دولت کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کو بھی ترقی دے رہی ہیں اُنکا مذہب ہمارے مروجہ مذہب سے بھی زیادہ دنیوی ترقی کا مددگار سمجھا جاتا تھا۔ جس وقت یورپ میں علم و حکمت کا ستارہ چمکا اور مذہبی خیالات اُسکی روشنی

میں مضمتعل ہونے لگے اُسوقت مذہبی پھشواؤں اور خود کورنمنٹ کی طرف سے کونسی مزاحمت تھی جو نہیں ہوئی — جن لوگوں نے مذہب کو حشو و زوائد سے پاک کرنا چاہا اور آزادانہ تحریر و تقریر کرنی شروع کی اُنکو کھسے کھسے مضمتعل عذاب دیئے گئے — ہزاروں آدمی جلائے گئے اور ہزاروں نہایت سخت تکلیفوں اور اذیتوں سے مارے گئے — سنہ ۱۳۹۳ ھ میں وکلف جو عیسائی مذہب کا مصلح تھا اور جسے کتب مقدسہ کو انگلستان کی زبان مروجہ میں ترجمہ کیا تھا اُسکے معتقدوں پر مضمتعل عذاب کیا گیا — سنہ ۱۴۱۳ ھ میں آزاہی مذہب کی بھخ کلی کے واسطے قانون جاری کئے گئے — سنہ ۴۵۳۹ ھ میں اسکاتلینڈ میں مصلحان مذہب پر انواع و اقسام کے ظلم کئے گئے اور ساتھ آدمی الزام بدعت پر جلتی آگ میں جلائے گئے — سنہ ۱۵۵۵ ھ میں کئی رفاہر بدعتی ہونے کے الزام پر جلائے گئے اور تمام قود خانے بدعتیوں سے پھر گئے — سنہ ۱۶۳۱ ھ میں جبکہ آئر لینڈ میں بغاوت ہوئی چالیس ہزار پرو تستنت قتل کئے گئے — سترہویں صدی کے اخیر تک ارسطو کی حجتوں نے تمام یورپ کے مدارس کو ایسا جکڑ بند کر رکھا تھا کہ وہ مذہب کی رکن رکنیں سمجھی جاتی تھیں اور یہ تمام بندشیں اُسوقت تک نہ ٹوٹیں جب تک کہ لارڈ بیکن نے نہایت زور اور تحریروں سے اُنکو نہ توڑا — کریپٹیکس نے جسوقت سفارات کی نسبت اپنی تحقیقات ظاہر کی تمام کلیسائی یکزیباں ہو کر اُسکو مردود ٹھرایا — گلیلیو نے سنہ ۱۶۰۹ ھ میں درہیڈوں بیاناؤں اور سفارات کے متعلق بہت سے حالات مشاہدہ کئے مگر اسکا انعام یہہ ملا کہ وہ قید کیا گیا — ہر چند اُس نے بہت زور دست اور صاف دلائلوں سے سمجھایا کہ یہہ باتیں دین سے یا کتاب مقدس سے کچھہ ملافات نہیں رکھتیں مگر کسی نے التفاف نہ کیا — غلامی کے موقوف کرنے میں بے شمار مزاحمتوں پھس اُنہوں — لوٹھر کی کتاب جو یورپ لیو دہم کے برخلاف لکھی گئی تھی سنہ ۱۵۲۰ ھ میں چلائی گئی — اسیطرح کے اور بے شمار راتعات پیش آئے جنکے بیان کرنے کا یہہ محل نہیں رہی آخر تعلیم نے تمام الف و عادت اور تعصبات کو دبا لیا اور عیسائی مذہب بقدر ضرورت وقتاً فوقتاً حشو و زوائد سے پاک ہوتا رہا — اب وہی عیسائی قوموں میں کہ جسطرح دنیوی ترقیات میں تمام دنیا سے سبق لے لیتی ہیں اسیطرح اپنے مذہب کی اشاعت اور حمایت میں تمام عالم کی قوموں سے زیادہ سرگرم ہیں — بس یہہ خیال کہ مسلمان جب تک اپنے مذہب سے مست بردار نہیں دنیوی ترقی نہیں کر سکتے صحیح نہیں معلوم ہوتا •

اصل یہہ ہی کہ ہر مذہب ایک مدت کے بعد اپنی اصلیت سے متجاوز ہوتے ہوئے ایک طومار طویل الذیل ہوجاتا ہی اور جب تک کوئی سخت ضرورت داعی نہیں ہوتی وہ برابر بوجھتا چلا جاتا ہی لیکن جب زمانہ کی دروزنوں اہل مذہب کو شکستہ میں کہنچتی ہیں تو وہ مذہب کی اصلیت دریافت کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور

بہت سے ملکی قوانین، بہت سے قصے کہانیاں، بہت سے رسم و رواج، بہت سے بدعتا تعصبات اور بہت سے ظنون و اوهام جو امتداد ایمان کے سبب مذہب کے عناصر و ارکان بدلتاے ہیں اُن سے دست بردار ہو کر اصل مذہب پر قناعت کرتے ہیں — وہ خود ایسا نہیں کرتے بلکہ زمانہ کی ضرورتیں اُنکو ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہوں — ایک ہندوستان کا شریف مسلمان جو عورت کے گھر سے باہر نکلنے کو خلاف شرافت ہی نہیں بلکہ خلاف شریعت بھی جانتا ہی جب اہل و عیال کے ساتھ سفر حج کرتا ہی تو اُسکو مجبور پردہ نشینی کے وہ قاعدے توڑ لے پڑتے ہیں جنکو وطن میں لازماً اسلام خیال کرتا تھا — ایک شیعہ مسلمان جو مشرکوں کے دودہ دہی مٹھائی وغیرہ سے پرہیز کرتا ہی جب کوئی لمبا سفر کرتا ہی تو اُسکو لاچار سب کچھ گوارا کرنا پڑتا ہی — اُنھویں صدی عیسوی کے آغاز میں جبکہ محمود ثانی سلطان روم نے فوج کو فرنگستانی قواعد سکھانے کی نہایت سخت ضرورت سمجھی اور نیک چڑی فرقہ کے ترکوں نے جنگی فوج شجاعت اور استقلال میں بے مثل اور شمار میں ایک لاکھ سے زیادہ تھی کافروں کی قواعد سمجھ کر اُسکے سکھانے سے انکار کیا اور کسی طرح وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئی تو آخر مجبور ہو کر اُس فرقہ کے ایک ایک متنفذ کو قتل کرنا پڑا — اگرچہ اس فوج کے قتل ہونے سے سلطنت کو سخت صدمہ پہونچا لیکن زمانہ کی ضرورتوں نے سلطان کو ایسے قتل عام پر مجبور کر دیا اور اُس دن سے فرنگستانی قواعد روم میں جاری ہو گئی — بے شک فہک چڑی فرقہ کی یہ بغاوت و سرکشی مذہبی خیالات کا نتیجہ تھا لیکن چونکہ حقیقت میں اُسکی بغاوت محتض تعصب پر تھی نہ کہ اصول مذہب پر، اور زمانہ کی ضرورتیں مجبور کر رہی تھیں اُس لئے تمام علما نے متفق اللفظ ایک لاکھ بہادر اور کار آزمودہ فوج کے قتل کا فتویٰ دیدیا — الغرض مذہبی توہمات جبھی تک مانع ترقی رہتے ہیں جب تک زمانہ کی ضرورتیں اہل مذہب کو مجبور نہیں کرتیں — آج سے تیس برس پہلے ہندوستان میں ایک مسلمان بھی ایسا نہوگا جو انگریزی زبان سیکھنے کو معصیت نہ جانتا ہو لیکن اب برخلاف اُسکے ایک مسلمان † بھی ایسا نہیں جو انگریزی سیکھنے کو ضروری نہ سمجھتا ہو — کیا وہ پہلا خیال ایکہ مذہبی خیال نہ تھا؟ اور کیا اُس خیال کے بدلتانے سے مسلمان اسلام سے دست بردار ہو گئے؟ حاشا تم حاشا — پس یہ خیال بالکل غلط ہی کہ جب تک مسلمان اسلام سے دست بردار نہیں دلدی ترقی ہو گز نہیں کر سکتے — البتہ جب تک کوئی شی ہمکو یہ نہ جانتا کہ کہا ضرورتیں دریغ ہیں تب تک نہ مذہبی توہمات ہمارے دل سے دور ہو سکتے ہیں اور نہ ترقی کا خیال ہمارے دل میں پیدا ہو سکتا ہی اور وہ شی بھی تعلیم ہی جسکے پھیلانے میں چند باہمت لوگ کرشن کر رہے ہیں — اگرچہ قوم اُنکی چوٹ بکار سے بیدار نہیں ہوتی لیکن افصح المؤدیین یعنی زمانہ اُن کو جلد ہوشیار کریگا *

دوسری دلیل یہ ہے کہ دنیا میں کئی قوم ایسی نہیں ملی گئی جسے ایک بار تنزل کے درجہ کو پہنچ کر دوبارہ ترقی کی ہو — لیکن ہم اُن سے یہ پوچھتے ہیں کہ دوبارہ ترقی کرنے سے کیا مراد ہے — اگر دوبارہ سلطنت حاصل کرنا مراد ہے تو ہم تسلیم کرتے ہیں بلکہ ہمارے نزدیک اگر دنیا واقعی عالم اسباب ہے تو ممکن نہیں کہ جو قومیں زمانہ موجودہ کے فنون جہانبانی و کشور کشائی میں اپنے بلی نوع سے پیچھے رہ گئی ہیں اُنکو کبھی سلطنت اور حکومت میں استقلال کا درجہ حاصل ہو سکے یا جو مستقل نظر آتی ہیں اُن کا استقلال قائم رہ سکے — زمانہ قدیم اور زمانہ متوسط میں جبکہ جنگی طاقتیں تمام قوموں کی قریباً یکساں تھیں ہر قوم سلطنت اور حکومت حاصل کرنے کی قابلیت رکھتی تھی اور خاص خاص اسباب سے کبھی یہ قوم اُس قوم پر اور کبھی وہ قوم اس قوم پر غالب آجاتی تھی لیکن زمانہ حال میں قواعد جنگ و آلات حرب کے لحاظ سے دنیا کی حالت دگر گون ہو گئی ہے ایک قوم آسمان پر ہی تو دوسری قوم تحت الثریٰ میں ہے — اور جو قومیں ترقی کر چکی ہیں اُن کا فرض ہے کہ مغلوب قوموں کو کبھی اُن وسائل میں اپنے برابر نہرنے دیں جنکے سبب سے اُنکو غلبہ حاصل ہوا ہے پس ضرور ہے کہ ترقی یافتہ قوموں کا غلبہ اور رعب و داب روز بروز بڑھتا جائے اور جن قوموں نے اپنی حد سے آگے قدم نہیں بڑھایا وہ لوہے بنوے مضطرب ہوتی جائیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مسلمانوں کا ترقی کے لئے کوشش کرنا متعص فصول ہے صحیح نہیں معلوم ہوتا — ہر قوم بلکہ ہر شخص کی ترقی ایک جداگانہ حد ہے اور اُس حد تک پہنچنا اُس کا ضروری فرض ہے — ایک شخص جسکے تمام اعضاء جسمانی درست اور مضبوط ہیں اور ذہن و حافظہ بھی عمدہ ہے بے شک ہر علم و فن میں ترقی کر سکتا ہے وہ جس طرح ایک اعلیٰ درجہ کا فاضل ہو سکتا ہے ویسا ہی ایک اعلیٰ درجہ کا سپاہی اور کرتبی بھی ہو سکتا ہے — لیکن ایک دوسرا شخص جسکا فہم اور ذہن و حافظہ عمدہ ہے مگر ایک ہاتھ سے بالکل آباہج ہے وہ اگرچہ ایک کورتبی سپاہی نہیں ہو سکتا لیکن ایک اعلیٰ درجہ کا فاضل ضرور بن سکتا ہے اور اسلئے اُسکا قہایت ضروری فرض ہے کہ علمی ترقیات میں جہاں تک ہو سکے کوشش کرے •

اگر دوبارہ ترقی کرنے سے یہ مراد نہیں ہے جو اوپر ذکر کی گئی تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ کسی قوم نے تنزل کے بعد ترقی نہیں کی — اور ملکوں کو جانے ہو ہندوستانی ہی میں ایسی قومیں موجود ہیں جو قہایت پست ہو کر دوبارہ بلند ہوئی ہیں مثلاً گجرات میں پارسی یا بنگالہ میں ہندو — ان دونوں قوموں کا حال جو دوسو برس پہلے تھا اُسکا اور اُنکی موجودہ حالت کا مقابلہ کرنے سے معاف ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے کس قدر ترقی کی ہے — اس کے سرا کوئی روشن اور صاف دلیل اسباب کی لہجہ ہی کہ جب

گورنمنٹ کی طرف سے ہماری تعلیم ہماری تجارت ہماری منمت و حریت میں کوئی صریح مزاحمت نہ تو بھی ہم ان شاخوں میں ترقی نہیں کر سکتے۔ یہودیوں پر جب تک یورپ میں ظلم اور تعدی ہوتا رہا اور وہ غلامی کی حالت میں رہے تب تک انکی ترقوت جسقدر کہ وہ رعیت ہونے کی حالت میں کر سکتے تھے روکی رہیں لیکن جب سے یورپ میں آزادی پہلی اور انکو رعیت کے پورے پورے حق دیئے گئے تب سے انکی حالت پہلے کی نسبت نہایت بہتر ہے۔ بعض ملکوں میں تو انہوں نے حکمران قوموں کے برابر حقوق حاصل کئے ہیں اور عموماً ہر ملک میں بھی انکی حالت بہت اچھی ہے۔ انکی تجارت تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور انکی دولت روز بروز بڑھتی جاتی ہے بعضے دولت مند اُن میں ایسے ایسے ہیں کہ یورپ کی بڑی بڑی سلطنتوں اُن کی فرسدار ہیں *

جو لوگ مسلمانوں کی ترقی سے ماہوس ہیں وہ ہم بھی کہتے ہیں، "کہ اس کوشش کا نتیجہ جو کہ مسلمانوں کے بعض خیر خیرا کر رہے ہیں سو اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ چند آدمی کیقدر امتیاز حاصل کر لیں کہ نہ آج تک جتنے آدمیوں کو ترقی کا خیال ہوا ہے وہ اسقدر ترقی نہیں کر سکتے کہ انکھوں پر گناہ جاسکتے ہیں بس اگر سو دو سو برس میں ہزار دو ہزار مسلمان ممتاز ہو گئے تو اسکو قومی ترقی نہیں کہہ سکتے، لیکن ہم پوچتے ہیں کہ مسلمانوں کو کے دن سے ترقی کا خیال پیدا ہوا ہے؟ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو اس خیال کی عمر اور پوچہ تہذیب الاخلاق کی عمر برابر نکلیگی۔ بس جو کچھ اس لٹل عرصہ میں ہوا وہ ترقی کی معمولی چال سے بہت زیادہ ہے۔ اس کے سوا ترقی کی رفتار ابتدا میں ہمیشہ سست ہوتی ہے لیکن وہ جسقدر بڑھتی جاتی ہے اسقدر تیز ہوتی جاتی ہے۔ جو بھار روز بروز بگڑتا جاتا ہے اسکا اہنی افاقہ بھی نہایت تسلی بخش ہوتا ہے اور پھر اگر کوئی غلطی نہیں ہوتی تو اُسکی صحت اور طاقت روز بروز ترقی کرتی ہے اور ہم ترقی بھی یوں اُفہو اُفہو بڑھتی جاتی ہے۔ جو ترقی یورپ نے اُفہا وہیں صدمی کے شروع سے آج تک یعنی تیرہ سو برس میں کی ہے گذشتہ تین صدیوں میں اُسکا عشر عشر بھی نہیں ہوا اور جو کچھ ان تین صدیوں میں ہوا اُسکے مقابلہ میں وہ تمام ترقیات ہیچ نہیں جو پندرہویں صدمی سے پہلے سالہا سال تک وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہیں *

بعض اوقات ہم یہ بھی کہتا جاتا ہے کہ جو قومیں پہلے سے ترقی کر رہی ہیں اُنکے برابر ایک ایسی قوم ہرگز نہیں ہو سکتی جسکو سب سے پیچھے ترقی کا خیال پیدا ہوا ہے۔ پس اگر بالفرض مسلمانوں نے اب ترقی کرنے کا بخشتہ ارادہ بھی کیا تو کچھ فائدہ نہیں ہے، بے شک یہ بات صحیح ہے لیکن ہماری کوشش صرف اس بات میں ہونی

چاہئے کہ ہم صرف اپنی ہم وطن قوموں سے جنہوں نے ہم سے بہت پہلے قدم آگے بڑھایا ہے کسی چیز میں کم نہ رہیں اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہم اس کوشش میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ — محکوم قوموں کی ترقی ہمیشہ ایک خاص حد پر جا کر منجمد ہو جاتی ہے جس سے آگے بڑھنے کا محل آنکھ لہٹے باقی نہیں رہتا پس اگر انہیں بے ایک قوم آگے بڑھائی ہے اور دوسری قوم پیچھے رہ گئی ہے تو پس ماندہ قوم کو مایوس نہ کرنا چاہئے کیونکہ اگر راہ میں نہیں تو آخر منزل پر جا کر ہونوں ملجائینگے — اور یہ بھی ناممکن نہیں ہے کہ راہ ہی میں پیچھے قافلہ اگلے قافلہ سے جا ملے کیونکہ بعض اوقات ایسی اضطراری حالتیں پیش آتی ہیں کہ پیچھلے کو معمری رفتار سے کھینچ کر زیادہ جلد قدم اٹھانا پڑتا ہے یہاں تک کہ وہ راہ ہی میں اگلے سے جا ملے گا •

بہر حال یہ تمام موانع جو اوپر ذکر کئے گئے ہسکو ترقی سے مایوس کرنے والے نہیں ہیں البتہ ایک بات ایسی ہے جو تمام اُممیں کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ جو قوم عام تعصب اور جہالت میں مبتلا ہوتی ہے وہ ہمیشہ چند ایسے روشن ضمیر آدمیوں کی ہمت اور کوشش سے رو بہ راہ ہوتی ہے جو تعلیم کی بدولت تعصب اور جہالت کی اندھیری کو تیرتی ہے باہر نکل آتے ہیں اور قوم کی ابتر حالت دیکھ کر آئے دلوں پر اختیار ایک راہ اٹھاتے ہیں اور وہ اسکی اصلاح اور ترقی کی طرف دل و جان سے متوجہ ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر ہسکو یہ اُمم ترقی نہ کر سکتے ہیں جو نوجوان ہماری قوم میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پائینگے وہ اس کام کے ذمہ دار ہونگے مگر برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جس قدر ایجوکیشن اور سویلائزیشن میں اعلیٰ درجہ حاصل کرتے ہیں اُس قدر قوم کی ترقی سے زیادہ مایوس نظر آتے ہیں یہاں تک کہ وہ جنکو قومی ترقی کے خیال میں سرگرم بناتے ہیں اُن پر تعجب کرتے ہیں کہ یہ کیوں کوشش کر رہے ہیں اور کیونکر کر رہے ہیں۔ — ہائی ایجوکیشن کی بدولت انکی مثال اُس شخص کی ہے جو اندھیری رات میں ایک نہایت روشن کمرے سے باہر نکلتا ہے اور باہر آکر اُسکو در و دیوار کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ باہر چلنے پھرنے والوں کے پائوں کی آہٹ سن کر تعجب کرتا ہے کہ یہ کیونکر اس اندھیری میں چل پھر رہے ہیں اور آخر گھبرا کر پھر اُسی روشن کمرے میں گھس جاتا ہے۔ — وہ اتنا توقف نہیں کرتا کہ روشنی کی چمکا چوند جس نے اُسکی آنکھوں کو کھولا کر رکھا ہے کم ہو جائے اور تاریکی میں اُسکو بھی روشنی محسوس ہونے لگے اور وہ بھی اوروں کی طرح چل پھر سکے۔ — ہماری قوم کے نوجوان ایجوکیشن جنہوں نے یورپ کی سویلائزیشن کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے یا تعلیم کے ذریعہ سے اُسکا اندازہ کیا ہے جب وہ مغربی قوموں کی حالت کو اپنی قوم کی حالت سے مقابلہ کرتے ہیں تو دونوں حالتوں میں وہ نسبت پاتے ہیں جو محتض نور اور محتض ظلمت میں ہے۔ اور بے شک باطنی النظر میں ایسی ہی نسبت معلوم ہوتی ہے اسی

حقیقت میں ایسا حال نہیں ہی بلکہ ضرر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اندھیرے میں کچھ ارجالا بھی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دو چار شخصوں کی کوشش سے چند روز میں وہ نتائج پیدا ہوئے ہیں جنکی کمطرح توقع نہ تھی پس اگر دس بیس بالہاتف آدمی توجہ اور کوشش کریں تو بہت کچھ کر سکتے ہیں •

صرف دو چیزیں ہیں جن پر دنیا کی کامیابی اور ناکامی کا مدار رکھا گیا ہے۔ اُمہد اور نا اُمہدی — ہزاروں دشوار کام جو بالیقین محال سمجھے گئے تھے اُمہد کی بدولت آسان ہوئے ہیں — اور ہزاروں آسان کام نا اُمہدی کی بدولت نا تمام رہے ہیں۔ پولیس نے صرف اُمہد ہی کے بہرو سے ہر ایک ایسا کام سرانجام کیا جسکو تعلیم عالم محال سمجھتا تھا — کلٹر نے صرف اُمہد ہی کے بہرو سے ہر بی سی میں وہ فتح حاصل کی جسکے نتائج کسیک وہم و گمان میں بھی نہ تھے •

بجز اُمہد کہ ایمان عشق کشاں است • کسی نداد نسلی دل زلفا را

راٹم
خاکسار الطاف حسین حالی از دہلی

مشرقی علوم و فنون

ہمکو نہایت ہوشیاری سے دیکھنا چاہیئے کہ جو کچھ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہناری اور ہمارے ملک کی بہبودی اور ترقی کے لئے ہی ایسا نہ کہ صرف دھوکا ہو۔ ہمکو اس وقت پہلے زمانہ کے قصے اور کہانیوں کو یاد دلانا اور کہنا کہ ایشیا میں ایشیائی سلطنت کے زمانہ میں علوم و فنون کیا تھے اور آج کے وقت میں اُن کو کیسی ترقی اور کھسی سرسبزی تھی متحضر بے فائدہ ہی ہمکو اپنے زمانہ کے حالات پر جو گورنمنٹ انگلشہ کی حکومت کا زمانہ ہی غور کرنا اور اُس کو ہندوستان ہی کی حدود میں محدود رکھنا ہمارے لئے زیادہ تو مفید اور زیادہ تر بکار آمد ہے •

جب سے ایک روشن ضمیر و تربیت یافتہ گورنمنٹ یعنی گورنمنٹ انگلشہ کے ہاتھ میں ہماری قصمتیں سپرد ہوئیں ہیں اُس وقت سے ہماری تعلیم نے مختلف طرح سے بلغم کھائے ہیں آئرلینڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت جب ہندوستان میں ہوئی تو ایک مدت تک اُس نے اس بات کو نہیں جانا کہ ہندوستان کے لوگوں کی نسبت اس معاملہ میں اُس کا کیا فرض ہے۔ مگر جب اُس نے اُس فرض کو جانا تو یہ مشکل پیش آئی کہ وہ اُن کی تعلیم کا کونسا طریقہ اختیار کرے۔ چاروی سنہ ۱۸۶۳ ع کے انڈین پراویو میں ایک نہایت لائق اور مدبر مصنف نے اپنے آرٹیکل میں اُس مشکل کو

فہایت خربی سے بیان کیا ہی کہ ہندوستان کے لوگوں میں علمی اور انسانیت بہ نسبت انگریزوں کے زیادہ تر قدیم تھی وہ ایک ایسی علمیت تھی جس کی بنیاد اُس زبان پر (یعنی سنسکرت و عربی پر) تھی جو یورپ کی تمام زبانوں کا (اور میں کہتا ہوں کہ یورپ کے بڑے بڑے علوم کا) ماخذ تھی۔ اس لئے یہ مشکل سوال حل طلب تھا کہ وہ کونسی تعلیم ہی جو ہندوستانیوں کو دی جاوے کیا اُن کو انگریزی کی تعلیم دی جاوے جو انگریزوں کے مذہب سے مخلوط ہی؟ یا اُنہیں کی قدیم زبانوں اور قدیم فنون اور مذہبی علوم میں تعلیم دی جاوے؟

اُس زمانہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کچھ قوی نہ تھی اُس پر بہ نسبت اس کے کہ وہ دلہری سے وہی کام کرے جو حقیقت کرنا چاہیئے خوف زیادہ غالب تھا اُس کو ہندوستان کے لوگوں کے تاریک تعصبات کا ایسا خرب تھا کہ وہ سچے کام کرنے میں بھی خوف کرتے تھے اس لئے اُس کی یہ رائے تھی کہ کوئی ایسی تعلیم جو ہندوستانیوں کی آنکھوں یا کانوں تک بھی اُن باتوں کو پہونچاوے جو اُن کے قدیم علوم یا مذہبی روایت کے برخلاف ہو اختیار کرنی نہ چاہیئے اس ناواجب اور نا اُستوار اور خرب ذہن اصول پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں مشرقی قدیم علوم اور قدیم حکمت کے تر و تازہ کرنے میں کوشش کی۔*

اہل ہند کی بد نصیبی کا یہ دورہ سنہ ۱۸۳۵ء تک نہایت استحکام سے قائم رہا آخر کار ایک ٹپک اور سچا مدبر یعنی لارڈ میکالی ہندوستان میں پیدا ہوا جو اُس زمانہ میں ہندوستان کی تعلیم کے برز کا میز مجلس تھا۔ اُس نے اُس دھوکا دینے والے طریقہ تعلیم کو علائقہ ناپسند کیا اور کہا کہ اگر گورنمنٹ کی رائے بندوبست موجودہ کے تبدیل کرنے کی نہ تو اس میز مجلس سے میرا استعفا منظور ہو کیونکہ میں اُس میں کچھ کام نہیں آسکتا مجھ کو اُس کام میں تقویت دینی ہوتی ہی جس کی نسبت مجھ کو خرب یقین ہی کہ وہ صرف دھوکا ہی۔۔۔ مجھے کامل یقین ہی کہ موجودہ بندوبست سچ کی ترقی کرنے کی طرف نہیں بلکہ معدوم ہونے والی طبعی غلطیوں کی طبعی مروت کے تراف کرنے پر رجوع کرتا ہی۔*

لوگوں کا خیال ہی کہ لارڈ میکالی ایک مذہبی شخص تھا وہ ایشیا کی تواریخ کو ایشیا کی الہیات کو ایشیا کی طبابت کو ایشیا کے مذہب کو نامعلوم سمجھتا تھا اور اس لئے مذہبی خیال سے اُس قدیم طریقہ تعلیم کا تبدیل ہونا چاہتا تھا فرض کیا جاوے کہ وہ ایسا ہی تھا مگر جو عزت کہ اُس کو اپنی سچی رائے ظاہر کرنے سے اور جس کو وہ دھوکا سمجھتا تھا اُس کو دلہری سے دھوکا کھدینے سے حاصل ہوئی ہی وہ ہمیشہ قائم رہیگی۔*

جس زمانہ میں کہ لارڈ میکالی نے اپنی یہہ سچی رائے ظاہر کی اُس وقت لارڈ ولیم بنتاک گورنر جنرل تھے لارڈ میکالی کی اس دلدورانہ و نصیح و بلیغ تحریر نے کافی اثر کیا اور ہندوستان کی تعلیم کے آفتاب کا جو بالکل گرہن میں تھا کچھہ کچھہ گہن چھوٹنے لگا اور گورنمنٹ نے یہہ فیصلہ کیا کہ ہندوستانیوں میں یورپ کے علوم اور یورپ کی حکمت کو ترقی دینا گورنمنٹ کا مقصد ہونا چاہیئے — درحقیقت انگریزی عہد سلطنت میں ہندوستانیوں کو خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان جو کچھہ درکار تھا وہ یہی تھا کہ وہ اُس علم و حکمت سے واقف ہوں جو اُس قومی اور فتنمند قوم کی جان تھی جو اُنہر حکومت کرتی تھی اور اُس کی تمام دانائی تمام قوت تمام خوبیوں کو بتلانے والی تھی اور میں کہتا ہوں کہ اب یہی سو برس کے قریب گورنمنٹ انگریزی کی حکومت کو گزر گئے جو کچھہ ہندوستانیوں کو درکار ہی وہ یہی ہی •

انہی تحریروں اور تحریکوں کے بعد گورنمنٹ نے ہندوستان میں تین یونیورسٹیوں کا مقرر کرنا اور بڑے بڑے شہروں میں انگریزی زبان کے ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم علوم کے کالجوں کا مقرر کرنا جن میں یورپ کے علم و حکمت و تاریخ کی تعلیم ہو منظور کیا اور عام تعلیم کے لیئے دیسی زبانوں کو ذریعہ ٹھہرایا جس کی بنا جناب تاسمن صاحب کے وقت میں پڑی اور جناب سر ولیم مہور صاحب نے اُس کو ہمارے ملک میں اعلیٰ درجہ کی ترقی پر پہونچایا •

اس انتظام سے کچھہ شبہ نہیں کہ ہندوستانیوں نے بہت کچھہ فائدہ اُٹھایا اُن میں جسقدر نقص رہا وہ یہی تھا کہ جو کام خود اُنکو اپنی قومی قوت سے اپنے لیئے اور اپنی قوم کے لیئے اپنی قوم کے بچپن کے لیئے کرنا تھا اُسکی نسبت چاہا کہ گورنمنٹ ہی کرے جسکو فی الواقع گورنمنٹ نہیں کرسکتی تھی — ہمسکو توقع تھی کہ ہم روز بروز زیادہ روشنی میں آتے جاؤ گے اور ہماری تعلیم بک آفتاب کا گہن جو چھوٹا تھا وہ ایک دن نصف النہار پر پھرنچے گا مگر ہم نہایت افسوس سے دیکھتے ہیں کہ وہ پھر گہن میں آیا ہے نہیں چاہتا بلکہ نصف النہار تک پہونچنے سے پہلے توہنا چاہتا ہے •

چند روز ہوئے کہ ہم نے حضور عالی جناب لارڈ لٹن کی اسپینچوں کو جو پنجاب کے بعض مقامات پر اُنہوں نے ذہنی تہیں اور جن میں علوم مشرقی کی ترغیب دلانے کی ہو اتنی تھی نہایت افسوس سے پڑھا تھا اور حال میں اُن ایتدیسوں کو جو پنجاب میں حضور اسلامی مارکوٹیس آف رہن کی حضور میں پیش کی گئی ہیں اور اُن کے جوابوں سے نہایت افسوس ہوا ہے •

یونیورسٹی کالج لاہور کی بنیاد مردہ علوم مشرقی کو پھر زندہ کرنے کے مقصد سے قائم ہوئی تھی جن کا زندہ کرنا بقول ایک بڑے مدبر کے ماسٹروں کے پھر زندہ کرنے کے قصد کی

دواہر ہی جو اڈریس سینٹ نے پیش کی ہی اور جس کے جلو میں ایسے بڑے بڑے نامی ہندوستانی سردار تھے جو شاید ہی کسی آڈر اڈریس کے ساتھ ہونے اُس میں لکھا ہی کہ “ سارے تین لاکھ روپیہ جو عطیہ یونیورسٹی کالج ہی والیان ریاستہا و دیگر رؤساء پنجاب نے در اصل زبان ہائے ہندی کی تکمیل سے تعلیم کو رواج دینے کی غرض سے عطا کیا تھا سینٹ کو اسبابہ میں کچھ بھی شک نہیں ہی کہ علم کو زبانہائے ہندی کے توسل سے ترقی دینا تعلیم کی ضروریات کو ملک کے حسب حال بنانے کا بہترین طریقہ ہی اور سینٹ و گورنمنٹ ہند کا بھی یہی مقصد ہی *

ہز اٹلسنسی ویسراے نے اُس کے جواب میں فرمایا ہی کہ “ ترقی و اشاعت زبان ہائے مشرقی و علوم مشرقی نہایت ہی کار احسن ہی میرا اس میں اُن لوگوں سے اتفاق کامل ہی کہ یہ مقصد بطور خود قابل تعریف ہی اور جہاں تک میری معتمدون واقفیت معاملات ہندوستان میں ہی میں اُن خیالات سے اتفاق رکھتا ہوں جو میرے یقین میں آپ لوگ رکھتے ہوں کہ اس ملک میں صرف زبانہائے ہندی کے توسل سے علوم و فنون کی ترقی و اشاعت بہترین سہولیت سے ہوسکتی ہی “ *

ہم صاحبان کورٹ آف ڈریکٹرز کے اُس مشہور مراسلہ سے جو سنہ ۱۸۵۳ ع میں جاری ہوا دل سے اتفاق کرتے ہوں کہ عام تعلیم کی اشاعت کا ذریعہ ہندی زبان کو تیار دینا نہایت عمدہ ہی مگر وہ طریقہ صرف دیہاتی مکاتب اور تحصیل اسکولوں میں محدود رہ سکتا ہی نہ اعلیٰ تعلیم میں اور اُس تعلیم میں جو یونیورسٹی کی تعلیم کہلاوے اور ایسی تعلیم میں جو بی اے یا بالغ العلوم اور ایم اے یا مالک العلوم کا لقب حاصل کرنے کی مستحق ہو اگر یونیورسٹی پنجاب کا مقصد اس پچھلے طریقہ میں مشرقی علوم کو ترقی دینا ہی یا علوم مغربی کا رواج دینا ہی تو ہم سمجھتے ہوں کہ بعض اس کے کہ ہم کچھ روشنی میں آویں تاریکی میں پڑنے والے ہیں اور بعض اس کے کہ ہم کچھ ترقی کریں ایسے پیچھے ہٹنے والے ہیں کہ ہمکو پھر ایک لڑکھالی کی ضرورت ہوگی جو ہمکو اُس تاریکی سے نکالے اور آگے بڑھاوے ہم صاف کہتے ہوں جیسے کہ لڑکھالی نے کہا کہ ایسا کرنا ایک دھوکا ہی *

علوم مشرقی کی ترقی کا غل پنجاب میں ہر ایک کی زبان پر ہی مگر ہم نہیں جانتے کہ علوم مشرقی سے کون سے علوم مراد ہیں — حیثیات تو یقینی اُس میں شامل نہونگے کیونکہ وہ اس بحث سے خارج ہیں یس اب اُن لوگوں سے جو علوم مشرقی کی ترقی علوم مشرقی کی ترقی پکارتے ہیں پوچھتے ہیں کہ وہ کون سے علوم ہیں سنسکرت یا عربی و فارسی اگر اُن کو بلحاظ عمدہ زبان ہونے کے خیال کیا جاوے تو ہم تعلیم کرتے ہیں مگر صرف زبان پر علم کا اطلاق نہیں ہوسکتا — ہاں جب اُس کو بصیغہ لٹریچر یعنی

ہم ادب کے دیکھا جاوے تو بلاشبہ اُس پر علم کا اطلاق ہو سکتا ہے •

اب ہم علم ادب عربی و فارسی کی ترقی پر غور کرتے ہیں اور سنسکرت کو چھوڑ دیتے ہیں لہٰذا اُس کو ہم نہیں جانتے عربی و فارسی کی لٹریچر تمام تو یا ہزلیات یا عاشقانہ مضامین یا ناپاک قصص و حکایات یا سلاطین و امرا کی جھوٹی تعریف یا ایسے الفاظ اور فقرات کی قافیہ بندی سے جسکے الفاظ عمدہ اور مطلب کچھ نہیں بھری پڑی ہے وہ انسان کے دل پر انسان کے اخلاق پر کوئی ٹیک اثر پیدا نہیں کر سکتی وہ انسان کی کسی فطرتی قوت کو تحریک میں نہیں لاسکتی اُسکا پڑھنے والا شروع ہی سے جانتا ہے کہ یہ سب جھوٹ اور مبالغہ شاعرانہ اور منشیانہ ہے اور اسی لئے اُس کے دل پر کوئی لفظ بھی اثر نہیں کرتا وہ لٹریچر ایسے مبالغہ آمیز جھوٹ سے مخلوط ہے کہ پڑھنے والا یہ بھی تو نہیں جان سکتا کہ اصل واقعہ اس میں کیا ہے سہکڑے کتابیں عربی و فارسی لٹریچر کی اس وقت موجود ہیں جن میں سلاطین کا مصنفوں کا شاعروں کا حال مندرج ہے اصلی اشخاص عاشق و معشوق کی حکایات مندرج ہیں اُن کی حسن خوبی کی تعریفیں لکھی گئیں ہیں پھر کوئی اُن کو پڑھ کر بہت متلاطم ہو کر واقعی اُن سلاطین یا مصنفوں یا شاعروں کی کیا حالت اور کیا طبیعت تھی یا وہ معشوقہ درحقیقت کیسی صورت کیسی کیسا ناز اور کوسا انفاذ رکھتی تھی — کوئی فطرتی بات اور نیچرل خوبی اور اُن کا بیان جو انسان کے دل میں اثر کرتا ہے اُن میں نہ ملیکا پس ایسے لٹریچر کو ترقی دینا ہمارے ساتھ کچھ نہیں کرنا نہیں ہے بلکہ ہمو اسی اندھے میں لیتجانا ہے جس میں ہم سیکڑوں برس سے پڑے ہوئے تھے •

زبان صرف ذریعہ ہے انسان کے خیالات کے ظاہر کرنے کا اور جب انسان کے خیالات درست ہوتے ہیں اُس کی اندرونی طیفیت تعلیم یافتہ ہوجاتی ہے اور اُس کو ہر قسم کی معلومات علوم کی اور واقعات کی اور انسانی طبیعت کی حاصل ہوتی ہے تب اُس کے خیالات علمی پوریہ حاصل کرتے ہیں اور جب وہ کسی زبان میں ادا کیئے جاتے ہیں تو وہ اُس زبان کا علم ادب کہلاتا ہے اُسکی ترقی سے انسان کی ترقی ہوتی ہے مگر جب مشرقی لٹریچر ان سب امور سے خالی ہے تو اُسکی ترقی دیکھ کا مفہوم ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا بجز اُس کے کہ ہم دھوکہ میں رہیں اور حقیقت تک نہ پہنچیں •

اگر یوں تعبیر کیا جاوے کہ ہندوستانوں کے خیالات دوسری طرح پر درست و مہذب کیئے جا رہے ہیں اور پھر وہ اُن مہذب خیالات کو مشرقی زبانوں میں ادا کریں جس سے مشرقی لٹریچر کو ترقی ہوگی تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کیا دوسرا طریقہ ہے جس سے اُنکے خیالات شایستہ و مہذب کیئے جاویں گے آیا ہومیا پیتھی قاعدہ سے یا الیپتھی قاعدہ سے یعنی اُسی مشرقی لٹریچر سے یا مغربی لٹریچر سے ازل سے تو محال ہے اور جب دوسرے سے

سے مہذب کیئے جا رہیں تو پھر مشرقی علوم و لتزیج کی ترقی متعصّ ہے معنی لفظ وہ جاتے ہں ۔

اب ہم لتزیج کا ذکر اس خوف سے چھوڑ دیتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ کئی شخص کلمستان و بوستان سعدی میں سے قریب ایک نصف یا ایک تہائی کے خارج کر کے اور اُنکی کلیات میں سے تمام جزئیات کو دریا میں بہا کر چند ورق ہمارے سامنے پیش کر دے کہ یہ مشرقی لتزیج ہی اور علوم مشرقی کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مقدم مشرقی علوم فلسفہ منطق علم ہیئت علم کیمیا علم معدنیات علم نباتات علم حیوانات علم جرّیّات علم حساب و جبر مقابلہ علم تاریخ ہیں اور یہی وہ علوم ہیں جن سے انسان کے خیالات کو اُسکی معلومات کو اُسکی عقل کو ترقی دیتی ہے — فلسفہ و منطق نے یورپ میں ایسی ترقی کی ہے اور ایسے پہل پہل و پتہ شاخیں نکالی ہیں کہ کیا ہم صرف تہذیب مشرقی فلسفہ و منطق کو پرہ کر اپنے تئیں مفید بنا سکتے ہیں ؟ جو لوگ مشرقی علوم کی ترقی کو پکارتے ہیں اور خون پنجاب یونیورسٹی کالج کے ممبران سمیت جو یورپین اور عالم ہیں کیا وہ یقین کرتے ہیں کہ مشرقی علم ہیئت مشرقی علم طب کے اصول صحیح ہیں اگر وہ اُنکو صحیح نہیں سمجھتے اور یقیناً صحیح نہیں سمجھتے تو کیوں ایسی راہ ہمکو چلانا چاہتے ہیں جو درحقیقت بقول لارڈ میکالی کے صرف دھوکہ ہے — کیا ہماری ترقی کے لیے وہ علم کیمیا جو مشرق میں تھا اور جسکو ہندوستان میں رساں کہتے تھے کافی ہے علم نباتات میں علم حیوانات میں ہم کیا پڑھیں کیا عجائب المخلوقات پڑھیں ہماری ترقی کے لیے کافی ہے علوم مشرقی کی کتابوں میں علم جرّیّات میں ایک مختصر رسالہ اصول پنجگانہ کے سوا ہمارے نہیں دیکھا کیا ہمارے لیے علم حرکت و سکون پڑھنا اور اُسکی ترقیات کو جو اس زمانہ میں عجیب حد تک پہنچ گئے ہیں سیکھنا متعصّ ہے فائدہ ہے کیا حساب و جبر مقابلہ جو خلاصۃ الحساب میں ہے وہی کافی ہے اور ہمکو بنیئے سے اپنے کھانے کی روٹی دال کا حساب کر لینے کو پتواری سے حساب سمجھ لینے کو بس ہے اور کیا ہمکو کرنا ہے ہمارے علوم مشرقی کی ترقی ہی ہمکو نہایت مفید ہے — علم تاریخ تو جیسا صحیح ہمارے ہندوستان میں ہے تمام دنیا اُس کی مقرر ہے اُسی علم تاریخ کی ترقی ہماری فائدہ و فلاح کو بس ہے *

ہم صاف صاف کہنا چاہتے ہیں کہ ہمکو علوم مشرقی کی ترقی کے پھندے میں پھسانا ہندوستانیوں کے ساتھ نہ کی کرنا نہیں ہے بلکہ دھوکہ میں ڈالنا ہی ہم لارڈ میکالی کو دعا دیتے ہیں کہ خدا اُس کو بہشت نصیب کرے کہ اُس نے اس دھوکہ کی تھی کہ اُنہا دیا تھا کیا وہ تھی ہماری آنکھوں کے سامنے پھر لگائی جاتی ہے *

ادریس کے ساتھ بڑے بڑے ہندوستانی سرداروں کا ہونا اور بہت بڑی فیاضی سے بڑے

بڑے چندوں کا دیدینا مثل ایسی ہی فیاضی کے ہی جو ہمیشہ وہ اصلی مقصد سے فوائف رہ کر دیگر اسباب سے کیا کرتے ہیں اُس کی شان و شوکت ایسے امر کی جو فی الحقیقت کچھ وقعت نہیں رکھتا وقعت نہیں بڑھا سکتی چند فاعلیت اندیش ہندوستانی شاید ان باتوں سے خوش ہوتے ہوئے اور گورنمنٹ کا احسان ماننے ہونکہ مگر دور اندیش آدمی ان تمام باتوں سے نہایت رنجیدہ ہوتے ہیں اور نہایت افسوس و مایوسی سے گورنمنٹ کی اور ان یورپین اعلیٰ درجہ کے حکام کی کارروائی کو جو اس میں شریک ہیں دیکھتے ہیں •

ہم نہایت سچائی سے اور گورنمنٹ کی دلہ خیر خواہی سے بتانا چاہتے ہیں کہ سمجھدار اور دور اندیش ہندوستانی ان تمام کارروائیوں سے گورنمنٹ کی نصبت کیا خیال رکھتے ہیں نہایت بد خیال اُنکے دل میں پیدا ہوتا ہی چند سال گذرے کہ ان کو یقین کامل تھا کہ گورنمنٹ کو درحقیقت ہمکو واقعی تعلیم دینا منظور نہیں ہی اور وہ ہمکو اُس قدر تعلیم دینا چاہتی ہی جس قدر کی اُس کو ضرورت ہی ہمکو وہ ایسا مرکب بنانا چاہتی ہی کہ اسباب لہ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دے اُس کو انتظام ملک اور انتظام دفتر کے لئے چند ایسی پتلیوں کی درکار ہی جو انگریزی لکھ سکتی ہوں مگر سمجھ نہ سکتی ہوں جیسیکہ مینچسٹر میں سرت کانٹے کے لئے پتلیوں کی ضرورت ہی جو کچھ کہ وہ ہندوستان میں تعلیم کی نسبت کرتے تھے کوئی اُس کا شکر گزار نہ تھا اس لئے کہ اُسکو خود غرضی پر مستعمل کیا جاتا تھا نہ رعایا پروری پر •

کچھ بہت عرصہ نہیں گذرا کہ ہندوستانیوں میں سے یہ بد خیال دور ہرا تھا اور ہندوستانی یہ یقین کرتے تھے کہ گورنمنٹ نے اپنی پالیسی بددی ہی اور درحقیقت گورنمنٹ کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دینا اور ہندوستانیوں کو اُنہی کے فائدہ کے لئے تعلیم دینا مقصود ہی مگر ہندوستانی خرب چانمہ ہیں کہ تھوڑے دنوں سے بعض مدبران سلطنت کی پالیسی بدلی ہی اور ہندوستانیوں کو اعلیٰ درجہ کی حقیقی تعلیم دینا وہ مناسب نہیں سمجھتی اُنکو اب تک یقین نہیں ہی کہ یہ پالیسی درحقیقت مستحکم ہوگئی ہی اور اُس پر عمل کرنا فی الواقع قرار پاچکا ہی مگر ایسے واقعات جو پیش آتے جاتے ہیں جیسیکہ حضور عالمی قرآن لٹن کے وقت میں انڈین سول سروس کے قواعد قرار پائے اور جیسیکہ جناب مدرج نے بعض اسپیشیوں میں علوم مشرقی کی ترقی کی ترغیب دی یا جیسیکہ یہ حال میں واقعہ پنجاب یونیورسٹی کالج کو مکمل یونیورسٹی بنانے کی درخواست کے وقت پیش آیا دور اندیش ہندوستانیوں کو نہایت تردد میں ڈالتا ہی اور وہ خوف زدہ ہو کر خیال کرتے ہیں کہ شاید وہ پالیسی مستحکم ہوگئی ہی اور وہی دھوکہ کی جاتی

پھر ہماری آنکھوں کے سامنے کھڑی کی جاتی ہی جس کو مرحوم ہمارے محسن لارڈ میکالی نے اپنی نہایت سچی تحریروں اور زیر دست ہاتھوں سے اُتایا تھا ہمتے کوئی مجلس لایق ہندوستانیوں کی ایسی نہیں پائی جو اُس میں ان خیالات کی روز بروز ترقی نہ ہوتی ہو — ہمارا دلی مقصد ہی کہ ہم اصلی حال اُن ہندوستانیوں کی فیلنک کا جن کی فیلنک درحقیقت قدر و غور کے لایق ہی گورنمنٹ سے مخفی نہ رکھیں اور اِس میں کوشش کریں کہ گورنمنٹ ایسی جماعت کی باتوں سے جنکے ظاہری بدن زور و جواہر سے جھمکاتے ہیں اور جن کے تمام کام درحقیقت دیگر اسباب پر مبنی ہیں نہ واقعی واقعات پر دھرم میں نہ آوے •

کیا ہندوستان کی ترقی علوم مشرقی کی ترقی سے ہوسکتی ہی؟ ہوگزنہیں — کیا دور اندیش ہندوستانی علوم مشرقی کے ترقی دینے سے گورنمنٹ کے احسانمند ہونگے؟ ہوگزنہیں، کیا ہندوستانی ایسے نادان و بیوقوف ہیں جو اپنے انجام کو نہیں سمجھتے؟ ہوگزنہیں، سخت سے سخت متعصب مسلمان جو انگریزی زبان اور انگریزی علوم پڑھنے کو کفر و الحاد جانتا ہی وہ بھی یقین کرتا ہی کہ ہماری ترقی صرف مغربی علوم میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پانے میں منحصر ہی، مگر وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دیتا ہی کہ ہمکو اپنی ترقی سے اپنا مذہب پیارا ہی، اِس خيال سے اگر وہ اپنی ترقی سے دست بردار ہو تو گورنمنٹ کی شکایت کا اُسکو موقع نہیں ہی، مگر برخلاف اِس کے جب کہ گورنمنٹ ایسی کارروائی کرے جو ہندوستانیوں کی اصلی ترقی کی معاون نہیں ہی تو پھر صورت معامہ کی منقلب ہوجاتی ہی •

بشریہ ترجموں کے علوم مغربی کے ہندوستان میں پھیلانے کا قصد ایک ہنسی کی بات ہی، بہت مدت ہوئی کہ ہم پالسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں اختیار کی گئی تھی اور اُسی بہادر اور محسن شخص لارڈ میکالی نے اُس کو بھی ویسا ہی ے سود اور دھوکا ثابت کردیا جیسیکہ اُس زمانہ کی دیوبی پالسی کو ثابت کیا اور بالاخر اُس دھوکہ کی ٹٹی کو اُٹھا دیا گورنمنٹ کا فرض ہی کہ ہمکو صاف صاف سیدھا و سچا رستہ ہمارے فائدہ کے لئے ہمکو بتائے پھر جو کوئی اُس پر نہ چلے اُس کو جہنم میں جانے دے ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ میں روز بروز علم کی ترقی ہوتی جاتی ہی تمام نئی تصنیفات اور نئی تحقیقات ایک عظیم الشان دریا کی موج کی مانند بہتی چلی آتی ہیں کیا پنجاب یونیورسٹی (خدا نخواستہ جبکہ وہ یونیورسٹی انہی اصول پر ہوجارے جن پر وہ اب یونیورسٹی کالج ہی) اُن کے ترجموں کا اور ہندوستان میں اُس کی اشاعت کا بندوبست کرسکتی ہی اور درحقیقت اُن علوم کی اشاعت کوسکتی ہی ہم اسبات کے مخالف نہیں ہیں کہ پنجاب میں بھی ایک یونیورسٹی قائم ہو جیسیکہ کلکتہ مدراس بمبئی میں

تاہم ہی مگر جن اصول پر وہ یونیورسٹی قائم ہونا چاہتی ہی اُس کے برخلاف ہیں • جو شخص اپنی قومی ہمدردی سے اور دور اندیش عقل سے غور کریگا وہ یقین جانے گا کہ ہندوستان کی ترقی کیا علمی اور کیا اخلاقی صرف مغربی علوم میں اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل کرنے پر منحصر ہی، اگر ہم اپنی اصلی ترقی چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہی کہ ہم اپنی مادری زبان تک کو بھول جائیں تمام مشرقی علوم کو نسیا نسیا کر دیں ہماری زبان یورپ کی اعلیٰ زبانوں میں سے انکلس یا فرنچ ہو جاوے یورپ ہی کے ترقی یافتہ علوم دن رات ہمارے دستمال ہوں — ہمارے دماغ یورپین خیالات سے (بجز مذہب کے) لبریز ہوں ہم اپنی قدر اپنی عزت کی قدر خرد آپ کرنی سیکھیں ہم گورنمنٹ انٹرنیٹی کے ہمیشہ خیر خواہ رہیں اور اُسکو اپنا متحسن و مربی سمجھیں مگر غلامی و حیرانی کی حالت جو ہمارے پر طاری ہی اُس سے ہم نکلیں ایک فیاض اور فیک دل گورنمنٹ کا جو کسی قوم پر اُسکی بھلائی کے لیئے بلکہ انسانی بھلائی کے لیئے حکومت کرتی ہی یہی منشاء ہونا چاہیئے، یہ سچ ہی کہ اگمورتہ یونیورسٹی زبان ہمارے قدم کی ترقی میں نامور ہی مگر زبان دوسری چیز ہی اور علوم دوسری چیز ہیں بلاشبہ ہم اس بات کو کہ پنجاب یونیورسٹی کالج قدیم مشرقی زبانوں کو ترقی دے پسند کرتے ہیں کیونکہ قدیم لینگوج ماترن لینگوج کی زبور ہیں مگر ہم علوم مشرقی کی ترقی کے معنی نہیں سمجھتے نہ علوم مغربی کا دیسی زبانوں کے ذریعہ سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم تک شایع ہونا ممکن جانتے ہیں جو اصلی مقاصد پنجاب یونیورسٹی کالج کے ہیں اور اس لیئے اُس کو کوئی ذریعہ اپنی ترقی کا بجز ایک دھوکہ کے قرار نہیں دے سکتے •

کسی قوم کی ترقی خطوط متوازی کی مانند نہیں ہوتی کہ سب کے سب ایک مقام سے دوسرے مقام تک چلے آویں ہمیشہ اُس کی ترقی مثلث کی شکل پر ہوتی ہی جس کا ایک کونہ آگے بڑھا ہوا ہوتا ہی اور اُس کی پچھلی سطح اُسی مناسبت سے آگے بڑھتی جاتی ہی — تعلیم کی یہ خاصیت ہی کہ وہ انسان کو روشنی میں لاتی ہی اور اُس کو اپنی اور غور قوم کی تمام برائیاں بھلائیاں سوشل و مارل کی دکھاتی ہی اور پھر وہ اُن کو دیکھکر بلا لحاظ اس بات کے کہ وہ کس قوم کی ہیں کسیکے اختیار کرنے میں اور کسیکے ترک کرنے میں مجبور ہوتا ہی اور ایسی قوم میں جو سکون کی حالت میں تھی ابتدا میں بو تلموں فرقہ پیدا کرتا ہی اور مثلث کی مانند ایک کونہ آگے بڑھتا ہی اور اُس کے بعد اُس کی مناسبت سے قوم آگے بڑھتی جاتی ہی — ہمارے لیئے یہ خیال کرنا کہ ہم میں فرقہ ہمارے بو تلموں پیدا نہیں اس خیال کے مساوی ہی کہ ہمارے دل علوم کی روشنی سے منور نہیں ہمکو اگر ہم اپنی ترقی چاہتے ہیں لازم ہی کہ ہم اپنی سوشل و مارل حالت پر غور کریں اُس کو اعلیٰ درجہ کی حقیقی کاملیت پر پہنچاویں اور علوم کے جو نتائج

ہوں اُس سے فائدہ اُٹھائیں اور بوتلموں فرقوں کے پیدا ہونے کا جو ترقی کا لازمہ ہی کچھ پرواہ نہ کریں اور یقین جانیں کہ جب ہم میں کامل ترقی ہوگی وہ سب رفتہ رفتہ ایک لیول پر آجائینگے گورنمنٹ کا ہم بڑے فرض سمجھتے ہیں کہ ایسی ترقی میں ہماری مددگار ہو اور اگر یہہ منشاء ہو کہ ہم اُسی لیول پر رہیں جس پر اب ہیں اور سوشل و مارل بحالت میں کچھ ترقی نہ کریں تو ہمکو کسی قسم کی تعلیم دینا محض بے سود ہی ابھی تو ہم سوشل و مارل کی عمدہ حالت سے ناواقف ہیں اور اس لئے بہت سے ہم میں ایسے موجود ہیں جو اُس کے نہونے سے کچھ رنجیدہ نہیں ہیں ہمکو تعلیم دیکر اور اُن کی خوبیوں سے واقف کر کے اُن کے حاصل کرنے سے روکنا ہمکو بہت زیادہ رنج دینے والا ہوگا۔ ہم نہایت افسوس سے علانیہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہندوستانیوں کا جو کونا ترقی کرنے کی خواہش سے آگے بڑھا ہی اُس کو یہہ رنج لاحق ہوتے ہیں بہت سے تعلیم یافتہ اور دانشمند ہندوستانی اس بات کا یقین کرتے ہیں کہ ہمارے حکام ہمارے سوشل و پولیٹکل و مارل حالت کی ترقی ہونا پسند نہیں کرتے اور ہر وسیلہ سے اُس کو دبانا اور پیچھے ہٹانا چاہتے ہیں یہہ خیالات اُن لوگوں کے ہیں جن کے خیالات وقعت کے قابل ہیں اور گورنمنٹ کو اُنپر غور کرنا اور اُن کو دور کرنا نہایت ضرور ہی ہے۔ ہر اکسلنسی مارکوٹھس آف رین نے اپنی اسپیچ میں اس امر کو کہ مابین ساکنان ملک یورپ اور ساکنان اس ملک کے وہ اتحاد دوستانہ نہیں ہی جو پہلے تھا قابل غور کے قرار دیا ہی بلشبہ ہمکو اس پر شکر گذار ہونا چاہیئے بیشک یہہ امر نہایت قابل غور ہی ہے مگر یہہ اُسوقت رفع ہوسکتا ہی کہ جو شخص ہم میں سے اپنی سوشل و پولیٹکل و مارل بحالت میں ترقی کرنا چاہے ساکنان ملک یورپ اُس کا ہاتھ تمام کر اُس کو اُس ترقی میں مدد دیں مگر جبکہ ہمارا اُسی لیول میں رکھنا مد نظر ہو جس میں اب ہم ہیں تو اُس اتحاد دوستانہ کی توقع کرنا ایسی توقع ہی کہ بغیر تخم ریزی کے ہم فصل درو کرنے کی توقع رکھیں *

ورنیکار یعنی ہماری زبان

یہہ خیال بہت پرانا ہی کہ اگر ہماری تعلیم ہماری زبان میں ہو تو ہمارے لئے اور ملک کی ترقی کے لئے زیادہ تر مفید ہی فرقہ مکالمی سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسپر بہت کچھ عمل کیا تھا بلکہ وہیں ایک سوسائٹی کتابوں کے ترجموں کے لئے قائم کی تھی اور بہت سی کتابیں ترجمہ بھی کی تھیں جنکا اب کہیں نشان بھی نہیں ملتا پھر دہلی کالج میں اسپر ہمت مصروف ہوئی اور زر کثیر ترجموں پر اور اُنکے چھاپنے پر خرچ ہوا اب وہ کتابیں جہاں دستیاب ہوتی ہیں رینی کی قیمت سے بھی کم قیمت ہیں۔ پھر

بانیان سین ٹینک سوسائٹی علیحدہ نے اس مسئلہ کو نہایت اہم سمجھا اور وہ سوسائٹی اس مقصد سے قائم کی کہ علوم و فنون کی کتابیں اپنی زبان میں ترجمہ ہو کر شایع ہوں مگر وہ بھی کامیاب نہ ہوئی — پنجاب یونیورسٹی کالج کا جو منشاء ہی وہ کڑی نئی بات نہیں ہی بلکہ بہت پرانی بات ہی جسکو مدت ہوئی کہ اختیار کیا گیا تھا اور تجربہ کے بعد بے سود سمجھ کر چھوڑ دیا گیا تھا — اس وقت جو کتابیں ورنیکلر میں صاحبان ڈریکٹرز بنگالہ — اڑیسہ شمال و مغرب — پنجاب — اور یونیورسٹی کالج لاہور نے شایع کی ہیں اُن کا رواج صرف گورنمنٹ اسکولوں میں محدود ہی جہاں وہ حکماً پڑھائی جاتی ہیں اور اس کے سوا کچھ بھی اُن کی قدر نہیں ہی ہر ایک ملک کے کورٹریک ڈپو کا دفتر اسبات کو بتا سکتا ہی کہ ملک میں اُن کا رواج کس قدر ہوا ہی غالباً کڑی کتاب بھی اس طرح شایع نہ ہوئی ہوگی جس کی نسبت کہا جارے کہ ملک میں اُس کا رواج ہوا ہی — اس کا سبب یہ کہ جاسکتا ہی کہ ملک تعلیم سے خالی ہی اور جب تعلیم یافتہ اشخاص ملک میں نہیں ہیں تو کتابوں کا شائع ناممکن ہی ہم دل سے اسبات کو تسلیم کرتے ہیں مگر اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ورنیکلر میں کتابوں کی موجودگی ملک کو تعلیم یافتہ بنانے میں کامیاب نہیں ہوئی اور مزیدے براں یہ کہتے ہیں کہ مشرقی علوم یا زبان کی ترقی یا اُن میں علمی کتابوں کا ترجمہ ہو کر تعلیم یافتہ (بشرطیکہ تعلیم سے بوزینہ کیسی تعادیم مراد نہ لی جارے) نہیں بنا سکتا — نہایت زور اور یہ دلائل پیش کی جاتی ہی کہ تمام دنیا میں کڑی ملک ایسا نہیں ہی جس نے اپنی دیسی زبانوں اور دیسی علوم میں ترقی کیلئے بغیر عزت اور دولت، حشمت و حکومت حاصل کی ہو — یہ دلائل اور اس قسم کی بہت سی دلیلوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ سین ٹینک سوسائٹی کے اخبار اور اُس کی روائدوں اور مباحثوں میں کی گئی ہیں — دیسی علوم کے معنی تو ہم نہیں جانتے مگر اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور بارہا تسلیم کر چکے ہیں کہ جن ملکوں نے اس زمانہ میں اعلیٰ درجہ کی ترقی کی گئی ہی اُس کا بڑا سبب یہی ہی کہ اُنہوں نے تمام علوم و فنون کو اپنی زبان میں کر لیا ہی — مگر جن ملکوں نے ایسا کیا ہی اُنہیں اور ہندوستان میں بہت بڑا فرق ہی — اُن ملکوں میں ایک ہی قوم اور ایک ہی زبان حکومت کرتی ہی مگر ہندوستان میں نہ ہندوستانی حکومت کرتے ہیں نہ یہی کی زبان حکم ران ہی پھر اُن ملکوں پر ہندوستان کا قیاس ایک بہت بڑی لمطی ہی — دنیا میں کڑی ایک مثال بھی ایسی نہیں پائی جاتی کہ جہاں حاکم و متحکوم مختلف قوم مختلف زبان مختلف خیالات کے ہوں اور اُنہوں نے اپنی دیسی زبان اور دیسی علوم (جو کچھ کہ اسکے معنی ہوں) اور اپنی پرانی تہذیب کی ترقی دینے سے عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کی ہو — انگلینڈ و اسکاٹلینڈ کی درحقیقت مختلف زبانیں ہیں اور

اسکاچ زبان اب بھی اسکاتلینڈ میں بولی جاتی ہے مگر ہنٹے کبھی نہیں سنا کہ کسی اسکاچ میں کو بہہ خیال پیدا ہوا ہو کہ وہ اپنی دیسی زبان اور دیسی علوم کو (جو کچھ کہ اُسکے معنی ہوں) ترقی دیکر عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کریگا۔ ایرلینڈ کے باشندے اگر بھی خیال رکھتے تو اُن میں ایک شخص بھی ایسا لائق و نامی پیدا نہوتا جیسے کہ ہوئے۔ خود ہمارا ہندوستان ہی اسکی نظر کے لئے کافی ہے جب پھر قوم یعنی مسلمانوں نے ہندوستان کو فتح کیا تو یہاں کے باشندوں میں سے وہی لوگ برسرِ عرصہ اور حکومت میں شریک ہوئے جنہوں نے اُنکے علوم اُنکی زبان اُن کے سے خیالات اُنکا ما تمدن اُنکا سا لب و لہجہ اُنکی سی روش اختیار کی ہندوستان میں اس خیال کا پیدا کرنا کہ ہم مشرقی علوم اور دیسی زبان اور دیسی علوم کو (جن کو ہم نہیں جانتے) ترقی دیکر عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کریں گے بعینہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی امریکا کے اصل باشندوں کو خیال داتے کہ تم اپنی دیسی زبان اور دیسی علوم میں (جو کچھ کہ ہوں) ترقی کر کے اپنی حکمران قوم میں عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کرو گے۔

قوم کی ترقی اور حکومت دونوں مارجائی بہنوں ہیں جب کسی قوم میں حکومت فرمے تو اُسکی ترقی صرف اسباب پر منحصر ہے کہ وہ اپنی فتحمند قوم کی علوم و زبان حاصل کرنے سے اپنے فتحمنوں کے ساتھ ملکی حکومت میں حصہ لے علوم کی اُن شاخوں میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت پیدا کرے جن میں اُن فتحمنوں نے کامیابی حاصل کی ہے۔ سوشل سائنس اور علمی و عملی و ملکی خیالات اس قسم کے پیدا کرے جو فاتح و مفتوح میں کسی درجہ تک مناسبت پیدا کریں جب تک فاتح و مفتوح میں اس قسم کی مناسبت پیدا نہو اُس وقت تک باہمی دوستی کا برتاؤ محالات ہے ہی۔ اسی مناسبت کے نہونے سے آج تک ہندوستان میں فاتح و مفتوح کے باہم دوستانہ برتاؤ نہیں ہی خوشامد کی باتیں جو چاہے کہہ لے اور پولیٹیکل طریقہ میں جو کچھ بیان کرنا ہو کیا جاوے مگر ہندوستانوں کا حال اپنی فتحمند قوم کے ساتھ غلامی کی حالت سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔ ہم اسکا الزام اپنی فتحمند قوم کے ذمہ نہیں دھرتے بلکہ خود اپنی قوم کے ذمہ ڈالتے ہیں کہ اُس نے خود اپنے تئیں اس لائق نہیں بنایا کہ ہماری فتحمند قوم ہم سے دوستانہ برتاؤ کر سکے۔ پھر علوم مشرقی کی ترقی اور چھوٹی موٹی ترجمہ کی ہوئی کتابیں ہم کو کیا نتیجہ دینگی اور ہم کو کونسی عزت و دولت و حشمت و حکومت بخشینگی یونیورسٹی کالج لاہور نے اب تک ہم کو کس نتیجہ پر پہنچایا ہے جو آئندہ پوری یونیورسٹی ہو کر اور مردہ علوم مشرقی کو زندہ کر کر اور ہماری پرانی شایستگی کو پھر پیدا کر کر ہم کو پہنچاویگی۔ کچھ شبہ نہیں کہ یونیورسٹی کالج اب بھی ہماری ترقیوں کا سد راہ

ہی اور جب وہ یونیورسٹی ہو جاویگا اور ضرور ہو جاویگا تو ملک کے لیئے قوم کے لیئے ملکی ترقی کے لیئے قومی ترقی کے لیئے آنت عظیم ہوگا۔ ہم پر احسان رکھو ہمکو دھوکہ میں ڈالا جاتا ہی کہ ہم تمہارے مشرقی علوم و تمہاری مشرقی زبان کی ترقی دیتے ہیں مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیوں اور کس مطلب سے؟ اسکا جواب کسی پڑائیہ میں کیسے ہی دیتے لفظوں میں دیا جاوے اسکا نتیجہ یہی ہی کہ غلامی کی حالت میں رکھنے کے لیئے *۔

گورنمنٹ نے ہمارے لیئے سول سروس میں داخل ہونے کا رستہ گو اس میں کیسی ہی مشکلات پڑ گئی ہوں ابھی تک کھلا رکھا ہی ہارستری کی سند ڈاکٹری کا ڈپلومہ انجینیئری کا سارٹیفکٹ حاصل کرنے کے لیئے کوئی امر ہمکو مزاحم نہیں ہی ہندوستان میں انڈین سول سروس کے عہدے کو جس میں ہماری بدبختی سے ابھی تک چنداں قابلیت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ہی جانے دو مکہ ہائی کورٹ کی ججی حاصل کرنے سے ہماری امیدیں ابھی منقطع نہیں ہوئی ہیں ہندوستانیوں کا کونسل قانونی میں داخل ہونا ابھی تک بند نہیں ہوا ہی ہمکو سمجھنا چاہیئے کہ ان حقوق کے واجبی طور سے حاصل کرنے کو ہمکو کیا کرنا ہی کیا مشرقی مردہ علوم کو زندہ کرنے والی یونیورسٹی؟ کیا ہماری پرانی شایستگی کو پھر ہمارے لیئے مہیا کرنے والی تجویز — معمولی عہدے بھی جیسی وکالت و منصفی و سب ججی ہی بغیر انگریزی علوم انگریزی زبان کی کافی لیاقت کے ہمکو مہسر نہیں آسکتی پھر کیا مردہ علوم مشرقی کے زندہ ہونے اور ہماری مشرقی زبانوں کی ترقی سے ہمکو کچھ نتیجہ مل سکتا ہی یونیورسٹی کالج لاہور جو پوری یونیورسٹی ہونے والا ہی بجز اس کے کہ ہمکو سیدھی راہ چلنے سے روکے ہمکو ہمارے حقوق سے محروم رکھے۔ ہمکو اس لائق نہونے دے کہ ہم اپنے حقوق کا دعویٰ کر سکیں ہمارے حق میں اور کیا کر سکتا ہی *۔

ہمکو ایسا لائق ہونا چاہیئے کہ ہم دور دراز اور مختلف ملکوں کے سفر کرنے کے قابل ہوں ہم بساطی کی سی دیوگانداری سے نکلیں ہم اپنی اور اپنے ملک کی تجارت کو ترقی دیں ہماری تجارت کے مستعدان ایڈہندو کمپنی کے نام سے کوٹھیاں لندن میں ایڈنبرا میں ڈبلن میں برزولز میں سینٹ پیٹرسبرگ میں برلن میں وائینا میں قسطنطنیہ میں پیکن میں واشنگٹن میں اور دنیا کے تمام حصوں میں قائم ہوں ہم بحری و بوی سفر کو اسی طرح خوشی سے کریں جیسے کہ آئر قوم میں کرتی ہیں جس سے ہمکو عزت دولت حشمت اور حکومت میں شوکت حاصل ہو پھر کیا ہمارے مردہ مشرقی علوم کا زندہ ہونا اور مشرقی زبانوں کا ترقی دینا ہماری پرانی شایستگی کو پھر قائم کرنا ہمکو اس قابل بنائیگا ہرگز نہیں پس ہمکو علوم مشرقی کے زندہ کرنے اور مشرقی زبانوں کے ترقی دینے کے جال میں پھنسانا صاف

ایسی تدبیریں کرنا ہی کہ جہاں تک ہوسکے ہمکو ہماری ترقیات حاصل کرنے سے روکا جاوے۔ جو لوگ کہ دہراندیش ہیں وہ کبھی ایسی پالیسی کو پسند نہ کریں گے اور اُس میں ہندوستان کی فلاح نہ تصور کریں گے بلکہ اپنے حق میں ہندوستان کے حق میں گورنمنٹ کے حق میں شدید مضر سمجھیں گے *

ہمکو سر الکزنڈر اربتھ نات کلکتہ یونیورسٹی کے ویس چینسلر کی گفتگو بھولی نہیں ہی جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ ”وہ تجویزیں جن سے یونیورسٹی کے سند یافتہ لوگوں کو اس قدر فائدہ پہنچا بغیر ایک بڑے مباحثہ اور اختلاف رائے کے انجام کو نہیں پہنچیں اس سوال کے ہر پہلو پر سخت تکرار و بحث واقع ہوئی اس مضمون پر اولاً بحث اُن دو فرقوں میں واقع ہوئی جن کو بطور اختصار کے اورینٹلٹلسٹ اور یورپین کہتا ہوں اورینٹلٹلسٹ سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ چاہتے تھے کہ تعلیمی سرمایہ صرف مشرقی زبانوں اور قدیمی فنون کی تعلیم میں صرف کیا جائے اور یورپین سے وہ لوگ مراد ہیں جو یہ کہتے تھے کہ یورپین لٹریچر اور علوم جدیدہ بالتخصیص انگریزی زبان کی وساطت سے سکھائے جائیں“ پس حامیان لاہور یونیورسٹی بجز اس کے کہ اُس متروک طریقہ کو جو درحقیقت ہمارے لئے مضر ہی پھر زندہ کرنا چاہتے ہیں اور کیا منشاء رکھتے ہیں *

کیا اُس نیک دل اور ہندوستان کے دوست الکزنڈر اربتھ نات کے اُس فقرہ کو ہم بھول جا رہے ہیں کہ ”مگر اُس اعلیٰ تعلیم کے بارہ میں جن کی ترقی کی نظر سے ہماری یونیورسٹیاں قائم ہوئی ہیں ہمکو یہ نہیں خیال کرنا چاہئے وہ قضیہ اور مباحثہ بالکل ختم ہو گیا ہی اب اُس مخالفت نے دوسری شکل اختیار کی ہی اور اب یہ اثر بیان کیا جاتا ہی کہ وہ اعلیٰ تعلیم جو ہمارے کالجوں اور اسکولوں میں دی جاتی ہی پریلینکل ناراضی پھیلانے کی باعث ہوتی ہی“ سر الکزنڈر نے کہا کہ ”اگر مہربی یہی راے ہوتی تو میں اس عہدہ پر نہ رہتا جس سے مجھکو یونیورسٹی نے افتخار بخشا ہی“ انہوں نے کہا کہ ”جسقدر زیادہ مکمل تعلیم ہندوستانیوں کو دی جا رہی اُسقدر وہ زیادہ گورنمنٹ انگریزی کی قدر کرنے کے لائق ہوں گے“ پس پنجاب یونیورسٹی اگر وہ قائم ہو جاوے تو ہمارے حق میں بجز اس کے کہ ہمارے اعلیٰ درجہ کی یورپین تعلیم کو برباد کر دے اور اُس پالیسی پر عمل کرے جو ہماری برباد کرنے والی ہی اور کیا کریگی *

”م تسلیم کرتے ہیں کہ یونیورسٹی کی تعلیم نے بعض تعلیم یافتہ لوگوں کو زیادہ دلہر کر دیا ہی اور انہوں نے نہایت سخت اور بعض اوقات نہایت بھجا اور نا واجب اور نا منصفانہ نکتہ چینی گورنمنٹ پر کی ہی مگر ہم دل سے یقین رکھتے ہیں اور گورنمنٹ کو بھی یقین دلانا چاہتے ہیں کہ وہی تعلیم یافتہ ناراض نکتہ چین جسقدر گورنمنٹ انگریزی کے قردادان ہیں شاید دوسرا کوئی نہرگا پس نکتہ چینی کے اندیشہ سے ہماری تعلیم کو برباد کرنا ہمارے

حق میں کچھ انصاف نہیں ہی — ہمکو بالغ العلوم اور مالک العلوم کے خطاب دینا اور بزرگ نابالغ کے درجہ پر رکھنا ہم کبھی پسند نہیں کر سکتے *

ہمارے لہئے سیدھا رستہ نکلا ہوا ہی کہ جہاں تک ہم سے ہوسکے یورپین لٹریچر اور یورپین سینئر میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ترقی کوہیں جہاں تک ہمکو یونیورسٹی کے سطح خطاب حاصل ہو سکتے ہیں حاصل کریں اور جب اس سے بھی زیادہ ہم میں ہمت ہو افسورۃ و کیمبرج کی یونیورسٹیوں میں تعلیم کو جاویں اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ڈگریاں حاصل کرنے میں کوشش کریں اپنے تئیں مہذب و تعلیم یافتہ جنتلمین اُس کے اصلی و حقیقی معنوں میں بناریں اور جو فیض تعلیم و تربیت و تہذیب ہم نے اُن مہذب ملکوں میں حاصل کیا ہو اُس کو اپنے ہموطنوں اور ہم قوموں میں پھیلا دیں — بے شک ہمکو ایسا کرنے میں بہت مشکلات ہیں ادھر ہمکو اپنی قوم کی جہالت و تعصب سے مقابلہ کرنا ہی اور ادھر اپنی فتکمند قوم کے اُن تنگ دل لوگوں کی مزاحمت کا برداشت کرنا ہی جو ہماری سوشل پولیٹیکل حالت کی ترقی اپنی طبعی تنگ دلی کے برخلاف سمجھتے ہیں ہماری انگلش لیف انگلش تمدن جنتلمین کے سے اخلاق یہاں تک کہ ہمارے تغیر لباس سے نفی و ایسے ناراض ہوتے ہیں اور چشم خشم آلود سے ہمکو دیکھتے ہیں جیسے کوئی ایک نہایت نیک دل بڑے مجرم کو دیکھتا ہو مگر ہمکو اپنی اور اپنی قوم کی بھلائی پر نظر رکھنی چاہیئے اور جو تکالیف اور مشکلات ہمکو پیش آویں نہایت تحمل و پختہ مزاجی سے برداشت کرنی چاہیئیں مگر ہم اس بات کو متغیٰ رکھنا نہیں چاہتے کہ گویڈ فارمر یعنی زمانہ ان باتوں کو ضرور ہونے دیگا اور کوئی مزاحمت اور کوئی ناخوشی و خفگی اُس کو روک نہیں سکیگی مگر بے شک یہ تنگ دلی کے خیالات ناراضی کو ترقی دینے والے اور فاتح و مفتوح میں ہمدردی و محبت کو توڑنے والے ہیں *

راقم

سید احمد

ہماری زبان

اور

ہماری اعلیٰ درجہ کی تعلیم

ہمارے دو آرٹیکلوں نے جو اس آرٹیکل سے اوپر چہرہ ہیں ہمارے پنجاب کے دوستوں کو ٹھہرا دیا ہے بلکہ کسیقدر رنجیدہ کر دیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اُن آرٹیکلوں سے ہمکو بالخصوص پنجاب یونیورسٹی پر حملہ کرنا مقصود ہے اور اپنے حسن ظن سے اُسکی بنیاد حسد پر قائم کی ہے — ہمکو افسوس ہے اگر یہ کہنے خصلت ہم میں ہے —

پنجاب یونیورسٹی جس کے اصول سے بلاشبہ ہم مختلف الزامے ہیں اگر وہ یونیورسٹی ہو جاوے تو ملک کو اور ایسے وسیع ملک کو جس میں تین اور یونیورسٹیاں موجود ہیں کوئی معتدبہ نقصان نہیں پہونچا سکتی — اگر وہ صحیح اصول پر قائم ہوتی ہی اور اُس سے ملک کو برخلاف ہماری راے کے فائدہ پہونچنے والا ہی چشم ما روشن ہماری عین خوشی ہی کہ ملک کو فائدہ پہونچے اور ہماری راے غلط ثابت ہو اور اگر وہ درحقیقت ملک کو فائدہ پہونچانے والی نہیں ہی تو اُسکو ہونے دو اُس سے مخالفت کی کچھ ضرورت نہیں ہی خود اُس میں فاکسی کا بیج ہی اور وہ آپ ہی آپ نا کام ہو جاوے گی *

ہمارا مقصد صرف اپنی قوم کو متنبہ کرنا ہی کہ درحقیقت کیا چیز اُسکے لئے مفید اور اُسکی ترقی کے لئے بکار آمد ہی اور گورنمنٹ کو اسباب کا جتلا ہی کہ ہماری ترقی کے لئے اُسکو کیا کرنا ہی عام تعلیم ہماری بحث سے خارج ہی کیونکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عام تعلیم کے لئے ہماری زبان نہایت عمدہ وسیلہ ہی جو تحصیلی و دیہاتی مکتبوں میں مستحدث رہتی چاہئے — ہم اس بحث کو بھی چھوڑ دیتے ہیں کہ ہماری زبان میں علوم و فنون کے ترجمہ سے ہمکو اعلیٰ درجہ کی ترقی تعلیم میں ہوسکتی ہی یا نہیں اگر بالفرض ہو بھی سکتی ہو تو اُسکا نتیجہ کیا ہی — بنارس کالج نے سنسکرت زبان کی ترقی پر بہت کچھ توجہ کی مگر وہ ایک کو بھی سنسکرت میں اُن پندتوں کی برابر نہیں بنا سکا جو دھرتی باندھے کمری پہنے منگنا اور شوالہ گات کی سیڑھیوں پر بیٹھے کر اپنی مقدس زبان سنسکرت کو تحصیل کرتے ہیں — اُسکی تحصیل سے ملک کو بجز اس کے کہ بنارس میں دس پانچ منگنا پندت اور زیادہ ہو گئے کیا نتیجہ حاصل ہوا — یونیورسٹی کالج لاہور نے بلخ و بدخشاں کے طالب علموں کو جو کچھ تعلیم دی ہوسی ہو ہمکو اُسکا حال معلوم نہیں مگر آج تک اُس نے ایک کو بھی عربی یا فارسی میں اُن لوگوں کی برابر نہیں بنایا جنہوں نے مسجد کے چبوتروں اور خانقاہ کے تنگ و تاریک حوضوں میں بھٹکر اور درود فاتحہ کی روٹی پر گذران کر کر عربی و فارسی کو تحصیل کیا اور اعلیٰ درجہ تبصر اُس میں پیدا کیا مگر اُس کا نتیجہ بجز اس کے کہ مردوں کی روٹیاں کھانے والے اور زیادہ ہو گئے ملک کو کیا فائدہ پہونچا — اگر پنجاب یونیورسٹی قائم ہو جاوے اور ہمکو علوم مشرقی میں ویسی ہی تعلیم دے (گو ویسی تعلیم بھی ممکن نہیں) تو بجز اس کے کہ چند بھکاری اور چند فاتحہ کی روٹی کھانے والے ملک میں زیادہ ہو جاویں اور کیا نتیجہ حاصل ہوسکتا ہی — ہمکو صاف صاف بتاؤ کہ لاہور یونیورسٹی کالج نے جن لوگوں کو انٹرنس میں پاس ہونہی سندیں عطا کی ہیں پروفشہنسی اور ہائی پروفشہنسی کے خطاب مرحمت فرمائے ہیں وہ کس مرض کی

دوا ہیں اور اُنسے ملک کو قوم کو اُس کی دولت کو اُس کی حکومت کو اُس کی تجارت کو اُس کے اخلاق کو اُس کی روشن ضمیری کو اُس کے وسعت خیالات کو کیا فائدہ پہونچا ہی یا آئندہ پہونچ سکتا ہی — ہاں اگر یہہ کہا جاوے کہ اُس تعلیم سے مقصد ہی یہہ ہی کہ ایسے نہونے پادیں تو سب کچھہ تسلیم کیا جا سکتا ہی *

ہمکو طعنہ دیا جاتا ہی کہ خرد ہمنے اسی اصول پر سین ٹیفک سوسئیتی قائم کی تھی اور بہت کچھہ مباحثہ اور تکرار گورنمنٹ سے کی تھی ارابا ہم اُس کے برخلاف ہیں ہاں یہہ بات سچ ہی اور جسقدر مباحثہ ہمنے کیا جو ہماری سوسئیتی کے دفتر میں موجود ہی اور بہت سے کاغذوں میں چھپ چکا ہی ابھی اُسقدر مباحثہ و استدلال پنجاب یونیورسٹی کے طرفداروں نے نہیں کیا مگر اُس زمانہ میں اور حال کے زمانہ میں زمین آسمان کا فرق ہی سین ٹیفک سوسئیتی کی بنا کو پڑے اٹھارہ اُنس برس کے قریب زمانہ گذرا وہ زمانہ وہ تھا کہ اُس سے تھوڑے عرصہ پیشو ہماری ملکہ معظمہ قیصر ہند نے سلطنت ہند کا اختیار اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور اہل ہند کو مطلق معلوم نہ تھا کہ کس سے ہمارا تعلق چھوٹا اور کس سے ہمارا تعلق ہوا اور اس تبدیلی نے جو بظاہر صرف نام کی تبدیلی تھی اہل ہند کو کن کن حقوق کا مستحق کیا اور اُن حقوق کے حاصل کرنے کو اُنہیں اپنے تئیں کس درجہ تک لائق بنانا ضرور ہی وہ زمانہ وہ تھا کہ اُس میں انگریزی علوم کی حاجت نہ تھی یا یوں کہو کہ قدر نہ تھی — تمام عدالتوں میں دیسی زبان مزوج تھی اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں کے لئے اُدنی درجہ کی مشرتی تعلیم کافی تھی ہندوستانیوں کو خیال بھی نہ تھا کہ ہم کوئی ایسا عہدہ بھی پاسکتے ہیں جو ہماری فتنصند قوم کے فوجوانوں یا تجربہ کار حکام کو مل سکتے ہیں — اُس زمانہ میں ریل و تار بوتی کو کروڑوں ہندوستانیوں نے دیکھا بھی نہ تھا اور جو خیالات تجارت و ترقی کے اب پیدا ہوتے ہیں وہ اُس زمانہ میں کسیکے خیال میں بھی نہ تھے سمندر کے سفر سے بجز اُن حاجیوں کے جو نہایت ایترو و خراب حالت سے سفر کرتے تھے اور جس میں دوبا بہ نسبت سلامت پہونچنے کے زیادہ یقین کے قابل تھا کوئی جاننا بھی نہ تھا اُس زمانہ کے مناسب حال بلاشبہ ایک شخص کر جو سچے دل سے اپنی قوم و ملک کی ترقی کا خواہاں ہو اس خیال کا پودا ہونا کہ ہم دیسی زبان کے ذریعہ سے اپنے ملک و قوم کو ترقی دیں نہایت واجب اور سچا خیال ہو سکتا ہی مگر رفتہ رفتہ تمام حجاب رفع ہوتے گئے اور خود زمانہ نے بتا دیا کہ کدھر جاتے ہو اور ٹھیک رستہ کدھر ہی *

زمانہ میں کچھہ خفیف تبدل نہیں آیا بلکہ ایسا تبدل آیا جو اُنکے سے دکھائی دیتا ہی تربیت یافتہ لوگوں نے ہی نہیں بلکہ عام لوگوں نے بھی اُس کو بخوبی دیکھا ہی — ہم مثلاً اپنے ملک کی بڑی عداوت کا ذکر کرتے ہیں جبکہ صدر عدالت ہائی کورٹ نہیں

ہوئی تھی مشرقی علوم اور مشرقی زبان کے نہایت ذی علم و لائق شخصوں کو ملے تھے اور ایسے کامیاب تھے کہ زمانہ اُن پر رشک کرتا تھا وہ نام کے مولوی عالم اور مولوی فاضل تھے بلکہ حقیقتاً مشرقی علوم مشرقی زبان کے ایسے عالم تھے کہ پنجاب یونیورسٹی کالج کو اُن سے آدھا بھی پیدا کرنا نہایت مشکل ہی دلتاً سنہ ۱۸۶۶ء میں صدر عدالت ہائی کورٹ ہو گئی اور یورپین علوم اور یورپین زبان نے اپنا راج کیا وہ بار آور درخت علوم مشرقی اور مشرقی زبان کے جنکی پھنگ آسمان تک پہنچتی تھی اس طرح کلاکڑیوں میں پر گریز جیسے کوئی نیا نازک پردہ پالہ کے صدمہ سے جھلس جاوے — اب ہائی کورٹ میں جا کر علماء علوم مشرقی کا حال دیکھو کہ اُن پر مکھیاں بھنکتی ہیں نہ وہ اپنی ذات کا کچھ فائدہ کر سکتے ہیں نہ ملک کا نہ قوم کا *

تمام عہدوں میں سے مشرقی علوم و مشرقی زبان خارج ہو گئی ہی دیوانی عہدوں میں جنکی بنیاد وکالت کے امتحان پر قائم ہوتی ہی مشرقی علوم و مشرقی زبان کی قدر و پرسش نہیں رہی ہی ہمنہ سنا ہی کہ ہائی کورٹ کی وکالت کے امیدواروں کی فہرست میں ایک بھی مسلمان نہیں ہی نہ کوئی پنجاب یونیورسٹی کالج کا خطاب پایا ہوا ہمنہ سنا ہی مگر ہمنو صوبہ معلوم نہیں کہ ایک لائق تحصیلدار عالم علوم مشرقی کو امیدوارانِ دپٹی کلکٹری کی فہرست میں اس لئے جگہ نہیں مل سکی کہ وہ انگریزی نہیں جانتا = ہم گورنمنٹ کی اس تجویز کو کہ تمام اعلیٰ عہدے بجز لائق انگریزی دانوں کے کسیکو فدیئے جاویں نہایت پسند کرتے ہیں اور جہاں تک کہ اس میں سختی ہوتی جاوے ملک کا اور قوم کا اور گورنمنٹ کا سب کا فائدہ سمجھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ ملک کی ترقی کے لئے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہی انڈین سول سروس کے قاعدہ سے زیادہ تر ناراضی ہمنو اس لئے ہی کہ اُس میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم کی کوئی شرط نہیں ہی *

ہمارے ملک میں اور پنجاب میں اس وقت ایسے عہددار بھی موجود ہیں جو علوم مشرقی و زبان مشرقی میں نہایت اعلیٰ رتبہ رکھتے ہیں اور انہی کے مقابل یورپین اور ہندوستانی وہ حکام بھی ہیں جو علوم مغربی و زبان مغربی میں پوری دستکاء رکھتے ہیں ایک کے سامنے قانون کا ترجمہ جو نہایت محنت اور قابلیت سے کیا گیا ہی موجود ہوتا ہی اور دوسرے کے سامنے اصل انگریزی پھر جو شخص واقف ہیں اُن دونوں کی لافیت اور قابلیت کا اُس کام میں جو اُن دونوں کے ہاتھ میں یکساں ہی قدرہ کر سکتے ہیں *

زمانہ نے سرکاری ملازمت ہی کی حالت کو نہیں بدلا ہی بلکہ تمام حالات تبدیل ہو گئے ہیں جس طرح علوم مشرقی اور زبان مشرقی مہدجائے سرکاری میں بیکار ہو گئی ہی اسی طرح تجارت صنعت خدمت میں بیکار ہی ہم روزمرہ کے کاموں میں بھی انگریزی کے محتاج ہیں ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو ادنیٰ درجہ کی انگریزی کی اعلیٰ درجہ کے لوگوں

کو اعلیٰ درجہ کی انگریزی کی محتاجی ہی یہاں تک کہ ایک کنجری ترکاری فروش کو یا ایک چمار چرتی والیکو بھی اسقدر انگریزی جاننا ضرور ہی کہ وہ یہ کہہ سکے کہ ”خوشی ہو ٹیک خوشی ہو نو ٹیک“ اعلیٰ درجہ کے علوم و زبان مغربی کی تعلیم کی ضرورت ہمکو تجارت و روز مرہ ہی کے کاموں میں نہیں ہی بلکہ اُسکو ہماری سوشل اور پولیٹیکل حالت سے بہت بڑا تعلق ہی، جسکو سمجھنا ہی وہ اسبات کو سمجھتا ہی اور جسکو آنکھیں ہیں وہ اسبات کو دیکھتا ہی اور جسکو غیبت ہی وہ اس بات کا خیال کرتا ہی اور جو حقیقتاً اپنے ملک اور اپنی قوم کی بھلائی و ترقی کا خواہاں ہی وہ ان سب باتوں پر نہایت دور اندیشی سے نظر کرتا ہی *

چونکہ ان اُنیس بیس برس کے عرصہ میں زمانہ نے ایسا تغیر و تبدل پایا ہی اور وہ تمام حالات جو اُسوقت موجود تھے جنکہ ہم نے سین ٹیفک سوسائٹی قائم کی تھی اور جسکے دلائل و براہین و مباحثوں کی خوشہ چینی اب پنجاب یونیورسٹی کے طرفدار کرتے ہیں اور ہم پر حسد کا الزام لگاتے ہیں بالکل بدل گئے ہیں تو ایک شخص کا جو درحقیقت اپنے ملک اپنی قوم کی بھلائی و ترقی چاہتا ہی یہہ کام نہیں ہی بلکہ اُس کے اختیار میں نہیں ہی کہ جو زمانہ بیس برس آگے بڑھ گیا ہی اُس کو کھینچ کر بیس برس پیچھے ہٹا لاوے اور جو روشنی زمانہ نے دکھائی ہی اُس کو تھپی کی اوجھل کر کر اُس پر کالے کپڑے کی چادر ڈال دے۔ یہی انجمن پنجاب اور انجمن پنجاب کا اخبار ہی جس نے اس راے کو مشہور کیا تھا کہ ہندوستانیوں کا انگلستان میں تعلیم کو جانے دینا خلاف مصلحت ہی کیا کچھہ رنج و انسوس نہیں ہی جو ملک و قوم کی ترقی چاہنے والوں نے اس راے پر نہیں کیا۔ ہم لارڈ لارنس مرحوم کو بڑھتے ہیں کہ اُن کی تجویز اسکا لرشپ دیکو ہندوستانیوں کو ولایت پہنچانے کی بڑبان ہوگئی جس نے بے انتہا ملک کو اور گورنمنٹ کو نقصان پہنچایا اور ہمارے دوست ملک کی ترقی کا دعویٰ کرنے والے ہندوستانیوں کا انگلستان میں تعلیم کو جاننا خلاف مصلحت قرار دیتے ہیں اُنسوس صد ہزار اُنسوس • ہمارے ملک کو ہماری قوم کو اگر درحقیقت ترقی کرنی اور فی الواقع ہماری ملکہ معظمہ قیصر ہند کا سچا خیر خواہ اور وفادار رعیت بننا ہی تو اُس کے لیئے بجز اس کے اُڑ کوئی راہ ہی نہیں ہی کہ وہ علوم مغربی و زبان مغربی میں اعلیٰ درجہ کی ترقی حاصل کرے ہماری دولت ہماری حشمت ہماری عزت ہماری سوشل ہماری پولیٹیکل حالات سب کا مدار اسی بات پر ہی جو شخص کہہ کر اس راہ سے ہٹنا چاہتا ہی بلاشبہ وہ ہمارے ملک کا دوست نہیں بلاشبہ دشمن ہی اور ہمکو دھوکہ دیتا ہی •

ہمارے لیئے اب یہہ زمانہ بھی نہیں ہی کہ ہم اپنی تعلیم کا مدار صرف کلکتہ یونیورسٹی کے استحقاقوں پر اور بی ای اور ایم اے کی ڈگری پانے پر محدود رکھیں بلکہ

ہمارا فرض ہی کہ ہم ہندوستان کی یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کو اپنی تعلیم کے لئے صرف ایک دروازہ سمجھیں اور بسم اللہ مجربیا و مرساما ان ربی لغفور الرحیم کہہ کر جہاز پر سوار ہوں اور اپنی کامل تعلیم کے لئے کیمبوج اور اسکسفرڈ کی یونیورسٹیوں کو اپنا درسگاہ قرار دیں — ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ پنجاب یونیورسٹی کے مودہ مشرقی علوم اور مشرقی زبان کو زندہ کر کو اور توٹی بھوٹی انگریزی سکھانے کو کیا بخشیش کی اور ہم کو کس رتبہ پر پہنچا دینی اُس سے بجز اس کے کہ ہم ایک چال میں پھنس جاویں اور ایک ایسے بھنور میں جا پڑیں کہ تمام عمر چکر کھایا کریں اور وہیں کے وہیں رہیں اور نجات کی کچھ توقع نہ ہو اور ہر دم ڈوب جانے کا اندیشہ ہو اور کیا حاصل ہوگا — اس وقت ہمارے ملک میں بہت سے عالم مشرقی علوم اور مشرقی زبانوں کے موجود ہیں مگر ہر شخص جانتا ہی کہ محض بے مصرف ہیں اور ملک کو اُن سے کوئی فائدہ نہیں شاید مذہبی مراسم میں اُن سے مدد پہنچتی ہو اُس سے ہماری بحث کو کچھ تعلق نہیں ہی اور نہ گورنمنٹ کو نہ کسی یونیورسٹی کو جس میں گورنمنٹ داخل ہو اُس سے تعلق ہونا چاہیئے •

ہم کہہ چکے ہیں کہ پنجاب یونیورسٹی کسی اصول پر قائم ہو صحیح پر یا غلط پر ہو کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتی تو ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ ہم پنجاب یونیورسٹی پر کوئی حسلہ کریں بلاشبہ ہو کہ اُس وقت خرف پیدا ہوتا ہی جبکہ ہم ایسے لوگوں کو جن کے ہاتھ میں خدا نے ہمارے ملک کی بھلائی برائی نفع نقصان سپرد کیا ہی مودہ مشرقی علوم و مشرقی زبانوں کے زندہ کرنے پر مایل پاتے ہیں تو ضرور سمجھتے ہیں بلکہ بلحاظ حب قومی اپنا فرض جانتے ہیں کہ اس امر کو بیان کریں کہ مودہ علوم مشرقی اور مشرقی زبانوں کے زندہ کرنے کی فکر میں پڑنا ہمارے لئے ملک کے لئے بلکہ گورنمنٹ کے لئے کچھ بھلائی نہیں ہی اپنی قوم کو سمجھاتے ہیں کہ ان کا مقصد مغربی علوم و مغربی زبان کو اعلیٰ درجہ تک حاصل کرنا ہونا چاہیئے اور گورنمنٹ سے یہ التجا کرتے ہیں کہ ہندوستان میں یورپ کے علوم اور یورپ کی حکمت کو ترقی دینا اُس کا مقصد ہو •

راقم

سید احمد

سب سے زیادہ نیک اور بڑا مشکل کام

ہم ایک کام کو جو سب سے زیادہ نیک اور بڑا مشکل کام ہی بیان کرتے ہیں اُس سے ہماری یہ غرض نہیں ہی کہ دنیا میں اور نیک کام اُس کے مقابل نیک نہیں ہیں نہ ہمارے نیک کام نیک ہیں مگر ہم فرق اس کام میں اور اُنہوں اتنا سمجھتے ہیں کہ وہ سونے کا

کلا ہی اور یہ سونے کے ورق ہیں — گو ہماری تحریر سے کچھ فہم بد دماغ یہہ نتیجہ نکالینگے کہ ہم اس نیکی کو ایسا شرف دیتے ہیں کہ اور نیکیوں کی اُس سے خود بھروسہ تکثیر ہوتی ہی مگر اسکا کچھہ علاج نہیں افسوس ہی کہ ایسے آدمیوں کے لئے ہم اپنے مذہب کے موافق فیچر کے خلاف دعا بھی نہیں مانگ سکتے کہونکہ اُنکے لئے یہہ دعا مانگنی کہ خدا اُنکے دماغ فاسد کی اصلاح کرنے ایسی ہی جیسے کہ شبیروں اور چھوٹوں کے لئے یہہ دعا مانگنی کہ اُن کی آنکھوں کو روز روشن سے فائدہ پہونچائے *

سب سے زیادہ لیک اور بڑا مشکل کام یہہ ہی کہ آدمی اول یہہ سمجھے کہ مجھ پر فرض کیا ہی اور پھر اس فرض کے ادا کرنے میں ایسا متحرک ہو جائے کہ اپنے تئیں بھول جائے اور کوئی خیال اپنی ذات کے لئے نہ لائے — مثلاً کسی بیکس مفلس کو بیدست و پا دیکھے تو اُسکی دستگیری کو اپنا فرض سمجھے اور اس فرض کے ادا کرنے میں ایسا مصروف ہو کہ نہ کبھی اپنے نفس کا خیال اور نہ کبھی دہ در دنیا اور ستر در عاقبت کا خیال دلیں لائے۔ اسلام نے پہلی صورت میں خدوات کی نیکی ہی اور دوسری صورت میں سود کی اُمد پر روپیہ کا قرض دینا ہی — ایک دوست کسی بلا میں مبتلا ہو اُسکو چھٹا دینے کو اپنا فرض سمجھے اور اُسکے کسی عوض کا خیال نہ رکھے اسلام نے پہلی صورت میں احسان ہی اور دوسری صورت میں تجارت — ایسے نیک کام کے کرنے والے ادنیٰ اعلیٰ خاص و عام میں سب قوموں کے اندر ہوتے ہیں — ایام غدر میں لکھنؤ میں بیلی گارڈ میں ہر ہندوستانی سپاہی خواہ چار اور سات روپیہ ماہواری کا نوکر کیوں نہو جس نے اُسوقت دل میں اپنے سمجھ لیا کہ میں نے جس گورنمنٹ کا نمک کھایا ہی اسوقت اُسکا حق ادا کرنا میرا فرض ہی پس اس فرض کے ادا کرنے میں ایسا وہ مصروف ہوا کہ اپنے تئیں اپنی تمام آل اولاد دوست آشنا سب کو بھول گیا اور اپنے فرض کو ادا کیا اُسے یہہ بڑا نیک کام کیا — ۱۱ مئی سنہ ۱۸۵۷ ع کو جس روز دہلی میں غدر ہوا ہی مستور ہچنسن صاحب شہر میں کشمیری دروازہ میں آئے وہاں اُن کو لباس صاحب جج ضلع دہلی ملے اُنہوں نے اُن سے کہا کہ ہچنسن شہر میں اسوقت نہ جاؤ تہذیبی دور نہ جاؤ گے کہ مارے جاؤ گے صاحب نے یہہ جواب دیا کہ اسوقت میرا یہہ فرض ہی کہ شہر کی حفاظت کروں مارا جاؤں بلا سے مارا جاؤں — ڈاکٹر ہی صاحب کو بتارس میں انہیں ایام غدر میں دوستوں نے سمجھایا کہ جیسے اور صاحب بھاگ گئے تھے آپ بھی بھاگ جائیے نہیں مارے جاؤ گے اُسپر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں اپنے مریضوں کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا — مرنے کا مجھے افسوس نہیں — انہیں ایام میں ایک صاحب جج نے اسارتہ کی گرمی میں جان بچائے بھاگے جاتے تھے کہ ایک پانچ برس کا بچہ انگریز کا جسکے

بناپ کو فہ وہ جانتے تھے نہ ما کو اُنکو مل گیا — اُسکو اُنہوں نے اپنی ہمت پر چڑھی چڑھایا اور سولہ مہل تک بھاگے — غرض اس بچہ کی جان بچانے کو اپنا فرض سمجھ کر اور اُسکی جان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز جاننے لگے *

ایک یونانی عورت کے مکان پر بادشاہ کے مارنے کے لیئے اُسکی ہم قوموں نے ایک مجلس راز بنائی تھی کہ بادشاہ کو خبر ہوگئی اس عورت کو بادشاہ نے گرفتار کر لیا اُسنے اس خوف کے مارے کہ مبادا بادشاہ کی شکنجہ فرسائی میرے استقلال میں لغزش لائے اور میری زبان سے افشاء راز ہو جائے اپنی زبان کو جو سے کات ڈالا — ایسے ہزاروں نیک کام کرنے والے دنیا میں ہوئے ہیں اور اب موجود ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ وہ اکثر انسانوں کی آنکھوں سے چھپے ہوئے رہتے ہیں اور انسان کی عادت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ اُنہیں کاموں کی طرف توجہ کرتا ہے جنہیں شان و شکوہ اور طمطراق اور دھوم دھام ظاہری پائی جائے — اب تک میں نے اپنے ملک کے علم ادب میں کوئی کتاب ایسی نہیں دیکھی کہ جس میں ایسے نیک کام اور اُنکے کرنے والوں کے نام لکھے ہوں — ہاں زیادہ تر اُن بادشاہوں کے ظفر نامے اور ستائش نامے موجود ہیں جنہوں نے اپنی دولت و حکومت ملک بڑھانے کی طمع سے ہزاروں بیگناہوں کا خون گردن پر لیا — یا اُن فقہروں کے سیکڑوں تذکرے موجود ہیں جنکے آستانہ پر یہ بادشاہ آئے — اور پھر اُن کے نیک کاموں کی تعریفوں میں تو یہ ہوں کہ فلاں حضوت تقدس مآب صوم و صلوات کے پابند — ہر وقت خدا کا نام زبان پر چلا جاتا ہے ہاتھ سے تسبیح کہتی چھوڑتی نہیں ہے — قلیل الغذا — کثیر الصوم — قلیل النوم — خرق عادات ہزاروں — جس بیمار کے لیئے کچے آبخورہ میں تین دفعہ چھو کر دیا اُن کے دم کی برکت سے وہ مریض کے حق میں دم مسیحا بن گیا — جس مریض کی نفس شماری کی حالت میں عیادت کو تشہیف لیئے اُسوقت سے اُسکو صحت رہنی شروع ہوئی — اگر اتفاق سے مرگیا تو اُن کے فیض مقدم سے جنت میں داخل ہوا — خدا پر توکل پھر فروتنی اور کسر نفسی مزاج میں اسقدر کہ مبادا یہ توکل الہی کہوں اُن کے دماغ میں تکبر و عجب و نخوت نہ پیدا کرے کبھی کبھی کسی سے روپئے بھسے کے لیئے سایل بھی ہوتے ہیں — یا جو کوئی نذر دیتا ہے اُسے لے بھی لینے ہوں — مگر استغنا مزاج میں اسقدر ہے کہ نہ دولت آنے کی شامی نہ جانے کا غم اُدھر روپیہ آیا اُدھر لہ صرف ہوگیا (رند مشرب اسطرح مفت روپئے آنے کو اور اپنے مفت اُڑانے کو کہتے ہیں کہ مال حرام بود بجائے حرام رفت) غرض اُن کے نیک کاموں میں یہی وہ نیک کام جو ہم نے بیان کیا نہیں بیان کیا گیا — اور اگر اُنکی معصیت یا بھخوسہ بیان کیجاتی ہے تو وہ ایک اور عالم غہر کے لیئے بیان کی جاتی ہے جسکو وہی سمجھ سکتے ہیں جو اُس عالم کو دیکھتے ہوں اور جو کچھ اُسکا فائدہ ہوتا ہوگا وہ اُنہیں کی ذات

سے مخصوص ہوگا غیروں کو اُس سے کیا اگر کسٹھا خدا سے وصل ہوگیا تو ہمو کیا
فائدہ ہی۔ اب اگر کوئی شخص یہ سنبھالے کہ مہوری قوم کی حالت اور اوضاع ایسے ہیں
کہ وہ روز بروز ذلیل ہوتے جا رہے ہیں اور فقر اور افلاس اُس میں بڑھتا جا رہا ہے جس سے زیادہ
کوئی بلا اور آفت انسان کے لئے نہیں ہے۔ اس فرض کو اپنے اوپر واجب سمجھ کر ایسی
تدبیروں کے کرنے میں متحرک اور بیخود ہو جائے کہ اُسکو اپنی ذات کا کچھ خیال نہ ہو نہ تقریر
اس واسطے کریں نہ تحریر اسلئے لکھیں کہ اُسکی فصاحت اور بلاغت اور سخنوری اور
انشا پردازی کی شہرت ہو اُسکے بدلہ میں دولت ہاتھ لگے۔ وہ اپنی قوم کے بچوں کو
اُسی وقت کہ وہ ماؤں اور اناؤں کی گردنوں سے جدا ہوں اُنسے جدا کر کے ایک تعلیم گاہ میں
اُنکو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دینی چاہتا ہو پہلے اس سے کہ اُن میں وہی برائیاں اور
بیوقوفیاں پیدا ہوں جن میں ساری قوم مبتلا ہے۔ گو وہ اسمیں مایوس ہوتا ہو اور اُسکو
بڑی مشکل سے اُس کی قوم کے لئے اُسی وقت ہاتھ لگتے ہوں کہ اُن میں یہ تین برائیاں
پیدا ہو گئی ہوں شیخی غرور تعلیٰ جنکا مادہ ایک ہی گو ظہور اُسکا مختلف پورایہ میں
ہوتا ہو۔ قومی حماقت کا تخم ایسا ہی کہ جب وہ پڑ جاتا ہے تو اُس سے درخت
مستحکم پیدا ہوتا ہے کہ وہ بہت دنوں تک ہرا بھرا رہتا ہے۔ تو حقیقت میں وہ سب
سے بڑا نیک کام کرنے والا ہے۔ جو لوگ اُس کے مخالف ہوں اُن کی مخالفت کا برا پہلا
ہونا اُن کی نیت پر موقوف ہے۔ جس قوم میں علم برا یا بھلا ہوتا ہے اُس میں ضرور
ہی کہ مخالفانہ تحریروں کے طومار کے طومار بندھتے ہیں خصوصاً جب کوئی مذہبی معاملہ
ہو تو زیادہ تر۔ جاہل اور اکثر قوموں میں کوئی مباحثہ اختلاف عقاید اور مسائل
مذہبی کا نہیں ہوتا اول تو اُن میں اختلاف عقاید نہیں ہوتا اور اگر ہو تو مباحثہ نہیں
ہوتا۔ پس کوئی شخص جو تدابیر اصلاح قوم کی کرے اور قوم اُس کے مخالفانہ
مباحثہ پر مستعد ہو تو اچھی بات ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اُس
میں علم اور صلاحیت اصلاح پانے کی ہے ابھی مرید نہیں ہے کہ نہ وہ سنہ اور
نہ کچھ بول سکے۔ جو مصلح قوم ہے وہ یہ ضرور جانتا ہے کہ مہوری قوم کے بعض
آدمی ایسی بلاؤں میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ میرا لکھنا اور کہنا کچھ اُن کے کام نہیں
آ رہا ہے نہ وہ اُسکی زبان کو سمجھتے نہ مطلب پر پہنچتے۔ وہ تو اُن نو جوانوں کے لئے
لکھتا ہے جو اُن بلاؤں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جس آدمی کی خوراک کی ہوگی بھلا اُس
ظالم کی سمجھ میں عدل اور انصاف کی زبان کب آتی ہے اس لئے عدالت کے
مضمون لکھنے ظالموں کے لئے فائدہ مند نہیں بلکہ جنہیں ظالم کی خوراک والی ہے
اُن کے لئے سرد مند ہیں۔ ہمارے معزز دوست جناب مولوی الطاف حسین صاحب
حالی کا مضمون مزاح اُن لوگوں کی سمجھ میں کب آسکتا ہے جو پیکر ضلع جگت

پہنکی مستخرا پن میں اُستاد ہو چکے ہیں اور پنچپوں نے اُن کے سر پر فضیلت کی پگڑی بندھوا دی ہے — مگر ہاں وہ نو جوان جو ایسے مزاج آمیز مضامین کو پڑھکر بگڑنے کو ہو رہے ہیں وہ اُس کے مطالعہ سے فیض اندوز ہو سکتے ہیں اور نصیحت کی آفت سے بچ سکتے ہیں خلاصہ یہہ ہی کہ جو شخص اپنے اوپر یہہ فرض سمجھتا ہے کہ مہربی قوم کی حالت تباہ ہے اور اس فرض کے اندا کرنے میں ایسا محو و بھٹخوہ ہے کہ اپنے تئیں بھول گیا ہے اُس کی برابر نیک آدمی دوسرا نہیں — مگر ہم اُن آدمیوں کو برا نہیں جانتے بلکہ بھلا آدمی جانتے ہیں جو خاص اپنے ذاتی فائدہ کے واسطے بھی عام فائدہ کا کام کرتے ہیں اگر کوئی شخص عام کی خدمت اس لئے کرے کہ کچھ دولت کمائے تو اس میں کچھ برائی نہیں جیسے کہ وہ عوام کی خدمت کرتا ہے ایسا ہی عوام پر واجب ہے کہ اُس کی خدمت کریں مگر سب سے بدتر اُن آدمیوں کو جانتے ہیں جو مضرت عام کا کام اپنے تعلی خاص کے لئے کرتے ہیں جیسے فحش کے مضمون لکھنے والے — میں نے ان دنوں میں ایک نظم دیکھی کہ اُس میں اسلام کی ہجو گزراوی زبان میں بڑے جوش خروش سے لکھی ہے مگر شاعر مسلمانوں کے خوف سے کچھ شعروں کے بعد یہہ کہہ جاتا ہے کہ یہہ نیچرہ مذہب والے کہتے ہیں — اگر نیچرہ مذہب والے کہتے ہوں تو اُنکی عبارت نقل کرنی چاہیئے تھی نہ یہہ کہ فقط پست قافیہ اور سست ردیف کی خاطر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا مورد اور مصداق بنا چاہیئے تھا *

راقم

ذکالہ پروفیسر مودر کالج الہ آباد

تتمہ قوانین تہذیب

تہذیب خارجی انسان کے لئے

نفاست و انتظام مکان بھی ایک نہایت ضروری چیز ہے — اولاً تو مکان کے لئے عمدہ جگہ چاہیئے جہاں چاروں طرف سے ہوا آتی ہو مہدان ہو مکانات کچ پیچ نہوں کیونکہ ایسے کنجلیک مقامات کی ہوا مفرح اور صحت بخش نہیں ہوتی بلکہ اکثر خراب ہوتی ہے انسان کو اپنی صحت و عافیت کے لئے ضرور ہے کہ مکان کسی مقام وسیع میں بنوائے ہمارا ملک گرم ہے ہمکو تو ضرورت ہے کہ اپنے مکانات بنگلوں کی قطع پر بنائیں جو سب طرف سے کھلے ہوں تاکہ ہوا ہر طرف سے آسکے اور تھپاں خس کی اُس میں لٹائی جاسکیں — مکان میں کم سے کم پانچ کمرے ہونے چاہیئے یعنی ان سے کم میں انسان اپنی زندگی آرام و آسائش سے نہیں بسر کر سکتا — ایک کمرہ سرنے کا ہونا چاہیئے ایک کمرہ ملاقات احباب کا — ایک کھانا کھانے کا — ایک نہانے وغیرہ کے لئے — ایک دفتر کا کمرہ

جس میں اپنا معمولی کام لکھنے پڑھنے کا کیا جائے۔ اتنے کمرے تو ضروری ہیں مگر صاحبان مایہ کے لیئے اس میں اور بھی توسیع کرنا چاہیئے۔ مہربانہ میضا نہیں ہی اور نہ ممکن ہی کہ میں ہر ایک کمرہ کی ہر ایک چیزوں کا ذکر کروں جو ہونا چاہیئے بلکہ عام طور سے میں کہتا ہوں کہ ہر ایک کمرہ میں اُس کی ضروری چیزیں ایک صفائی اور نفاست سے مہیا رہنا چاہئیں کمرہ صاف اور چلمن اُن کی درست اور چالے وغیرہ سے پاک رہنا چاہیئے۔ دیواروں پر دھبہ یا داغ نہوں۔ زیادہ ضروری تفصیل ان امور کی کمرہ ملاقات احباب و کھانے کے کمرہ کی بابت ہی کمرہ ملاقات یعنی ڈرائینگ روم کی درستی کے لیئے بہت سلیقہ کی ضرورت ہی اور بہت کم لوگ ہیں جو اس میں کامیاب ہوتے ہیں۔ یہ کمرہ عمدہ اور نفیس چیزوں سے جو حال کی امتحان ہیں مرتب رہنا چاہیئے اور چاہیئے کہ فرحت انگیز اور ہوا دار ہو۔ آرام کرسیوں کا ہونا ایسے کمرہ میں ضروری ہی مختلف قسم کی آرام کرسیاں ہونی چاہئیں تاکہ احباب کو آرام ہو اور دیر تک بیٹھ سکے۔ گلدستہ قسم بقسم کے جا بجا اس کمرہ میں رکھے رہنا چاہئیں۔ اس کمرہ میں مختلف نظم و نثر کی کتابیں یا تصویریں کی کتابیں بھی جابجا رکھی رہنا چاہئیں۔ ان کتابوں سے صرف یہی مطلب نہیں ہی کہ یہ پڑھی جائیں بلکہ ان کتابوں کو دیکھ کر صداہا مضامین گفتگو چھڑنے کے لیئے پیدا ہو جاتے ہیں کھانے کے کمرہ میں بہت چیزوں کی ضرورت نہیں ہی میز اچھی نفیس ہونا چاہیئے۔ اور سائیڈ بورڈ۔ شلفز۔ اور چاہے دوچار تصویریں بھی اس کمرہ میں لگی ہوں۔ غسل خانہ کا کمرہ متصل سونے کے کمرہ کے ہونا چاہیئے۔ اب مکان کا ذکر تو مختصراً ہو گیا مگر اس میں کبھی کامیابی نہ رہی اگر نوکر اچھے اور تمیز دار اور ہوشیار نہوں۔ انسان کے آرام و شایستہ طریقہ سے بسر کرنے کے لیئے یہ بھی ایک بہت ضروری چیز ہی مگر ہماری قوم میں اس کا بالکل خیال نہیں ہی۔ بڑے بڑے اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں ہمنہ دیکھا ہی کہ دو روپیہ اور کھانا یا خشک تین روپیہ ماہواری کے خدمتکار نوکر ہیں۔ کیونکر اُسہد کی جاسکتی ہی کہ ایسی کم تنخواہ کے لوگ تمیز دار ہوں نوکروں کی بیوقوفی سے جو ذلت کہ مالک کو پہنچتی ہی اُس سے بدتر اور کوئی ذلت نہیں ہی۔ یہ امر بھی ہمارے یہاں عام ہی کہ ایک آدمی دس قسم کے کام کرتا ہی خدمتکار قلی کا کام بھی کرتا ہی بھرا کا کام۔ یہی کرتا ہی خدمتکاری بھی کرتا ہی۔ سائیس گھڑا بھی رکھتا ہی گھاس بھی لاتا ہی ضرورت کے وقت اور غیر متعلق کام بھی کرتا ہی اس وجہ سے اور بھی بالکل بے انتظامی رہتی ہی۔ یہ امر بہت ضرور ہی کہ ہم بھرا کو خدمتکاروں سے جدا کریں۔ بھرا کا کام تمام مکان کی درستی روشنی و لمپ وغیرہ کا انتظام کھانے کے کمرہ کی اشواء و ظروف وغیرہ کی درستی اور اس قسم کے کام متعلق رہیں۔ اور ہمنہ شایستہ اور تمیز دار نوکر رکھنا چاہیئے کو صرف کسبِ قدر زیادہ ہو

مکان کی درستی سے فراغت ہوئی اب اپنے لباس و جسم کی درستی کی طرف متوجہ ہو جائیے *

عادات انسانی میں نفاست

جسم و لباس بھی ایک ضروری عادت ہی اس کے بغیر انسان بذاتہ اور دوسروں کی صحبت میں ذلیل ہی اگرچہ صابن و پانی کے استعمال کے لیئے قرآن سے کپڑے سفید نہیں مل سکتے ہی مگر طہارت و صفائی و نفاست کی تاکید مختلف طریقوں سے ثابت ہو سکتی ہے عمدہ لباس و خوشبو و پاکیزگی کی شرع میں بہت تاکید ہے — خصوصاً عبادات کے اوقات میں جہاں دیکھئے عطر لگانے و جامے پاک و صاف پہننے کی بہت تاکید ہے اگلے زمانہ میں عیسوی مذہب کے راہب اکثر مہلے کھڑے پہنے رہا کرتے تھے ایک راہب کا قول ہے کہ بہشت مہلے رہنے سے مل سکتی ہے شاید یہ راہب برسوں ایک مرتبہ نہانا ہو یعنی برسات میں — ہندوؤں کو دیکھو کہ دن میں دو مرتبہ نہاتے ہیں — انگلستان میں اس صدی کے شروع میں شریف کے لیئے یہ مناسب خیال کیا جاتا تھا کہ قمیص و کرتہ وغیرہ جو کپڑا کہ جسم سے لگا رہے دن میں تین مرتبہ بدلے پس ایسے شخص کی نسبت کیا کہا جاوے گا جس نے کہ ولس ملک کا سفر صرف ایک کرتہ میں کیا تھا — صفائی پر شخص پر فرض ہے اپنے لیئے اس وجہ سے کہ صحت رہتی ہے اوروں کے لیئے اس واسطے کہ یہ لوگ ہم سے خلق پیدا کریں غلاظت بہت بڑی چیز ہے اور جو شخص کہ غلیظ رہتا ہے وہ مجرم ہے اگرچہ اُسے سزا نہ ملے — یہ بھولنا بھی نہ چاہئے کہ جسم کا بڑا اثر دل پر رہتا ہے جو شخص اپنے جسم کی صفائی پر خیال نہ کرے گا وہ اپنے دل کی صفائی پر کب غور کر سکتا ہے جسکو وہ کہیں دیکھ نہیں سکتا ہے ایک شخص کا ذکر ہے کہ وہ دو پہر کپڑے بدلنے میں صرف کرتا تھا مگر اُس قدر وقت صرف کرنا کچھ ضرور نہیں ہے اور ایک عورت کا ذکر ہے کہ وہ دس منٹ میں کپڑے پہن لیا کرتی تھی یہ بھی نامناسب ہے — صبح اٹھ کر پہلے نہانا چاہئے اُنسی ایسا ایک جانور ہے کہ اُس کو کچھ وقت ہر روز پانی میں گذارنا ضرور ہے بہت سی بیماریاں اس لیئے ہو جاتی ہیں کہ مہل کی وجہ سے سوراخ بند ہو جاتے ہیں یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ جب مہلے ہوں تب نہائیں بلکہ ہم کپڑا پہنتے ہیں اس لیئے ہمکو نہانا ضرور ہے تاکہ ہم اُس چیز کو رفع کریں جو کہ بخارات کے ذریعہ سے نکل کر جمع ہو جاتی ہے یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ جب کوئی عضو صاف ہے اُس کو دھونا نہ چاہئے جسم چاہے کیسا ہی صاف دھو لائی دے ہر روز کم سے کم ایک مرتبہ اور گرمیوں میں کم سے کم دو مرتبہ ہمکو نہانا چاہئے — اب شاید کوئی پوچھے کہ کس قسم کا غسل کرنا چاہئے ہر شخص اپنی صحت کی طرف خیال کرے علم حجام میں بھی آدمی کو حالت صحت کا خیال کر کے نہانا چاہئے — کل جسم کو

۹۶ درجہ سے سو درجہ تک کے گرم پانی میں ڈبوئے اس سے نہایت صفائی آتی ہے بلکہ جتنا پانی گرم ہو وہی اچھا ہے یہاں تک کہ ۱۰۸ درجہ تک گرم پانی ہو اس سے سوراخ پھیلنے میں پانی اُن میں جاتا ہے اور خون کی گردش بڑھتی ہے لیکن حمام سے نکل آنے کے بعد قوت زایل ہو جاتی ہے اور کمزوری معلوم ہوتی ہے اس لئے بہت کم اس کا استعمال کرنا چاہیئے جو لوگ استعمال کریں وہ بھی بڑی حفاظت سے اور تھوڑی دیر حمام میں رہیں سرد حمام ساٹھ درجہ سے ستر درجہ تک کا صفائی کم کرتا ہے لیکن قوت زیادہ بخشتا ہے سرد مزاج لوگوں کو اس سے پڑھیز کرنا چاہیئے کھانے کے بعد یا کھانا کھا کر سو رہنے کے بعد ایسا حمام نہایت مضر ہے نوم گرم حمام یعنی ۸۵ درجہ سے ۹۵ درجہ تک کا نہایت بے خطر ہے — ایک بڑا چٹا دھات کا برتن جس کا قطر ۴ فٹ کا ہو مول لیکر سرد پانی بھر دو ایسا برتن قریب سات آٹھ روپے کے ملیگا اور ایک بڑا کھردلا اسپنجیہ لہو جتنا کھردلا ہو اتنا ہی اچھا ہے اور چند ترکی تولیئے ملا کر سامان پورا کرلو پانی نہانے سے ذرا پہلے بھرا ہونا چاہیئے — یورپ کے اکثر لوگوں میں پانی مول لیا جاتا ہے اور جب کبھی دور دراز سفر پڑتا ہے تو ایک مقدار معین پانی فی شخص فی یوم کل کاموں کے لئے دیا جاتا ہے سمندر کے پانی یعنی کھاری پانی سے جسم صاف نہیں ہوتا — پس عقلمند کو چاہیئے کہ کھاری پانی سے نہانے کے بعد فوراً مٹیہ پانی سے نہائے اکثر لوگ ایسا نہیں کرتے اور کھاری پانی کے نہانے سے بجائے فائدہ نقصان ہوتا ہے — اسپنجیہ جو ایک فٹ لمبا اور چھ انچہ چوڑا ہوتا ہے اُس کو پانی سے بھر جانے دو بعد اُس کے اول اول اس سے دھست کو دھو رات بھر ایسے مقام پر زیادہ گرمی جمع ہوتی ہے سرد پانی کے لگانے سے اُس کے دوران میں تیزی ہوتی ہے اور جسم بھر میں پھیل جاتی ہے بعد اُس کے سر ڈبونا چاہیئے بعد اس کے کھو کھرا تولیئے یا بالوں کا دستانہ استعمال کرنا چاہیئے بیرونل دستانہ کا استعمال کرتا تھا اور ہر صبح پندرہ منٹ تک اس سے بدن دھوتا تھا — قدامتہانے کے بعد بدن میں تیل لگاتے تھے اور کثرتیں کرتے تھے تیل لگانا تو برا ہی لیکن کثرت کرنا نہایت عمدہ بات ہے جس پر آجکل بالکل غور نہیں کیا جاتا صحت و قوت کو بڑا فائدہ ہوتا ہے اگر ہو صبح تیل کیڑا پہننے کے ذق کیئے جائیں یا مگدر ہلائے جائیں تو نہایت مفید ہے ایک ترکیب یہ ہے کہ اپنے سونے کے کمرے میں کسی چیز پر دس منٹ تک بڑی تیزی سے گھونسنے مارو یہاں تک کہ پسینہ پسینہ ہو جاوے اور کل جسم پر اسپنجیہ پھیرلو اور جتنی دیر ممکن ہو بغیر کپڑے پہنے رہو بعد نہانے کے دوسرا فرض دانست مانجنے کا ہے — ہر شخص کو خدا نے عمدہ دانست دیکر پیدا کیا ہے اگر حقہ و مٹھائی سے پڑھیز کیا جاوے تو عمر بھر دانست دینے رہیں اور مناسب غذا کھائی جاوے نا مناسب غذا کا کھانا نہایت مضر ہے چار میں بہت شکر ڈالنے سے مٹھائی بڑھ نیکب زیادہ نہانے سے بڑا نقصان ہوتا ہے لوگوں میں ان باتوں سے

بہت پرہیز کرنا چاہیئے جب دانستہ قوی ہو جاویں اور بخوبی بڑھ جاویں تب اُسکو نقصان پہونچانے میں بڑا عرصہ لگتا ہی نہ دانت ہی بڑا اولیٰ خورشید و بد بو سانس کی موقوف ہی بد بو دار سانس کا آنا نہایت بڑا معلوم ہوتا ہی اس بد بو سے تمہارے قریب والوں کو تکلیف ہوتی ہی اور یہ ایک ایسا امر ہی کہ اس کی کچھ معافی نہیں ہی کلم چاہے کھسا ہی پاکیزہ ہو اگر بد بو کے ساتھ نکلے تو اچھا نہیں معلوم ہوگا — اس ملک کے لوگ جن کے اکثر دانت صاف ہوتے ہیں مختلف درختوں کی معرواک کرتے ہیں مہرے نزدیک صابون سے آگے و پیچھے دانتوں کو مانجنا چاہیئے بعد اس کے تازہ سرن پانی لہکر نلی کرنا چاہیئے ہندوؤں کی طرح اگر سات مرتبہ نہو تو بھی دن میں کئی مرتبہ دانت مانجنا چاہیئے کیونکہ کھانے و حقہ وغیرہ سے دانت و منہ کم و بیش مہلا ہو جاتا ہی اور اکثر بڑا معلوم ہوتا ہی خاصکر عورتوں کو جو کہ تمہارے آتے ہی پہچان جاتی ہیں کہ تم حقہ پیو اٹے ہو — کم سے کم صبح و شام دانت مانج لیا کرو اگر منہ سے بد بو آتی ہی تو کوئی شریف چاہے کتنا ہی خلیق ہو لیکن اُس کی طرف لوگ کم متوجہ ہوتے ہیں — ناخون کا بڑھانا اور اُسکو علامت شرافت سمجھنا کچھ چھٹیوں کے لئے مخصوص نہیں ہی — اٹلی کے بعض حصوں میں دست چپ کے ناخون ایسے بڑھاتے جاتے ہیں کہ خون بخون ڈرتے جاتے ہیں اور لوگ ناخونوں کو بطور یادداشت اپنے دستوں کو دیتے ہیں ناخونوں کے کاٹنے اور صاف کرنے کی حالت پر ہمسو بخوبی غور کرنا چاہیئے عمدہ طریقہ ناخون صاف کرنے کا یہ ہی کہ ناخون میں برش سے صابون لگائے اور قبل کھانے کے اُس سے ناخون کو خوب دھو دے اور ہفتہ میں دو بار ناخونوں کی نوکیں اور اُس کے پاس کا سخت چمڑا کات ڈالا جاوے ناخونوں کے کاٹنے میں شکل کی خوبصورتی خیال کرنا چاہیئے ناخون اکثر کاتا کرو لیکن دانتوں سے کاٹنے کی عادت نہ کرو — شاید تم یہ کہو کہ یہ بچوں کی سی باتیں ہیں — چھوٹی باتیں تو ہیں لیکن بچوں کی سی نہیں ہیں یہ چھوٹی باتیں زندگی کو مہذب کرنے کے لئے ضروری ہیں بڑے لوگ اکثر چھوٹی باتوں کو خیال کرتے ہیں — عذرہ غسل کے ہاتھوں کا بن گردنہ لہئے اور یہی کچھ چیزوں کی ضرورت ہی کیونکہ یہ اعضا ہر وقت کھلے رہتے ہیں انہیں جتنا ہی صابون استعمال کیجیئے ونا ہی اچھا ہی ہاتھوں کو بخوبی صاف و شفا رکھنا چاہیئے جس شخص نے اُسترے ایجان کیئے اُس نے نیچر کی چیز اور مرد کے لئے ایک تازہ مصیبت پیدا کی ڈھارہی مذانے سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ تم یہ اظہار کیا چاہتے ہو کہ نیچر نے تمکو عورت کیوں نہ بنایا — کہتے ہیں کہ سکندر اعظم نے اپنے سپاہیوں کی ڈاڑھی منڈانا ایجان کی تاکہ دشمن اُنکی ڈاڑھی نہ پکڑیں — رومن کیتھک میں اکثر پادریوں کی شکل عورتوں کی سی ہوتی ہی اس مذہب کے پادریوں کو ڈاڑھی منڈانے کا حکم اُسوقت ملا تھا جبکہ عبادت میں شراب کا استعمال جاڑی ہوا تھا تاکہ پیالے میں اُنکی ڈاڑھی نہ چلی جاوے

اب اکثر پرائسٹنٹ مذہب کے پادری ڈھارہی رکھے چلے ہیں انگلستان میں ڈھارہی منڈانے کا رواج فہر قوم کے پادشاہ لائے جب تک پلین لٹجنت (Stewart) اور اسٹورت (Plonlogent) کی سلطنت رہی تب تک انگریزوں کی صورتیں مبدونکی سی رہی ہیں۔ انگلستان میں ملکی و جنگی لوگوں میں ہمیشہ سے بڑا ذوق چلا آتا ہی اور شاید اسی سبب سے ملکی لوگوں نے علما و فضلا کی وضع اختیار کی تاکہ لوگ اُنکو جنگی نہ سمجھیں آخر صدی کے شروع میں ڈھارہی و تلوار کا ساتھ شروع ہوا مہرے نزدیک اسلام میں ڈھارہی و مونچھے کے رکھنے سے ثابت ہوتا ہی کہ مسلمان لوگ خوبصورتی و نیچر کی بخشش کو پسند کرتے تھے اور بعض آدمیوں کا صحت کے سبب سے ہنر کرنا اور گل مجھے رکھنا ایک عجب بات ہی انگلستان میں ایک زمانہ تھا کہ لوگ اپنے سر پر بال رکھنا بھونہ سمجھتے تھے بلکہ مصنوعی لائے بالوں کی توپیاں پہنا کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خون اُنہیں کے بال میں بھر کھف مہرے نزدیک اپنے چہرے کے بالوں سے اپنا مردانہ ثابت کرنے سے شرمنا نہ چاہیئے اب اُسٹروں سے حجامت بنانے کی نسبت میں حسب ضرورت تھوڑا سا بیان کرونگا کیونکہ جب تک سب لوگ اس امر پر متفق نہو جاویں اُنکا استعمال جاری رہیگا شاہنشاہ نیپولون اپنی حجامت خون بنالہتا تھا اُس کا تول تھا کہ خاندانی پادشاہ چلے کسی سے بال بنوائے لیکن ذاتی پادشاہ کو اپنے اُسٹروں کا خرد استعمال کرنا چاہیئے اس میں اُسکو بہت عرصہ ہوتا ہی — مہرے نزدیک اس کی رائے صائب تھی اور ہر شخص کو اپنی حجامت بنانا چاہیئے کیونکہ اکثر صورت میں ہم ناٹھوں سے بہتر بنا سکتے ہیں عمدہ طور سے ہوگی اور روز ہوگی چہرہ پر بالوں کی کھوٹیاں نکلی رہتی بہت بری معلوم ہوتی ہیں حجامت بنانے کے لیئے یہ چیزیں درکار ہیں — گرم پانی فرم بڑا ہرش اچھے اُسٹرے نرم صابون جو کہ جلدی نہ سوکھے چائے اور ہاتھ کو نہ روکے ارزاں اُسٹرے کبھی نلے ان کی دھار بہت جلد جاتی رہتی ہی — اگر ہو سکے تو سات اُسٹرے ایک دفعہ لیلو تاکہ ہر روز نیا اُسٹرا استعمال کرو ایک قسم کا کاغذ بکتا ہی جس پر اُسٹرا پونچھتے ہوں جس سے دھار بنی رہتی ہی سلی کی عوض استعمال کرو ڈھارہی مونچھے وغیرہ چہرے کے لیئے ہمیشہ نہایت ضرور سمجھی گئی ہی اتنی میں کسی خاص جلسہ کے لوگ ایک خاص ترش ڈھارہی سے پہچانے جاتے ہیں اور انگلستان میں تھوڑا عرصہ ہوا کہ ڈھارہی والا شخص یا تو حکیم سمجھا جاتا تھا یا کسی اُور فن میں کامل اس زمانہ میں علماء اور مصنف اکثر ڈھارہی رکھتے ہیں ڈھارہی سے مرد کو نہ شرمنا چاہیئے — پرانے مولوی تو ڈھارہی مونگنا خلاف شرع سمجھتے ہیں مگر مہرے نزدیک شرع نے ہماری ظاہری صورت کے باب میں کچھ دخل نہیں دیا۔ ہم بالکل آزاد ہیں جو چاہیں کریں مونچھے بھی مقدار سے زیادہ نہونا چاہیئے اہل ہنگری کی مونچھے اس قدر بڑی ہوتی ہی کہ سر سے باندھ لیتے ہوں ڈھارہی چہرے کے موافق رکھنا چاہیئے

چوڑے منہ پر لائینی ڈھاڑھی اور لائے منہ پر نوکدار ڈاڑھی۔ اصل غرض یہ ہے کہ ڈاڑھی صاف و درست ہو مرنچھ صاف ہوں اور بہت بڑی نہیں اور آگے سروں کو گھومانا اور نوکدار کر دینا جیسا کہ شاہنشاہ فرانس کرتا تھا نا مناسب ہی اگر کوئی شخص اپنے چہرہ پر بال اسطرح رکھے جیسا کہ فیچر نے دیئے ہیں اُن کو صاف رکھے اور زیادہ بڑھانے نہ دے تو کچھ نا مناسب بات نہیں کرتا لیکن اگر اس غرض سے کہ عورتیں اسے پسند کریں بہت سے مصالحتہ وغیرہ کا استعمال کرے تو صرف رومیہ کا ضایع کرنا نہیں ہی بلکہ بھڑوہ معلوم ہوتا ہی تمام فضول اخراجات خراب ہیں یہ اس امر کی علامت ہے کہ ہم اپنی موجودہ حالت سے بہتر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ سرے بالوں کی نسبت بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے سادے طور سے و قدتی طور سے رکھو ہاں خوب صورتی اور چہرہ کی ضرورت کے مطابق کچھ تغیر و تبدل کر دو مگر نزدیک نتوے ہوئے چھوٹے بال بہتر ہیں جنکی زیادہ خبر گیری کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن ہر قوم اور ہر زمانہ میں اسوارہ میں اختلاف رہا ہے اور یورپ میں آج تک کہیں کہیں لائے بالوں کے آدمی دکھلائی دیتے ہیں جرمنی کے بعض لوگ سیاہ کوٹنر ہر گھونگر والے بالوں کے پڑے رعلے کے بڑے شایق ہوتے ہیں روسی لائے بالوں کو زنانہ پن سمجھتے ہیں اور فرانس میں منڈل سنچری کے زمانہ میں (سنہ ۱۷۷۶ء سے لیکر سنہ ۱۹۹۲ء تک) صرف شاہی خاندانوں کے لوگ لائے بال رکھتے تھے اس زمانہ میں ہم لوگ بھی چھوٹے بال رکھتے ہیں چھوٹے بال میں یہ فائدہ ہے کہ وہ صاف رہ سکتے ہیں جب چھوٹے بال رکھیں اور جلد جلد کٹروائیں ہر روز صبح سر دھونا چاہیئے جبکہ اسکی عادت ہوجاتی ہے تو ذکاوت کا کچھ خلل نہیں ہوتا ایک جزوہ ہر ش کا رکھنا سخت ہو یا نرم یا کہ جیسا تمہارا جی چاہے ضرور ہے اُس سے بالوں کو اسطرح کرو کہ چوڑوں تک اتر پھونچے مانگ نکالنا ہر ایک شخص کی طبیعت پر موقوف ہے لیکن مگرے نزدیک درمیان سے مانگ نکالنا چاہیئے بعض لوگ مانگ نہیں نکالتے اُنکی شکل ایسی معلوم ہوتی ہے کہ ابھی سوکر اُٹھے ہیں۔ آجکل جفٹلمیں ہونے کے لئے لباس کی عمدگی اور نفاست مقدم چیز ہے جو شخص کپڑے میں صفائی فرکھتا وہ اپنے جسم کی نسبت بھی ویسا ہی ہوجائیکہ۔ اب لباس کا ذکر کرتا ہوں یہ محال ہے کہ میں فیشن اور قطع کی نسبت کچھ لکھوں کیونکہ یہ امر صرف درزیوں کے لئے چھوڑا گیا ہے انگریزوں کے واسطے سالانہ فیشن کی کتابیں چھپکر نکلتی ہیں اور ہمیشہ اُس میں ترمیمات ہوا کرتی ہیں۔ مگر ہم کو آمد ہے کہ اگر ہماری قوم کے بڑے لوگ ندیس مزاج ہو جائیں گے اور وہ بھی کوشش کر کے اپنی تمام قوم کی ایک وضع کر دیں گے تو ہمارے ہندوستانی درزی بھی فیشن کی کتابیں ہمارے لئے نکالا کریں گے۔ مگرے نزدیک دومی شایستگی کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ ہماری قوم بھی مثل انگریزوں کے ایک پوشاک

اختیار کرے یہ امر کھسا آنکھوں کو برا معلوم ہوتا ہی کہ اگر ایک وقت ایک جلسہ میں پچاس آدمی ہونگے تو اُن کی پچاس قطعیں ہونگی بظلاف انگریزوں کے — اگر کھی گذرے جلسہ میں دیکھئے تو جتنے ہونگے ایک لباس پہنے ہونگے — دوسرے یہ امر بھی ہمارے یہاں ضرور ہی کہ ہم بھی ہر وقت کے لیئے ایک خاص پوشاک مقرر کریں صبح کے لیئے جدا لباس ہو جسکو دن بھر اپنے گھر میں معمولی حالت میں پہن سکیں — دھرت کے جلسوں کے لیئے خاص لباس ہو مذہبی جلسوں نماز عہد وغیرہ کے لیئے جدا لباس ہو شام کے مفرح جلسوں کے لیئے جدا لباس ہو — جہاں تک صحیح علم ہی میں جانتا ہوں کہ اس امر پر اب بہت لوگ متفق ہیں کہ موجودہ لباس میں ترمیم کی ضرورت ہی بہتوں کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ انگریز اور مہربی دار پاجامہ چپکن ڈویلڑی ٹوپی قالب دار ٹوپی ترک کرتے جاتے ہیں — اب ایسے لباس کی سب کو خراہش ہی جو بالکل ساتر جسم کا ہو — مگر اسکو پورا کرنے میں باہم بہت اختلاف ہی کوئی کسی قسم کے کپڑے پہنتا ہی کوئی کسی قسم کے ایجان کرتا ہی — مگر میرا قول یہ ہے کہ اس کی نسبت ایک رائے قائم کر کے ایک لباس قومی نکالنا چاہئے — اور پھر ہو وقت کے لیئے خاص لباس اختیار کرنا چاہئے — مہرے نزدیک در بار کے لیئے اور راتوں کے کھانے کے لیئے ہم لوگ بجنمہ دھبی سیاہ فراگ کوٹ اختیار کرلوں جو ترکوں میں مروج ہی — اب صبح کے لباس اور شام کے جلسوں کے لباس کی تجویز کرنا باقی رہا میں ان اوقات کے لیئے بھی ترکی لباس کو پسند کرتا ہوں صرف رنگ کا فرق ہونا چاہئے یعنی شام کے جلسوں کے لیئے سیاہ رنگ کا لباس پہننا چاہئے — لباس میں جہاں تک ممکن ہو سادگی اور صفائی ضرور ہی چمک دار چیزیں کچھ ضرورتوں ہی کے لیئے مزین ہیں مردوں کی شان کے بالکل مخالف ہیں — اب رہا گھوڑے کی سواری اور شکار کا لباس مہرے نزدیک اس کی نسبت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہی — انگریزی لباس جو شکاری ہی فیکو باکو یا برجس اور اونچا کوٹ کمبلد لٹا ہوا اور انگریزی ٹوپی اس سے بہتر شکار اور گھوڑے کی سواری کے لیئے لباس نہیں ہی — اور میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے یہاں کے امراء اب بھی ایسے اوقات میں بھی لباس پہنتے ہیں مذہبی مقامات کے لیئے اور کسی غمی وغیرہ میں بھی مہرے نزدیک دھبی ترکی لباس سیاہ رنگ کا پہننا چاہئے — اور جہاں ہم قل گریں استعمال کریں داستانہ ضرور ہی

راۓ — — —

مہدی حسین منصف رائے بوبلی

مسافران لندن

یعنی سفر نامہ سید احمد خاں بابت سفر لندن

ہمارے ایک دوست نے ہم سے فرمایش کی ہے کہ ہم اپنے سفر لندن کا حال جہانگیر کہ ہم نے لکھا ہے تہذیب الاخلاق میں چھاپ دیں تاکہ وہ بھی بطور ایک سفر نامہ کے تہذیب الاخلاق کے ساتھ یکجا جمع ہو جاوے *

یورپ کا سفر اختیار کرنے سے چند روز پیشتر ہمارا ان ہر آنہر جانا اور عزیز و اقربا دوست آشنا سے ملنا کچھ سفر میں داخل نہ تھا پہلی اپریل سنہ ۱۸۶۹ ع روز پینچشنبہ کو ہم بنارس سے چلے دوسری تاریخ الہ آباد میں قیام کیا ہمارے دوست مسٹر والٹر اسمانٹھ صاحب نے ریلوے اسٹیشن بنارس سے بچشم نم رخصت کرتے وقت محمد محمود کو جو سونے کی نہایت عمدہ ایک گھڑی بطور یادگار وقت رخصت دی تھی وہ ہمارے پاس مہز پر رکھی ہوئی تھی اور محمود ان کی محبت اور مہربانیوں کا ذکر کر رہا تھا اور ہم سب اس میں شریک تھے *

اگرچہ ہمارے معذب دلی سید ظہور حسین صاحب بنارس میں ہم سے ملنے آئے تھے اور ہم سب کو رخصت کرچکے تھے مگر عین اُس وقت پر جب کہ مسٹر اسمانٹھ صاحب کی محبت اور نشانی رخصت کا ذکر ہو رہا تھا ان کا آدمی پہونچا اور چالیدی کی نہایت عمدہ ایک گھڑی مکیب کی دوکان کی مہرے لے کر بطور نشان محبت کے لایا تذکار محبت دربالا ہوگئے اور ہر ایک شخص نے ایسے دل سے جو محبتوں کی محبت کی یاد سے مشغول تھا اور چشم نم کے اُس پر پانی چھڑک نے سے محبت کا جوش اور بھی دھواں دھار ہو رہا تھا ان کو اور تمام دوستوں کو یاد کیا چار بجے میں جناب معلی القاب آنریبل سر ولیم مہر صاحب بہادر کے سی ایس آئی نواب لفٹننٹ گورنر بہادر سے رخصت ہوکر اپنی فروادگاہ میں آیا اتنے میں شب دیکھتے وقت پہونچی اور دوستوں کو الوداع کرنے کا گھنٹہ دم بدم قریب ہونے لگا اُس وقت یہ شعر ہمارے حسب حال تھا *

غفمت جان اس مل بیٹھنے کو • جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے •
ہم نے گریٹ ایسٹرن ہوٹل کے اسی کمرے میں جس میں ٹھہرے ہوئے تھے کھانا مانگا ہوٹل کے خدمتکاروں نے فی الفور مہز کو آراستہ کیا مہز اور حامد و محمود اور ہمارے شفیق رفیق سفر مرزا خداداد بیگ اور مہرے دلی معذب مخدوم مولوی مہدی علی صاحب اور مہرے پڑاے مولوی زین العابدین صاحب نے ایک ساتھ مہز پر بیٹھ کر کھانا کھایا یکی ہوئی مرغی کی نسبت مولوی مہدی علی صاحب نے دریافت کیا کہ مسلمان کی ذبح کی ہوئی ہے یا نہیں معلوم ہوا کہ مسلمان کی ذبح کی ہوئی ہے تھڑی ہے بہر بعد

میں اور حامد و معتمد مسٹر گودال صاحب اور مسس گودال صاحبہ سے رخصت ہونے گئے وہاں ایک ایک پیالہ چاء کا جو نہایت چاہ سے بنائی گئی تھی پیا اُن دونوں نے ایک دوسرے محبت سے ہمو رخصت کیا پھر ہم ریل کے اسٹیشن پر پہنچے اور جبل پور تریں میں اپنی جگہ لی *

ایسے وقت میں حال کا متغیر ہونا اور دل کا مستقل نہ رہنا جبلت افسانی کا لازمہ ہی جس کو قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کی بلکہ حیوان کی بھی خلقت میں رکھا ہی چنانچہ ہم نے اور ہمارے دونوں دوستوں نے حکیم مطلق کی اُس حکمت کی اطاعت کی اور نگاہوں ہی نگاہوں میں اثر برق محبت ایک دوسرے کے دلوں سے پار ہو گیا واللہ درمن قال *

از سینہ بسینہ چلے گشت * وز دیدہ بدیدہ شاہ راہش

میں مولوی زین العابدین کے کان میں ایک بات کہی جس سے اُن کا دل زیادہ متغیر ہو گیا اور مجھ کو یقین ہی کہ ایسے وقت کے اس کلمہ خور کو وہ ضرور یاد رکھینگے پھر ہم نے اُن دونوں سے ہاتھ ملائے اور ایک نے دوسرے کو دعائے خیر دی اور کلمات مستونہ وقت رخصت ادا کئے اور خدا حافظ کہہ کر رخصت کیا ادھر وہ دونوں دوست بچشم گریاں پھرے اور ادھر ہم بسینہ بریل روانہ جبل پور ہوئے *

تیسری اپریل سنہ ۱۸۶۹ ع کو ہم سب مسافر جبل پور میں پہنچے اور پامر ہوٹل کے دو کمرے لیکر آرام کیا پامر صاحب کو بہت با اخلاق پایا وہ ہمارے کمرے میں ہمسے ملنے کو آئے ہم نے جبل پور سے ناگیور تک ڈاک کے بندوبست کی اُن سے فرمایش کی *

ہمارے انتظام سفر یورپ کی پہلی غلطی ہم کو یہ معلوم ہوئی کہ ہم نے پہلے سے جبلپور میں پہنچنے کی تاریخ مقرر نہیں کی تھی اور اسی سبب سے قبل پہنچنے جبل پور کے ڈاک کا کچھ بندوبست نہ کیا تھا ہم سمجھتے تھے کہ جب پہنچینگے اُس وقت یا پھر دو پھر بعد یا دوسرے دن مل جاوینگے مگر یہ خیال بالکل غلط نکلا اور ہم کو گھڑوں کی شکم کی ڈاک جو مطالب تھی نہ ملی ہو رہی برادر نے جواب دیا کہ سترہویں تاریخ تک گھڑے ڈاک کے خالی نہیں جا رہے صاحب کے پاس سے بھی اسی قسم کا جواب ملا اب تو ہم گھبرائے اور یقین ہوا کہ ہم نویں تاریخ تک بھی بمبئی نہیں پہنچ سکتے اور نہ کسی طرح دسویں تاریخ کا جہاز ہم کو مل سکتا ہی مسٹر پامر صاحب کی اصلاح سے ہورہی برادر کے کارخانہ میں سے بیلوں کی دو شکمیں کرایہ کیں اور تیسری تاریخ آٹھ بجے رات کے روانہ ہوئے رستہ میں کہیں توقف نہیں کیا تین دن اور تین رات برابر چلے اور ایک سخت سفر آٹھ کر چھٹی اپریل سنہ ۱۸۶۹ ع کو شام کے وقت ناگیور میں پہنچے اور ریل کے اسٹیشن کے پاس جو ایک چھوٹا سا اسٹیشن ہی وہاں گئے دیکھا کہ تمام کمرے انگریزوں

اور ہمیں اور بچوں سے بھرے ہوئے ہیں ایک چھوٹا سا کمرہ کرنے کا اور گردن کے مکانوں میں کا ایک کمرہ جس کو مسافروں کے تھوڑے کے لئے درست کر لیا تھا خالی ہیں ہم نے انہیں کو غنیمت سمجھا اور دونوں کمروں میں اترے اور بھلے کی شکرم کی مصیبت کا سفر ختم ہوا *

میں کبھی الہ آباد سے جنوب کی طرف نہیں گیا تھا جب کہ ہم نے الہ آباد آدھی رات کے بعد چھوڑا اور صبح کو آنکھ کھلی تو ایک نئی قسم کا ملک اور نئی طرح کی سرزمین دکھائی دی تمام زمین کالی پتھریلی تھی جا بجا پہاڑوں کے ٹپے اور کہیں کہیں قطاریں نظر پڑنے لگیں کھجور کے چھوٹے چھوٹے گھر کہیں پانچ کہیں سات کہیں دس بارہ کھلے میدان میں دکھائی دیئے جو یہاں کے گائوں سے صرف مہر ایک اچھی بستی نظر پڑی مکان بھی اچھے تھے راجہ کے رھنے کا مکان خوبصورت دکھائی دیتا تھا پتھر کی شہر پناہ بھی بہت خوبصورت معلوم ہوتی تھی سب سے اونچے پہاڑ کے ٹپے کی چوٹی پر مہر دیہی کا مندر تھا جس کے نام سے یہ بستی کہلاتی تھی یا بستی کے نام سے وہ دیہی پکاری جاتی تھی * جبل پور سے فگپور تک بڑی تکلیف سے رستہ طے ہوا سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ بھلوں کی شکرم سوازی کو تھی جو ہاے ہاے ہانکو ہانکو کرنے پر بھی بڑھنے کے چوڑے سے بھی آہستہ چلتی تھی کھانے کی رستہ میں بہت تکلیف تھی اور پانی کی اُس سے زیادہ بسبب خشک سالی کے تمام کنوئیں خشک ہو گئے تھے بعضوں میں تو مطلق پانی نہ تھا اور بعضوں میں اُس قدر رستا تھا کہ دس بیس منٹ میں ایک لوٹا بھر سکے اور بعضوں میں پیٹھ کے لائق پانی مل سکتا تھا اکثر جگہ خشک کھنڈیں کھنڈیں کو اور گہرے گئے جاتے تھے غرض کہ پانی کی بہت قلت تھی علاوہ اُس کے دن کی دھوپ اور گرمی اور ہوا بند ہونے پر حبس کی گھمسا اور ہوا چلنے پر گرم ہوا کی دقت اور لو کی کھفوف اور بھی زیادہ تکلیف دیتی تھی *

جبل پور سے فگپور تک رستہ طے کرنے میں اول عین جبل پور کے نیچے دریا ملا ایک نہایت اُتار اور ڈھلوان گھاٹی کو طے کر کے تھوڑے میں پہونچے تب پانی کی صورت دکھائی دی ساتھ ستو فیت سے زیادہ عرض نہ تھا اور پانی صرف گھنٹوں گھنٹوں اُسپر چند گھنٹوں کا پل جن کا طول ہمارے ملک کی کھیتوں کے عرض سے بھی کم تھا بگدا ہوا تھا اُس پل پر سے اترے اور جس قدر ڈھلوان اترے تھے اُسی قدر چڑھائی چڑھے دو بھلوں اور دو بھینسوں نے شکرم کو کھینچ کر اوپر پہونچایا لوگ بھان کرتے ہیں کہ یہ دریا برسات میں اُنچے کواڑے تک بھر جاتا ہے اور بہت بڑا قہر دریا ہوتا ہے *

پانچ پانچ مہلی کے فاصلہ پر بھلوں کی چرکی تھی جہاں شکرم کے بھل بدلہ جاتے تھے جبل پور سے دھومان کی چرکی اُنہ چوکی تھی قریب ایک بجے کے وہاں پہونچے اُس

جگہ ایک ڈاک بنکلہ ہی وہاں بھی بہت سے انگریز اور میم اور بچے اُترے ہوئے تھے ہم ایک درخت کے نیچے ٹھہرے اور بازار سے دودھ منگا کر پیا نہایت عمدہ اور شہریں اور گڑھا دودھ تھا خانساماں سے ایک مرغی مول لی اور چھوڑنے اُس کا تورما پکایا اور خانساماں نے اپنے گھر سے ہڑاٹھ پکوا دیئے وہ سب لیکر ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور شکر میں بیٹھے ہوئے کھاتے چلے *

جبلپور سے ناگپور تک آنے میں تین ضلع راہ میں بڑے - سدونی - دیولا پار - کامپتی سڑک جو جبل پور سے ناگپور تک ہی اگرچہ بخوبی بنی ہوئی ہی کنگر کوٹا ہوا ہی جا بجاندی نالوں کے پل بنے ہوئے ہیں لیکن وہ ملک اور سرزمین ایسی ہی کہ وہاں عمدہ سیدھی ہمار سڑک ہونی غیر ممکن ہی پہاڑوں اور نالوں اور نہروں اور بیہڑوں میں ہو کر سڑک جاتی ہی اور اس سبب سے خراب اور تکلیف کی ہی کسی جگہ ایک میل بھی سڑک ایسی نہیں ہی جس میں گڑوں اور بانسوں کی چڑھائی اُترائی نہو اور پہاڑوں اور غاروں کے کنارے پو نہایت پھچدار اور چکر دار سڑک ہی ڈاک کی شکر اور گات میل کا بے تکلف دوزائے جانا نہیں ہو سکتا اور اسی اُرنچائی اور نیچائی اور کج و پھج کے سبب شکر میں اور گات میل میں گھوڑوں کی چوڑی چوٹی جاتی ہی اور کہیں کہیں چڑھائی پر دو دو اور چار چار بیل یا بھیڑے کھینچتے ہیں *

تینوں ضلعوں کے صدر مقاموں سے ہماری شکر گنری مگر کچھ رونق قہ تھی اور نہ کچھ بڑی آبادی تھی الا صدر مقام ضلع کامپتی کا فی الجملہ خوبصورت اور با رونق تھا کامپتی مشہور دریا ہی اُس کے ایک کنارے پر شاید کامپتی کی بستی ہی اور دوسرے کنارے پر چھاوٹی اور انگریزوں کے بنگلے و کوٹھیاں دریائے کامپتی ان دونوں میں خشک تھا تختہ تختے پانی ہوگا بلہاں گاڑ کر تختوں کا پل بنا دیا تھا اور دریا کی سطح میں لکڑی والوں نے دوکانیں لگا رکھیں تھیں اس چھاوٹی میں ایک گورنمنٹ باغ نظر پڑا جو فی الجملہ خوبصورت اور آراستہ تھا دو چھوٹے چھوٹے خوبصورت ٹھہے پہاڑ کے اُس میں تھے بڑے پڑاوی کی بواہر اُونچے اور نصف برج کی مانند گول اُس پر چڑھنے کے لیٹھ چکر دار سڑک بطور درجہ کے بنائی ہیں اور اُن کی چوٹی پر چھوٹا سا خوبصورت چمن لگا کر کوسیاں اور کوچیوں بیٹھنے اور سیر کرنے ہوا کھانے کو ڈال رکھی ہیں مگر افسوس کہ پانی کے نہونے سے سارا باغ پژمودہ اور سست تھا *

ناگپور سے ساتویں تاریخ آٹھ بجے دن کے ریل پر سوار ہوئے اور آٹھویں تاریخ تویب دہ پور کے بسٹی میں پہونچے گاڑیاں درجہ اول و دوم و سوم و چہارم یہاں جاری ہیں مگر ہم ایکسپریس ٹرین میں سوار ہوئے جس میں تین درجہ تک کی گاڑیاں تھیں صرف چوتھا درجہ نہ تھا چوتھا درجہ بالکل تیسرے درجہ کی مانند ہی صرف اتنا فرق ہی کہ اُس میں

بیٹھنے کے لئے تہاں نہیں ہیں اور مسافر چوتھے درجہ میں بہ نسبت تیسرے درجہ کے زیادہ بٹھائے جاتے ہیں فرسٹ کلاس ہمارے ملک کے فرسٹ کلاس سے کچھ تھوڑا سا مختلف ہی گاڑیوں کی صورت میں بھی کچھ فرق ہی آنے جانے کا بیچ میں دروازہ ہی ہمارے ملک کی گاڑیوں کی نسبت اُن میں خوبی تو یہ ہے کہ ہر گاڑی میں ایک چھوٹا سا کمرہ چائے ضرور کا اور منہ دھونے کا بنا ہوا ہے اور برابر پینپ سے پانی آتا ہے اور نقص یہ ہے کہ پلنگ سونے بیٹھنے کے عرض میں کسی قدر پتلے ہیں مگر نہ اس قدر کہ اُس سے کچھ تکلیف ہو *

ریل کا کارخانہ اور ریل کے اسٹیشن ہماری طرف کے کارخانوں سے نہایت کم ہیں اور ہر جگہ غریبی اور روپیہ کی تنگی پائی جاتی ہے بعض بعض مقام پر ایسے اسٹیشن ہیں جیسے ہماری طرف کے چوکنداروں کے مکان اور عمدہ اسٹیشنوں میں صرف کھیریل کا بنگلہ ہی جس میں چند قیمت مربع کا ایک کمرہ اور اُس کی بغلوں میں دو ایک چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں *

جب اول اول ریلوے کی یہ حالت دیکھی تو ہمارے دل میں ریلوے کی ایک حقارت بیٹھی مگر جوں جوں آگے بڑھے لگے اُسقدر زینہ قدر و منزلت ریلوے کی اور نہایت لیاقت اور قابلیت انجنیروں کی دل میں سمائی گئی اور بمبئی پہنچنے تک ایسی عزت اور قدر و منزلت بمبئی ریلوے کمپنی کی ہمارے دل میں بیٹھی کہ بیان نہیں ہو سکتی یہ ساری سڑک بمبئی تک پہاڑوں میں گذری ہے ریل کی سڑک میں بیسیوں قیمت کا ڈھلواؤ اور اُچاں نہچاں ہے ایک مقام پر بہت دور تک ساتھ قیمت طول میں ایک قیمت کے حساب ڈھلواؤ تھا ان تمام ڈھالوں میں تین دوڑتی ہی اور تمام چڑھاؤں میں بے تکلف چڑھتی ہی علاوہ اس کے بیسیوں جگہ گول چکر کھا کر پہاڑ پر چڑھی ہے اور بیسیوں جگہ سانپ کی طرح لہراتی ہوئی چلی ہے پہاڑوں کا کاتنا اور پہاڑوں میں نقبوں کا لگانا اور غاروں کو بند کرنا اور کہیں اُنہر پل باندھنا ایسے ایسے مشکل کام بمبئی ریلوے کمپنی کو پیش آئے ہیں جو بیان نہیں ہو سکتے پہاڑوں میں متعدد جگہ نقب ہی مگر دو جگہ نہایت لمبی ہے شاید قریب دو دو میل کے لمبی ہو تمام نقبوں میں دوہری سڑک ہے اور بے تکلف ایک گاڑی آتی ہے اور ایک جاتی ہے جب نقب میں تین داخل ہوتی ہے جیسے چوہا اپنے بل میں تو اس قدر اندھیرا ہو جاتا ہے کہ آنکھ کو آنکھ اور ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا ان نقبوں میں جس قدر کام ہوا ہے دن کو چراغ جھجکا کر ہوا ہے ان کاموں کو دیکھنے سے ایسا خیال گذرتا ہے کہ انسان کے یہ کام نہیں ہیں اور تھاس میں نہیں آ سکتا کہ کسقدر روپیہ بمبئی کمپنی کا ان کاموں میں خرچ ہوا ہوگا اُسپر پانی کی مصیبت اور زیادہ ہے نہ پانی پہلے کو مہسر تھا نہ عمارت کے کام کو سیکڑوں نل اور

پمپ لٹا کر خدا معلوم کہاں کہاں سے اور کتنی کتنی دُور سے پانی لائے ہیں حقیقت میں بمبئی ریلوے کمپنی کو صرف پانی بہم پہنچانے میں جو مشکل پیش آئی ہوگی ایست انڈیا ریلوے کو کسی کام میں اسقدر مشکل نہ پڑی ہوگی ان تمام چیزوں کو دیکھ کر بمبئی ریلوے کی نہایت ندر و مغزلت ہمارے دل میں بیٹھی اور فی الحقیقت ریلوے کی ہنر مندی یا عجائبات جس کو دیکھنے ہوں وہ بمبئی ریلوے کو دیکھے *

یہ بات تو ہر کوئی خیال کر سکتا ہے کہ جب ریل چڑھائی پر چڑھتی ہوگی تو آگے پیچھے دو انجن زور دینے کو لگاتے ہوئے مگر اس بات کا سمجھنا شاید مشکل ہو کہ جب ڈھال پر تین ڈھلکتی ہی اور خصوصاً اُس بڑے ڈھال پر جو ۶۰ فٹ طویل میں ایک فٹ کا ڈھال ہے اور وہ سڑک سیدھی بھی نہیں بلکہ منحنی ہے تو کون ترین کو تھامتا ہوگا مگر نہایت عمدہ ترکیب ڈھال پر سے ترین کے اُتارنے کی دیکھی ہے ایک گاڑی میں وہ کل لگی ہوئی ہے جس کے پیچ پھرانے سے پیچ پھرنے سے بند ہوجاتا ہے اُس کل کے ذریعہ سے سب گاڑیوں کے دو دو پیچے بند کر دیتے ہیں اور ایک اُڑر قسم کا انجن لگاتے ہیں جو پیچھے زور دیتے رہتا ہے اور تھوڑا تھوڑا آگے بڑھتا ہے اور اتنے بڑے بڑے ڈھالوں پر سے نہایت آہستہ آہستہ ترین ڈھلکتی ہوئی اُترتی آتی ہے *

جبکہ ہم بلگم کے اسٹیشن پر پہنچے تو ہمارے تین برہمنوں کو (جن میں سے ایک معزز معلوم ہوتا تھا اور پوشاک بھی معقول پہنے ہوئے تھا) دیکھا کہ لوگوں کو نہایت تمیز و صفائی سے پانی پلا رہے ہیں اور پانی بھی نہایت عمدہ صاف میٹھا بہت ٹھنڈا باسی ہے وہ معزز برہمن پکارتا ہے کہ ریل والو بہت ٹھنڈا میٹھا پانی ہے پھلے والو پانی پیو بہت ٹھنڈا پانی ہے برتن بھی اُن برہمنوں کے جنسہ وہ پانی دیتے تھے نہایت اچھے اور صاف خوبصورت تھے اگرچہ شاید یہ انتظام بالخصوص ہندوؤں کے آرام کے لئے ہو مگر وہ سب کو پانی دیتے تھے اور تمام مسافروں کو نہایت آرام تھا یہ کیفیت دیکھ کر ہم متعجب ہوئے جب تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ جہوں رام جادوا سوتھہ ساکن کامپٹی نے اس اسٹیشن پر دھرم کے لئے دو بٹھائی ہیں اور پانی پلانے کا بندوبست کیا ہے تاکہ مسافروں کو اور بالخصوص ہندوؤں کو تکلیف نہ ہو اور اسی سبب سے ایسا عمدہ سامان اور ایسا اچھا باسی ٹھنڈا پانی ہے یہ بات مجھے نہایت پسند آئی اور دل میں بیٹھ گئی اور جب زیادہ تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ ہر اسٹیشن پر جو کسی قصبہ یا شہر کے متصل ہے کسی خاص مساجد نے رتن اُس شہر یا قصبہ کے دوکان داروں نے آپس میں چلدہ کر کے دو بٹھا رکھے ہیں اور پانی پلانے کا بندوبست کر رکھا ہے چنانچہ ہر ایک اسٹیشن پر ہسکو چاند کی بٹھائی ہوئی دو ملی الا ویسی خوبی اور خوش اسلوبی اور پانی کی احتیاط دوسری جگہ نہ تھی اُس وقت مجھے اپنے ملک پر انسوس آیا کیا ہمارے غریب شہر علیحدہ

ہاتھرس کے لوگ ایسے نہیں ہیں جو اپنے اپنے شہر کے اسٹیشنوں پر ایسا عمدہ بندوبست کریں اور کہا آگے کے متمول ٹرنڈلہ کے اسٹیشن پر اور بنارس کے دولتمند مغل سرے کے اسٹیشن پر ایسا بندوبست نہیں کر سکتے افسوس ہی کہ وہ لوگ صرف اپنا ہی برف کا بانی بی لینا دنیا کی تمام نعمت سمجھتے ہیں زندگی اور مال و دولت اپنے آرام کو نہیں ہی بلکہ اوروں کو آرام پہنچانے کے لئے ہی •

اس طرف کی ریل پر پارسی اور ناگر اور دکھلی لوگ ایسی کثرت سے نوکر ہیں جیسے کہ ہماری طرف بنگالی ہیں اور یہی حال تمام سرکاری دفاتروں کا ہی ہندو نے الہ آباد سے بمبئی تک کیا گاڑوں میں اور کیا چوکیات میں اور کیا ریل پر اور کیا گورنمنٹ کے اہلکاروں اور ہر ایک محکمہ کے چھوڑیوں اور ہر ایک جگہ کے قلعوں سے اردو میں گفتگو کی سب لوگ ہر جگہ بخوبی سمجھتے تھے اور اردو ہی میں جواب دیتے تھے بعض بعض لفظوں کے مکرر سمجھانے کی اور زیادہ تر آسان طور پر بیان کرنے کی ضرورت پڑتی تھی کچھ شبہ نہیں کہ تمام ہندوستان میں اردو زبان اسی طرح سمجھی اور بولی جاتی ہی جیسے تمام یورپ میں فرینچ بلکہ اُس سے بھی زیادہ مروج ہی مگر میڈے ہوجند تلاش کیا وہ قدیم بہاشا جس کا رواج الہ آباد ایسوسی ایشن چاہتی ہی کہاں ہی مگر وہ مجھکو کہیں نہیں ملی •

لطیفہ

ایک اسٹیشن سے مجھے تار میں خبر پہنچنے کی ضرورت ہوئی وہیے پرچہ پیام انگریزی میں لکھا ہوا تار گھر میں دیا اور ایک ناگر نے جو خبر پہنچتا تھا لے لیا اور حساب کر کے تین روپیہ طالب کئے جو درحقیقت محصول و چنانچہ میڈے تین روپیہ دے دیئے تھوڑی دیر بعد وہ ناگر میرے پاس آیا اور کہا کہ اگر میں تمہارا ایک روپیہ کا فائدہ کر دوں تو آٹھ آنے مجھے دوگے میڈے کہا کہ کیونکہ اُس نے کہا کہ دو لفظ اس خبر میں بلا نقصان مضمون کم ہو سکتے ہیں اور اُنکی کمی سے صرف دو روپیہ محصول وہ جاوینا اس میں کمپنی کی کچھ چوری نہیں میڈے اپنی عقل سے تمہارا ایک روپیہ بجایا اُسکے عرض میں آٹھ آنے چاہتا ہوں نصف الفی و نصف لام اُس کی اس بات نے مجھے عجب مزا دیا اور میڈے دو لفظ کثرت دیئے روپیہ دودھ لیا اور آٹھ آنے اُس کی دانائی اور اپنی حماقت کے نذر کئے •

جبل پور سے بمبئی تک تمام جنگل و پہاڑ نہایت بے رونق تھے بعض اُنہ کے درختوں کے اور کسی درخت میں ایک پتا بھی نہ تھا صرف سوکھی سوکھی سنتیاں دکھائی دیتی تھیں گھاس بھی خشک ہو گئی تھی سارے جنگل و پہاڑ نہایت بیواں اور وحشت خیز معلوم ہوتے تھے مگر لوگ کہتے ہیں کہ برسات میں اور اچھے موسم میں بہت خوش نما اور سرسبز ہوتے ہیں •

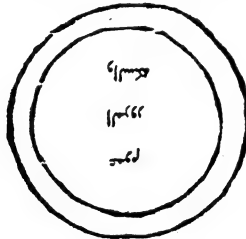
تمام مسافر فرسٹ اور سکند کلاس کے جو بمبئي جاتے ھیں وہ ايک اسٲيشن ورے يعني بيڪلا اسٲيشن پر اُترتے ھیں کہ ٲہاں سے ھوٲلن اور شہر قريب ٲرتا ھي اس ليئے ھئمے ٲہي بيڪلا اسٲيشن تک کا ٲکٲ ليا ٲتا اور وھن اُترے جس ھي ھم اسٲيشن مھن ھاڃل ھوئے ھئمے اٲنے مھربان دوست مسٲر نوروز جي يارسي کو اور اٲنے شفيع مرزا محمد علي ٲيگ کو اسٲيشن پر کھڑا ٲايا وہ ھمارا انتظار کو رھے تھے اندر ھم اُن کو ديکھ کر خوش ھوئے اندر وہ ھمکو ديکھ کر خوش ھوئے مگر جب ھم گاڙي پر سے اُترے اور ديکھا کہ مرزا محمد علي ٲيگ بسبب فاموافقت آب و ھوائے فاکٲور و بمبئي ٲہٲ ديے و ضعيف ھوگئے ھیں اور اُن کا دل ٲہي ھشاش ٲشاش نہيں ھي بلکہ نہايت افسردہ و پژمرده ھي تو ھمکو نہايت رنج اور افسوس ھوا مسٲر نوروز جي نے ھم پر ٲڙي مھرباني کي في الفور اسباب ھمارا ايک اٲنے آدمي کي سپردگي ميں کيا اور چھکڑے پر لدواکر ھوٲل کو روانہ کيا اور دو گھوڙن کي ٲالکي گاڙي ھمارے ليئے موجدہ ٲہي اور وہ خود ھمارے ساتھ ھوئے اور ٲالن جي کے ھوٲل ميں ٲھونچا ديا •

ٲالن جي ھوٲل نہايت عمدہ و معزز اور ٲہٲ بڑا ھوٲل ھي فرش فروش سے آراستہ ھي سونے کے ليئمے عمدہ عمدہ ٲلنگ اور ٲردہ دار مسٲريان لگي ھوئي ھیں ھر کمرہ ميں اور ھر جگھ گياس کي روشني ھوتي ھي جاءے ضرور اور غسلخانہ سب ولايت انگلستان کے نمونہ پر بنا ھوا ھي ھر ايک جگھ ٲمنٲ اور نل کے ذريعہ سے دو منزلہ و سہ منزلہ مڪانوں ميں ٲہي از خود ٲاني ٲھونچتا ھي خدمتي حاضر باش اور غريب فرماں بردار اور اٲنے کاموں ميں ھوشيار ھیں مگر سب کے سب ھندوستانی عيسائي ھیں محمد محمود نے اُسے کہا کہ ھمارے ليئمے بغير ذبح کي ھوئي مرغی مت ٲکانا اُنھوں نے کہا کہ ھم ھميشہ مرغی و کٲوتر کو ذبح کرکر ٲکاتے ھیں اور باقي گوشت مسلمان قصاب لاتا ھي ھر وقت ھوٲل ميں متعدد قسم کا عمدہ کھانا طيار ھوتا ھي ٲہٲ سے انگريز ٲہي ٲھوڑے ھوئے تھے مگر ھئمے دو کمرے اُس ھوٲل ميں ليئمے چار ٲلنگ اُن ميں آراستہ ھوئے ھم وھاں نہائے دھوئے کٲڑے بدلے اور مھن اور حامد اور مرزا خداداد بيگ دو گھوڙن کي گاڙي ميں سوار ھوکر شہر و باٲار کو روانہ ھوئے •

اول ھم گنفش داس کشفا جي کي دوکان پر گئے اور اُن کے گماشتہ کو ھنڌويان ديکر روٲيہ چاھا مالک کوٲھي وھاں نہ تھے گماشتہ نے نوت اور ھنڌويان ايک برھمن کو سپرد کر کر ھمارے ساتھ کيا کہ سيٲھہ جي کے ٲلس لٲجاؤ جو قلعہ کي کوٲھي ميں گئے ھوں چنانچہ ھم وھاں گئے سيٲھہ جي ٲہٲ خاطر و تواضع اور اخلاق سے ٲيش آئے اور ھنڌويوں پر ٲھر ٲائے لکھواکر نوت ھمارے حوالہ کيئے اور ايک آدمي ديا کہ ھمکو ٲي ايندؤ او کٲيني جھاڑ کا دفتر بنا دے ھئمے اُن کا شکر ادا کيا اور کٲيني کے دفتر ميں آئے وھاں کے مٲيجر صاحب نے

چند خطوط و چٹھیاں وغیرہ کاغذات جو احباب نے ہمارے نام اُن کے ہتھ سے بھیجے تھے سب حوالہ کئے ہم نے نوٹ کرایہ جہاز کے اُن کو دینے اور چٹھی رسید کرایہ جہاز اور ٹکٹ ہائے ریل عملداری مصر جو سوئیڈن سے اسکندریہ تک پڑیگی اُن سے لے لئے •

مصر کی ریل کے ٹکٹ انگریزی میں چھپے ہوئے بطور بیاض کے منیجر صاحب کے پاس موجود تھے صرف نام کا خانہ خالی تھا اور اُس پر ڈائریکٹر ریلوے مصر کی مہر عربی زبان و عربی خط میں ثبت تھی ہم نے ہر چند کوشش کی کہ اُس مہر کو پڑھیں مگر ہم سے نہیں پڑھی گئی غالباً اُس میں یہ الفاظ ہیں •



منیجر صاحب نے اُن پر ہمارا نام لکھ کر ہم کو دیدیا اور نصف منی بیاض میں لٹا رکھا فرسٹ کلاس کا ٹکٹ سفید رنگ کا اور سکند کلاس کا جو چھپو کے لئے لیا ہی سرخ رنگ کا ہی ہمارے پاس الہ آباد کے نوٹ تھے ہم نے وہ دینے چاہے منیجر صاحب نے کہا کہ اول اُن کو ٹریزری سے بدالو والو وہاں بغیر ہتھ کے بدل جاویں گے تب ہمیں میں خرچ کرنا •

شام کے وقت میں اور محمود اور مرزا خدا داں بیگ پھر سوار ہوئے اور بھنگی بازار میں مرزا محمد علی بیگ صاحب سے ملنے کو گئے اُن سے ملاقات ہوئی اور ہم سب ایک کتب فروش کی دکان پر بیٹھ گئے اور بازار کی اور لوگوں کے آئے جانے کی سیر دیکھا کئے وہاں مہر اشرف علی ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ہمارا وطن اور یہ کہ ہم کہاں جاتے ہیں پوچھا جب کہ انہوں نے جانا کہ ہم دلی کے رہنے والے ہیں تو انہوں نے دلی کے لوگوں کا حال پوچھا اور سید الاخبار کا جو ایک زمانہ میں ہمارے ہاں سے باہتمام سید عبدالغفور پندر حافظ عبدالرزاق مہتمم اخبار سین ٹینک سرسٹیٹی نکلتا تھا ذکر کیا اور کہا کہ سید احمد ایک شخص دلی میں تھے جنہوں نے رسالہ تسہیل فی اعمال جہالتہیل اور رسالہ نتائج الانکار فی اعمال الفوجار اور آثار الصنادید لکھی اور جوادالدولہ اُن کا خطاب تھا اب وہ کس طرح ہیں اور کہاں ہیں میں نے کہا کہ فضل اللہی سے بہت خوشی و خیرم ہیں اور آپ کے سامنے بیٹھے ہیں وہ دفعتاً کھڑے ہو گئے اور نہایت خوشی

اور شرق سے مصافحتہ کیا اور بغلگیر ہوئے اور دیر تک کچھہ ریاضی کی اور کچھہ مسائل فقہہ کی اور تقلید وغیرہ کی باتوں کرتے رہے •

اُسی دوکان کے قریب ایک مسجد ہی جو نواب کی مسجد کہلاتی ہی اُس میں مغرب کی نماز کی اذان ہوئی ہم لوگ نماز کو اُتھے اور محضوں بھی نماز کے لیئے ہمارے ساتھ ہوا چلتے رقت مجھکو خیال ہوا کہ ہماری قطع اور وضع لباس دیکھ کر ضرور لوگ متعجب ہونگے مگر وہاں دیکھا کہ بہت سے آدمی ہماری سی سرخ ترکی ٹوپی پہنے ہوئے بیٹھے ہیں اتنا تو لوگوں نے دیکھا کہ کوئی شخص نماز کو آیا مگر اس کے سوا اور کچھہ خیال ہی کسی نے نہیں کیا اس کا سبب یہہ معلوم ہوا کہ اکثر ترک ان مسجدوں میں نماز کو آجاتے ہیں اور اُن کی وضع اور لباس بالکل ہمارا سا ہوتا ہی اس لیئے کسیکو کچھہ تعجب نہیں ہوا •

مسجد کا امام شافعی مذہب تھا نمازی جو قریب سراسر دیرہ سو آدمیوں کے ہونگے نصف سے زائد شافعی مذہب تھے (شاید اُن میں کوئی غیر مقلد بھی ہو) امام کے پیچھے الحمد پڑھتے تھے اور پکار پکار کر آمین کہتے تھے موری بھی خوب بن آئی اور اپنے ہم مشربوں کے ساتھ نہایت دلی صدق سے پکار پکار کر آمین کہی حتیٰ احترام المسجد تعجب یہہ ہی کہ محضوں نے بھی جو اب تک حنفی مذہب کے مطابق نماز پڑھتا ہی پکار پکار کر آمین کہی مسجد سے نکلنے کے بعد مینے اُس سے پوچھا کہ تم نے کیوں پکار کر آمین کہی اُس نے کہا کہ بہت سے مسلمان کہہ رہے تھے مڑے دل نے بھی چاہا مینے بھی پکار کر کہی مینے کہا بارک اللہ و جزاک اللہ و رزک اللہ تقلید النبی الکریم و نجاک اللہ من التزام تقلید غیرہ فانہ شرک فی صفة النبوة التي ختمها اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم •

نویں اپریل کو ہمارے دوست مسٹر سہراب جی نے بمبئی کے نہایت عمدہ ابنہ ہمکو بھوجے اور نو بجے خود بھی ملاقات کو آئے اور ہم چاروں آدمی اُن کے ساتھ اُن کی کوٹھی واقع قلعہ میں گئے سہراب جی بمبئی کے پارسیوں میں نہایت مشہور اور دولتمند آدمی ہیں اور اُن کی بہت بڑی کوٹھی تجارت کی ہی اور بہت بڑا آفس اور بہت بڑا کارخانہ اُن کا ہی وہ خود بھی سنہ ۱۸۶۲ ع میں واسطے انجام بعض امور متعلق تجارت کے لندن میں گئے تھے پھر ورتی اُن کی اصل زبان ہی اور انگریزی خوب جانتے ہیں اور اردو بھی بہت خاصی بولتے ہیں نہایت بالخلق اور مسافر نواز ہیں ہمارے ساتھ نہایت مہربانی سے پوش آئے جب کہ سنہ ۱۸۶۸ ع میں سہراب جی فوروز جی ہندوستان کی سوہر کو آئے تھے تو بنارس میں اُن سے ملاقات ہوئی تھی جو کہ آج ہمکو بہت کام تھے اور متعدد محکموں میں جانا تھا تھری دیر بعد ہم اُن سے رخصت ہوئے انہوں نے نہایت مہربانی

سے اپنا جھنڈا جو نہایت عمدہ سیاہ بانٹ کی سنہری لٹھیوں سے ڈاکڑی بٹھے ہوئے تھا اور تمام مقاموں اور محکموں سے واقف تھا ہمارے ساتھ کیا اول ہم ٹریڈری میں گئے اور الہ آباد نوٹوں کو بمبئی نوٹوں سے بدلوا یا مبادلہ کے افسر نے پوچھا کہ تم جہاز کے مسافر ہو؟ ہم نے کہا ہاں اُس نے نوٹ لے لیئے اور ایک پرچہ لکھ کر دوسری جگہ پہنچا دیا اور بمبئی نوٹ آگئے *

پھر ہم نے سو ساروں خرید کئے چار آئے فی ساروں مبادلہ دینا پڑا اور اسی طرح دو سو ساروں ہمارے پاس آگئے ان دونوں میں اور ٹینٹل بھنگ میں سات آئے فی ساروں مبادلہ کا بھاؤ تھا *

وہاں سے آئے کہ ہم اکونٹنٹ کے دفتر میں گئے اور سارٹیفیکٹ تنخواہ کا جو ولایت میں انڈیا آفس سے تنخواہ ملنے کا تھا بدلوا یا اور دس دن کی تنخواہ کا بل 'بتعداد ایک سو پتیس روپیہ کئی آئے کے لیا اور پھر ٹریڈری میں آن کر اُس کا روپیہ وصول کیا ان سب کاموں سے فراغت ہو کر سب کی صلاح ہوئی کہ بروڈہ دخانی جہاز کو جس پر ہم سوار ہونے دیکھنے چلو چنانچہ ہم سب میزیکان بندر پر آئے جہاں بروڈہ دخانی جہاز لنگر ڈالے ہوئے تھا ہم نے دیکھا کہ کنارے سے تھمنا دو مہل فاصلہ پر وہ جہاز کھڑا ہی ہم نے ایک چھوٹی سی کشتی جسے یہاں کے لوگ بوت کہتے ہیں آمد و رفت کے لیے دو روپیہ پر کرایہ کی اُس میں سوار ہوئے اور پہلی دفعہ سمندر میں قدم رکھا چلو میں ذرا سا پانی لیکر چکا نعرہ باللہ منہا منہ پر رکھا نہیں جاتا بالکل ایسا مزا ہی جیسے کہ پانی میں نہایت کھاری اور شور نمک گھول دیا ہو سبحانہ و تعالیٰ شانہ *

جاتے وقت ہوا موافق تھی اور ملازم بھی تھی اُس پر بھی وہ بادام کے آدھے چھلکے برابر کشتی ایسی کروٹوں لہتی تھی کہ کبھی یہ کنارے اور کبھی وہ کنارے پانی کے برابر ہو جاتا تھا ملاح نے اُسی کشتی میں بادبان چھوڑا اور موافق ہوا کے دھارا پر چھوڑ فی الفور بروڈہ تک پہنچا دیا ہم سیزھی پر سے بروڈہ پر چڑھ اور انٹر چاکر سہر کی جہاز کو اور جہاز کے کمروں کو مثل بادشاہی محل کے آراستہ پایا عمدہ مہزیں اور کرسیاں اور جابجا شیشہ کی جڑی ہوئی لال ٹینٹیں اور چھوٹے چھوٹے آراستہ کمرے ضروری سامان سے سجے ہوئے طیارے تھے تھوڑی دیر ہم نے وہاں کی سیر کی اور پھر اپنے اُسی بادام کے آدھے چھلکے پر ہو کر شہر میں آنے کا ارادہ کیا اُس وقت ہوا تند ہو گئی تھی اور آتے وقت مخالف بھی تھی اور اُس ظالم ملاح نے منع کرتے کرتے بادبان کشتی کا کھینچا اور بولا کہ تھوڑا چکر دیکو ابھی پہنچتا ہوں کہتے ہیں بڑی محنت ہوگی اور بہت دیر لگے گی غرض کہ کشتی اور سمندر کی جانب چلی اور اُسے بادبان کو متصرف کر کر کشتی کو قریب تین چار مہل کے اوپر چڑھا کر لیکھا ہوا کے مدد سے کشتی لوٹ پرت ہو ہو چاتی تھی اور لہروں کے مارے اونچتی آتی تھی

تھی اور نیچے گرتی تھی ہم لوگ جامنوں کی طرح ہلنے لگے کبھی اس کنارے سے ٹکراتے تھے کبھی اُس کنارے جھک جاتے تھے اگرچہ ہم میں سے کوئی خوف زدہ نہ تھا آپس میں ہنس ہنس کر باتیں کرتے تھے اور جب کشتی ٹوڑھی ہوئی تھی تو ہنس ہنس کر کوئی اداو ادا کہتا تھا کوئی بسم اللہ کہتا کوئی اللہ اکبر کہتا تھا اور ملاح کہتا تھا تم گرو مت اکثر کشتی کا ایک سوا پانی کے اندر چلا جاوے اور پھر نکلے اور دوسرا بیٹھ جاوے یا کشتی پر لہر پھر جاوے تو بھی کچھ اندیشہ نہیں ہی میں اُس سے کہا کہ آخر کہاں لیٹے جاتا ہی وہ بھی کہتا تھا کہ تھوڑی دور اور چلو غرض کہ کئی میل اوپر لیٹا کر اُس نے کشتی کو سیدھا گھاٹ کی طرف چھوڑا اور بہت جلد گھاٹ پر آگیا قریب چھ سات میل کے چکر دیا ہوا آج کے سوا کبھی تمام عمر نہ ہم نے اتنا چڑا اور اُس قدر عمیق پانی دیکھا تھا نہ اتنی چھوٹی کشتی میں بیٹھے تھے نہ ایسی سخت ہوا اور اتنی بڑی موجوں میں پڑے تھے *

دسویں اپریل سنہ ۱۸۶۹ ع کو قریب نو بجے کے مسٹر سہراب جی ہمسے ملنے آئے اور رخصت کر گئے اس لیٹے کہ اُن کو ایک مقدمہ کی جیوری میں جانا تھا ہمسے اسباب معہ چھبھو کے اسٹیو کے گودام میں بیدیا اور ہم چاروں آدمی سوار ہو کر ایک سوداگر کی دکان میں گئے اور وہاں کچھ دوائیں ضروری خریدیں پھر گودام پر جانے دیکھا کہ سب اسباب گودام میں داخل ہو گیا چھبھو کو ایک مکان میں بٹھا آئے اور ہم پھر قلعہ و بازار کی طرف چلے راستہ میں رحمت اللہ سلیمان مہمن سوداگر کی دکان پر تھوڑے اُس نے بڑی خاطر کی اور چارپانچ بوتل لومینڈ پانی پلایا میں نے اُس کو بہت ترغیب دی کہ مہمنوں نے جو متفرق چھوٹے چھوٹے نامعقول صرف نام کے لیٹے مدرسے بنا رکھے ہیں اُن کو موقوف کریں اور سب مہمن ملکر ایک بڑا نہایت عمدہ عربی کا کالج بنوائیں اور جوان اور لڑکے طالب علم اس میں بھرتی کریں اور انتظام سے قواعد مدرسہ جاری کریں تو البتہ فائدہ کی بات ہی اور یہ بڑھتے تو تھے جن کا نام طالب علم رکھا ہی اور کوئی بھیک مانگتا ہی اور کوئی کسی کے گھر پڑھاتا ہی ایسے لوگوں کو روٹی دینا اور مدرسہ کا نام کرنا صرف روپیہ دھکے کا ضایع کرنا اور علم کو برباد کرنا بلکہ سمندر میں ڈبونا ہی جس میں کرا بھی ثواب نہیں ہی اُس نے کہا کہ آپس میں نہایت نا اتفاقی ہی اور ایک دوسرے کی حقارت اور اپنی شیخی اور نمود چاہتا ہی اس طرح کا اتفاق ہونا مشکل ہی میں نے کہا تم سچ کہتے ہو جب کسی قوم پر خدا کی غضبی ہوتی ہی اور ذلت اور ادبار آتا ہی تو ایسی ہی مت ہو جاتی ہی مگر پھر بھی تم اس کا چرچا کرنا اور کہنا کہ ایک شخص ہندوستان سے آیا تھا اور وہ ایسی ایسی باتیں کرتا تھا تھوڑی دیر بعد ہم وہاں سے آئے اور بہت سے سوداگروں کی دکانوں پر گئے کچھ ضروری چیزیں خریدیں کھن دو بجے کے قریب پھر

میوزیکمان بندر پر آئے چپچو کو ساتھ لیا اُس وقت ایک چھوٹا اگن بوت مسافروں کو جہاز تک لیجانے کو موجود تھا ہم سب اُس پر سوار ہوئے تین بجے اُس نے لنکر اٹھایا اور بروہہ دخانی جہاز میں ہم سب کو جا اُتارا *

ذکر شہر : دہلی

بیمینی نہایت عمدہ اور نفیس شہر ہے نہایت بڑی تجارت گاہ ہے کوئی بات بھی اس شہر میں ہندوستانی شہر کی نہیں ہے بالکل ایک انگریزی شہر معلوم ہوتا ہے تصویروں میں جو انگریزی شہروں اور بازاروں کے نقشے دیکھتے ہیں وہ بہو اُسی وضع اور اُسی قطع کا شہر ہے صفائی بہت اچھی ہے الا کلکتہ میں جسٹرف انگریز رہتے ہیں اُسکی بہ نسبت کسودر صفائی میں کم ہے مگر خاص کلکتہ شہر جیسا ناپاک ہے ویسا کوئی متعلقہ بیمینی کا مہلا و ناپاک نہیں معلوم ہوتا تمام شہر میں اور تمام مکانوں میں گیس کی روشنی ہے مگر کلکتہ کی روشنی گیس کی یہاں سے زیادہ عمدہ ہے ہر مکان میں تالاب کا میٹھا پانی نل اور پمپ کے ذریعہ سے پہونچتا ہے، ایک بڑی عمدگی اس شہر کو دہلی ہی درنہ پانی کی بڑی مصیبت تھی اور ہمیشہ پانی کا قحط رہتا تھا *

دو تین جگہ باغ اُڑوں میں بہت خوبصورت اور بہت بڑے بڑے عجوب عجوب تصویروں دار لوہے کے ستون گزے ہوئے ہوں اُن میں بڑی بڑی تین تین اور کسی میں چار چار لال تینیں لگی ہوئی ہیں جو تمام رات گیس کی روشنی سے روشن رہتی ہیں عمارتیں سرکاری اور ہوٹلیں اور ٹون ہال اور اور رئیسوں کے اور پارسوں کے مکانات نہایت عمدہ عمدہ اور بڑے بڑے عالیشان ہوں اور چند اور بہت بڑی عالیشان عمارتیں بن رہی ہیں مسجدیں یہاں کی نہایت صاف اور فرش سے اور شیشہ آلات سے آراستہ ہوں اکثر میں گیس کی روشنی ہے جامع مسجد عجوب قطع کی ہے صحن مطابق نہیں ہے ساری پٹی ہوئی ہے جیسے ہماری دلی کی کھوکھی کی مسجد جو چراغ دہلی کے پاس ہے اُس میں پتھر کے ستون ہیں اس میں چوبی ستون ہیں اس مسجد کو تالاب پر بنایا ہے ساری مسجد کے نیچے پانی ہے توڑا تالاب کو کھلے رکھا ہے اور سڑھوں بنا دی ہیں گویا وہ مسجد کا حوض ہے اُس میں لوگ وضو کرتے ہیں اور ایک جگہ اوت کردی ہے وہاں نہاتے ہیں غرضکہ حوض کے اوپر چھتا پات کر مسجد کا درجہ بنایا ہے اور پھر اُس کے اوپر ایک اور درجہ ہے گویا دو طبقہ مسجد ہے جمعہ کے دن اوپر اور نیچے دونوں طبقوں میں نمازی کھڑے ہوتے ہیں البتہ پہلے درجہ کی چھت صرف اُس مقام سے جہاں امام کھڑا رہتا ہے نکلی ہوئی ہے تاکہ اوپر کے طبقہ والے امام کو دیکھ سکیں یا آواز سن سکیں مجھے معلوم نہیں کہ ایسی دوسری مسجد یعنی دو درجہ کی اور کسی جگہ بھی ہے یا نہیں سب سے اوپر کی چھت کھیریل کی ہے *

قلعہ جو کہلاتا ہی وہ کسی زمانہ میں قلعہ تھا اور فصیل بھی قلعہ کی تھی مگر اب کچھ بھی نہیں صرف ایک چمکے دس پندرہ گز دیوار فصیل قلعہ کی باقی رہ گئی ہی سرکار نے سب توڑ کر مسمار کر کو آبادی میں ملادیا اور اب اُس زمین پر جہاں قلعہ تھا تلم سرکاری کچہریاں اور سوداگروں کی کوٹھیاں ہیں مگر وہ ٹکرا اب تک قلعہ کے نام سے مشہور ہی پس قلعہ کو ایک محلہ بمبئی تصور کرنا چاہیئے *

اس شہر میں غالباً تمام ملکوں کے لوگ موجود ہونگے مگر ہمیں اور پارسی یہاں کے بڑے اور آدمی ہیں اور سوداگروں میں سیٹھ کا لقب نہایت معتبر و معزز گنا جاتا ہی بڑے بڑے پارسی بھی اپنے نام کے ساتھ سیٹھ کا لفظ لگاتے ہیں مثلاً سہواب جی فریم جی سیٹھ باپ کا نام بھی پارسیوں میں مثل دکنیوں کے ساتھ بولا جاتا ہی *

میسمنوں نے بتایا اس کے کہ اچھے کپڑے پہنتے ہیں اور عربی عمامہ باندھتے ہیں اور بکھڑوں میں چڑھتے ہیں اور اپنے نام اور اپنی شیخی کے پیچھے مرتے ہیں اور کچھ تومی ترقی نہیں کی مسجد بنانے کا بڑا شوق ہی بہت سے میمن ہیں جن کے ہاں تھوڑا تھوڑا لنگر خانہ جاری ہی اُن کی فام آوری کے لئے براے نام ایک مدرسہ ہی ایک ملا اُس میں پڑھانے کو نوکر ہی پور غالبانے بولے فام طالب علم ہیں لنگر خانہ سے پڑھانے پاتے ہیں دن کو ایک آدہ براے فام سبق پڑھا پھر کسی میمن کے لڑکے کو پڑھانے چلے گئے کوئی شخص کسی اور طرح سے خیرات مانگنے کا پیشہ کرنے چلا گیا مستحکم یہ حال دریافت ہونے سے نہایت افسوس ہوا اور مہلے کہا کہ دیکھو قوم کا جو ادبار ہی تو باوجودیکہ روپیہ خرچ ہوتا ہی مگر کس بڑی طرح خرچ ہوتا ہی جس سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا البتہ صرف چند روزہ ایک نام ہی کہ فلاں میمن کا مدرسہ ہی علاوہ اس کے ایک دو کت ملا خوشامدیوں نے تعریف کردی اور کہا کہ آپ نے تو جنت میں ایک موتی کا محل بنا لیا لعنت اللہ علی الکاذبین وہ لوگ مرگئے جو موتی کا گھر بناتے تھے ایسی باتوں سے تو پھوٹی کھیزیل گا بھی گھر نہیں بنتا *

پارسیوں نے البتہ تومی ترقی خوب کی ہی اپنے لباس کی وضع عمدہ طور پر تراش کو درست کر لی ہی تمام پارسی کہا بڑا اور کہا چھوٹا سب ایک وضع کی پوشاک پہنتے ہیں نہانا اور پوشاک بدلتی اور صفائی سے رہنا بالکل اختیار کیا ہی اُلوالعزمی بھی ان میں ہی تجارت اور نوکری کو دور دور جاتے ہیں اور شایستگی اور تربیت میں روز بروز ترقی کرتے ہیں لڑکیوں کی تربیت کی طرف متوجہ ہیں اور چونکہ اُن کے ہاں پردہ نہیں ہی اس لئے معتبر اور لائق طماننت اسکول بنائے ہیں اور اُن میں لڑکیاں پڑھتی ہیں ہر ایک پارسی انگریزی پڑھا ہوا ہی اور بااِین ہمہ اپنے مذہب کو قائم رکھے ہوئے ہیں اور نہایت پابند اپنے اصول مذہب کے ہیں مہلے سنا ہی کہ بعض پارسی اپنی لڑکیوں کو انگریزی بھی

پڑھاتے ہیں کڑی اسکول ہی وہاں اٹھارہ اٹھارہ بیس بیس کی عمر کی لڑکیاں انگریزی پڑھنے کو جمع ہوتی ہیں اور بخیر پڑھ گئی ہیں انگریزی بولتی ہیں اور چٹھی لکھتی ہیں مگر میں نہیں سمجھا کہ اپنی زبان چھوڑ کر پارسیوں کو لڑکیوں کے انگریزی پڑھانے لکھانے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے *

ممبئی میں ایک نئی بات یہ ہے کہ ہر ایک مقام پر اُن بازاروں کے جہاں کوٹھیاں اور کارخانے تجارت بہت ہیں لوگ خطرہ پر لگانے کے لئے ٹکٹ اور لال ٹھن اور لاکھ کی بٹی اور پانی کے پیلے اور کانتا اور ایک مہر جس پر کچھ نشان کھدا ہوا ہے لئے بیٹھتے ہیں سیکڑوں آدمی خط اور چٹھیاں لاتے ہیں وہ اُن کو تول کر ٹکٹ لگا دیتے ہیں اور صرف ٹکٹ کی قیمت لے لیتے ہیں اور جو چٹھیاں رجسٹری ہو کر جانے والی ہیں یا بلندے جو آتے ہیں اُن پر لاکھ کی مہریں بھی کر دیتے ہیں اور اُس کی اجرت مناسب لے لیتے ہیں مہرے سامنے آدہ گھنٹہ کے عرصہ میں قریب بیس پچیس آدمی کے آئے ہوئے مگر وہ دن ولایت کی ڈاک جانے کا تھا اس سبب سے کثرت سے چٹھیاں آتی تھیں *

ایک اُڑ نئی بات ممبئی میں یہ دیکھی کہ بڑے بازاروں میں انگلستان کے طریقہ پر آسمی بس گاڑیاں دو گھوڑوں کی اور تین گھوڑوں کی کھڑی رہتی ہیں اور پھرتی ہیں جس کو کہیں جانا ہوتا ہی خفیف کرایہ دیا اور اُس میں بیٹھ گیا *

آسمی بس ایک بڑی گاڑی ہے جس کے اندر دو طرفہ اور اُس کی چھت پر بھی دو طرفہ بیٹھنے کی جگہ ہے اوپر اور اندر قریب چوبیس آدمیوں کے بیٹھ سکتے ہیں اور جس گلی یا مکان میں جس کو اُترنا ہوتا ہی اُتر لیتا ہی اور چڑھنے والے ہر جگہ سے سوار ہوتے جاتے ہیں فی الحقیقت بڑے آرام کی چیز ہے *

غرض کہ ممبئی میں مجھ کو پارسی بہت پسند آئے اُنہوں نے نہایت عمدہ طرح سے قومی ترقی شروع کی ہے اور جس طرز پر کہ بنگالیوں نے قومی ترقی شروع کی ہے مہرے دانست میں پارسیوں کا طرز اُس سے نہایت عمدہ اور قابل تعریف ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمان ہر جگہ سب سے پیچھے ہیں تعز من تشاء و تذلل من تشاء *

ذکر بروئے داخانی جہاز

بروئے استقامت نہایت عمدہ جہاز ہے لندن میں بنا ہی سنہ ۱۸۶۳ ع میں بننا شروع ہوا سنہ ۱۸۶۴ ع میں تیار ہو کر سنڈر میں ڈالا گیا تین سو نو فیت لنڈا اور ایتھس فیت چوڑا اور چوبیس فیت گہرا ہے بارہ ہزار چار سو چوالیس من بوجھ اُٹھاتا ہے بیچوں بیچ میں چار سو گھوڑوں کے زور کا انجن لگا ہوا ہے ایک بڑا کمرہ طولانی بیچوں بیچ میں ہے مگر انجن اور زینہ ہونے کے سبب در حصہ ہو گیا ہے اُن کمروں میں کھانے کی مہرین لگی ہیں اور کھانے کے بعد بیٹھنے اور کھیلنے اور باتوں کرنے کی جگہ ہے اور اُسکے

دونوں طرف برابر برابر چھوٹے چھوٹے کمرے فرسٹ کلاس کے مسافروں کے لئے بنے ہوئے ہیں *

کسی کمرے میں ایک کسی میں دو کسی میں تین کسی میں چار پلنگ ہیں جو کمرے ہمو ملے تھا اُس میں چار پلنگ تھے دو نیچے اور دو اُن کے اوپر پلنگوں کی قطع بالکل ایسی ہی جیسے ہمارے ملک کے فرسٹ کلاس ریلوے گاڑیوں کے پلنگ ہیں اور اسی طرح اوپر تلے ہیں صرف اتنا فرق ہی کہ ریلوے گاڑیوں میں چھوٹے کے گدے ہیں اور جہاز میں اُن پلنگوں پر گدے اور تکیے اور چادر مثلاً پلنگ کے بچھائی جاتی ہی ایک دروازہ آمد و رفت کا ہی اور ایک چھوٹی سی کھڑکی سمندر کی طرف ہوا کے آنے کو ہی اور اُس میں سے سمندر کی سیر بھی بخوبی ہو سکتی ہی مگر مشکل یہہ ہی کہ شدت ہوا یا طوفان کے وقت یہہ کھڑکی بند کر دی جاتی ہی تاکہ کمرے میں پانی نہ آئے اور جس صفحہ سے بند ہوتی ہی اُس میں چھہ انچہہ کے قطر کا نہایت موٹا اور مضبوط ایک آئینہ تدرے روشنی آنے کے لئے لگا ہوا ہی اور ایسی حالت میں کمرے میں نہایت گرمی اور حبس ہوتا ہی کمرے جو کدیں کھلاتے ہیں در حقیقت چھوٹے ہیں مگر جہاز میں اتنے ہرنا بھی بہت غنیمت ہی جو کمرے ہمو ملے اُس میں چار پلنگ نمبر ۵۴ و ۶۰ و ۶۱ و ۶۲ کے تھے عرض اُس کمرے کا چھہ فٹ اور طول اُس کا دس فٹ ہی دیواریں میں دو چینی کے بہت منہہ دھونے کو لگے ہوئے ہیں اتفاقیہ اس کمرے میں ایک ستون آگیا ہی جس کے سبب جگہہ اور بھی تنگ ہو گئی ہی *

منعہ حمام جہاز میں ہیں حمام کے کمرے کا عرض ساڑھے چار فٹ اور طول آٹھ فٹ ہی اور اندر نہایت عمدہ ایک حوض سنگ مرمر کا بنا ہوا ہی طول حوض کا ساڑھے پانچ فٹ اور عرض دو فٹ اور عمق دو فٹ ہی باقی جگہہ کمرے کی خالی ہی اُس کی تہہ پر کات کی جالی اور جالی کے نیچے لڑھ کی چادر لگی ہوئی ہی جو پانی جالی پر گرتا ہی فی الفور بہہ جاتا ہی حوض کے اوپر ایک فل پوٹل کا لگا ہوا ہی اور اُس کی پینڈی میں ایک بدررو پانی نکلنے کی ہی حمام میں پمپ کے ذریعہ سے سمندر کا پانی آتا ہی جب کوئی نہانے کو جاتا ہی تو اُس مقام پر جہاں جالی لگی ہوئی ہی نہہ کو ہاتھ پاؤں میں یا بدن میں جو کچھہ میلا لگا ہو سب دھو سکتا ہی بعد اس کے جب حوض کی بدررو بند کر کر پانی آنے کی ٹل کا پیچ پھرا دیا اور فی الفور سمندر کا پانی حوض میں بھر گیا جو مقدار میں قلدوں سے بہت زیادہ ہی اکثر لوگ یہہ کرتے ہیں کہ اُس حوض میں اُتر جاتے ہیں اور بیٹھہ کر اور لیٹ کر خوب مل مل کر نہاتے ہیں جب خراب نہا چم بدررو کھول دی فی الفور حوض کا پانی نکل آگیا پھر حوض میں کھڑے ہو گئے سر کے اوپر ایک چھلنی لگی ہوئی ہی اور دیوار میں ایک پیچ ہی جہاں اُس پیچ کو

پہرایا اور چھلنی میں سے مہنہ برسنا شروع ہوا اور نہایت زور سے موسلا دھار مہنہ برستا ہی اُسکے نیچے کپڑے ہو کر پھر خوب نہا لیئے اور اُس کا پیچ بند کر دیا حوض کے باہر نکل کر بدن پونچھ کر کپڑے پہن لیئے •

جائے ضرور بھی متعدد ہیں جب جائے ضرور کا کواڑ بند کر لیا جاتا ہی تو اندر سے ڈھائی فٹ عرض میں اور پانچ فٹ طول میں رہجاتا ہی وہاں مثل کمد کے ایک چھڑ بنی ہوئی ہی مگر ایک عمدہ بات یہ ہے کہ اسیکے پاس ایک برنجی حلقہ لگا ہوا ہی بعد رفع حاجت اُس حلقہ کو اڑھایا اور کمد کے طرف چھلنی میں پانی آیا اور سب میلے کو بہا لیکھا اور وہ طرف چھلنی بالکل صاف ہو گیا طہارت کرنے کے لیئے عموماً بجڑ گانڈ کے وہاں آڑ کوئی چھڑ نہیں ہی الا اگر کوئی شخص اپنے ساتھ لوتے میں پانی لیٹا کرے اور بہت موٹا آدمی بھی نہ تو اُس میں بخروبی پانی سے طہارت کر سکتا ہی صرف سلیقہ اور احتیاط چاہیئے کہ پانی پھیلنے نہ پادے کمد تر نہو جاوے تاکہ دوسروں کو تکلیف نہو •

جہاز کی نصف چھت پیچھے کی فرسٹ کلاس مسافروں کے لیئے ہی اور حقیقت میں یہی جگہ جہاز کی بہشت ہی نہایت پر فضا ہوا دار اُسکے اوپر نگہرا بنا ہوا ہی جس طرف سرچ ہوتا ہی اُس طرف کے پردے تن جاتے ہیں اور دوسری طرف کے آٹھ جاتے ہیں رات کو سب طرف کے پردے اُٹھ دھتے ہیں سمندر کی سہر اور چاندنی کا پہلاؤ اور تھنقی ہوا بڑا لطف دیکھاتی ہی حقیقت میں جسقدر روپیہ فرسٹ کلاس کا دیا جاتا ہی وہ صرف اسی جگہ کی قیمت ہی بینچیں اور کرسیاں یہاں بچھی رہتی ہیں اور تمام مسافر فرسٹ کلاس کے اور تمام میمیں اور بچے سارے دن اسی جگہ بیٹھے رہتے ہیں اور میمیں نو بجے رات تک بیٹھی رہتی ہیں پھر اپنے کمروں میں سونے جاتی ہیں اور صبح اٹھ رات کو بھی یہیں سوتے ہیں •

ایک غلطی بسبب نا تجربہ کاری کے ہمسے یہ ہوئی کہ ہم نے کوئی آرام چوکی اپنے ساتھ نہیں لی اکثر مسافر اپنے ساتھ لائے اور بہت آرام پایا انٹرونکے پاس اُس قسم کی آرام چوکی تھی جو بینچوں پر ٹوت کر اٹھتی ہو جاتی ہی اور جب بجھاؤ تو پھل جاتی ہی ہمدرد تین صاحبوں کو دیکھا کہ اُسی قسم کی ٹی کرسیاں بمبئی سے خرید کر اور اپنے ساتھ لیکر جہاز میں چڑھے اُس وقت ہم حیران ہوئے کہ کرسیاں اپنے ساتھ کیوں لیئے جاتے ہیں مگر جب رات ہوئی اور اُن کرسیوں کو چھت پر بچھا کر وہ بیٹھے اور سوئے اُسوقت ہمارے اُسکی قدر ہوئی مگر ہمارے کچھ تکلیف نہیں ہوئی بہت سے صاحب تھے جنکے پاس کرسیاں نہ تھیں خود جہاز کی چھت پر کرسیاں اور بینچیں بچھی ہوئی ہوتی ہیں اور تمام چھت بیٹھنے اور لیٹنے اور سونے کے قابل ہوتی ہی مگر اس قسم کی کرسی کا لانا زیادہ تر آرام کا باعث ہوتا ہی •

نصف چھت آگے والی جہاز کا دوزخ ہی تمام خلاصی اور تلی اور دو باور چپخانے اور

مورغیاں بیڑوں میں گالے سور سب اُسی طرف ہوتے ہوں اور ڈک پیسنیجر بھی اُسی طرف دھتے ہیں سکنت کلاس پیسنیجر کو اُسی طرف جگہ ہی مگر کسی قدر امتیاز کے ساتھ مہری دانست میں سوائے فرسٹ کلاس کے اُڑ کر سیطرچ پر جہاز میں سفر کرنا بلاشبہ تکلیف کا باعث ہی *

چھت کے اوپر بجڑ کپتان اور ایک اُڑ افسر کے اور کسیکا کمرہ نہیں ہی جہاز کے کمروں میں اسطرح کی لال ٹینیں چڑی ہوئی ہیں کہ ایک رخ مسافروں کے کمرہ میں اور ایک رخ بڑے کمرہ کی طرف ہی دس بجے تک برابر روشنی رہتی ہی پھر یہ لال ٹینیں گل ہوجاتی ہیں اور دو ایک بڑی لال ٹینیں تمام رات جلتی رہتی ہیں اور جائے ضروروں میں ساری رات روشنی رہتی ہی *

بہت سے انگریز اپنے دوستوں کو جہاز میں پہونچانے آئے تھے ہمارے جہاز میں سوار ہونے کے ادا گھنٹہ بعد ہنری ایس کنگ اینڈ کو کے ایجنٹ جہاز میں ہمارے پاس آئے اور مسٹر والٹر اسمتھ صاحب کی چٹھی جس میں اُڑ کاغذات ضروری ہمارے نام کے ملفوف تھے پہونچائی اور ہم نے دنوں صاحبوں کا بہت شکر کیا قریب چھ بجے شام کے دسویں اپریل سنہ ۱۸۹۹ ع روز شنبہ کو جہاز نے لنکر اڑتھایا اور ہم نے نہایت صدق دل سے آیت بسم اللہ متحرکہ و موسیٰ ان ربی لغفور الرحیم پڑھی اور روانہ ہوئے دن رات چلتے چلتے سترہویں اپریل سنہ ۱۸۹۹ ع روز شنبہ کو ساڑھے سات بجے عدن میں پہونچے جہاز نے لنکر کیا اور ہم نے عدن دیکھنے کی طیاری کی *

نقشہ مندرجہ ذیل سے واضع ہوا کہ ہم کس راہ سے سمندر میں ہو کر عدن تک آئے اور ہر روز کس قدر جہاز چلا مگر واضح رہے کہ حساب رفتار جہاز کا بارہ بجے دن سے دوسرے دن کے بارہ بجے تک لگایا جاتا ہی *

تاریخ و یوم	عرض مقام وقت دیوبہر		طول مقام وقت دیوبہر		رفتار بحساب میلوں کے
	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	
۱۱ یکشنبہ	۱۸	۳۰	۶۹	۳۰	۱۹۵
۱۲ دو شنبہ	۱۷	۲۰	۶۵	۵	۲۶۹
۱۳ سه شنبہ	۱۶	۱۸	۶۰	۳۵	۲۵۶
۱۴ چہار شنبہ	۱۵	۲۳	۵۶	۳۵	۲۴۷
۱۵ پنجشنبہ	۱۴	۲۵	۵۲	۱۴	۲۶۰
۱۶ جمعہ	۱۳	۳۰	۴۸	۳	۲۵۰
۱۷ شنبہ	۱۴	*	۴۵	*	۲۰۰
					مقام عدن

حالات و واقعات جہاز

اب ہم کچھ حالات اور واقعات جہاز لکھ کر عدن کا اور اُس سے آگے جو سفر ہو گا اُس کا ذکر

لکھینگے *

عملہ جہاز

اس جہاز میں کل عملہ جو جہاز سے متعلق ہی ۱۷۹ شخص حسب تفصیل ذیل ہیں *

کمینڈر ۱ — افسران ۵ — سرجن ۱ — پوسٹر ۱ — کلرک ۱ — انجنیر ۶ —
یورپین کرو ۲۰ — یورپین اسٹورٹ ۱۸ — فیتھ اسٹورٹ ۱۲ — لسکرز وغیرہ ۵۷
ہندوستانی آگ جلانے والے ۳۵ — ہندوستانی کول ٹریمو ۲۲

مہزان ۱۷۹

افسراں کے یہہ نام ہیں

W. T. Baumont, 1st Officer. — N.W. Hasewood Commander.

این ڈبلیو ہیسل ووڈ کمینڈر — ڈبلیو ٹی بومانت افسر اول

James Graham 1st Engineer—C.P. Guicket, Purser. — C. E. Walker, Surgeon.

سی ای واکر سرجن — سی پی گکٹ پوسر — جیمس گریہم فرسٹ انجنیر —
ہندوستانیوں میں متعدد قوم کے لوگ ہیں اکثر چھٹی ہیں اور اکثر مسلمان ہیں
مسلمانوں میں حبشی بر عرب اور مسقط کے رہنے والے عربی بولتے ہیں میں نے اُن سے عربی
میں باتیں کی ہماری گفتگو تو وہ بخوبی سمجھتے ہیں مگر اُنکی زبان کے بعض بعض الفاظ
سمجھ میں نہیں آتے علاوہ ان کے کوکھی مسلمان ہیں اور دو ایک آدمی ہندوستان کا
بھی ہی عجیب بات یہہ ہی کہ وہ حبشی اور چھٹی اُردو بھی بقدر ضرورت کے سمجھتے
ہیں اور میں نے دیکھا کہ بعض دفعہ آپس میں بھی دو چار باتیں اُردو میں کرتے ہیں
خاصاً کوکھی اور ہندوستانیوں سے اور کوکھی تو خاصی اُردو بولتے ہیں *

اس جہاز میں فرسٹ کلاس مسافروں کے سوا سو کے قریب ہلنگ ہیں مگر اس دفعہ
مسافر کم ہیں صرف اڑستھ مسافر فرسٹ کلاس کے اور تیرہ سکند کلاس کے اور چھ دک
پسنجر ہیں *

تمام انگریز اور ہمیں جو جہاز میں ہیں کسی سے بھی ہماری سابق کی واقفیت
نہیں ہماری طرف کا کوئی انگریز جہاز میں نہیں ہی اور اس سبب سے میں نہیں جان
سکتا کہ جب یہہ صاحب لوگ ہندوستان میں تھے تو اُن کا مزاج اور اخلاق کیسا تھا مگر
جہاز میں سب کا مزاج نہایت اچھا اور بالخلق ہی اکثر انگریز نہایت اخلاق و مہربانی
سے پیش آتے ہیں صبح کو اگر ہم کو خیال نہیں ہوتا تو خیر پہلے گورن مارننگ کہتے ہیں

ہر موقع پر تینک یو کہتے ہیں یا تو یہ صاحب ہندوستان میں بھی ایسے ہی خوش مزاج ہونگے یا آب و ہوا کے اختلاف کا سبب ہوگا اس ليئے کہ سمندر کی ہوا نہایت صحت بخش ہی ان صاحبوں میں سے جن صاحبوں نے ہم پر زیادہ مہربانی کی اور زیادہ اخلاق سے پیش آئے ان کا ذکر کرتے ہیں *

سب سے اول جن سے ہم سے ملاقات ہوئی وہ مینجر جنرل بیہنگٹن صاحب ہیں کمینڈر شمالی حصہ مدراس یہ صاحب مدراس سے آئے ہیں اور سنہ ۱۸۵۸ ع میں بنارس میں بھی چند روز رہے تھے ان کی رجمنٹیں وہاں آئی تھیں *

یہ صاحب نہایت بالاخلاق اور حد سے زیادہ خوش مزاج ہیں بڑے اور کسقدر فربہ اور خوب صورت و چہرہ آدمی ہیں اول اول ہمسہ اور یکنیٹل بینک کے دروازہ پر ملے اور خود ابتدا ملاقات کی کی اور بہت اخلاق کی باتوں کرتے رہے اور اس بات سے کہ ہم اور وہ ایک جہاز میں سفر کریں گے نہایت خوش ہوئے میں نے کہا کہ مارسلز سے کیلس تک جانے میں کسقدر تکلیف ہوگی اس ليئے کہ ہم میں سے کوئی فرانسیسی زبان نہیں جانتا بولے کہ نہیں سمجھتا ہے جو تمہاری مدد ہو سکیگی میں کرونگا اور اگرچہ میں فرانسیسی زبان نہیں جانتا مگر میری مہم صاحبہ خوب جانتی ہیں وہ بخوبی تسکو مدد دینگے میں نے ان کا بہت شکر کیا اُس وقت سے برابر جہاز میں نہایت خوبی و اخلاق سے ملتے ہیں روز صبح کو گود مارنگ ہوتی ہی اور مزاج پر سی کے بعد اکثر باتوں ہوتی ہیں *

مس کار پیٹنر صاحبہ جو نہایت غامی اور گرمی لیتی ہیں اور جنہوں نے کلکتہ و بمبئی میں ہندوستانی عورتوں کی تعلیم کے ليئے بہت کوشش کی ہی وہ بھی اسی جہاز میں تھیں ان سے بھی میری ملاقات ہوئی بہت اخلاق و تپاک سے ملوں اور نسبت تعلیم عورات اور نوز بہ نسبت عام تعلیم کے بہت سی باتیں ہوئیں وہ اُردو مطلق نہیں جانتیں اور میں انگریزی بخوبی نہیں سمجھتا سنا اس ليئے مترجم کی حاجت ہوتی تھی کبھی مرزا خداداد بیگ اور کبھی متحد محدود مترجم ہوتے تھے اور آپس میں بات چیت ہوتی تھی *

مس صاحبہ برستل کی دھم والی ڈاکٹر کارپیٹن کی بیٹی ہیں وہاں بھی ان کو غریب لوگوں کی لڑکیوں کی تعلیم کا بہت شوق تھا اور ان پر محنت کرتی تھیں راجہ رام موہن رائے بانی بڑھم مت سے بھی ان کی ملاقات تھی وہ مس صاحبہ کے بپ سے ملنے برستل میں گئے ہوئے تھے اور اُسی کے گھر میں رہتے تھے وہیں بیمار ہوئے اور وہیں مرے مس صاحبہ نے ان کی اور اور لوگوں کی زبانی ہندوستان کی عورتوں کی چھالک اور بری حالت کا حال سنکر ہندوستان میں آنے کا اور یہاں کی عورتوں کی حالت میں کوشش کرنے کا ارادہ کیا اور ہندوستان میں شریف لائیں *

اُن کے پاس ایک کتاب ہی جس میں ہندوستانی لوگوں کی رائیں اور چٹھیاں اُن کے کاروبار کی نسبت مندرج ہوں وہ کتاب اُنہوں نے مجھے بھی دی اور میں نے بھی اُردو زبان میں اُس کتاب پر اپنی رائے لکھدی چنانچہ بیچنے اُس کی یہ نقل ہے ؟

نقل عبارت

مجھکو ہونہ دخانی جہاز میں جب کہ میں لندن کو جاتا تھا مس کارپینٹر صاحبہ سے ملاقات حاصل ہونے کی عزت اور بے انتہا مسرت حاصل ہوئی جب سے میں نے اُن کا نام اور اُن کی کوششوں کا حال نسبت تعلیم ہندوستانی عورت کے سنا تھا میں بہت مشتاق اُن کی ملاقات کا تھا خدا کا شکر ہی کہ بطور نعمت غیر مترقبہ اُن کی ملاقات ہوگئی *

اُن کی عالی ہمتی اور بلند نظری اور تہذیب اخلاق اور ٹھیک نیتی کا مثبت خود وہی مضمون ہی جو اُنہوں نے اختیار کیا ہی یعنی اُس گروہ (کے جس کو خدا تعالیٰ نے مرد کے لیئے بطور دوسرے ہاتھ کے بنایا ہی اور جس کو ٹھیک کاموں کے بخوبی انجام ہونے کے لیئے مرد کا مددگار کیا ہی) تعلیم و تربیت میں کوشش کرنا درحقیقت یہی مضمون اور اُس پر اُن کی کوشش نہایت قدر کے لائق ہی — میں سمجھتا ہوں کہ ٹھیک کام پر کوشش ہونی (گروہ کے سطح پر ہو) نہایت اچھی ہی کیونکہ اگر وہ کوشش درست بنیاد پر قائم ہوئی ہی تو وہ خود کامیاب ہوگی اور اگر اُس میں کچھ غلطی ہی تو اُس سے اُمداد ہی کہ اوروں کو اُس ٹھیک کام پر کوشش کرنے کی تحریک ہوگی جس سے توقع ہی کہ کوئی نہ کوئی کوشش بغیر کسی غلطی کے شروع ہوگی اور ٹھیک ٹھیک ٹھیک نہایت تک پہونچے گی *

ٹھیک کام میں کوشش کرنے والوں کی کوششیں کبھی کبھی اسلئے کہ وہ اُن لوگوں کی عادات و رسم و رواج کے مخالف طریقے پر جن کی بھلائی کے لیئے کوشش کی جاتی ہی قائم کی گئی ہوں برباد ہوگئی ہیں حقیقت میں ایسا کرنا گریباً ٹھیکو کا مقابلہ کرنا ہی اور خود اُس ٹھیک کی رکاوٹ کا آلہ بننا ہی خدا نے یوشع کے لیئے سورج کا تھم جانا کہا حالانکہ شاید وہ غلط تھا کیونکہ اگر وہ واقع بھی ہوا تو شاید زمین کا تھم جانا سچ ہوتا مگر خدا نے ٹھیک بات پھیلانے میں بالکل علم سمجھ کی جو اُس زمانہ میں تھی رعایت کی پس اگر اب ہم کسی ٹھیک بات کے پھیلانے میں عام رواج کی رعایت فکرینگے تو خود خدا کی اُس حکمت کو توڑینگے اور خود اپنے لیئے نقصان کا سبب ہونگے *

بہر حال میں خدا سے چاہتا ہوں کہ مس کارپینٹر صاحبہ کی کوششیں کامیاب ہوں اور ہندوستان میں کیا مرد اور کیا عورت سچائی اور علم کی روشنی سے جو دونوں اہل میں ایک ہوں روشن سمجھتی حاصل کریں *

لفٹننٹ جے بی لرنس صاحب مدراس کے علاقہ کے جو بالفعل پیمائش کے کام پر متعین ہیں وہ بھی اس جہاز میں تھے ایک رات کو وہ نہایت مہربانی سے میرے پاس آکر بیٹھے اور پوچھا کہ تم لندن جاتے ہو میں نے کہا ہاں پھر کہنے لگے کہ میں مدراس سے آتا ہوں میں مشنری نہیں ہوں میرا کام توپ مارنے کا ہی مگر میں مدراس کے علاقہ میں جو لوگوں سے پوچھا تو وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں توین مذہب سچے ہیں ہندو عیسائی اور مسلمان کھایہ بات تمہارے نزدیک بھی سچ ہی یہ سوال کرتے ہی اخوند ہی جواب دیا کہ میرے نزدیک تو صحیح نہیں کیونکہ صحیح مذہب صرف ایک ہی ہوگا میں نے کہا کہ ہاں متعدد مذہب جو مختلف اصول پر مبنی ہوں سب صحیح نہیں ہو سکتے بلکہ سب مذہبوں میں صرف ایک ہی مذہب صحیح ہوگا یا مختلف اصولوں میں ایک ہی اصول مذہب صحیح ہونگے اس پر بولے کہ میرے نزدیک عیسائی مذہب بالکل سچا و صحیح ہی میں نے کہا کہ ہر شخص اپنے مذہب کو ایسا ہی سمجھتا ہی کہنے لگے کہ اور دیکھی سمجھتے ٹھیک نہیں ہی میں نے کہا کہ آپ کے خیال کے صحیح ہونے اور اوروں کی سمجھ کے غلط ہونے کی کیا دلیل ہی کہنے لگے کہ دیکھو عیسائی قوم نے کیا کچھ کہا انگریزوں نے تمام دنیا کی قوموں سے زیادہ خدا کی مہربانی حاصل کی ہی علم اور ہنر جیسا کہ ہمارے پاس ہی دوسری قوم کے پاس نہیں ہم ہی کو خدا نے حکمت عطا کی ہی دیکھو اس دوکانی جہاز کو کہ کیا حکمت سے بنا ہی اور کس حکمت سے چلتا ہی ریل گاڑی کی حکمت اور طاقت تمہیں بخوبی دیکھی ہوگی تار بوتی کی کرامت تم جانتے ہو فوج کی اور جنگ کی بادشاہی قوت تمام دنیا میں ہماری سی کسی میں نہیں اگر اور کوئی مذہب سچا ہوتا تو اُس پر بھی خدا اس طرح مہربان ہوتا میں نے کہا کہ یہ سب باتوں دنیا کے کاموں سے متعلق ہیں ان سے اور مذہب کے سچے یا چھوٹے ہونے سے کچھ واسطہ نہیں ہی دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنے نیک بندے ایوب کو اور اپنے بہارے جیسس کو انست یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں ذرا بھی جگہ ندی نیک بندوں کے لیے دنیا نہیں ہی بلکہ دوسری زندگی کی نعمت ہی *

یہ سنکر تھوڑی دیر چپ رہے میں سمجھا کہ اب بات ختم ہوئی اس لیے کہ میں آپس کی صحبت اور ملاقات میں مذہبی گفتگو کو نہایت ناپسند کرتا ہوں بلکہ برخلاف اخلاق کے سمجھتا ہوں مگر افسوس کہ اُنکا ارادہ اُس کے ختم کا نہ تھا وہ بولے کہ میں تم سے ایک بات جو نہایت سچ ہی اور دینی کام کی ہی اور جس پر مجھکو بخوبی یقین ہی اور میرے دلکو بالکل تسلی ہی کہتا ہوں کہ بہشت کا ملنا صرف جیسس کو انست پر بہرہ رسد رکھنے پر منحصر ہی اور کوئی راہ نہیں میں نے کہا کہ صاحب میں کہہ چکا کہ ہر کوئی اپنے مذہب پر ایسا ہی اعتقاد رکھتا ہی بولے کہ کیا تم بھی محمد پر ایسا ہی

بہروسہ رکھتے ہو جیسا کہ میں دل سے جیسے گرائسٹ پر رکھتا ہوں جو کہ اُن کا یہ سوال ہمارے اعتقاد مذہبی کے کسقدر برخلاف تھا کیونکہ ہم کسی شخص پر بہروسہ نہیں رکھتے بلکہ خدائے واحد پر بہروسہ رکھتے ہیں اس لیے اسکا جواب دینے میں مہلے تھوڑا سا تامل کیا اور اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ ہر گاہ خدائے واحد پر بہروسہ ہمکو بخیریتہ معتمد رسول اللہ صلعم کے حاصل ہوا ہی تو معجزاً ہمکو کہلا کہ ہم معتمد پر بہروسہ رکھتے ہیں کچھ مضائقہ نہیں ہی یہ سوچکر مہلے جواب دیا کہ ہاں اُسپر وہ بولے کہ نہیں تمکو دلی بہروسہ اور کامل بہروسہ نہیں ہی اس لیے کہ خود تمہاری بات اور جواب سے ظاہر ہوتا ہی کہ تمکو اس بات پر پورا بہروسا اور مضبوطی نہیں ہی مہلے کہا کہ آپ کے سوال میں کسقدر غلطی تھی سنئے کہ مجھکو اسباب پر کہ بہشت اور نجات حاصل ہونے کے لیے بجز اُس کے کہ ایک خدا پر دل سے اعتقاد رکھنا اور اُسی ایک کو پرچنا جس طرح کہ ہمارے سچے پیغمبر معتمد نے بتایا اور کوئی رستہ نہیں اور میں اسباب پر ایسا یقین رکھتا ہوں جیسا کہ اس روشن ستارے کو جو ہماری آنکھ کے سامنے ہی دیکھ رہا ہوں یہ سنکر وہ خاموش ہو رہے تھوڑی دیر چپ بیٹھے رہے اور پھر اُنہے کر چلے گئے اگرچہ مذہبی گفتگو ان کی مجھے پسند نہ تھی مگر بالینہم مہربی راے اُن کی نسبت یہ تھی کہ یہ شخص اپنے مذہب میں نہایت متوجہ معلوم ہوتا ہی ضرور نہایت منکر اور با اخلاق اور بموجب اصول اپنے مذہب کے غہروں سے محبت کرنے والا ہوگا مگر افسوس کہ پھر مہربی یہ راے قائم نہیں رہی اس لیے کہ اس کے بعد جب تک کہ وہ جہاز میں رہے نہ کبھی میرے پاس آئے نہ کبھی مجھ سے کوئی بات کی نہ صاحب سلامت کی اگر کبھی اتفاقیہ میں پیش قدمی کر کر گولا مارنا نہ کہتا تو ہاتھ سے سلام لینے کئی دفعہ میرا ارادہ ہوا کہ میں ان سے کہوں کہ اگر آپ مہربی کسی بات سے ناراض ہو گئے ہیں تو معاف کیجئے مگر جو کہ اُن سے زیادہ واقفیت نہ تھی اور نہ اُن کے مزاج کا حال معلوم تھا اسلیئے میں نے تامل کیا •

میں نے ڈاک صاحب ڈاکٹر گریز پبلک انسٹر ایکشن ناگپور بھی ہمارے جہاز میں تھے انہوں نے مجھ سے صاحب سلامت کی اور بات چیت کی اور بہت اخلاق سے ملے اُن سے بہت زیادہ ملاپ ہو گیا دلیہ چہر پر بلند قد ریش دراز اور نہایت با اخلاق اور نرم سخن آہستہ گو ہیں اب تک ان کی خصلتیں اور بات چیت مجھکو نہایت پسند ہی اور میں یقینی جانتا ہوں کہ بہتہ صفت موصوف اور بہتہ خوبی آراستہ ہیں گہلوں میرے پاس بیٹھتے ہیں اور بات چیت کرتے ہیں ولایت گا اور میرے ولایت جانے کے سبب کا اور ورنیکلر یونیورسٹی کا اور سررشتہ تعلیم میں جو جو نقصان ہیں اُن کا اور لڑکوں کی تعلیم اور اُن کے اسکولوں کا اور اُن کی تعلیم کے لائق کتابوں کا مختلف وقتوں میں ذکر ہوتا رہا

انہوں نے کہا کہ میری رائے میں بہت ضرور ہی کہ جب ہندوستانی نوکر ولایت جانا چاہیں اُن کو گورنمنٹ پوری تنخواہ پر رخصت دے *

میں میجر ڈاڈ صاحب کا درحقیقت نہایت معقول ہوں کہ انہوں نے بہت سی باتیں جہاز میں مجھ کو بتلائیں اور جو نئی چیز ظاہر ہوئی تھی فی الفور مہرے پاس آتے تھے اور دکھاتے تھے اور اُس کا حال بتلاتے تھے میں اُن کی اس مہربانی کا ہمیشہ شکر گزار رہونگا *

اگرچہ بعض وجوہات سے مجھے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے مذہب میں نہایت پختہ یا متعصب ہیں مگر متعصب ہونے کا خیال مہرے دل میں مطلق نہیں ہوا کیونکہ میں اُن کو نہایت مہذب اور با اخلاق آدمی خیال کرتا ہوں اور ہر ایک کے اپنے مذہب میں پختہ ہونے کو نہایت عمدہ جانتا ہوں مگر تعصب کو نہایت برا اور ایک بڑا نقص اخلاق انسانی میں اور نیچر یعنی حکمت الہی کے برخلاف سمجھتا ہوں تو ایسے اچھے آدمی میں جیسے کہ میجر ڈاڈ صاحب ہیں میں ایسا نقص کیونکر خیال کر سکتا تھا مگر ایک دن اتفاقاً یہ ذکر آیا کہ فلاں صاحب باوصف بڑی لیاقت کے ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن اسلیم نہیں ہوا کہ شاید وہ لامذہب ہی اور کسی مذہب کے سچے ہونے کا یقین نہیں رکھتا میں نے کہا کہ میری رائے میں ضرور ہی کہ ہندوستان میں ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن ایسے ہی ہوں جو لامذہب ہوں کہنے لگے کہیں میں نے کہا کہ جب ہندوستان میں مختلف قوم اور مختلف مذہب کے لوگ بستے ہوں تو مذہبی آدمی کا افسر تعلیم ہونا اکثر دفعہ بے تعصب عام تعلیم کا مانع ہو جاتا ہی یہ بات ملکر متعجب سے ہو کر خاموش ہو رہے درحقیقت میری رائے یہ ہی کہ جیسا خدا بے تعصب ہی مشرک بت پرست خدا پرست سب کو برابر پرورش کرتا ہی اس طرح گورنمنٹ کو اور افسر تعلیم کو بے تعصب ہونا چاہیئے جب گورنمنٹ کو ظل اللہ اور افسر تعلیم معلم صفتہ میں صفات اللہ ہو سکتا ہی *

اسی جہاز میں فرام جی مہربان جی تھالٹی واریٹی پارسی سے ملاقات ہوئی ایک جوان تھامبلا ستائیس اٹھائیس برس کی عمر کا ہی پونا کا رہنے والا اور پونا ہی کے مدرسہ میں انگریزی اور گجراتی پڑھتی ہی اور ڈاک خانہ عدن میں پچاس روپیہ ماہوار پر نوکر ہو کر جاتا ہی انہوں نے مجھ سے نہایت صاف اور شستہ آواز میں بات چیت کی میں نے حیدران ہو کر پوچھا کہ پونا کے آدمی کی ایسی صاف آواز گفتگو کہاں سے آئی اُس نے کہا کہ گجراتی زبان میں بہت سے فارسی لفظ ہوں اور ذرا سے تغیر میں گجراتی آواز ہو جاتی ہی میں اس کا خیال رکھتا تھا اور مجھے شوق تھا میں آواز صاف بولنے لگا یہ سنکر میں اور زیادہ متعجب ہوا اور میں نے کہا کہ آواز نے گجرات کو بھی گھیر لیا ہی

اب مجھے شوق ہوا کہ گجراتی زبان سنوں چنانچہ مہرے سامنے انہوں نے آہستہ آہستہ گجراتی بولی اور اُردو میں ہر ایک لفظ کو سمجھایا مہینے دیکھا کہ حقیقت میں اُردو ہی یا تو یوں کہو کہ بہت کم فرق ہی یا یوں کہو کہ سوائے چند الفاظ کے صرف لہجہ کا تفاوت ہی میں نے چاہا کہ وہ کوئی مطلب گجراتی میں بیان کریں اور میں اُس کو گجراتی زبان اور فارسی حرفوں میں معہ اُردو ترجمہ کے لکھوں انہوں نے کہا کہ مہرے پاس ایک کتاب ہی اُس کی عبارت لکھ لو چنانچہ علم عروض و قافیہ کی وہ ایک کتاب اُٹھا لائے جس کا نام بیوت رتی ہی اور اُس کو تصنیف کیا ہی منچر جی شاپور جی نے چند مقام اُس کتاب کے مجھے سنائے اُس میں سے دو مقام کی عبارت میں نقل کرتا ہوں *

دیدارِ چہ

اَی فَرَتِی چہ اَنِی اَی مَہرَدَانِی چہ اَنِی تِی پَاک خدَا تَعَالٰی نِی ہَرَدَم
اے بہرتی دنیا اور اے منہ کی زبان اُس پاک خدا تعالیٰ کی ہر دم
یَان کَر وَا سَارُون بَنَدِی ہِی اَی چہ اَنِی اِنْسَانِ نِی عَقَل تَہِی نِی وِسی
یاد کرنے کے واسطے بند ہی ہوئی ہی اور انسان کی عقل اُس کے واسطے
دَرِیافت کَر وَا نِی کِرْتَارِی مَان دِیوانِکِی نِی اَنَر بَتَلَانِی چہ *
دریافت کرنے کے کرتاری میں دیوانگی کے اثر بتلاتی ہی *

دوسرے مقام کی عبارت

سَخَنُو بِی جَانَنَا چہ نَنَر اَنِی نَظَم بِہَ بِی جَانَنِی عِبَارَت مَان
سخن ہو قسم کی ہی نثر اور نظم یہ دو ذات یعنی قسم عبارت میں
سَخَنُو وَا نَر وَا مَان اَی چہ بَعَجِی دَانَاو نَا کِیہَا مُوجِبِ عَالَمِ نِی اَنکَہ
سخن کہنے میں آتی ہی یعنی داناؤں کے کہے بموجب عالم کی آنکھ
نِی رُوشَنِی بَخْشَانَا رَا سَخَنُ نَا چہرَہ نِی بِی جَانَت نَارَنگ تَہِی دِلکَش
کو روشنی بخشنا را سخن نا چہرہ کی بی جانت نارنگ تھی دلکش

اِنِّي دِيِيْ يَكْ دَارْ كِي دَهَّا مَانْ اَرِيْ چَه
اور دمک دار کو نے مہن اُتی ہي •

کجراتی زبان مہن صاحب سلامت کرنے مہن یہہ الفاظ بولے جاتے ہوں

صاحب مہربان خوش تو چھو طبعیت تو خوش چھو

مزاج ان لفظوں سے پوچھتے ہوں خوش تو ہو طبعیت تو خوش ہی

اب غور کرنا چاہئے کہ یہہ زبان اُردو کے کس قدر قریب ہی اور کتنے فارسی بلکہ عربی لفظ اس مہن شامل ہیں ہر مقام پر مجھکو حیرت ہوتی ہی کہ الہ آباد ایسوسی ایشن کس کس ملک اور کس کس زبان مہن سے فارسی لفظ نکال کر قدیم بہاشا جاری کر رہی حقیقت مہن اُردو موجودہ اب ہمارے ملک کی ورثہ کی •

مہاجر ہسٹنگ فریزر صاحب متعلق حیدرآباد بھی اسی جہاز مہن ہیں اُن سے بھی ملاقات ہوئی کرنل فریزر صاحب کے بیٹے ہیں جو مدت تک مہسور مہن رہے تھے یہہ صاحب نہایت صفائی اور درستی سے ملے اور نہایت با اخلاق اور صاف طبیعت آدمی معلوم ہوتے ہیں شرفاء اہل اسلام سے زیادہ تر صحبت رہی ہی فارسی بخوبی بولتے ہیں بلکہ اُردو سے فارسی مہن بہت صاف و با متعارفہ گفتگو کرتے ہیں کہتے تھے کہ کئی سال سے فارسی بولنے کا اتفاق نہیں ہوا اس سبب سے اکثر الفاظ متعارفہ سہو ہو گئے ہیں نہایت مرد قابل و اشراف دوست ہیں انہوں نے نظام کی ایک تاریخ لکھی ہی جس کا نام ”اور قیثہ فل الائی نظام“ ہی اس کتاب کے نام کا ترجمہ ہی ”دوست صادق ما نظام“ دیکھہ ہر روز مجھ سے پوچھتے کہ سہو صاحب مزاج شما خوش است بآرام ہستی ہیچ تکلف کہ ندراری حقیقت یہہ ہی کہ ان صاحب سے ملکر مہرا دل بہت خوش ہوا امید ہی کہ لندن مہن یہہ ملاقات ہوگی مگر یہہ بات نہایت رنج کی ہی کہ ابھی قریب زمانہ مہن ان کی میم صاحبہ کا جو دیوتسن صاحب ریڈنٹ حیدرآباد کی بیٹی تھیں انتقال ہو گیا اور کئی بچے صفہ السن چھوڑے ہیں اُسی سبب سے نہایت رنج و مراسم کی حالت مہن تھیں مہینہ کی رخصت لیکر ولایت جاتے ہیں اگر یہہ رنج اور صدمہ ان پر نہوتا تو غالباً اور بھی زیادہ خراب مزاج و خراب اخلاق ملاقات و صحبت مہن معلوم ہوتے •

مہاجر استہ صاحب غازی پور کے استدارالہ اور اُن کی میم صاحبہ اور اُنکی بیٹی ایذا جو تین چار برس کی ہی اور بہت تماشا کی باتیں کرتی ہی اور ایک ہندوستانی آیا

اور مسٹر ٹیلر جو افیم کے کام پر مرزا پور میں متعین ہیں اسی جہاز میں ہیں اور اس سبب سے کہ ہم اور وہ ایک ملک سے آئے تھے اور یہ سبب غازی پور اور بنارس رهنے کے نام سے شناسائی تھی ایک قسم کی دوستانہ صاحب ہو گئی اور ایذا بہت آتی ہی اور تماشے کی باتیں کرتی ہی اور ہم صاحبہ! بھی نہایت مہربانی سے بات چیت اور صاحب سلامت کرتی ہیں •

حسین علی بوہرہ ساکن کھمبھا متعلق گجرات اسی جہاز میں ہیں وہ بطریق تجارت جاتے ہیں سرٹیز جاوینکے اور وہاں سے جو اسٹیمر چدہ کو جاتا ہی چدہ جاوینکے انہوں نے کہا کہ میرا ارادہ مصر جانے کا بھی ہی اس لئے کہ وہاں سرمبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کا مدفون ہی اور بڑی زیارت ہی اس کی زیارت کرونگا مالوہ اور دکن میں مسلمان بوہرے بہت کثرت سے ہیں سب تجارت کرتے ہیں اور اپنی قوم کی پرورش اور پرداخت کے عجیب و غریب قواعد مقرر کئے ہیں جس کی وجہ سے میں اُن کو نہایت عمدہ قوم تصور کرتا ہوں جس زمانہ میں کہ میں اندور گیا تھا مہنے اس قوم کے حالات بخوبی تحقیق کئے تھے شعبہ مذہب میں مگر شعبہ اثنا عشری اخباری اور اصولی دونوں کے اصول مذہب سے ان کے اصول مذہب اکثر مختلف ہیں بعض ائمہ علیہ السلام کو نہیں مانتے اور درحقیقت بجز حضرت امام حسین علیہ السلام کے اور کسی کو معصوم خیال نہیں کرتے کل حذب بما لدیہم فرحون •

اگرچہ اور بہت سے صاحبوں سے ملاقات اور صاحب سلامت ہوئی مگر جن سے فی الجملہ خصوصیت ہوئی انہیں کا ذکر کافی ہی •

کیفیت طعام

جہاز کے اُس بڑے لمبے کمرے میں کھانا کھانے کے لئے میز لگی ہوئی ہی یہ دستور ہی کہ جس قدر مسافر جہاز میں ہوتے ہیں اُن سب کی گنجائش کے لائق کرسیاں اور نہایت عمدہ بیٹھچیں لگاتے ہیں اور مسافروں کی تعداد کے موافق چھری کانٹے چمچے اور خالی رکابیل میز پر چن دیتے ہیں اُس وقت مسافر اپنے اپنے نام کا ٹکٹ میز پر مچاں اُس کو کھانا منظور ہو رکھ دیتا ہی پس وہ جگہ اُس کی ہو گئی جب تک کہ اُس جہاز میں سفر ہی ہمیشہ وہ جگہ اُس کے بیٹھنے کی ہی کوئی دوسرا وہاں نہیں بیٹھتا یہاں تک کہ اگر کسی دن وہ شخص کھانے پر نہ آوے تو وہ جگہ خالی رہی دوسرا کوئی وہاں نہیں بیٹھتا •

جبکہ میز طیار ہوئی فریڈرہم چاروں اُنسی گئے اور ایک عمدہ جگہ دیکھ کر ہم چاروں نے چار نشست برابر کی لہو اپنے اپنے نام کے ٹکٹ رکھ دیئے اور وہیں بیٹھا کئے •

جہاز میں علی الصباح چاء اور توس کھانے کو ملتے ہیں پھر آٹھ بجے حاضری کھاتے ہیں پھر دوپہر کو ٹون ہوتا ہے پھر چار بجے کھانا کھلایا جاتا ہے پھر رات کو چار اور توس ملتے ہیں کھانے کے وقت ہر قسم کے میوے تر و خشک موجود ہوتے ہیں جس طرح انگریزوں میں دستور ہے اسی طرح کھانا کھایا جاتا ہے •

بادرچی اور جانور ذبح یا صاف کرنے والا انگریز ہی تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جو بڑے جانور ہیں اور جن میں خون زیادہ ہے جیسے بھڑ بکری مہنڈھا وغیرہ اُس کو تو وہ ہمیشہ گردن کی شے رگ میں آر پار چھری مار کر ذبح کرتے ہیں کیونکہ اُن کے ہاں بھی دم مسفوح نا جائز یا حرام ہے یا اُس کے اخراج کا رواج ہے اور پرند جانوروں کی نسبت وہ بہت کہتے ہیں کہ ان میں وہ خوں جو چوڑاؤں میں ہے اور جو دم مسفوح کھلاتا ہے نہیں ہے اور ان کی مثال دریائی جانوروں کی سی ہے پس ان کا ذبح صرف اُن کا مار ڈالنا ہے اُس لیٹے پرند جانوروں کو ذبح نہیں کرتے صرف گردن توڑ کر مار ڈالتے ہیں مگر جو کہ میوے نزدیک عیسائیوں کا اس طرح پر پرند جانوروں کو مارا ہوا جو اُن کے نزدیک اُن جانوروں کا اسی طرح پر ذبح ہے جیسے کہ ہمارے نزدیک مچھلی اور تھی کا ہے بموجب مسئلہ شریعت حقہ معتدیانہ کے مسلمانوں کو کھانا درسمت ہے اس لیے مہلے اور ہمارے ساتھیوں نے اُن دونوں قسم کے گوشتوں کے کھانے میں کچھ تامل نہیں کیا اور خوب مزے دار گوشت مٹن اور بیف اور مرغ و کبوتر کے کھانے الحکم للہ فی جملہ دیننا یسرا ولا عسرا والصلوة والسلام علی صاحب البریعة السہلۃ الہدی •

پہلی دفعہ جب ہم کھانے پر گئے تو ہمارے سامنے بھی بڑا تھی اور شورے اور لال شراب پیٹنے کے خالی گلاس بہ ترتیب لگائے ہوئے تھے جب ہم وہاں جا کر بیٹھے ہم نے اُن گلاسوں کو جنکو شراب پیٹنے کا سمجھا پڑے ہٹا کر اور اوندھا کر کر رکھ دیا ایک قسم کی شراب ہے وہ دیمے ہی گلاس میں پی جاتی ہے جیسا کہ پانی پیٹنے کا گلاس ہوتا ہے وہ گلاس پانی پیٹنے کو ہم نے اپنے پاس رکھ دیا تھا (اسٹورڈ) یعنی خدمتکار جو یورپیوں تھا یہ سمجھا کہ یہ لوگ اُسی قسم کی شراب پیٹینگے جو اُس گلاس میں پی جاتی ہے وہ فی الفور بوتل اُسی قسم کی شراب کی لایا اور مجھ کو اُس نے سب میں بڑا لٹنی سفید دھازی والا دیکھ کر سب سے پہلے میوے گلاس میں ڈالی میں نے کہا (نو نو نو) اُسے اُسی وقت ہاتھ روکا اور چند قسم کی شرابوں کے نام لیٹے لکھا اس مطلب سے کہ وہ شراب لاؤں فلاں قسم کی شراب لاؤں میں نے کہا (نو نو اولی کولڈ واٹر) اُس وقت وہ گلاس اُٹھالے گیا اور دوسرا صاف گلاس اور برف کا پانی جو خدا کی بڑائی ہوئی زندگی بخش شراب ہے ہم سب کے آگے رکھ گیا اُس کے بعد کبھی ہمارے سامنے شراب نہیں لایا اور سپر کا گوشت شاید مانگنے پر دیا جاتا ہے کیونکہ کبھی کوئی ہمارے سامنے نہیں لایا •

کیفیت طبیعت

جہاز پر ہم بہت خوشی خوشی سوار ہوئے اور سمندر کی فضا اور پانی پر کی سہلی سہلی ہوا گرمی کے موسم میں نہایت اچھی اور خوشگوار معلوم ہوتی تھی شام کے وقت جب ہم کھانے پر گئے اور کچھ تھوڑا سا کھایا تھا کہ جہاز کی حرکت سے جو تھوڑا تھوڑا کروت کے نل ہلنا تھا سرکا بھیجا ہلنا ہوا معلوم ہوا جس کروت جہاز جکھٹاتا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سر میں اُس طرف کوئی نہایت بوجھل اور بھاری چیز آہتی اور دوسری طرف سے سرخالی ہو گیا اور جب دوسری طرف جہاز کروت لیتا تھا اتو اُس وقت تمام بوجھ سرکا اُس طرف جا پڑتا تھا اور اُس سے سرخالی ہو جاتا تھا اور جو کہ یہ حرکت جہاز کو بہت جلد جلد ہوتی تھی اس لئے سو میں بھی یہ کیفیت بہت سریع پیدا ہوتی تھی ہم کھرا گئے اور کھانے پر سے اُٹھ کر جہاز کی چھت پر چلے گئے ذرا ٹہلے کسیدر یہ کیفیت کم ہوئی پھر سونے کا وقت ہوا سورہ صبح کو اُٹھ میں نے بتوہی نماز پڑھی اور کچھ تغیر مزاج نہیں پایا خدا داد بیگ نے بھی کہا کہ مجھے تو کچھ نہیں معلوم ہوتا معصوم کچھ کم صم تھا اور لیتا جاتا تھا حامد کو زیادہ تغیر تھا کہ اُس کا سر بھاری تھا اور جی ملتا تھا اور منہ میں پانی پھر آتا تھا وہ پھر کے قویس میوی طبیعت زیادہ بگڑ گئی اور سر میں ایسی حرکت تھی کہ مطلق اُٹھا اور کھڑا ہوا نہیں جاتا تھا معصوم کی اگرچہ یہ کیفیت نہ تھی مگر دن رات بچھونے پر پڑا رہتا تھا حامد کا سب سے زیادہ برا حال ہوا اُس سے اندر آیا نہیں جاتا تھا چار دن رات وہ جہاز کی چھت پر پڑا رہا اور مطلق کچھ نہیں کھایا کھانے کے نام سے اور اُس کی بو سے نفرت ہوتی تھی اور اُنکائی آتی تھی پھر حال دیرہ دن اور ایک رات مغربی طبیعت پر تغیر رہا پھر میں اچھا ہو گیا اب تک خدا داد بیگ ہم سب میں ٹانٹے اور خوش ہیں اگرچہ انکو بھی کسیدر تغیر ہوا چھجو بھی اور سب کی بہ نسبت اچھا ہی شاید وہ قی کر آیا تھا •

جہاز کے ایک افسر نے معصوم کا یہ حال دیکھ کر کہا کہ میں ڈاکٹر پاس سے ابھی دوا لاتا ہوں اور خود جا کر گلاس میں دوا بنوا کر اپنے ہاتھ میں لایا اور یہ بھی تھا کہ اس میں تھوڑی سی (اسپرٹ) ہی وہ شراب نہیں ہی اُس کو کڑی پیتا نہیں ہی دوا میں کام آتی ہی معصوم نے اُن کا بہت شکر کیا اور کہا کہ مجھے اسپرس ہی کہ آپ کو تکلیف ہوئی مگر میں اسپرٹ ہونے کے سبب نہیں پی سکتا اول تو اُس بیچارے نے بہت سمجھایا جب معصوم نے نہ مانا تو اُس نے کہا کہ میں پھر جانا ہوں اور کہتا ہوں کہ ایسی دوا ہو جس میں کسی قسم کی اسپرٹ نہ ہو چنانچہ وہ بیچارہ مہربان بغیر اسپرٹ کے دوا بنوا کر لایا معصوم کو پلائی اور درجہ وقت اُس نے بہت فائدہ کیا •

اتوار کا گرجا

جہاز میں بھی اتوار کے دن اسطرح نماز ہوتی ہی جیسے خھکی میں دستور ہی کہ اگر کوئی پادری جہاز میں نہ تو جہاز کا کپتان نماز پڑھاتا ہی ہمارے جہاز میں ریورنڈائے ٹیلر کامٹی کے چیلین جو مہجر ڈاؤ ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن ناگپور کے بہت دوست ہیں جہاز میں موجود ہیں اس سبب سے انہوں نے نماز پڑھائی جہاز کی چھت پر سب انگریز جمع ہو گئے اور کرسیوں اور بینچوں پر بیٹھ گئے اور موافق اپنے دستور و مذہب کے نماز ادا کی *

میں بھی اُسی مقام کے قریب جہاں نماز ہوتی تھی خاموش مودب کھڑا تھا اور کبھی ٹہلنے لگتا تھا کیونکہ خدا کا نام ہر طرح ادب کے لائق ہی اور نماز کے ادا کرنے کو دیکھ رہا تھا اور خدا کی بے نیازی کی شان پر خیال کرتا تھا کہ عجب بے نیاز اور مستغنی ہی کہ اگر کوئی بت کے سامنے ذنبت کرے تو اُس کو کچھ پرواہ نہیں اور اگر کوئی توبہ اوتار کر اور کرسی پر بیٹھ کر نماز کرے تو کچھ پرواہ نہیں اور اگر کوئی جہنم اور عاصہ پہنکر اور تسبیح گلے میں ڈالکر کھڑا ہو کر ہاتھ باندھ کر ناک دگرے تو بھی کچھ پرواہ نہیں اور اگر کوئی برا کہہ گالی دے شرک کرے تو بھی کچھ پرواہ نہیں بلاشبہ صفت استغنا اُسی پر ختم ہی *

ز عشق نا تمام ما جمال یار مستغنی است

بہ آب و رنگ خال و خط چہ حاجت روزِ زبیرا

میں اسی خیال میں تھا کہ نماز ختم ہو گئی نمازیوں میں سے ایک ہمارے ہانا دل دان صفت دوست نے پوچھا کہ تم نماز میں کیوں شریک نہیں ہوئے میں نے کہا کہ میں کیا شریک ہوتا کہا کیوں خدا † تو ایک ہی مہینے کہا کہ یہی تو وہاں نہ تھا یہ سنکر چپ ہو رہے *

وفات جہاز میں

یہ ایک غمگین واقعہ ہمارے جہاز میں ہوا (کپتان ولج) ایک اور جہاز کے کپتان تھے جو بمبئی کے کنارے پر کھڑا تھا وہ شدت بیمار ہو گئے تھے اُن کے دوستوں نے یہ کوشش کی کہ کھی طرح ولایت پہنچایا جاوے اس لئے اُن کو اس جہاز پر لائے وہ بھرپور تھے اور رات بھر جینے کی بھی کچھ ترغ نہ تھی چنانچہ گیارہویں تاریخ رات کے وقت وہ سرگئے من کو دوسرے کے بعد اُن کا جنازہ ایک تختہ پر بٹاکر لائے اور اُنہر جہاز کا نشان یعنی پھیرا ڈال دیا تھا اور شاید دونوں پانوں میں لوہے کے دو گولے باندھے تھے اُس تختہ کو

† امر نقرہ سے اُس کا مطلب یہ تھا کہ تمام انسانوں کا ہمارا اور تمہارا ایک ہی خدا ہی ہے

جہاز کے کنارے پر رکھا اور پاندی صاحب نے جو جہاز میں تھے نماز پڑھی اور تختہ کو کھڑا کیا اور وہ لاش پانوں کے بل سمندر میں کون پڑی اور سبکی نکاھوں سے غایب ہو گئی میرے دل پر اُس بیگسی کی موت کا اور اُس طرح پر جنازہ بنا کر لانے کا اور سمندر میں ڈال دینے کا ایک عجیب اثر پیدا ہوا اور فی الفور یہ شعر میرے دل میں گذرا —

جو آہنگ رفتن کند جان پاک * چہ بر تخت مردن چہ بر درے خاک
جب آدمی مر گیا تو پھر جو چاہو سو کرو آگ میں جلاؤ پانی میں ڈالو خاک میں
دباؤ جو ہونا تھا وہ ہو چکا اور جو ہونا ہی وہ ہوا *

طریق سلامی

ہمکو بمبئی سے عدین پہنچنے تک کئی ایک بغلے اور بادبانی جہاز اور اسٹیمر بمبئی کو جاتے ہوئے ملے مگر ایک ایک میل دو دو میل کے فاصلے پر تھے صرف دو بادبانی جہاز جن کا ذکر آگے آتا ہی بہت قریب ہمارے جہاز کے ملے تھے جب کوئی جہاز دن کو دکھائی دیتا ہی تو فی الفور پھر پورا نشان کا بلند کیا جاتا ہی اور جو کہ ہر ایک قوم کے جہازوں کے پھیرے علحدہ علحدہ رنگ کے ہیں اس لئے معلوم ہو جاتا ہی کہ کس کا جہاز ہی *

رات کے وقت ایک دوخانی جہاز ملا کپتان نے فی الفور دو مہتابیاں جن میں ایک قسم کیے انشبازی تھی منگائی غالباً موزی یاں اور میرا خیال صحیح ہی کہ اول مہتابی میں سرخی مایل روشنی نکلی تھوڑی دیر بعد چھوٹا ہوندر کی طرح اُس میں سے کچھ چھوٹا اور پٹاخے کی سی آواز ہوئی اور پھر سفید رنگ کی مہتاب چھوٹی اُس کے بعد دوسری مہتاب کو جلایا تو اُس میں نیلے رنگ کی مہتاب چند منٹ تک چھوٹی رہی *

جہازوں کی بات چیت

واقع میں یہ بات نہایت عجیب اور دلکش ہی کہ ایک جہاز دوسرے جہاز سے باوجود میلوں کے فاصلے کے بات چیت کرتا ہی *

یورپ کے جہاز رانوں نے چار رنگ نیلا زرد سفید اور سرخ اختیار کیئے ہیں اور پھر بڑے بڑے ہیں بعض نرے سفید بعض نرے سرخ بعض نرے زرد بعض نرے نیلے اور پھر اُن رنگوں کو ترکیب دی ہی بعضوں میں دو رنگ ہیں بعضوں میں تین اور بعضوں میں چار اور پھر اُنکی شکلوں میں بھی اختلاف کیا ہی بعضوں میں چار رنگ کے چار مربع لگائے ہیں بعضوں میں چار معین شکل کے ٹکڑے بعضوں میں مستطیل بعضوں میں چوبی دار اُن پھیریوں کو مختلف ترکیب سے لگانے سے عبارت بن جاتی ہی دوسرا جہاز والا دیر میں سے دیکھ کر عبارت سمجھ لیتا ہی اور اُسکا جواب اُسی طرح دے دیتا ہی *

بازھوین اپریل کو ہمیں دو جہاز بادبانی ملے شاید کویلہ اور اور کچھ مال تجارت کا لیجاتے تھے انگریزی جہاز تھے اُن میں سے ایک جہاز والے نے پھریرے لکٹائے ہمارے جہاز کے کپتان نے دیکھا اور سوال سنبھلے لیا اور فلن فلن نمبر کے پھریرے لکٹائے کو حکم دیا وہ لکٹائے گئے اور اُسکو جواب مل گیا بعد اُس کے مینے دریافت کیا کہ کیا جواب سوال ہونے ہے تو معلوم ہوا کہ بادبانی جہاز نے پوچھا تھا کہ جہاں ہم ہیں اُس کا عرض بلد اور طول بلد کیا ہے ہمارے جہاز نے جواب دیا کہ عرض بلد ہی سترو درجہ بیس دقیقہ اور طول بلد ہی پینسٹھ درجہ پانچ دقیقہ سبحانہ و تعالیٰ شانہ *

طریق دریافت عرض و طول بلد

جہاز میں ٹھیک راستہ چلنے کے لیئے متعدد قطب نما لگے ہوتے ہیں ایک جگہ کپتان یا آؤر انسپر اور دوسری جگہ کوارٹر ماسٹر دن رات برابر کھڑے رہتے ہیں اور ہر دم قطب نما کے درجہ دیکھتے رہتے ہیں اگر ڈرا بھی جہاز کا رخ پھرا اور قطب نما سے معلوم ہوا اُسی وقت کپتان نے سکان جہاز کو پھرایا اور پھر صحیح سمت پر پھیر لیا مگر اس بات کے دریافت کرنے کو کہ ہم ٹھیک صحیح راستہ پر چلے جاتے ہیں اور اب کہاں ہیں ہر روز دوپہر کے وقت عرض و طول مقام جہاز جس کو باصطلاح علم ہیئت عرض بلد اور طول بلد کہتے ہیں نکالتے ہیں اُس کے لیئے ایک نہایت مختصر آلہ ربع دائرہ کے طور پر بنا ہوا ہے جس کو سکسٹنٹ کہتے ہیں اُس میں ایک چھوٹی دوربین ہے اور چند شیشے اور ایک متحرک پرزہ بطور ساقول کے دو پہر کے قریب سے غایت ارتفاع شمس دیکھتے رہتے ہیں دوربین سے افق دیکھتے ہیں اور شیشوں میں آفتاب کی شعاع پڑتی ہے اور متحرک پرزوں سے درجہ ارتفاع معلوم ہوتے ہیں اسی طرح دیکھتے رہتے ہیں اور ہر دفعہ ارتفاع کو لکھتے جاتے ہیں جب دیکھا کہ ارتفاع اب بڑھتا نہیں بلکہ اب گھٹتا ہے تو غایت ارتفاع معلوم ہوا اُسی وقت دوپہر کے بیچنے کا حکم دیا اور ایک جدول بنی ہوئی ہے اُس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جس مقام پر غایت ارتفاع آفتاب فلن تاریخ میں اسقدر ہو تو اُس مقام کا عرض بلد اور طول بلد اسقدر ہوگا اُس جدول کو دیکھ کر طول و عرض مقام جہاز دریافت کر لیتے ہیں *

ہمارے ہاں بھی ہر مقام کا طول بلد و عرض بلد نکالنے کے لیئے آلہ اربعہ تاعدے معین ہیں اصطلاہ اور ربع متعجب سے نکال سکتے ہیں مگر جیسا صحیح اور نہایت آسانی سے انگریزی آلہ سے نکلتا ہے ویسا اُس سے نہیں نکلتا *

طریق پیمائش راہ

اس بات کے دریافت کرنے کا کہ دن رات میں یعنی ہر پہر سے ہر پہر تک جہاز کتنا

چلا اور فی گھنٹہ کئی میل چلتا ہی نہایت معجب اور آسان قاعدہ ہی اور وہی مثل ہی کہ تل کی اوجھل پہاڑ *

ایک رسی ہی جس کے سرے میں ایک گات کا ٹکڑا بقدر ربع دائرہ کے تین رسیوں میں چھینکے کی طرح لٹکتا ہی دو رسیاں تو مضبوط بندھی ہوئی ہیں اور ایک رسی اس طرح پر اٹکائی ہی کہ اگر بواہو زور دیتے رہے تو تو اٹھا رہے اور اگر جھٹکا مارو تو اُس کا سرا نکل جاوے •

اس کے سوا ایک ریت کی گھڑی ہی جو ایک منٹ میں خالی ہو جاتی ہی ایک شخص اُس گھڑی کو لیکر کھڑا ہوتا ہی اور ایک شخص وہ گات کا چھینکا جہاز کے پوچھے کھڑے ہو کر ڈالتا ہی جہاز چلا جاتا ہی اور وہ شخص رسی چھوڑے جاتا ہی جہاں ایک مفت پورا ہوا اور رسی کو روکا اور جھٹکا مارا چھینکا کھل گیا اور رسی کو فلپ کر یا اُسکی گڑھوں کو شمار کر کے دیکھا کہ ایک منٹ میں کسقدر جہاز چلا اُس کا حساب کر کے گھنٹوں میں اور دن رات میں رفتار کا حساب کر لیا یہ عمل دن رات میں متعدد دفعہ کرتے رہتے ہیں تاکہ رفتار کی تعزی اور کسی کا حال معلوم ہوتا رہے اور شاید ہر دفعہ کے عمل کا اوسط نکال کر دن رات کی رفتار کا حساب کرتے ہیں •

گھنٹہ بجنے کا طریق

جہاز میں اس طرح پر گھنٹے نہیں بجاتے جیسے کہ ہمارے ملک میں ایک سے بارہ تک بجاتے ہیں بلکہ جہاز میں یہ دستور ہی کہ دن رات کے چھ حصے حسب تفصل ذیل کرتے ہیں •

۱	دو پہر دن سے چار بجے تک	۴	چار بجے رات تک
۲	آٹھ بجے رات تک	۵	آٹھ بجے صبح تک
۳	بارہ بجے رات تک	۶	دو پہر دن تک

اور گھنٹہ اور آدھا گھنٹہ بجاتے ہیں اور اس لیئے یہ قاعدہ ہی کہ ایک گھنٹہ کی دو چوت متصل لگاتے ہیں اور آدھا گھنٹہ کے لیئے صرف ایک چوت منگایا ایک بجانے کے لیئے دو چوت متصل لگادیتے اور ڈھائی گھنٹہ بجانے کو دو چوت متصل پہر دو چوت متصل پہر ایک چوت اس حساب سے چار بجے بھی آٹھ بجاتے ہیں اور آٹھ بجے بھی آٹھ بجاتے ہیں اور بارہ بجے بھی آٹھ بجاتے ہیں •

کھیل ہائے جہاز

عدن تک جو لڑک ہمارے ساتھ جہاز میں تھے وہ صرف دو کھیل غلوہ شطرنج و گڈچھنہ و نرد کے جہاز میں کھیلتے تھے •

ایک اسکل یہ کہیل اس طرح پر کہیلے ہیں کہ نو موگیاں نیچے سے پتلی اور اوپر سے موٹی اس طرح پر کہڑی کرتے ہیں اور ایک بھاری گیند توپ کے گولہ کے برابر ہوتی



ہی اُس کو فاصلہ مہین سے دور کر زور سے لوگا کر ان موگرہیں پر مارتے ہیں تاکہ وہ گر پڑیں اور ہر شخص تین دفعہ وہ گیند لوگاتا ہی اور جس قدر موگیاں کرتی ہیں اُن کی تعداد لکھتے جاتے ہیں جس نے سب سے زیادہ موگیاں گرائیں وہی میڈی ہی *

دوسرا کہیل کوئیڈس کہیلا گیا یہ کہیل میڈیں کہیلے تھیں دو خالی بالتیاں پانی کی ایک فاصلہ پر رکھی جاتی ہیں اور سن کی خوبصورت خوبصورت اینڈریاں بگی ہوئی ہوتی ہیں ہر ایک میڈ تین تین اینڈریاں ہاتھ میں لیلیتی ہی چند میڈیں ایک بالتی کے پاس کہڑی ہو گئیں اور چند دوسری بالتی کے پاس اور ایک نے دوسری کی بالتی میں اینڈری پھینکی شروع کی جس کی اینڈریاں بالتی کے اندر پڑیں وہی میڈی ہی یہ کہیل اس لیئے ہیں کہ جہاز میں کچھ ریاضت کرنی چاہیئے سست پڑا رہنا نہ چاہیئے *

جانوران سمندر

عدن تک ہمکو کوئی عجیب جانور سمندر میں نہیں دکھائی دیا صرف تین جانور ہم نے دیکھے *

اول " فاسفروس " جب جہاز چلتا ہی اُس کے چلنے کی لہر میں ہزاروں جانور جھاز کی بوتلی کے بیڑ کی برابر پتلیجنت کی طرح چمکتے ہوئے اور پانی میں تیرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ سمندر کے پانی میں نہایت باریک جو آنکھ سے نہیں دکھائی دیتے یہ کیڑے ہیں اور پانی کی حرکت سے پت پت جھمکتے ہیں اور چمک کے سبب اتنے بڑے دکھائی دیتے ہیں رات کو اگر سمندر کا پانی اُچھالیں یا اندھیرے میں لاکر ہلادیں تب بھی یہ جانور چمکتے ہیں *

دوم " جلفس " جس کو خلاصی جھننا کہتے ہیں یہ ایک قسم کی مچھلی ہی نصف سیبی کی طرح اُس کا چمکا ہی اور گویا وہ آدھی سیبی چت تیرتی ہی اور اُچھے بیچ میں گلابی رنگ کی ایک چھڑ معلوم ہوتی ہی اور پانی میں کنڈول کے بھول کی

طرح تھرتی پھرتی ہی کہتے ہیں کہ وہ جو کلابی رنگ کی چیز ہی وہ صرف ایک لذبا تانتوا ہی اور کچھ نہیں اور اسی سبب سے کھانے کے لائق نہیں ہی مجھ کو بہہ مجھلایں وریبہ کی برابر اور ہٹیلی کے گڑھے کی برابر دکھائی دیں مگر لوگ کہتے ہیں کہ نو انچہہ کے قطر تک کی ہوتی ہیں •

سوم "پرند مجھلی" یہ مجھلی عجیب کوفت دکھائی ہی غول کے غول اور متفرق بھی پانی میں سے اُڑ جاتی ہی اور بیس بیس قدم تک اُڑتی ہوئی چلی جاتی ہی اور پھر سمندر میں ڈوب جاتی ہی کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جہاز کی چہت پر اور کدی کھڑکی کی راہ سے کمرے کے اندر آن پڑتی ہی چنانچہ ایک مجھلی مہجر فوڈیز صاحب کے کمرے میں آن پڑی بالشت برابر لٹھی اور انگوٹھے برابر موٹی تھی مثل مجھلی کے پروں کے دو پر اُس کے ہوتے ہیں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ مثل پرند جانوروں کے اُن سے اُڑا جارے معلوم ہوتا ہی کہ یہ حرکت ان مجھلوں کی اُڑان نہیں ہی بلکہ زغند ہی کوئی بڑی مجھلی اُن کو کھانے کو دہرتی ہی اور وہ بھاگتی ہیں جب زیادہ دباؤ پڑتا ہی تو زور سے زغند مار کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا پڑتی ہیں اور اس کوں میں اُن کے پر چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ گویا اُن پروں سے اُڑ رہی ہیں •

حال راہ و مینار ہائے روشنی

جب ہم بمبئی سے چلے تو تھوڑی دیر میں ہماری آنکھ سے زمین غائب ہوگئی اور بجڑ پانی پانی کے اور کچھ نظر نہیں آتا تھا چاروں طرف ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی کا کفارہ آسمان سے ملا ہوا اور آسمان مثل سرپوش کے پانی کے اوپر ڈھکا ہوا ہی چہہ دن اور چہہ رات اسی طرح پانی پانی میں چلے گئے تب ۱۶ اپریل روز جمعہ کو علی الصبح بعد نماز فجر زمین مقدس عرب دکھائی دی ہم کو اُسے دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی اور میرے دل میں خہال گذرا کہ سبحان اللہ اسی رانی غیر ذی زرع میں سے خدا تعالیٰ نے ایسا نبی اول العزم آخر الزمان ختم پیغمبران پیدا کیا میں اسی خیال میں تھا کہ ہمارے مقدس و شفیق مہجو ذات صاحب نے مجھ سے اُن کو کہا کہ پیغمبر کی زمین دیکھی میں نے کہا ہاں دیکھی یہی ہی جو عربی دی بیلست یعنی رحمت کیا گیا عرب کہلاتا ہی اسی تاریخ رات کو عدن کے قرب کے پہاڑ دکھائی دیئے اور جہاں سے پہاڑ شروع ہوئے ہیں وہاں ایک مینار روشنی کا جہازوں کو راہ بتانے کے لیئے بنا ہوا ہی قریب صبح کے ہمو پہاڑ ششم دکھائی دیا جو خاص عدن کا پہاڑ ہی اور تھوڑا دن نکلا تھا کہ ہم عدن میں جا پہونچے اور جہاز نے کفارہ عدن کے بہت قریب لنگر ڈالا عدن میں بھی ایک مینار

روشنی کا ہی اور کنارہ پر کے پہاڑ اور مکانات اور فصل و برج قلعہ کے نہایت خوشنما ہیں خوب سیر جہاز میں سے دکھائی دیتی ہی *

تمام راہ نہایت امن سے گذری سمندر نہایت چمپ چاپ سیدھا تھا کہیں سمندر میں شورش نہیں ہوتی اور نہ موجیں اُٹھیں اور نہ کسی طرح کی گہوارت نے ہموک گہوارا سمندر ایسا رہا کہ گویا ایک بڑی جھول ہی الحمد للہ علی ذالک اب دیکھئے کہ جناب بستر احمر کیا کیفیت دکھلاتے ہیں *

کیفیت شہر عدن

جب جہاز لنگر کر چکا تو ہم چاروں شخصوں نے ایک چھوٹی سی کشنی کرایہ کی اور ہم چاروں معہ چھبھوئے اُس پر سوار ہو کر کنارہ پر پہنچے وہاں دو گہوڑوں کی اور ایک گھوڑے کی بگھیاں اور فتن اور سواروں کے گھوڑے اور گدھے اور خچر کرایہ کے موجود رہتے ہوں کنارہ پر ایک ہوٹل ہی جس کے مالک پارسی ہیں اور اُسی کے پاس سوداگروں کی ہوکانیں ہیں اور چھاونی اور قلعہ وہاں سے دو ڈھائی میل ہی ہمنہ فتن اور بگھی کرایہ کی اور قلعہ و چھاونی کو دیکھئے گئے *

ٹانکہ ہاے عدن

سب سے عمدہ اور عجیب اور نہایت قدیم چیز جس کی تعمیر کی تاریخ اب تک معلوم نہیں ہی عدن کے حوض ہیں جن کو یہاں کے لوگ ٹانکہ کہتے ہیں سب سے اول ہم انہی کے دیکھنے کو گئے ہمنہ دیکھا کہ دامن کوہ میں چھوٹے اور بڑے نو دس حوض ہیں جو پہاڑ میں کھودے گئے ہیں اور درجہ بدرجہ ہوں یعنی ایک حوض سب سے بلند جگہ پر ہی دوسرا اُس سے نیچے جگہ میں تیسرا اُس سے نیچے جگہ میں اور علیٰ ہذا القیاس اور وہ حوض عمیق بھی بہت ہیں جب مینہ برستا ہی تو پہاڑ کے پانی سے اول پہلا حوض بھرتا ہی پھر اُس کا پانی اُبل کر دوسرے میں آتا ہی اور دوسرے کا تیسرے میں اور علیٰ ہذا القیاس یہاں تک کہ سب حوض بھر جاتے ہیں لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ حوض اس انداز سے اور پہاڑ کے پانی کے بہاؤ کے ایسے موقع پر بنائے ہیں کہ اگر گہنٹہ دو گہنٹہ بھی پانی برسے تو سب حوض پانی سے بھر جاتے ہیں *

عدن سمندر کے کنارہ پر ہی جس کا پانی نہایت کھاری ہی اور تمام شہر و چھاونی اور پہاڑ میں جہاں کہیں کنواں کھودا جاتا ہی اُس کا پانی بھی کھاری نکلتا ہی اسلئے عرب کے بادشاہوں میں سے جو قبل اسلام ہوئے ہیں کسی بادشاہ نے مینہ کا پانی جمع کرنے کے لیئے یہ حوض بنائے ہیں چنانچہ اب بھی انہی حوضوں کا پانی پینے میں آتا ہی یہاں کے عوام الناس کہتے ہیں کہ شداد کے یہ حوض بنائے ہوئے ہیں *

سرکار انگریزی نے اب ان حوضوں کی نہایت عمدہ مرمت کی ہے اور ہر ایک کے گرد لوہے کا کتھڑہ لگایا ہے اور ہر ایک کے گرد پھرنے کو پختہ بہت عمدہ روشیں بنائی ہیں اور کہیں کہیں پتلے پتلے خوبصورت پل بنائے ہیں اور حوضوں کے درمیان میں جو فاصلہ ہے وہاں زمین ہموار کر کے خوبصورت کھاریاں بنا کر ایسے درخت جو اُس شہر میں اور ایسے گرم پہاڑ پر ہوسکتے ہیں لگائے ہیں اور مرقع مرقع پو بیٹھنے اور سیڑ کونے کے لیٹے مثل باغوں کے بیٹھچیں وغیرہ ڈال رکھی ہیں اور اُس جہنم کے تکرے میں بہشت کا کونہ آباد کر رکھا ہے *

عدن میں گرمی اس شدت سے ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے کونسی ہوا درخت یا ہوی گھاس کہیں نہیں دیکھائی دیتی باسی پانی ایسا ہوتا ہے جیسے سمرا ہوا گرم پانی اور اُس پر مصیبت یہ ہے کہ برف نام کو بھی مہسر نہیں *

یہاں پانی پینے کا نہایت گراں قیمت کو بکتا ہے تین پیسہ کو ایک صراحی پانی کی آتی ہے جس میں تین گلاس کے قریب پانی ہوتا ہے *

متصل اُنہی حوضوں کے کسی پارسی اور عرب نے ملکر ایک بڑا حوض کھودا ہے اور جب وہ قدیم سب حوض پھر جاتے ہیں تب اُس میں پانی آتا ہے مگر یہ حوض بہت عمیق ہے اس وقت بھی پانی خوب موجود تھا مریشی کو اسی حوض سے پانی پلایا جاتا ہے شاید ایک گھوڑے کی پلائی ۲۰ ہیں سنا ہے کہ سات ہوس تک اس حوض کی آمدنی ہے لوگ لیٹنے جھپونے بٹایا ہے اور اُس کے بعد اُس حوض کی اور اُس کی آمدنی کی مالک گورنمنٹ ہوگئی *

اُن سب حوضوں کی سیڑ کرکر ہم بازار میں آئے اور خوب سہر کی جہاں توگاری بکتی ہے وہاں دو دوکانیں بھٹے والوں کی تھیں جو کونلوں پر بھٹے بیہوں کو بھیجتے تھے ہمکو اپنا ہندوستان یاد آیا اور چار بھٹے ہوئے بھٹے ہمنے خریدے پھر بازار میں آئے اور مختلف نان پزوں کی دوکان سے روٹی خریدی اور ایک دوکان سے سالن خریدا ایک نان باٹی پرائے بکاتا تھا اُس سے پرائے پکوائے جیسے کہ ہمارے ہاں قطب صاحب میں پرائے بکتے ہیں بعینہ اُسی قطع کے اُس نے پرائے پکائے تھوڑے والے کی دوکان پر جاکر کھڑے ہوئے اور لوگوں کا تھوڑا پھنا دیکھا غرضکہ خوب سہر کرکر ایک مسجد میں آئے اور جو کچھ خریدا تھا اُس میں سے کچھ کھایا کچھ بانٹا *

یہاں متعدد قومیں موجود ہیں مگر عرب اور مصری اکثر ہیں اور سب سے زیادہ جو قوم ہے وہ سالی قوم ہے ہر چند میں نے تحقیق کیا مگر مجھے نہ معلوم ہوا کہ سالی کیا قوم ہے عربی بولتے ہیں مگر ایسی خراب کہ سوائے دو چار لفظوں کے اور کچھ ہماری تو سمجھ میں آتا نہیں اور ہماری عربی بھی وہ بخوبی نہیں سمجھتے لہجہ کا استقدر فوق

ہی کہ الفاظ ایک دوسرے کی سمجھ میں نہیں آتے *
 راہ ری ہماری قسمت یہاں کے بازار کے لوگ اور شمالی قوم بھی کسی قدر اُردو بولتے
 ہیں اور سمجھتے ہیں کوئی ضروری کام بند نہیں رہ سکتا سب اُردو میں انجام ہو سکتا ہی
 التحدائق کہ عدن تک تو اُردو زبان کی شہشاہی قائم ہی *

شمالی قوم کے لوگ جیسی اُردو جانتے ہیں ویسی ہی انگریزی اور فرانسیسی زبان
 بھی جانتے ہیں ان دونوں زبانوں میں سب ضروری باتیں کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں
 بلکہ انگریزی زبان فرانسیسی زبان کی بہ نسبت زیادہ جانتے ہیں *

چند مسجدیں یہاں ہیں جن میں سے مسجد ادریس بڑی اور مسجد جامع بطور
 درگاہ کے ہی جب ہم اُس مسجد میں سے جس میں بیٹھے تھے باہر آئے تو ہم نے ایک ہندو
 کو دیکھا اُس کے پاس جا بیٹھے معلوم ہوا کہ وہ سازاوی ہی بمبئی سے عدن میں آیا ہی
 اور عدن میں مہاجنی کی دوکان کی ہی مدت سے رہتا ہی اور ہمیشہ جہاز پر آتا جاتا
 ہی اُس کی زبانی معلوم ہوا کہ عدن میں تین دیول یعنی مغدر ہندوؤں کے ہیں مہا دیو
 کا اور ہنومان کا اور ایک اُور کسی کا بتایا کہ میں اُس کا نام بھول گیا اور یہہ مغدر
 ہندوؤں کے چندہ سے بنے ہیں جو عدن میں آتے جاتے ہیں مجھے اس بات کے دریافت
 ہونے سے کہ عدن تک ہندو آتے جاتے ہیں اور جہاز میں بیٹھنے سے اُن کی ذات و مذہب
 میں کچھ فرق نہیں آتا نہایت خوشی ہوئی خدا ہمارے ملک کے ہندوؤں کو بھی یہہ دن
 نصیب کرے *

یہاں تمام لوگ اور دوکاندار نہایت کثیف اور میلے کچیلے ہیں اور شمالی تو بالکل
 وحشی جنگلی معلوم ہوتے ہیں نان بانوں کی اور تھوہ والوں کی دوکانیں ایسی میلیں اور
 خراب اور بدبو دار ہیں کہ پانوں رکھنے کو دل نہیں چاہتا حقیقت میں صفائی اور اُچالپن
 یورپ کی اور خصوصاً انگریزوں کی قوم پر ختم ہی گو کہ بعض عادتیں اعتراض کے لائق
 بھی ہیں *

عدن کی چھاوٹی اگرچہ چھوٹی ہی تین سو چار سو سپاہی ہندوستانی اور گورہ رتے
 ہوئے الا توپ خانہ کا سامان بہت زیادہ معلوم ہوتا ہی چھاوٹی قلعہ کے اندر ہی اور
 خوبصورت طور پر بنائی ہوئی ہی، اور بازار اور جو کچھ کہ عدن میں ہی سب چھاوٹی کے
 قریب ہی *

قلعہ جو کہلاتا ہی وہ حقیقت میں پہاڑ ہی چاروں طرف سے بلند پہاڑ ہی اور اُس کے
 حلقے کے اندر جو جگہ ہی وہاں چھاوٹی اور بازار وغیرہ ہیں قلعہ کے اندر جانے کا رستہ
 سرکار انگریزی نے ایک پہاڑ کو گات کر بطور گھاتی کے بنایا ہی اور نہایت قلعہ اور پوچھدار
 ہی دس مسند سپاہی ایک لشکر کو اُس میں جانے سے روک سکتے ہیں قلعہ بسبب

محیط ہونے پہاڑ کے ایسا بلند ہی اور تدرتی ایسا استحکام رکھتا ہی کہ حملہ کرنے والے کا اُس پر غالب اور فتحیاب ہونا نہایت مشکل اور قریب غور ممکن کے معلوم ہوتا ہی اُس پر سرکار انگریزی نے جابجا پہاڑوں کی چوٹی پر اور اُن کی کمروں میں موقع موقع پر پختہ برج بنائے ہیں اور مورچہ بندی کی ہی اور ہو چکے تو یہیں چڑھی ہوئی ہیں اور نہایت عمدہ اور مستحکم جنگی قلعہ بنا رکھا ہی *

یہ قلعہ دیکھ کر انگریزی گورنمنٹ کی قوت اور شان و شوکت کا بلا شبہ ایک اثر دل میں ہوتا ہی اور اس بات کا بھی یقین ہوتا ہی کہ عدن ہندوستان کی حفاظت کا پہلا ناکہ ہی اور بحر احمر کی کنجی ہی ہندوستان میں اگر کچھ فساد ہو تو چھ روز میں یہاں سے ہر قسم کے سامان حرب کی مدد ہندوستان میں پہونچ سکتی ہی اور اگر والی مصر سے کچھ بگاڑ ہو یا فرانسیس مصر پر کچھ فساد کریں تو فی الفور عدن سے وہاں حملہ ہو سکتا ہی اور سامان حرب کی رسد اور کمک پچاس ہزار بلکہ اُس سے بھی زیادہ فوج کو بغیر کھٹکے پہونچ سکتی ہی بحر احمر کی کنجی میں اس لیے کہی کہ جس قدر فوج اور توپ خانہ اس وقت عدن میں موجود ہی اگر وہ چاہے تو ایک پرنڈہ کو بھی بحر احمر سے نکلنے نہ دے اُس موقع کے مورچہ بنے ہوئے ہیں کہ کوئی جہاز یا کشتی یا بغلہ بلا مرضی افسر عدن اس بڑے سمندر میں جو بمبئی کے نیچے سے عدن تک ہی اور جو خلیج عرب کہلاتا ہی نہیں آسکتا *

سابق میں عدن میں سلطان روم کی عملداری تھی شاید تیس برس ہوئے ہونگے کہ سرکار انگریزی نے سلطان سے لے لیا اور جب سے سرکار انگریزی کی عملداری میں ہی اور اُس کا انتظام ہندوستان کے گورنر جنرل سے متعلق ہی لوگ بیان کرتے ہیں کہ قبل عملداری انگریزی کے نہایت خراب اور ویران اُلٹانہ جگہ تھی سہلی قوم کا ایک گائوں پہاڑ پر تھا جو شاید اب بھی ہی یہ تمام رونق جو اب ہی اور یہ خوبصورت مکانات اور عمدہ اور عجیب سڑکیں اور پہاڑ میں نقیہ اور قلعہ کے برج اور مورچے سب گورنمنٹ انگریزی کے عہد میں بنے ہیں *

تَرکِش وال

یعنی ترکی عملداری کی حد کی دیوار - عدن سے ملی ہوئی سلطان روم کی عملداری ہی عدن کے نیچے جو سمندر ہی اُس میں ایک کونا زمین کا ٹکڑا ہی جس پر سے سلطان روم کی عملداری میں چلے جاتے ہیں جب سے کہ عدن گورنمنٹ انگریزی کے قبضہ میں آیا ہی اُس مقام پر ایک دیوار بہت لمبی اور چوڑی بنا کر آمد و رفت کا رستہ بند کر دیا ہی اور اُس دیوار پر برج اور مورچہ بندی کی ہی اور تو یہیں چڑھی ہوئی ہیں اور کچھ

گورے وہاں رہتے ہیں اُس دیوار میں ایک دروازہ ہی اُس دروازہ سے لوگوں کی آمد و رفت
ہی مگر سلطان روم کی عملداری کا جو شخص اُس دروازہ سے عدن میں آتا ہی تو ہتھلور
دروازہ پر لہ لیٹھ جاتے ہیں ہتھلور بند آنے نہیں دیتے افسوس ہی کہ اُس دیوار کے دیکھنے کا
ہم کو موقع نہیں ملا *

عدن میں سمندر کے کنارہ پر ایک کل لگا رکھی ہی جس میں سمندر کا کھاری پانی
میتھا اور نہایت سبک اور شیریں ہو جاتا ہی اور اُس کا پانی خرچ میں آتا ہی اُسکی
بہی ہم نے سیر کی بعد اس کے تھوڑی دیر ہوٹل میں آن کر تھیرے اور پھر اپنے جہاز پر
چلے آئے *

عدن میں لڑکوں کا تیرنا

یہ بھی عجیب تماشا ہی جہاں جہاز عدن میں ٹھہرا اور شمالی قدم کے بوسہوں لڑکے
سمندر میں تیرتے ہوئے جہاز پاس آدھونچے کالے کالے رنگ اور سوخ بال بالکل میٹڈک کی
طرح تیرتے ہیں اور بخشیش مانگتے ہیں جہاں پیسہ روپیہ درانی اچرانی اٹھانی سمندر
میں ڈھونڈتی اور وہ غوطہ مار کر نکال لائے ہمارے سامنے اکس لڑکے تھے اور آٹھ بچے سے پانچ
بچے تک برابر ایک حالت پر تیرتے اور غوطے مارتے اور درانیاں نکالتے رہے *

سترہویں اپریل سنہ ۱۸۹۹ ع روز شنبہ کو دو پھر پر پانچ بچے جہاز نے لنگر اٹھایا اور
دخانہ کل نے شور مچایا اور جہاز نے سوئیس کی راہ لی عدن سے ایک مصیبتی دولت
جس کو یہاں کے لوگ آرکائی کہتے ہیں ساتھ ہوا یہ شخص مسلمان ہی عدن کا رہنے
والا متواری اُس کا نام ہی عربی بولتا ہی مہنے اُس سے سلام علیک کی بات چیت کی اُنہ
اپنی قدم کچھ نہیں بنائی کہا کہ میں عامی بر عرب کا رہنے والا ہوں بالکل ناخواندہ تھا
اُس کا لہجہ شمالی قدم کے لہجہ کے بہت قریب تھا اور بے حیثیت اور مولا آدمی تھا کبیرے
اچھے نہ تھے مگر انگریزی زبان اور فرنیج زبان اپنا کام کرنے کے لائق جانتا تھا *

خبر تھی کہ رات کو باب المندب میں سے جہاز گذرے گا جو کہ یہ ایک مشہور خطرہ
کی جگہ ہی مجھے اس کے دیکھنے کا نہایت شوق تھا جس وقت باب المندب قریب آیا
مجھے ایک شخص نے جس سے مہنے کہہ رکھا تھا اٹھایا مہنے دیکھا کہ دونوں طرف پہاڑ ہیں
مگر بہت اونچے نہیں اُن میں سے جہاز جاتا ہی دونوں پہاڑوں میں دیوہ دو میل کا
فاصلہ ہوگا کچھ بہت تنگ رستہ بھی نہیں ہی شاید پانی کے نیچے دونوں طرف پہاڑ ہوں
اور اس سبب سے رستہ جہاز کے چلنے کا تنگ ہو غالباً بادبان جہاز کو یا انگریزوں کے سرا
اور قوموں کے جہاز رانوں کو یہاں اندیشہ ہوگا ہمارے جہاز رانوں کو تو کچھ خیال بھی
نہیں ہوا رات کے وقت میں بغیر ذرا سے بھی تردد کے فرار جہاز کو لہٹے چلے گئے حقیقت

میں یورپ کی قوم نے علم جہاز رانی کو غایت درجہ کی ترقی پر پہنچا دیا ہی ایسے ایسے عمدہ آلات جہاز رانی کے ہیں جن کی خبری کا بیان نہیں ہو سکتا جس زوایہ پر چاہتے ہیں سمندر کی سطح پر جہاز چلائے ہیں سیکڑوں میل تک جہاز کر سیدھا خط مستقیم پر لیت جاتے ہیں جس میں ذرا بھی ٹیڑھا پن نہیں ہوتا اگر جہاز کو چکر دینا چاہیں تو مثل پتہ باز یا فہایت عمدہ گھوڑے کے جو گارے اور آئین پر خوب صاف ہو پھرا سکتے ہیں اور ہاس کے پھرانے میں اتنا بھی تو زور نہیں لگتا جتنا کہ دس سیر بوجھ کے ہلانے جلائے میں لگتا ہی •

رات ہی کے وقت ہمکو ایک بہت چھوٹا جزیرہ ملا جس کو بیروم کہتے ہیں یہ جزیرہ اسی آبناے میں ہی جس سے بحر عرب اور بحر احمر ملتا ہی ایک میل سے بھی کم چڑھا ہی اور تھمینا ڈھائی تین میل لنبا ہوگا اس میں بجز مینار روشنی کے اور کچھ نہیں ہی دس بیس سپاہی رہتے ہیں اور انگریزی جہنڈا آڑا کرتا ہی •

دس برس سے زیادہ نہیں ہوئے کہ جب تک یہ جزیرہ محض اُتارہ تھا کسی کا قبضہ خاص اس پر نہ تھا اور نہ کسی ملک کی سرحد خشکی کی راہ سے اس سے ملی ہوئی تھی شاید ولایت کے قوانین متعلق اقوام مختلفہ کی رو سے جو قریب چاہے اُس پر قبضہ کر سکتی تھی لرونس نیپولین فرانس کے بادشاہ نے ایک جہاز بھیجا کہ اس بالشت بھر کے جزیرہ پر قبضہ کرلو وہ جہاز بڑے پیہر کے راستہ سے عدن تک آیا اور رات کو لنگر ڈالا کہ صبح کو اس جزیرہ پر قبضہ کرینگے عدن میں جر انگریزی افسر تھا وہ رات کو جہاز میں فرانسیسی افسر سے ملنے آیا بات چیت ہوئی کہانے پر بیٹھے باتوں باتوں میں فرانسیسی افسر نے اپنا ارادہ اور اپنے آنے کی وجہ بیان کی انگریزی افسر نے سنتے ہی اپنی پاکت میں سے پینسل اور ایک ٹکڑا کاغذ کا ڈالا اور میز کے نیچے ہاتھ کر کر اپنے دکانی جہاز کے کپتان کو چٹھی لکھی کہ فی الفور انجین میں آگ چڑھو اور جہاز طیار کرو اور خون و ہون بپٹھا رہا اور کہانے پینے کی باتوں میں مصروف رہا تو بڑی دیر بعد گندامت کرکھ اور ہاتھ ملا کر رخصت ہوا اور فی الفور اپنے جہاز میں اُن کر اُسی وقت روانہ ہوا اور رات ہی تو اُس جزیرہ پر پہنچ کر انگریزی حکومت کا جہنڈا ڈر دیا اور پھر آڑا دیا صبح کو فرانسیسی افسر جہاز لیکر پہنچا دیکھا کہ جزیرہ پر انگریزی جہنڈا آڑا رہا ہی اور اُنہوں نے قبضہ کر لیا دی لاچار مایوس ہوا اور پھر کر چلا گیا سنا ہی کہ اس بات سے نیپولین بہت ناراض ہوا اور لندن میں بہت خط و کتابت کی مگر کچھ نہ ہوا نیپولین کا ارادہ تھا کہ اپنے ہاں کے دکانی جہازوں کے لئے اس جزیرہ میں استیشن مقرر کرے •

اتوار وریں کی صبح سے پھر ہمنے دریائے ناپیدا کنار دیکھنا شروع کیا دو دن بعد پھر پہاڑ و زمیں دکھائی دیں شروع ہوئی اور جوں جوں چلتے گئے ایک طرف عرب کا کنارہ اور

دوسری طرف اذیت کا کفارہ برابر دکھائی دینا شروع ہوا۔ دونوں کناروں کے پہاڑ نہایت نرسنا معلوم ہوتے تھے اور عجیب کیفیت دکھائی دیتی تھی سب سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ دونوں طرف کے پہاڑوں پر کوئی درخت اور ذرا سا بھی سبزہ اور مطلق آبادی نہ تھی۔ منحنی دیواروں لقی و دق چٹکل اور بے آب و بے برگ و شجر پہاڑ تھے۔

بائیسویں تاریخ رات کے وقت حامد تو نہیں معلوم کہ جہاز کے کس کونہ میں جا کر سو رہا تھا اور میں اور خداداد بیگ اور محمولہ کمرہ میں اپنے اپنے پلنگوں پر اور چھو پلنگ کے نیچے سوتا تھا اور کمرہ کی کھڑکی سمندر کی طرف کی ہوا آنے کو بسبب شدت گرمی کے کھلی ہوئی تھی کہ رات کو دفعاً تند ہوا چلی اور سمندر میں موجیں اُٹھیں اور آواز کر کے سمندر کا پانی کھڑکی کے اندر اس قدر اُڑا کہ تمام پلنگ اور بچھونے اور ہم سب اور چھو شور بھر ہو گئے اُسی وقت ہم گھبرا کر کمرہ میں سے بڑے کمرہ میں نکل آئے اُس وقت تمام انگریزوں نے بھی اپنے اپنے کمروں کی کھڑکیاں کھول رکھی تھیں ہماری طرف کی لین میں سب کا یہی حال ہوا سب بڑے کمرہ میں نکلے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ تمہارے کمرہ میں بھی پانی آگیا غرض کہ استوری کو اُسی وقت پکارا کھڑکی بند کی بچھونے اُٹھا دیئے اور جس طرح ہوا رات کاتی محمولہ کو بہتیرا منع کیا پر وہ گیلے بچھونے پر سو رہا صبح کو جب اُٹھا تو اُس کی بانہ میں درد تھا دوسرے دن تک جاتا رہا جب پانی آیا قریب دو گھنٹہ گھنٹہ کے رات ہوگی کچھ وقت کپڑے اتارنے اور نماز کی تیاری میں گذرا مینے صبح کی نماز پڑھی اور دم بدم ہوا تیز ہوئی گئی بالکل سیدھی مخالف ہوا تھی اور نہایت ہی تند تھی اور جہاز اُٹھتا تھا اور بیٹھتا تھا اُس دن طبیعت نہایت متغیر ہوئی سر کی عجیب کیفیت تھی جی ملنا تھا اور قی نہیں ہوتی تھی اور ایسی تکلیف دہ مالش تھی کہ بیان نہیں ہو سکتی انگریز جو جہاز میں تھے وہ کہتے تھے کہ میں اسے صاف سمندر میں جو تلاب کی طرح کپڑا ہی تمہارا یہ حال ہی یہ ہوا اور یہ حرکت جو اس وقت ہی کچھ بھی نہیں ہی اور ہم کو تو ذرا بھی نہیں معلوم ہوتی مگر میں نے دیکھا کہ بعض انگریزوں کو کسی قدر تغیر تھا اور تین چار میموں کو بہت زیادہ تغیر تھا جس اسمت بھی پڑی ہوئی تھیں مینے پوچھا کہ کیا حال ہی اشارہ سے کہا کہ سر پھرتا ہی طبیعت اچھی نہیں ایک مہم صاحبہ کو مینے دیکھا کہ منہ سے بے اختیار بہت سے نف اور پت ذرا سی اُبکائی کے ساتھ نکل پڑے آج تو مرزا خداداد بیگ کا بھی برا حال ہوا اور چمکے چھوٹ گئے اور ہم سب سے زیادہ اُن کا پتلا حال تھا اور حامد آج پھر اپنی اُسی پہلی کیفیت کو جا پہنچے بعد اس کے ہوا دھمی ہوئی شروع ہوئی اور جہاز کا ہلنا بھی کم ہوا اور قریب چار بجے کے بہت کم ہو گیا، مچھو کہ تو بہت تخفیف ہوئی مگر اور سب ہمارے ساتھیوں کا وہی حال رہا ایک مہم صاحبہ مہرے پاس آئیں اور نہایت

مہربانی سے مجھے سے کہا کہ تم نشہ کے لئے شراب سے باز رہو یہی ہی میں بھی کبھی نہیں چھوٹی مگر دوا کے لئے ایک تولہ بھر برانٹی بی لو میں استورہ کو بلا کر منکا دیتی ہوں فی الفور تکلیف جاتی رہیگی میں نے اُن کی مہربانی کا بہت سا شکر کیا اور کہا کہ تمہیں میں نہیں پی سکتا *

اسی تاریخ ہکو (گنگا اسٹیمر) ملا جو ہم سے تین دن پہلے بمبئی سے روانہ ہوا تھا پہلے دونوں جہازوں میں چھٹکی سے صاحب سلامت ہوئی پھر آپس میں بات چیت ہوئی شروع ہوئی پہلی دفعہ جو جہازوں میں بات چیت ہوئی تھی تو مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ چند باتیں جو خاص متعلق جہاز ہونگی انہیں کے اشارات معین ہونگے مگر معلوم ہوا کہ نہیں اُن چند کپڑے کے ٹکڑوں کے وسیلہ سے تمام دنیا کی باتیں کر سکتے ہیں چنانچہ اس وقت ان دونوں جہازوں میں کوئی خاص بات چیت نہیں ہوئی خیر و عافیت کی علامت دکھا دینے کے بعد گنگا اسٹیمر نے کہا کہ رسی ڈال کر مجھے بھی کھینچے لئے چلو ہمارے جہاز نے کہا کہ پیچھے پیچھے چلے آؤ اسی طرح چند اور باتیں ہنسی ہنسی کی آپس میں ہوئیں معلوم ہوا کہ امریکا اور یورپ کی قوموں کے سوا آؤر کسی قوم میں یہ فن نہیں ہی جہاز پر ایک کتاب رہتی ہی اور شاید اتفاقیہ یا حفاظت کے لئے اُس کے پتھوں میں قفل لگا ہوا تھا اُس میں تمام کام متعلق جہاز مندرج ہیں وہ سب کام ایسے آسان طرح پر ہوتے ہیں کہ جہاز میں جو چھوٹے چھوٹے عہدہ دار ہیں اور صرف بطور حرف شناسی کے لکھنا پڑھنا جانتے ہیں وہ سب اُن کاموں کو انجام دیتے ہیں یہ نتیجہ صرف اس بات کا ہی کہ تمام علوم و فنون اُسی زبان میں ہیں جو زبان وہ لوگ بولتے ہیں اگر آج انگریزی زبان میں تمام علوم و فنون نہ ہوتے بلکہ لاطن میں یا گریک میں یا فارسی عربی میں ہوتے تو آج تک تمام انگریز ایسے ہی جاہل اور بے علم اور لاکھوں ناخواندہ ہوتے جیسے کہ بد نصیبی سے ہم لوگ ہندوستان میں جاہل ہیں اور آئندہ کو بھی جب تک کہ تمام علوم و فنون ہماری زبان میں نہ ہوں گے جاہل اور نا لائق رہینگے اور کبھی عام قربت نہ ہوگی *

اسی دن ہکو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہاڑ یعنی جبل سینا دہر سے دکھائی دیا اور دوڑیں کے ذریعہ سے کسی قدر کیفیت اُس کی معلوم ہوتی ہی سنا ہی کہ اُس کی چوٹی پر کسی روشن کھتھلک پادری کا ایک بہت قدیم گرجا ہی *

رات کو جزیرہ شوروان ہکو ملا جو افریقہ کے متعلق ہی کوئی چیز اُس میں کی بسبب رات ہونے کے دکھائی نہیں دی سنا ہی کہ ولایت سے جو ٹہلی گراف آتا ہی اُس کا ایک استیشن اُس جزیرہ میں ہی ہے جزیرہ بہت چھوٹا شاید آٹھ دس میل کا لٹھا اور دو تین میل کا چوڑا ہوگا

۲۳ اپریل سنہ ۱۸۶۹ ع روز جمعہ کو ہم سب مع الخیر سات بجے صبح کے سوئٹس میں پہونچے جہاز نے لنگر کیا اور ہم سب جہاز پر سے اُترے بروڈ جہاز کو ڈانقوت کر رخصت کیا اور سوئٹس ہوٹل میں جا کر ٹھہرے اب یہاں سے عملداری ویسراے مصر کی شروع ہوئی جونہی ہم ہوٹل میں گھسے پہلا نشان عملداری ترک کا ہمنہ یہ دیکھا کہ ہوٹل کے چپراسوں کی چپراس پر عربی اور انگریزی میں یہ عبارت کندہ تھی *

Sewis Hotal.

لوکانڈۃ السوئٹس

متجھے نہیں معلوم کہ لوکانڈۃ کس زبان کا لفظ ہی شاید ترکی ہوگا مگر تمام مصری عربی گفتگو اور عربی تحریر میں اس لفظ کو بمعنی ہوٹل مستعمل کرتے ہیں *

سوئٹس کا ہوٹل بہت اچھا ہی چاروں طرف دو منزلہ مکانات اور کمرے مسافروں کے لیئے بنے ہوئے ہیں بھیج میں صحن ہی اُس صحن میں کات کے مہترابوں دار ستون کھڑے کر کو اُس پر شامیانہ کھینچا ہی اور اُس کو اور تمام صحن کو پھولوں سے آراستہ کیا ہی تمام پھول گھمراوں اور کات کی بالٹیوں اور پیٹوں میں لئے ہوئے ہیں اور زمین پر اور تپائیوں پر بطور چمنوں کی روشوں کے بہ ترتیب لگائے ہیں اور بھیج میں جو جگہ بطور چمن کے خالی رہی وہاں چھوٹی سی میز اور کرسیاں لوگوں کے بیٹھنے اور سیر کرنے کے لیئے بچھائی ہیں *

وہاں شہر کی سیر کرنے اور سوئٹس کی فہر دیکھنے جانے کو سواری کے لیئے بہت سے گدھے زین کسے ہوئے موجود تھے بہت سے انگریزوں نے سوئٹس کی فہر دیکھنے کا ارادہ کیا وہ مقام جہاں دیکھنے جاتے تھے وہاں سے پانچ مہل تھا ہمنہ بھی وہاں جانے کا ارادہ کیا مگر جب لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جس مقام کو لوگ دیکھنے جاتے ہیں وہاں بجڑ اسکہ کہ زمین کھردی جا رہی ہی اور کچھ نہیں ہی ہمارا ارادہ سست ہو گیا ہمارے شفیق میجر ڈاڈ صاحب نے اور اُن کے چند دوستوں نے ملکر ایک گاڑی تین گھوڑوں کی کہیں سے منگائی اور چند انگریز اور دو ایک میمیں اُس پر سوار ہو کر گئیں ہمنہ بھی چاہا کہ اگر سہل طور پر ہمکو بھی گاڑی ملجائے تو ہم بھی جاویں مگر ہمکو نہیں ملی بہت سے انگریز اُنہی گدھوں پر سوار ہو کر گئے اور میں نے دیکھا کہ ایک میم نے بھی ایک گدھا کرایہ کیا اور اُس پر نہایت چالاکی اور خبری سے سوار ہو کر روانہ ہوئی *

جس وقت کوئی انگریز گدھا کرایہ کرنا چاہتا تھا اُس وقت عجیب سیر ہوتی تھی گدھے والوں نے جہاں دیکھا کہ گدھا کرایہ کو چاہتے ہیں اور دس دس بارہ بارہ آدمی اپنے

انہ گدھے لیکر دوتے اور ہر شخص ایک کے گدھے کو دھکا دیکر ہٹاتا ہی اور اپنا سامنے کرنا ہی اور چلتا ہی کہ ”ڈانگی سر ڈانگی سر ڈانگی سر“ یعنی صاحب گدھا صاحب گدھا اور کبھی یہ کہہ کر چلاتے تھے ویریگوٹ ڈانگی سر ویریگوٹ ڈانگی سر یعنی صاحب بہت اچھا گدھا صاحب بہت اچھا گدھا اور اس قدر غل ہوتی تھی اور اتنے گدھوں میں آدمی کو گھیر لیتے تھے کہ لینے والا گھبرا جاتا ہی جب تک کہ وہ کسی نہ کسی گدھے پر سوار نہوے اس وقت تک وہ اسی آفت میں پڑا رہتا ہی *

تھوڑی دیر تک ہم نے سمندر کے کنارہ کی اور ہوٹل کی سڑک کی اور پھر شہر کی سڑک کو گئے ایک بہت چھوٹا تنگ بازار دیکھا ہر قسم کے لوگ مصری اور ترکی اور چرمیلی اور یونانی دوکاندار وہاں تھے اور بہت سے آدمی عربی بولتے تھے بازار میں جو نئی بات تھی وہ یہ تھی کہ سارا بازار تختوں سے پٹا ہوا تھا پانی کا تو مطلق رگاڑ نہ تھا مگر دھوپ بالکل بازار میں نہ تھی غالباً یہاں مینہ بہت کم برستا ہی ہم نے بازار کے لوگوں سے جو عربی بولتے تھے دیر تک باتیں کیں حامد و محمود و مرزا خدا داد بیگ نے سرخ ترکی ٹوئیاں اور چاکو خرید کیئے بازار سے عربی روٹی خرید کی جو در حقیقت نہایت عمدہ اور بہت ہی مزیدار تھی وہاں سے ہم ریل کے اسٹیشن کو دیکھنے گئے وہاں ایک ترکی افسر کو دیکھا جس کے لباس میں اور انگریزوں کے لباس میں بجز سرخ ٹوپی کے اور کچھ فرق نہ تھا الا ایک تسبیح اُن کے ہاتھ میں تھی مینے اُن سے سلام علیک کی اُنہوں نے جواب دیا مگر مہربی طرف کچھ زیادہ ملتفت نہیں ہوئے وہاں سے پڑتے وقت بازار میں ایک بزرگ عامہ باندھ کھڑے تھے مینے اُن سے سلام علیک کی مصافحہ کیا عربی زبان میں بات چیت شروع کی شیعہ اسمعیل اُن کا نام ہی شہر سربایا علاقہ جاوہ کے رہنے والے ہوں شیعہ عثمان اُن کا بیٹا جس کی عمر اٹھارہ اُنہیں برس کی ہوگی اُن کے ساتھ تھا شیعہ اسمعیل سہاح آدمی ہیں در اصل سریا کے رہنے والے ہیں پچیس برس سے جاوہ میں جا رہے ہوں چھن اور اسٹریلیا اور ہندوستان اور دکھن کی سڑک کی ہی اور اب بھی صرف سیاحت کو آئے ہیں کسی قدر آردو میں بھی بات چیت کر سکتے ہیں اسی ہوٹل میں منشی محمد طاہر سے ملاقات ہوئی جو نواب ناظم مرشد آباد کے ہاں منشیوں میں نوکر ہیں نواب صاحب اُن کو لندن ساتھ نہیں لائے تھے اب بلایا ہی وہ بھی لندن جاتے * ۵۸

سرہمپٹن کی راہ سے جاوینگے *

نقشہ مندرجہ ذیل سے معلوم ہوا کہ ہم عدن سے کس راہ ہوکر سوئیس میں پہونچے اگر کوئی نقشہ جغرافیہ کا لیکر بموجب عرض و طول مندرجہ ذیل کے نشان لگائے جاوینگے تو جس راہ ہمارا جہاز چلا وہ معلوم ہو جاوگی

تاریخ	عرض مقام	طول مقام	رفتار جہاز دو پہر سے ہو پہر تک
۱۸ مئی سنہ ۱۸۶۹ ع روز یکشنبہ	درجہ ۱۳	دقیقہ ۴۲	۵۶
۱۹ مئی	۱۷	۴۰	۳۹
۲۰ مئی	۲۰	۳۸	۳۰
۲۱ مئی	۲۴	۳۶	۱۰
۲۲ مئی	۲۷	۳۴	۲۷
۲۳ مئی	۳۰	۳۱	۳۰
مقام سونڈیس			۲۶۰ تضمیناً

عدن سے سونڈیس تک متعدد مینار روشنی کے ہیں جہاں کہیں جہاز کو خطرہ ہو،
یعنی پانی کم ہو اور پانی کے نیچے پہاڑ چھبے ہوئے ہیں جن سے جہاز کی بیندی کو
مدد ملے پھونچنے کا اندیشہ ہوتا ہے وہاں وہاں روشنی کے مینار بنائے ہیں آدمی متعین ہیں
شام سے صبح تک برابر ایک بھہر بڑی لال تین میں روشنی ہوتی رہتی ہے اور بہت
دور سے دکھائی دیتی ہے میں نے قصہ کہا تھا کہ تمام میناروں کو جو رستہ میں پڑیں
دیکھوں اور غالباً سب کو دیکھا شاید کوئی ایک آدہ رہ گیا ہو اور رات کو سوتے میں گذر گیا
ہو مگر جتنے میناروں کو میں نے دیکھا ان کی تفصیل بقید عرض و طول مقام کے لکھتا
ہوں *

نام مینار	عرض مقام	طول مقام
پیرم	۱۲	۲۰
ابوالخضبان یا دیداس شول	۲۵	۳۶
اشرفی	۲۷	۳۳

مینار ابوالخضیان بالکل پانی میں ہی ایک اُنکل بھر زمیں بھی اُس کے گرد نہیں ہی دو یا تین انگریز اُس مینار پر دن رات رہتے ہیں اور کھانا پینا اپنے ساتھ رکھ لیتے ہیں اور شاید تیسرے مہینے اُنکی بدلی ہوتی ہی ایسی سخت ٹوکی ہی کہ خدا پناہ میں رکھے اُسکے خیال سے دل گھبراتا ہی قید تنہائی سے بھی زیادہ سخت ہی *

اشرفی مینار نہایت عمدہ ہی اور سوئیس کے قریب ہی پانی کی سطح سے ایک سو چالیس فٹ بلند ہی اور بالکل لوہے کا بنا ہوا قابل دیکھنے کے ہی *

اب ہمارا رستہ سوئیس سے اسکندریہ تک خشکی کا ہی اور یہاں سے اسکندریہ تک ریل ہی جو والی مصر کی عملداری میں گذرتی ہی اور والی مصر ہی ریل کا مالک ہی اور تمام کار کن مصری اور ترکی اور شاید کُڑی کوڑی یونانی بھی ہوں *

عربی زبان میں مصری ریل کی سڑک کو "سکالعدید" اور "وابرالبر" کہتے ہیں اور لفظ ثانی کو لفظ اول سے زیادہ تر فصیح جانتے ہیں اور فصیح گفتگو میں یہی نام لیتے ہیں *

غرضکہ ۲۳ مئی سنہ ۱۸۶۹ ع روز جمعہ کو قریب شام کے ہم سوئیس سے "وابرالبر" پر سوار ہوئے اور اسکندریہ کو چلے گئے سنا تھا کہ اس رستہ میں بجز ریگستان اور جنگل کے اُڑ کچھ نہیں ہی پانی بھی رستہ میں نہیں ملے گا اور اسی لئے ہم تین صراحتاً پانی کی بھری ہوئی خرید کر ریل میں رکھ لیں تو وہ رات کو ہم سب ریل میں سوار ہوئے ہمکو نہیں معلوم کہ رات کو کھا کھا گذرا مگر رات کو جو مہربانی آنکھ کھلی تو میں نے ریل کو ایک بڑے استیشن پر کھڑا دیکھا استیشن بھی اچھا تھا روشنی لالٹینوں کی اچھی تھی اور اسی قطع کی لالٹینوں میں اور اسی طرح پر لگی ہوئی تھیں جیسیکہ ہمارے ملک کے استیشنوں پر ہیں جب میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ استیشن طنطننا ہی طنطننا ایک بہت بڑا قصبہ یا شہر مصر کی عملداری کا ہی مگر رات کے صبح ہمکو شہر مطلق نہیں دیکھائی دیا *

صبح کو ایک نہایت عمدہ اور نفیس آبادان شہر دکھائی دیا مکانات اُس کے بالکل انگریزی شہرنکے مکانات کے قطع پر تھے مگر ہر طرف لنبہ لنبہ مینار مسجدوں کے جھکو (مانندہ) کہتے ہیں دکھائی دیتے ہیں مصر کی مسجدوں میں دو مینار بنانے کا دستور نہیں ہی بلکہ مسجد کے صحن میں یا کسی طرف میں ایک بلند مینار اذان دینے کو بناتے ہیں جیسا کہ دلی میں درگاہ قطب صاحب کے پاس مسجد قوۃ الاسلام کا ایک مینار بنا ہوا ہی جسکو قطب صاحب کی لٹھ کہتے ہیں میں اُس شہر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ "کفرالزہات" اس شہر کا نام ہی یہاں کسی بزرگ بدوی کا مزار ہی نہایت مقدس ہی ہزارو پتہرک کچھ

دن چڑھ ہم ایک اسٹیشن پر اترے جو روہ نل کے قریب ہی وہاں ایک عمدہ ہوٹل بنا ہوا ہے وہاں کافی یعنی تھوہ پھا نان پاؤ اور مکھن کھایا اُس ہوٹل کے طریق میں اور انگریزی ہوٹل کے طریق میں کچھ فرق ہے تھا الا کھانا کھانے اور تھوہ پھانے والے بالکل انگریزوں کے سے کپڑے لال ٹوپی پہنے ہوئے ترک تھے مہز کرسی لگی ہوئی تھی کانٹا چھری دھوئے ہوئے تھے اور بلا تھوہ انگریز و مسلمان کے سب ملے ہوئے تھے تھوہ جو ترکوں نے بنا کر پلایا جس میں نہایت عمدہ گائے کا دودھ پڑا ہوا تھا ایسا خوش ذائقہ اور مزے دار تھا کہ میں نے تمام عمر نہ گھر میں اور نہ کسی ہوٹل میں ویسا مزیکا پھا تھا •

اُس ہوٹل میں کھا پھو پھر ریل پر سوار ہوئے تھوہ دور آگے بڑھے تھے کہ دریا نل کی زیارت ہوئی اُس پر آہنی پل بندھا ہوا تھا ریل اُس پر سے گذری اگرچہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ پل نہایت مستحکم طور پر بنا ہوا ہے الا کچھ خوبصورت نہ تھا بلکہ کھنچا چھینے کہ نہایت بد صورت تھا ہمارے ملک کے آہنی پل دیکھنے میں بھی نہایت خوبصورت ہیں تھوہ دور اور چلے تو شہر دستپور کا اسٹیشن ملا اُس سے آگے اسٹیشن اسکندریہ کا تھا چنانچہ اسکندریہ میں جا پہنچے ہمارے لئے جہاز طیار تھا اس لئے ہم کو شہر کے اسٹیشن پر نہیں اُتارا بلکہ جہازوں کے لنگر گاہ تک لئے چلے گئے اور بندر کے اسٹیشن پر اُتارا ہم اُترتے ہی سیدھے جہاز پر چلے گئے اور پورنا ناسی جہاز کے کمرے میں جو ہمارے لئے موجود تھا جا بیٹھے •

افسوس ہے کہ ہم کو اسکندریہ دیکھنے کی ذرا بھی فرصت نہیں ملی کوئی چیز اسکندریہ کی ہمتے نہیں دیکھی بیجز سمندر کے اور اُس کے کنارے کے مکانات کے یعنی جو جہازوں سے دکھائی دیتے تھے سمندر کے کنارے پر بہت کثرت سے جہاز دخانی اور بادبانی اور اور چھوٹے بھرے گہرے ہوئے تھے ایک جنگی جہاز فرانسیسیوں کا بھی کسی کام کو آیا ہوا تھا اور ویسرے مصر کی سواری کا دخانی جہاز جو نہایت عمدہ اور بہت تیاری کا ہے کنارے پر کھڑا ہوا تھا سناہی کہ وہ دخانی جہاز انگلستان کا بنا ہوا ہے کنارے پر کے بہت سے مکانات اور گارخانجات دکھائی دیتے تھے ایک یا دو مقام پر سمندر کے کنارے پر مورچال بنے ہوئے تھے اور توپیں چڑھی ہوئی تھیں ویسرے مصر کے آنے اور اُترنے کے لئے سمندر کے کنارے پر ایک بہت بڑا مکان بنا ہوا تھا مگر باہر سے کچھ ایسا خوبصورت نہیں معلوم ہوتا تھا اُسی کے قریب چھوٹی سی پہاڑی پر ایک مہزار روشنی کا بنا ہوا ہے بہر حال سمندر کے کنارے کی فضا بہت اچھی ہے کچھ بڑی نہیں •

مصر کے ملک کے اس قدر حصے کے دیکھنے سے جہاں ہمارا گذر ہوا اور جس کو نہایت سوسری طور پر ریل کی سواری میں ہمتے دیکھا ہماری عقل حیران ہوگئی ہمتے مالہ بھی دیکھا ہے جو ہندوستان میں نہایت زر خیز اور عمدہ پیداوار کا ملک مشہور ہے

مگر مصر کے ملک کے سامنے اُس کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہی مصر کی زمیں کی خوبی اور اُس کی کثرت پیداوار کا اندازہ نہیں ہو سکتا ہر جگہ زمیں کی ایسی صورت ہی کہ گویا نہایت عمدہ کھاد ملی ہوئی ہی •

اس تکرار ملک میں جس قدر نہروں کی کثرت دیکھی وہاں نہیں ہو سکتی چہ چہ پر نہر جاری ہی اور نہر میں سے بیسیوں شعبہ نکلے ہیں جہاں تک سونے دیکھا سہی دانست میں کوئی کیفیت ایسا نہیں ہی جس میں نہر کا پانی نہ آتا ہو •

نہروں کے بنانے کا فن مصر والوں کو بتوہی معلوم ہی ہو مقام پر پانی تقسیم کرنے کے دھانے اور پانی اُنچا کرنے اور نہچا کرنے کی جہالوں اور تختے سب بنم ہوئے تھے نہروں کے پاس جو اُنچھی زمینیں ہیں اور جن میں نہر کا پانی بہاؤ سے نہیں جا سکتا اُن زمینوں کے سوراخ کرنے کے لئے نہر کے کنارہ پر کات کا خانہ دار ایک پہلے لکایا ہی اور بذریعہ ایک تلو یا یاہو یا بھل کے پھرتا ہی اور بھری کھیتوں میں پانی پہونچاتا ہی مگر پہلے پانیچ چہ فیت اُنچھی زمین پر پانی پہونچا سکتا ہی اس سے زیادہ اُنچھی زمین پر پانی نہیں پہونچا سکتا ہمارے ملک میں جو پہلے دستور ہی کہ تہڑی سی اُنچھی زمین پر پانی پہونچانے کو دو آدمی ایک چہاچ زمینوں میں باندھ کر پانی اولہچتے ہیں اُسکی عوض اگر اس پہلے کا رواج دیا جاوے تو بلشہبہ فائدہ مند ہوگا •

ایک جگہ کنوئیں سے بھی پانی دیتے ہوئے دیکھا مگر بذریعہ رھت کے پانی دیتے تھے پانی پت اور کرنال کے ضلعوں میں جس قسم کے رھت جاری ہوں اُسی قسم کا رھت مصر میں بھی جاری ہی مگر اُس ضلع کے رھتوں سے بھی ہل کا اور بہت کم لاگت کا معلوم ہوتا ہی •

ہل بھی چلتے ہوئے یہاں دکھائی دیئے ظاہراً اُسی طرح پر ہل چلتے ہیں جیسے ہمارے ملک میں دو گھوڑوں یا گھڑوں سے بھی ہل چلتا تھا دیہلوں سے بھی چلتا تھا ایک جگہ ایک بیل اور ایک بھنسا اور ایک جگہ دونوں بھنسا ہی ہل میں جوتے ہوئے دیکھے •

مصر کی "وابرالد" یعنی ریل کا بھی کچھ حال لکھنا بہتر معلوم ہوتا ہی مصر کی ریل کی گاڑیاں فرسٹ و سکند کلاس کی ہمنے دیکھیں کونکہ ہم اکسپریس بلکہ اسپیشل ٹرین میں گئے تھے اور اُس میں صرف دو درجہ کی گاڑیاں تھیں تمام گاڑیاں ریلوے کی "برمنگھم" کی بنی ہوئی تھیں سکند کلاس کی گاڑیاں جس میں چہتہ ہمارا خدمتگار بیٹھا تھا ہمارے ملک کے سکند کلاس سے اچھا تھا یعنی اُس میں بھی چہرے کی گدیاں لگی ہوئی تھیں فرسٹ کلاس نہایت عمدہ اور مکلف آرام کا تھا مگر ہر درجہ میں آٹھ آدمیوں کی نشست ہی چار ایک طرف چار ایک طرف سونے کی کوئی تدبیر اُس میں

نہیں ہی بیٹھے بیٹھے اس طرح پڑ سو سکتے ہیں جیسے کہ آرام کرسی پر آہستی سو سکتا ہی رفع حاجت کے لئے گاڑی میں کوئی تدبیر نہیں ہی سوائے اسٹیشن کے معلوم ہوا کہ تمام یورپ میں اُسی قسم کی گاڑیاں ہوں ریل پر کام کرنے والے اور ریل چلانے والے اور گاڑی خلاصی چوراسی وغیرہ سب مصری اور ترک ہیں اور نہایت مشاق ہیں اور بہت ہوشیاری اور چالاکی سے کام کرتے ہیں مصر کی ریل کے کارخانہ میں جو چیز کے قابل غور کے تھے وہ یہہ ہی کہ تمام گاڑیاں اور یسپ اور پانی دینے کے ستون اور ریل کی سڑک اور ہر قسم کی کلیں جو کچھ کہ ریل کے کارخانوں میں درکار ہوتا ہی یہاں تک کہ لوہے کی ایک کول بھی وہ سب انگلستان یا فرانس کا بننا ہوا تھا اُن میں سے کوئی چیز بھی مصر یا ترکیستان کی بنی ہوئی نہ تھی البتہ بہ نعمت ہندوستان کے مصر والوں کی اس قدر تعریف کرنی چاہیے کہ وہ خود اُن سب چیزوں سے کام کرنے اور کام لینے کے لائق ہیں ہندوستانی بد بخت اس لائق بھی نہیں ہوئے اور جب تک کہ تمام علوم و فنون اُنہی کی زبان میں نہ مروج ہونگے اُس وقت تک ہرگز لائق نہ رہیں مصر والوں کو جو اس قدر لیاقت اُنہی ہی صرف اُس کا بڑا سبب یہی ہی کہ ان چیزوں سے کام لینے کے فنون اُنہی کی زبان میں مروج ہو گئے ہیں *

دوسری بات قابل افسوس کے یہہ تھی کہ تمام کارخانہ بہ نعمت انگریزی کارخانہ کے نہایت میلہ کچیلے تھا ریل کی سڑک اور اسٹیشنوں میں مطلق صفائی نہ تھی لال ٹینیں ایسی میلی تھیں کہ شاید سمیٹوں میں صاف ہوتی ہونگی انچن میں پانی دینے کے آہنی ستون نہایت عمدہ اور خوبصورت بیل بوئے مرغولہ دار بنے ہوئے تھے مگر اُن پر اُنکل اُنکل بھ مورتی لائی اور خاک مٹی جمی ہوئی تھی فہروں کا جو مینے بیان کیا اُن کا بھی یہی حال تھا کسی جگہ مینے پٹری بنی ہوئی نہیں دیکھی نہو کھودنے وقت جو کناروں پر مٹی ڈالی تھی اُسی طرح پڑ پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی بلا شبہ صفائی اور ہر کام میں خوبصورتی یورپ کے لوگوں کی طبیعت میں ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہی اور ملک کے لوگوں کی طبیعت میں یہہ بات نہیں ہی البتہ ایشیا کے بعض ملک کے لوگوں میں نفاست بلا شبہ ہی *

بہر حال ہمارا پونا جہاز ۲۳ اپریل سنہ ۱۸۶۹ ع روز شنبہ کو قریب دیوبہر کے اسکندریہ سے مارسلہس کو روانہ ہوا اور مدیترہ میں سے یعنی بستر قلم کو ہمنے طے کرنا شروع کیا اور ۲۹ اپریل روز پنجشنبہ کو رات کے وقت قریب سات آٹھ بجے کے بخیر وعافیت تمام مارسلہس میں داخل ہوئے *

جب ہم اسکندریہ سے روانہ ہوئے تو الحاج احمد بکری اسکندریہ کا رہنے والا پھلت یعنی آرکائی ہمارے ساتھ ہوا یہہ شخص نہایت لائق اور ذی وجاہت ہی لباس بھی

بہت اچھا اشرافوں کا بہنہ ہونے ہی گالی بانات کا لٹا کورت ہی قریب قریب انگریزی کورت کے پاجامہ مصری قطع کا ہی اوپر سے بہت ڈھیلہ اور نیچے سے تنگ اور مٹائی نظروں تک کورت کے نیچے قمیص ہی اور اُس پر شالی پتکے سے کمر بندھی ہی سر پر لال ٹوپی اور اُس پر نہایت چھوٹا کپڑا بطور عمامہ لیٹا ہوا ہی لکھا پڑھا قابل آدمی ہی عربی تو نہایت عمدہ اور صاف بولتا ہی اور انگریزی اور فرانسیسی بھی جانتا ہی مجھے سے اُن سے بہت ملاقات ہوگئی جب فرصت ہوتی آپس میں ایک جگہ بیٹھ کر عربی میں کچھ کچھ باتیں کرتے ملک مصر اور دارالحکومت قاہرہ اور شہر اسکندریہ کی بہت تعریف کرتا تھا جب سے اُس نے یہہ جانا کہ میں بنی ہاشم سادات رضوی سے ہوں مغربی نہایت مخاطر اور تعظیم کرنے لگا اُردو کا ایک لفظ نہیں جانتا تھا جغرافیہ سے بالکل ناواقف تھا یہاں تک کہ شہر دہلی کو بھی نہیں جانتا تھا اور شاید کہی اُس کا نام بھی نہیں سنا تھا پوچھنے لگا کہ ہندوستان جس پر انگریزی عملداری ہی کتنا بڑا ملک ہی اور اور کسی کی بھی عملداری ہی یا نہیں مہنے سب حال وسعت و آبادی ملک ہند و حکومت انگریزی کا اُس سے بیان کیا *

یونا دخانی جہاز پہلے جہاز سے بھی نہایت عمدہ اور مستحکم اور پہلے سے بھی بڑا ہی سنہ ۱۸۶۲ ع میں بنا تھا تین سو ساٹھ فہت لنبا اور اکتالیس فہت چوڑا اور اکتیس فہت گہرا ہی چھ سو گہروں کے زور کا انجن اُس میں لگا ہی اُس کا انجن ایک ٹکی قطع کا ہی اور تمام پوزے اُس کے دکھائی دیتے تھے اور ہر ایک کل چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہی دو ہزار دوسو ٹن ہوجھ اٹھا سکتا ہی ایک سو اکیس آدمی اُس میں نوکر تھے مگر سب کے سب یورپیوں تھے کوئی اُڑ کسی ملک کا نہیں مسٹر ویت اور مسٹر کس اور مسٹر مدل اس جہاز میں افسر تھے مسٹر ویت کپتان جہاز کے بمبئی میں بھی رہے تھے اور اس لئے تھوڑی تھوڑی اُردو بول سکتے تھے اور فرانسیسی بہت اچھی بولتے تھے * ہمارے ساتھ کے اکثر مسافر سوئٹمز کی راہ کو گئے اور بعضے ٹریسٹ کی راہ کو اس لئے چند قدیم مسافر ہمارے ساتھ ہوئے اور کچھ نئے مسافر اُن ملے چنانچہ اس جہاز میں سو مسافر جمع ہو گئے اور نئے آدمیوں کے ملنے اور دیکھنے سے اور پرانے رفیقوں کے جدا ہونے سے ایک اُڑ ہی کیفیت معلوم ہوئی مگر ہمارے شفقت فرما مہیجر ڈاڈ صاحب اور مہیجر بینگٹن اور مس کارپینٹر اور ہمارے صاف طہمت دوست مہیجر فریزر اسی جہاز میں رہے *

اس جہاز میں جو خاص بات قابل ذکر کے ہی وہ یہہ ہی کہ اس جہاز کا غسل خانہ بہ نسبت پہلے جہاز کے غسل خانہ کے اُڑ طور کا ہی سرفیس تک نہانے کے لئے گرم پانی کی حاجت نہ تھی اب اسکندریہ سے یورپ شروع ہو گیا اور سردی ہونے لگی اس لئے اس

جہاز کے غسل خانہ میں بانی گرم کرنے کی نہایت عمدہ تدبیر ہی غسل خانہ میں اُسی طرح کا حوض ہی چھسے کہ پہلے جہاز میں تھا الا لہوہ کا ہی جس پر نہایت عمدہ روغن کیا ہوا ہی اُس میں دو قل اور تین ہتھیاں ہیں ایک ہتی سون پانی کی ہی جہاں اُسکو کھایا اور سون پانی حوض میں آن بھرا دوسری ہتی اُس پانی کو گرم کرنے کی ہی جہاں اُس کو پھرایا اور افجن میں سے صرف گرم بھاپ باقی میں آتی شروع ہوئی اور اتنا کٹھن پانی حوض کا جو کئی قلتیں کی برابر ہی پانچ منٹ میں نہایت گرم ہو جاتا ہی اور بعض دفعہ پھر تھنڈا پانی ملانے کی حاجت ہوتی ہی اور جہاں تیسری ہتی کو پھرایا اور ایک بدرہ کھلی اور ایک منٹ میں تمام پانی نکل گیا اور حوض خالی ہو گیا *

جس دن یونا دخانی جہاز روانہ ہوا اُسی دن کھانے کے بعد میجر ڈاڈ صاحب نے میجر سے کہا کہ اب یورپ میں آپہنچے میں نے ادب آمیز اخلاق سے اُس کو تسلیم کیا اور بشاشت کے ساتھ یہ بات کہی کہ ہاں آج ہماری پہلی منزل یورپ کے ملک میں ہی *

ڈاڈ صاحب نے کہا کہ ہاں اب پیغمبر کا ملک چھوڑا اور کانوں کا ملک آیا اگرچہ اس میں اُنہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس میں ہم کچھ برا مانتے اور جو سخت اور یا نامناسب لفظ اُنہوں نے کہا وہ اپنی یا اپنی قوم کی نسبت کہا مگر اُن کا یہ طرز کلم مجھکو نہایت ناپسند آیا اور طبیعت کو بہت ناگوار گذرا اور میں نے خیال کیا کہ ایسی لٹ میں گفتگو کرنا کیسا اخلاق اور تہذیب کے برخلاف ہی اور ایسے عمدہ اور ستیوں اور حلیم ڈائریکٹرو پبلک انسٹرکشن کی زبان سے اس طرز پر کیوں گفتگو ہوئی خیر میں نے چند دم توقف کر کر کہا کہ یوں نہ کہئے بلکہ یوں کہئے کہ اہل کتاب کا ملک آیا مگر کئی گھنٹہ تک مجھکو برا خیال رہا اور میں سوچتا رہا کہ اُن کی طبیعت اور طبیعت کس قسم کی ہی مگر آخر کو میرے خیال کیا کہ غالباً اُن کئی یہ گفتگو کسی قسم کے تعصب کی راہ سے نہ تھی اتفاقہ سہل طور پر اُن کی زبان سے نکل گیا اور جو کیدنگی میرے دل میں آئی تھی اُس کو میں نے نکال دیا *

اس جہاز میں بھی کئی نئے صاحبوں سے ملاقات ہوئی اتفاق سے تہی فٹز پیٹرک صاحب سابق ڈپٹی کمشنر دہلی بھی اس جہاز میں تھے اگرچہ میجر سے اور اُن سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی مگر نہایت مہربانی سے ملے ایک دن پنجابی انتظام کی بھلائی برائی کا ذکر آیا میرے کہا کہ ہاں ایک ڈسپاٹک گورنمنٹ ہی اور بلاشبہ سکھوں کی عملداری سے ہزاروں درجہ بہتر ہی شاید پنجاب کے لوگ خوش ہوں اور پسند کرتے ہوں کیونکہ اُن کو آگ میں سے (یعنی سکھوں کی عملداری میں سے) نکال کر دھوپ میں بٹھایا ہی مگر ہم لوگ اُس کو پسند نہیں کر سکتے پنجاب گورنمنٹ یا

بے قانونی ملک کی گورنمنٹ کی بھلائی یا برائی دہلی پانی پت رھنک حصار سوسہ وغیرہ اضلاع سے پوچھنی چاہئے۔ ایک زمانہ میں قانونی ملک تھا اور اب بے قانونی تھت انتظام پنجابی ہی جہاں تک سمجھو معلوم ہی وہ یہہ ہی کہ لوگ یہہ خیال کرتے ہیں کہ غدر میں جہاں اور سزائیں اہل دہلی اور اُس کے متعلق اضلاع کو دی گئیں منجملہ انہی سزاؤں کے ایک یہہ بھی سزا ہی کہ دہلی اور اُس کے متعلق اضلاع میں پنجابی انتظام کیا گیا اور بے قانونی ملک بنایا گیا *

حقیقت یہہ ہی کہ زمانہ نہیں رہا جس میں ڈسپاٹک گورنمنٹ کو لوگ پسند کرتے تھے اور نہ اب وہ لکھاں میں جو ہزاروں ہوائیوں کے ساتھ اگلے زمانہ کی ڈسپاٹک گورنمنٹ میں ہوئی تھیں اور جن سے اُن ہوائیوں کا علاج ہوتا تھا -
کے رکن زن کہ جراح و مرہم نہ است

اب اُن کا ہونا کسی ڈسپاٹک گورنمنٹ میں ممکن نہیں ہی وہ لوگ جو یہہ خیال کرتے ہیں کہ ہندوستان میں بجائے کانستٹیٹوشنل گورنمنٹ کے ڈسپاٹک گورنمنٹ جیسی کہ قدیم سے تھی زیادہ تر مفید ہوگی وہ نہایت غلطی میں ہیں اُن کی ایسی مثال ہی جیسے کہ کوئی شخص کسی باغ کو صرف موسم خزاں میں دیکھ کر اُس کی بھلائی برائی کی نسبت رائے لگائے اور موسم بہار کا کچھ بھی خیال نہ کرے *

نہایت خوشی اور بہت ہی مبارکی جو اُس جہاز میں ہوئی وہ مسٹر ڈی لسپس صاحب بہادر کی ملاقات ہی تمام دنیا جانتی ہی کہ یہہ صاحب وہ فرانسیسی انجنیئر ہیں جنہوں نے نہر سوئس بنانے کی تجویز کی اور باوجودیکہ تمام یورپ کے بڑے بڑے انجنیئر کہتے تھے کہ اس نہر کا بننا غیر ممکن ہی مگر صرف اسی عالم اور دانا اور دلیر انجنیئر کی تجویز تھی کہ بے شک بلیگی اور میں بناؤنگا چنانچہ جیسا اُس نے کہا تھا ویسا کر دکھایا دو سمندروں کو ملایا اور سوئس کی نہر کو بنایا *

یہہ صاحب جناب پرنس آف ویلز کے ساتھ تھے جبکہ جناب ممدوح نہر سوئس کے ملاحظہ کو تشریف لائے تھے اور سوئس سے اس جہاز میں سوار ہوئے تھے ایک دن کے بعد مجھے اُن کا حال معلوم ہوا وہ انگریزی بھی نہیں جانتے تھے ہمارے جہاز کے کپتان صاحب نے جو فرانسیسی جانتے تھے مہربی ملاقات کواٹی نہایت اخلاق اور تواضع سے ملے اور نہایت خوشی سے ہاتھ ملایا اُسوقت معلوم ہوا کہ کسقدر عربی بولتے ہیں میں نہایت خوش ہوا اور چند باتیں عربی میں کہیں مگر عربی میں بھی بہت تہوڑی معمولی باتیں بول سکتے ہیں کوئی مضمون یا لہجہ بات نہیں کہہ سکتے اُس دن سے برابر ہمیشہ نہایت مہربانی سے ملتے رہے اور ہر روز گھنٹوں تک میں اور وہ ایک مہر پر بیٹھے لکھا کرتے تھے ایک دن انہوں نے سب لوگوں کے سامنے نہر سوئس کا حال بیان کیا اور بعضی پرانی نشانیاں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کی جو اُس کے قرب و جوار میں ہیں بیان کیا ہے کہ یہاں سے کہنے لگے کہ جب تم ولایت سے پورے تو اُمید ہی کہ نہر کے کنارے ہمارا جہاز جاکر اُنکا بیان ہی کہ چھ مہینہ بعد نہر بالکل جاری ہو جاوے گی اور بڑے بڑے جہاز و اسٹیمر اُس میں آمد و رفت کریں گے غرضکہ ایسے شخص کی ملاقات سے جو دلیری اور جرأت میں بھی ایسا ہی کامل ہی جیسا کہ اپنے فن میں اور حقیقت میں یکتا دھڑ و بے مثل و نظیر ہی مجھے نہایت خوشی ہوئی بلکہ میں نے اپنا فخر سمجھا *

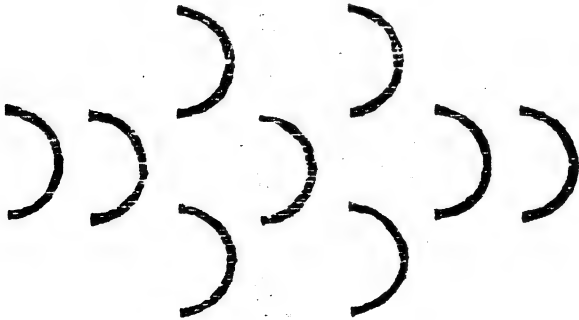
جبکہ ایک دن مار سلیس پہنچنے کا باقی رہا تو تمام انگریزوں نے جو جہاز میں تھے صلاح کی کہ گئی لیسپس صاحبہ کو اُن کی کامیابی نہر کے اُن پر ایک اقریس بطور مبارکبادی کے دی جاوے چنانچہ ۲۸ مئی کو کہانے کے بعد لیسپس کی گئی اولیٰ کپتان میٹھون صاحب نے بہت لہجہ؟ اسپینج کی اور پھر لیسپس نے اُس کے بعد جنرل ٹیپ صاحب نے اُس کے بعد مسٹر بیٹلمٹ نے اُس کے پیچھے مسٹر سائڈرس نے تب ایک مختصر اقریس مبارک بادی انجام و کامیابی نہر سوئیس جسپر تمام لوگوں کے جو جہاز پر تھے دستخط تھے اُن کو دی گئی انہوں نے کہتے ہوئے اُس کو لیا اور جواب میں ایک لہجہ اسپینج بطور شکریہ فرانسیسی زبان میں کی عمدہ الفاظ قابل یاد گاری جو ان تمام اسپینجوں میں تھے وہ یہ ہیں جنرل ٹیپ صاحب نے اپنی اسپینج میں کہا تھا کہ نہایت زیبا ہی کہ بجائے نہر سوئیس کے نہر لیسپس اسکا نام رکھا جاوے بلاشبہ اُن کا یہ کہنا بہت بجا تھا کہ ایسے آدمی کی جہاں تک قدر اور یادگاری اور عزت کی جا سکے وہ کی جاوے جبکہ مسٹر گئی لیسپس نے اسپینج کی تو اُس میں انہوں نے کہا کہ مہربانی خوشی اور مہرا فخر اس میں نہیں ہی کہ اس نہر کا نام نہر لیسپس ہو بلکہ مہربانی خوشی اور مہرا فخر اس میں ہی کہ یہ نہر فرنیچ نہر کھلوے جس وقت کہ میں نے بذریعہ ایک دوست کے جو وہاں موجود تھا یہ مضمون سمجھا مہرے دل میں ایک ایسا چرخ پیدا ہوا کہ گویا میں اُس کی آواز سنتا تھا اور میں نے اُس دلاور آدمی کی اس فیاضی پر کہ اپنی قوم کی نام آوری پر ایسا غش ہی کہ اپنی خوشی اور اپنی عزت اُس میں سمجھتا ہی ہزار ہزار آفریں کی اور اپنی قوم پر جن کا کام بجز حسد اور بغض اور اپنی ذاتی چھوٹی شہیختی جتانے کے اور کچھ نہیں ہی افسوس کیا اور یقین چانا کہ ایسی ہی بد خصلتوں سے اُن کو ایسی بد نصیبی و ذلت نے گھبرا ہی لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا *

یہ بھی واضح ہو کہ در حقیقت یہ نہر فرنیچ نہر کے نام سے مشہور ہی سوئیس میں عموماً تمام آدمی قلی سے لہو پہلے مانس تک فرنیچ کنال فرنیچ کنال نام لیتے ہیں در حقیقت فرانسیسیوں نے یہ ایسا بڑا کام کیا ہی کہ اگر اس سے نہا سال شروع کیا جاوے تو بھی زیبا ہی

ایک مربع تختہ بنا ہوا تھا اور اُسپر حسب مندرجہ ذیل خانے بنا کر ہندسہ لکھ دیئے تھے

*	۱۰	*
۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

اور جست کی گول گتیاں ہتھیلی کی گہرائی کی برابر بنی ہوئی تھیں اور فاصلہ معین سے وہ گتیاں خانوں میں ڈالتے تھے ہر شخص کے ہاتھ میں چبہ چبہ گتیاں ہوتی تھیں جو شخص ایسے خانوں میں گتیاں ڈالتے جن کے اعداد کا مجموعہ انڈیس ہو وہ مہربانی ہوتا ہی انگریزی میں اس کھیل کا نام بل ہی اس لیے کہ بل بل کو کہتے ہیں اور جہاں میٹھے پھول بنا دیئے ہیں وہاں بیل کی صورت بنی ہوئی ہوتی ہی *
دوسرا کھیل یہ تھا کہ لڑکے کے موٹے تاروں کی مستریوں اس طرح پر نیچتی کی تھیں جیسیکہ نقشہ میں ہیں اور ایک کات کی موگی سے کات کی گتیاں معین مستریوں سے



نکالتے ہیں زمین پر جب یہ کھیل کھیلتے ہیں تو بجائے کات کی گتیاں کے کات کے انہیں دیتے ہیں جہاز کی حرکت کے سبب بجائے انہوں کے چپٹی گول گتیاں بنائی ہیں اس

کھیل کو مسٹر ٹی لسپس اور اُن کی بہو اور بیٹی اور فرنیج مسافر جو جہاز میں تھے بہت کھلتے تھے انگریزی میں کروکی اس کھیل کا نام ہے •

نقشہ مندرجہ ذیل سے معلوم ہوگا کہ ہمارا جہاز سمندر میں کس راہ ہو کر مارسلیس میں پہونچا اور کس قدر روز چلا •

تاریخ	عرض مقام		طول مقام		رفنار جہاز بحساب مہل
	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	
۱۵ اپریل سنہ ۱۸۶۹ع	۳۳	۲۹	۲۵	۲۳	۲۶۳
۲۶ اپریل سنہ ۱۸۶۹ع	۳۵	۳۰	۲۱	۲۲	۲۳۳
۲۷ اپریل سنہ ۱۸۶۹ع	۴۷	۳۲	۱۶	۲۲	۲۷۳
۲۸ اپریل سنہ ۱۸۶۹ع	۴۰	۱۷	۱۱	۵۳	۲۷۲
۲۹ اپریل سنہ ۱۸۶۹ع	۴۲	۲۷	۶	۳۰	۲۷۳

مارسلیس کی لنگر گاہ بھی نہایت عجیب و غریب ہے سمندر کے کنارہ دیوار اُٹھا کر بہت بڑا چبوترو بنایا ہے جہاں چبوترو کی دیوار دیوائی ہے وہاں اتنا گہرا پانی ہے کہ بڑے سے بڑا جہاز چبوترو کی دیوار تک چلا جاتا ہے چنانچہ ہمارا دکانی جہاز بھی اُس چبوترو کی برابر چالکا اور جہاز میں سے قدم اُٹھا کر چبوترو پر رکھ دیا •

مارسلیس فرانسیسیوں کی عملداری میں ہے تھوڑی دیر پہلے جہاز کے پہونچنے سے تمام صندوق اور بکس جس قدر تھے وہ جہاز کے تہ خانوں میں سے نکال کر جہاز کی چہت پر رکھ دیئے تھے اور ہر ایک کے نام کا یا کسی حرف کا ٹکٹ ہر ایک شخص کے صندوق پر لگا دیا تھا جب جہاز کنارہ پر پہونچا اُسی وقت فرانسیسی افسر پورٹ کے محصور لگنے والے آئے اور سب صندوق اُن کے سپرد کر دیئے گئے انہوں نے کسٹم ہوس کے نہایت بڑے کمرے میں سفوفوں پر ہر ایک کے نام کے یا ہر ایک حرف کے صندوق چنکر علیحدہ علیحدہ لگادیئے اور تمام مسافر ایک نہایت اچھے کمرے میں جا کر اُس کے پاس تھا اور جس میں کرسیاں اور کونچیں نہایت عمدہ لگی ہوئی تھیں جابھتہ تھوڑی دیر کے بعد ایک پتلا سا دروازہ کھلا جو اُس بڑے کمرے یعنی کسٹم ہوس میں جانے کی راہ تھی

مسافر ہجوم کر کے جلدی سے اندر جانا چاہتے تھے مگر محافظ دروازہ تعداد مناسب سے زیادہ کر اندر جانے نہیں دیتا تھا وہاں اُن صندوقوں کو کھول کر تلاشی لیتے تھے کوئی محصولی مال تو نہیں ہی مگر تلاشی نہایت نرمی اور آسانی سے لیتے تھے بعضی دہمہ اشراف صورت کی بات پر کہ کوئی محصولی مال نہیں ہی ادا کرتے تھے اور اگر کوئی اشراف صورت کہتا تھا کہ اس قدر فل مال محصولی ہی تو بلا تکرار اُسی قدر کا محصول لے لیتے تھے ہمارے پاس دس صندوق تھے اور اُن صندوقوں میں ایک چوڑے شال کا ٹپا علیحدہ پلندہ میں بندھا ہوا تھا بعض دوستوں نے کہا کہ اگرچہ یہ مال محصول کا نہیں ہی کیونکہ استعمال کے لیے ہی پھر علیحدہ پلندہ بنانا کچھ ضرور نہیں چنانچہ ہم نے پلندہ کھول کر شال کو اپنے کپڑوں کے ساتھ رکھ دیا جب ہمارے صندوقوں کی فوبت اُٹی تو مرزا خدا دان بیک اور محمد حامد معہ چھپچھ کے اُس کمرہ میں گئے وہاں کے افسر نے پوچھا کہ پلندہ کے کپڑے ہیں کوئی محصولی چیز تو نہیں مرزا صاحب نے کہا کہ کوئی محصولی چیز نہیں اُس نے پوچھا کہ تماکو تو نہیں اُنہوں نے کہا نہیں اُس افسر نے کہا کہ اچھا لیجاؤ اُسی وقت قلوں نے جو وہاں موجود تھے ہاتھ ہاتھ اسباب اُٹھا کر باہر رکھ دیا اور مہر تلاشی ہو جانے کی کرنی واضح ہو کہ یہ طریقہ اُسی اسباب کی تلاشی کا تھا جو مسافروں کے ساتھ کا تھا غالباً کل مسافروں کی تلاشی میں دو ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہ لگا ہوا •

ذکر پینڈشولا اور ڈیٹنٹل کمپنی جہاز ہائے دخانی

یہ وہ کمپنی ہی جس کے دخانی جہازوں میں ہم نے بمبئی سے مارسلیس تک سفر کیا یہ کمپنی صرف مارسلیس تک مسافروں کے پہنچانے کا کرایہ کرتی ہی چنانچہ جو ذمہ داری اُس کی تھی وہ اس مقام پر ختم ہوئی اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جو ہماری رائے نسبت اس کمپنی کے کار و بار اور انتظام کے ہی وہ بھی لکھیں *

میں حد سے زیادہ اس کمپنی کی خوبی اور انتظام کی اور جو آسائش کے مسافروں کو اس کمپنی کے جہازوں میں تھی تعریف کرتا ہوں بمبئی میں ہم نے تمام اسباب جو صندوقوں میں بند تھا اور جن پر ہمارے نام کے ٹکٹ لگے ہوئے تھے کمپنی کے گودام میں سپرد کر دیا ایجنٹ نے ایک ٹکٹ دیا کہ فلں وقت پر فلں گھات پر ایک چھوٹا اسٹیمر مسافروں کو بڑے جہاز تک لپکانے کو آویکا آپ اُس پر سوار ہوں کیونکہ بڑا جہاز بمبئی کے کنارے تک نہیں آتا چنانچہ ہم اُسی طرح سوار ہوئے جب جہاز میں پہنچے تو ایسا کمرہ آراستہ اور مرتب پایا اور ہمارا اسباب کمرہ میں نہایت خوبی سے سجھا ہوا تھا اور جو غیر ضروری تھا وہ تہ خانہ میں رکھ دیا گیا تھا سوئیس سے الگ ذریعہ تک ریل کے سفر کا بھی ذمہ اُسی کمپنی کا تھا کمپنی کے ایجنٹوں نے ایسی عمدگی سے انتظام کیا تھا کہ گزریں

تیز کر کے ہر لوگ نام کے ٹکٹ گزریں اور لپکا دیئے تھے ہمارا نام جس گاڑی پر تھا ہم سب لوگ بارام اس میں جا بیٹھے جب الکنڈریہ میں پہنچے اور یونا جہاز ملے ریل پر سے اتر جہاز میں چلے گئے وہاں اپنا کمرہ مرتب پایا اور سب اسباب سجا ہوا ملا ہم نہیں جانتے کہ وہاں تک کون اسباب لپکا اور الکنڈریہ یا سوئس میں کچھ تلاش ہوئی یا نہیں مگر ہمارے پاس کوئی اسباب مختص نہ تھا اور ہم قاعد معینہ کمپنی سے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا تھا جب سب لوگ ریل پر بیٹھ لیئے تو ایجنٹ کمپنی نے ہر گاڑی میں آکر سب کا حال دریافت کر لیا •

جہازوں پر کھانا نہایت عمدہ اور متعدد اقسام کا باقراط تھا اور تر و خشک مہرہ جسقدر کھاسکو میز پر موجود تھا شواب اسقدر انراط سے ہفتہ والوں کو پیٹنے کو ملتی تھی کہ میں دیکھ کر حیران ہو گیا بعض انگریز شکایت کرتے تھے کہ بمبئی سے سوئس تک کھانا اچھا نہیں ملتا مگر یہ شکایت مہربی دانست میں صحتیح نہ تھی کیونکہ گرم ملک میں گوشت نہایت اچھا نہیں ہوتا بلاشبہ الکنڈریہ سے مارسلیس تک جیسا عمدہ گوشت تھا ہم نے آج تک ویسا عمدہ گوشت نہیں دیکھا تھا غرض کہ یہ کمپنی نہایت عمدہ ہی اور تمام مسافروں کو اس کا شکر گزار ہونا چاہیئے •

جب کہ ہم لنکر گا مارسلیس میں جہاز سے اترے تو ہم نے دیکھا کہ بہت سی گاڑیاں اور آٹنی بس کھڑی ہوئی ہیں اور وہاں چند شخص نہایت معقول اور اشراف صورت کھڑے ہوئے ہیں (یہ لوگ ہوٹلوں کے کمشنر تھے) انہوں نے پوچھا کہ آپ کس ہوٹل میں تشریف لیتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ (ہوٹل دابور) میں ہم نے پہلے سے تہیز لیا تھا کہ اس ہوٹل میں اترینگے یہ سنتے ہی اس ہوٹل کا کمشنر ہمارے پاس آیا اور آٹنی بس جو اس ہوٹل کا تھا حاضر کیا اور ہمارے تمام اسباب کی خون سربراہی کر کے سب لدوا لیا ہم کو کچھ بھی کرنا نہیں پڑا اسی طرح اور مسافروں کو بھی جو اس ہوٹل میں جانے والے تھے اس نے لیا اور آٹنی بس ہنگوا ہوٹل میں جا اتارا •

رستہ میں ہمارا گذر شہر مارسلیس میں ہوا رات کا وقت تھا اور یہ پہلا یورپ کا شہر ہی جس کو ہم نے دیکھا جبکہ ہمارا آٹنی بس بازار میں پہنچا ہم دیوانوں کی طرح اندر اندر دیکھنے لگے کبھی ایسا آراستہ بازار اور اس قدر روشنی شیشہ آلات میں ہم نے کبھی دیکھی نہ تھی دیوالی میں جو روشنی ہندوستان میں ہوتی ہی اس کی کچھ حقیقت بھی نہ تھی دوکانوں کا رخ جو بازار کی طوف ہی نہایت آراستہ ہی اور بالکل سرتا سر شیشوں کے دروازے اور شیشہ کی دیواریں بنی ہوئی ہیں ایک ایک شیشہ دس دس فق لٹا اور بعض اسی قدر چوڑا اور بعض اس سے کم لٹا ہوا ہی ایک دروازہ میں ایک شیشہ عموماً لٹا ہوا تمام اسباب جو دوکان میں سجا ہوا ہی باہر سے بالکل

دکھائی دیتا ہی اور ایسی خوبی سے آراستہ ہے کہ ایک باغ معلوم ہوتا ہے عموماً دوکان میں لنمپ اور فنوسیں اور جہاز اور سڑک پر نہایت نفیس لال تھیں گھاس کی روشنی سے روشن ہیں اور اُن کا عکس جو شیشوں میں پڑتا ہے ایک عجیب کیفیت دکھاتا ہے جو کہ ایسا شہر اور اس قدر آراستہ ہونا ہمارے خیال میں بھی نہ تھا بلکہ ہم نے ہندوستان میں کسی امیر کا دولت خانہ بھی ایسا آراستہ نہیں دیکھا تھا اس واسطے حقیقت میں ہم حیران اور مستحیر ہو گئے کہ یہ کیا چیز ہے *

اُسی بازار میں دو تین مکان نظر پڑے جو سب سے زیادہ آراستہ تھے اُنکی دیواریں اور دروازے جو بازار کی جانب تھے بالکل اُسقدر بڑے بڑے شیشوں کے تھے اور چہت بھی جو مادی پشت یا کھوپڑی نما تھی وہ بھی بالکل اُسی طرح شیشہ کی تھی اور اندر نہایت نفیس چٹنی کے گنجلوں میں طرح طرح کے درخت اور پھول اور بیل دار درخت لگے ہوئے تھے کہیں کہیں سرو کے درخت بھی تھیں ان میں لگے ہوئے رکھے تھے اور نفیس نفیس نہایت خوبصورت کوسیاں بچھی ہوئی تھیں اور ایک میز آگے لگی ہوئی تھی اور بہت سے لوگ اُس میں بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ کچھ عورتیں بھی دور دور دکھائی دیتی تھیں اور متعدد جہاز اور لنمپ اور فرشی جہاز گھاس کی روشنی سے روشن تھے میں نے ہرگز کوئی مکان ایسی خوبصورتی سے آراستہ ہوا نہیں دیکھا تھا اُس وقت مجھ کو یقین ہوا کہ کوئی بہت بڑی شادی ہے اور لوگ جمع ہیں اور مکان آراستہ ہے مگر جب صبح کو دیکھا اور تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ عام لوگوں کے شراب پیئے کے لیئے شراب خانے ہیں لوگ جمع ہوتے ہیں اور شراب پیتے ہیں اور اسطرح کے بہت سے شراب خانے ہیں اور ایک ایک سے زیادہ اور عمدہ آراستہ ہے کیا خدا کی قدرت ہے کہ عام لوگوں کو بھی یہاں تک کہ قلی اور مزدوروں کو بھی ایسی خوبی اور آراستگی سے شراب پینی میسر ہے کہ جمشید کو کبھی خیال میں بھی نہیں ہوئی ہوگی *

ہوٹل مارسلیس کا جس کا نام ہوٹل ٹی دلبور ہے اور جسمیں ہم تہہ تہہ نہایت عجیب اور عمدہ ہوٹل ہے بیچمیں بطور بیضی دائرہ کے صحن ہے اور چاروں طرف کمرے بنے ہوئے ہیں سات منزلہ ہوٹل ہے اور اوپر تلے کمرے بننے چلے گئے ہیں اور صحن کے اوپر شیشہ کی چہت ہے جسکے سبب سے پانی برف کچھ نہیں آسکتا اور روشنی بخوبی ہے ہم کو پانچویں درجہ میں کمرے ملے تھے کیونکہ اور سب گہرے ہوئے تھے ایک سو بیس سوڑھیاں چترے سب اپنے کمروں میں پھونچے ہو جگہ گھاس کی روشنی تھی اور ہر کمرہ نہایت خوبی سے آراستہ تھا ایک نوکر ہوٹل کا ہمارے ساتھ تھا وہ کمروں میں پھونچا کر چلا گیا میرے دل نے اُسقدرت چار پیئے کو چاہا میں حیران ہوا کہ نوکر کو کیونکر بلاؤں اور اسقدر نیچے کون جاوے اسی فکر میں تھا کہ مجھے خیال آیا کہ ولایت کے بڑے ہوٹلوں میں ایک کل

جی کہ جہاں اُس کو ہاتھ لگایا اور برقی قوت سے یا پیہہ کی حرکت سے گھٹتہ بجا اور آدمی آیا اسی خیال میں میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ یکایک موبی نگاہ دیوار پر پڑی وہاں ہاتھ دانت کا نہایت خوبصورت پھول لگا ہوا تھا میں نے خیال کیا کہ وہی چیز ہی میں اُس کے پاس گیا اور انگوٹھا لٹاکر ذرا دبایا اور جہاں نوکر بیٹھے تھے وہاں وہاں گھٹتہ بجا ایک دو منٹ نہیں گذرنے پائے تھے نوکر آ حاضر ہوا اُس کو چاہ کے لٹے کہا اُسوقت بنایا مگر مجھکو یہہ خلیجان رہا کہ اسنے یہہ ٹھنکر جانا کہ فلں کمرہ میں بلایا ہی خیر رات کو سورہ صبح کو اُتھر میں اُس کمرہ میں گیا جہاں خدمت گار ہوٹل کے جمع تھے میں نے دیکھا کہ وہاں ایک گھٹتہ لگ رہا ہی اور گھٹتہ کے نیچے ایک تختہ لگا ہوا ہی اور اُس میں بہت سے خانے بنے ہوئے ہیں جس کمرہ میں مسافر نے اُس پہل کر دیا اُسوقت وہ گھٹتہ بجا اور فی الفور ایک خانہ میں ایک نمبر دکھائی دیا نمبر ۳ یا ۶ یا ۹ وغیرہ پس خدمت گار نے جانا کہ فلں نمبر کے کمرہ میں بلایا ہی پھر یہہ نمبر از خود آہستہ آہستہ دو منٹ کے عرصہ میں غائب ہو جانا ہی آہستہ آہستہ ۱۰ نمبر غائب ہوتا ہی کہ اگر شاید خدمت گار وہاں حاضر نہ ہو اور گھٹتہ کی آواز سنکر دوڑے تو نمبر موجود رہے تاکہ اُس کو دیکھ کر جان لے کہ کس کمرہ میں جانا ہی *

ذکر شہر مار سلیس

فرانس کی سلطنت کے شہروں میں مار سلیس کچھ بڑا شہر نہیں ہی تہہ زے دنوں سے اُس کی ترقی اور آبادی شروع ہوئی ہی حال کی خانہ شادی کی رو سے تین لاکھ ایکسو اکتیس آدمی اُس میں رہتے ہیں انجنیر کے متعلق کار خانوں میں سات ہزار آدمی نوکر ہیں بارون دختی کلہں ہیں جو صابن بناتی ہیں اور ہر سال سولہ لاکھ اسی ہزار من صابن بنتا ہی اٹھائیس دختانی کولہ تیل بنانے کے ہیں اور ایک لاکھ بارہ ہزار من ہر سال تیل بنتا ہی ہر سال سیخ ٹرنی ٹوبی پنچاس ہزار تیار ہوتی ہیں گرجا اور میوزیم اور پبلک کتب خانہ اور پیکچر گیلری اور تھی ایٹر زولا جیکل گارڈن موجود ہیں *

تھسویں اپریل سنہ ۱۸۶۹ ع روز جمعہ کو ہم نے وہاں مقام کیا تاکہ ایسا خوبصورت شہر دن میں دیکھا جاوے ایک گاڑی دو گھوڑوں کی منگائی اور قریباً تمام شہر میں پھرے ایسی وسیع اور صاف اور خوبصورت اور ایسی ایسی عمدہ آراستہ دیکائیں دیکھنے میں آئیں کہ بیان نہیں ہو سکتا بازاروں میں مٹی یا تنکے یا کوڑے کا نام تک نہ تھا تمام عمارت نہایت صاف اور اوجلی زن و مرد نہایت صاف اور وضع دار ہر طرح کی خوبصورتی میں آراستہ نظر آئے میوزیم نہایت عمدہ اور خوبصورت مکان تعمیر ہوا ہی اور کسیقدر اُس وقت بھی بن رہا تھا زولا جیکل گارڈن نہایت خوبصورت ہی اور ہر قسم کے عجیب عجیب چاتور

وہاں ہیں زرافہ ایک احاطہ میں پھرتا ہی اور سونے میں اُس کے رہنے کے لئے ایک کھنڈ بنا دیا ہی اُس مکان پر مسلمانوں کے چھنڈے کا نشان ہی اور یہ عربی عبارت کھنڈی ہوئی ہی حدیث مصر نے یہ تحفہ اس سروریم میں بھیجا ہی †

نقل تبقہ

ماشاء اللہ مما خلق

کیف لایندہ شریہا * لطلعت زرافۃ المعانی من بنظرہا

من المتناس و المطایف

اُس گرتن میں ایک ہاتی بھی ہی اور نہایت عجائبات سے گنا جاتا ہی اور اکثر لوگ اُس کو دیکھنے میں متوسط ند کا ہانی ہی مگر نہایت دلاور رہا ہی ہینچارہ ایک مکان میں بند ہی *

اُسی باغ میں ایک نہایت بڑی مچھلی کا پورا ڈھانچہ ہی لہے کی سلاخیں پر زمیں سے قد آدم اونچا رکھا ہوا ہی اب بھی وہ ڈھانچہ انہیں قدم لہنا ہی نہایت عجیب قابل دیکھنے کے تھا *

نہایت عمدہ اور نئی عمارت اس شہر میں (نیو کیتھیڈرل) یعنی نیا صدر گرجا ہی یہ گرجا ایک چھوٹے سے پہاڑ پر بنایا گیا ہی سفود پتھر کا نہایت ہی خوبصورت ہی ہم اس کے اندر گئے اور نہایت عمدہ عمارت اور بہت ہی خوبصورت دیکھی جہاں بشپ بیٹھا ہی اور نماز پڑھاتا ہی وہاں پوری قد آدم سنگ مرمر کے پتھر کی حضرت مریم کی صورت بنی ہوئی کھڑی ہی اور اُن کی گردن میں حضرت عیسیٰ میں غرضکہ ہندوؤں کے دھرم میں اور اُن کے گرجا میں کچھ بھی فرق نہیں تھا آج کے دن ہزاروں عبرت و مرد اس گرجا میں آتے تھے اور بطور میلہ کے وہ قسم کی دوکانیں پہر پر لگی ہوئی تھیں اور کافی اور شراب کی دوکانیں اکثر جگہ تھیں *

اس پہاڑ پر سے شہر نہایت خوبصورت دکھائی دیتا ہی اور سارا شہر اور اُس کے بڑے بڑے مکانات سب پہاڑ کے نیچے معلوم ہوتے ہیں پہاڑ کے ارد گرد بہت دور تک بگی و چرت برابر اوزے ہوئے جاتے ہیں پھر بہت سی شاید کئی سو سیدھیاں چڑھ کر گرجا تک پہنچنا ہوتا ہی *

یہاں ایک عجیب بلت چرت اور فتن وغیرہ میں دیکھی پہاڑ پر چرت کو چڑھا لیجاتے ہیں باوجودیکہ نہایت پھسلوان اور ڈھلوان سڑک ہوتی ہی جب اُس ڈھال پر سے چرت اُترنے کو ہوتا ہی تو کوچران ایک کل پھراتا ہی اور فتن یا چرت کے بچھلے دونوں دونوں میں ایک پروہ لہینا جا جاتا جس کے سب سے وہ دونوں پھل پھرنے سے بند ہو جاتے ہیں

صرف اگلے دو پہرے پہرتے ہیں اور نہایت آہستگی سے گاڑی اُترتی ہی اور ڈھولکنہ کا مطلق خوف نہیں رہتا •

رات کو ہم یہر شہر دیکھنے کو نکلے اور اکثر بازاروں میں وہی کیفیت بلکہ اُس سے زیادہ دیکھی۔ ایک مکان بہت بڑا اور ایسا ہی مکلف جیسے کہ شراب خانوں کے مکانات تھے دکھائی دیا ہوٹل کا کمشنر جو ہمارے ساتھ تھا اُس نے کہا کہ یہہ کزنہو ہی یعنی ہر روز گناہ کرنے کا مکان ہی ہم بھی اُس میں گئے دیکھا کہ نہایت آراستہ مکان ہی اور باغ سا لگا ہوا ہی شیشوں کا اور شیشہ آلات کا کچھ حساب نہیں سہکڑوں کرسیاں بیچھی ہیں اور ہر کرسی کے سامنے چھوٹی سی میز ہی کوئی چاہ بہتا ہی کوئی کافی کوئی شراب خدنگار متعین ہیں اور سب چیز حاضر کرتے ہیں اور سامنے نہایت مکلف شہ نشین بنی ہوئی ہی اُس میں گانے والے اور گانے والیاں اور باجا بجانے والے ہیں جو شخص چاہے ٹکٹ لے اور اُس مکان میں جاوے جب تک چاہے گانا بجانا سنے قیمت ٹکٹ کی بقدر چھ آنہ ہندوستان کے ہی ہم توڑتی دیر وہاں ٹھہرے اور تماشہ دیکھ کر چلے آئے کہانوں میں بھی ایسی کیفیت نہیں سنی تھی جو انکوں سے دیکھی •

یکم مئی سنہ ۱۸۶۹ ع روز شنبہ کو ہم مارسلیس سے روانہ ہوئے وہی عمدہ آہنی بس جو ہمکو لنکر گاہ مارسلیس سے ہوٹل میں لایا تھا حاضر ہوا افسران ہوٹل نے سب ہمارے بکس اسباب کے لئے لٹھے اور اُن پر اپنے دفتر کے ٹکٹ لگا دیئے اور سب اسباب آہنی بس کی چھت پر رکھدیا اور ہم سب لوگ آہنی بس میں جس میں نہایت نفوس دو گھوڑے جتے ہوئے تھے سوار ہوئے کمشنر ہوٹل ہمارے ساتھ ہوا اور عین وقت پر ریل کے اسٹیشن پر پہونچایا کمشنر ہوٹل نے ریل کے ٹکٹ لے دیئے اسباب تلوا دیا ریل کی گاڑی میں سوار ہونے کے بعد رخصت ہوا جتنا کہ ہمکو ہندوستان میں ریل کا ٹکٹ لینے اور سوار ہونے میں تردد یا فکر کرنا پڑتا تھا اتنا بھی نہیں ہوا بلکہ کچھ بھی نہیں ہوا •

جب کہ ہم مارسلیس سے چلے اور تین نے نہایت نرمی اور سبکی سے قدم اُٹھایا اور میدان اور کھیت اور گانوں ہماری نظر سے گذرے تو ہمکو ایک اُڑ ہی عالم دکھائی دیا مارسلیس میں تو جو کچھ تماشا تھا وہ سب انسان کی کاریگری کا تھا مگر یہاں قدرت کی خوبی اور خوبصورتی اور انسان کی کاریگری اور عقلمندی نے ملک عجیب ہی کیفیت دکھائی تھی ملک کی خوبی اور سوسبزی و شادابی اور مثیلے چوڑے چوڑے ٹیلوں کی بلندی اور پستی اور سرو نما اور گمتی دار درختوں کی سوسبزی اور خوبصورتی دل کو لہرائے لیتی تھی اس قدرتی خوبصورتی پر انسان نے یہہ کاریگری کی تھی کہ اُس کا حسن دوبالا ہوگیا تھا تمام زمین چہاں تک نگاہ جاتی تھی نہایت خوبصورت چمن ہندی و تختہ ہندی سے آراستہ تھی اُن تختوں میں گھاس کاشت ہوئی تھی نہایت سبز و شاداب

و دلکش چہ چہ پر نہ جاری تھی اور ہر کھیت و چمن و تختہ میں اُس کی جدولیں بہہ رہی تھیں اُن سبز تختوں میں پانی کی نہریں اور پتلی پتلی جدولیں ایسا لطف دکھاتی تھیں کہ بیان نہیں ہو سکتا اور ان سب پر طرہ یہ تھا کہ اُس سبز گیاس کے تختوں میں ایک قسم کا سبز پھول جابجا کھلا ہوا تھا اور جیسے کہ نیلے آسمان میں تارے چمکتے ہیں ویسے اُن سبز تختوں میں وہ قدرتی آگے ہوئے پھول چمکتے تھے ہزاروں بیگمہ زمیں میں انگور بوئے ہوئے تھے بالکل انگور اسی طرح پر ہزاروں بیگمہ میں بوئے ہوئے تھے جیسے کہ فوج آباد و میرتبہ میں آلو بوئے جاتے ہیں یا غازی دور میں گلاب کے تختے لگاتے ہیں ایک عجیب بات یہ تھی کہ مثیلے چھوٹے چھوٹے پہاڑ نما جو ٹیڈے تھے اُن کی چو سے چوٹی تک چاروں طرف انگور کے درخت لگائے ہوئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بہت بڑے کول اور بیضی بوجوں پر انگور کی بیلوں لگا دی ہیں انگور کی تاکوں کی بیلوں ابھی تک بہت بڑی نہیں ہوئی تھیں انگور پھٹاؤ پر تھا اور نئی نئی پتی نکل رہی تھی اور بیلوں بڑھتی جانی تھیں اور اس سے اور بھی زیادہ خوبی اور خوبصورتی ہو گئی تھی ہمنے کہا کہ سعدی کا یہ فقرہ ”تو گزنی خورده میثا بر خاش رینختہ و عقد ثریا بر تانکش آریختہ“ حقیقت میں اسی جگہ موزوں ہے *

غرض کہ اسی طرح کا تہ اشا اور عجائبات قدرت کو دیکھتے ہوئے لونز اسٹیشن پر پہونچے ہم سب لوگ گاڑی پر سے اُترے اور اسٹیشن میں جا کر کچھہ کھایا چاہ پی اور کچھہ کھانے کی چوڑیاں اور دو بوتلیں پانی کی اور کچھہ میرہ خرید کیا اور وہاں سے روانہ ہوئے رات ہوئی ایہی گاڑی میں سوتے کیاتے اور ہنستے بولتے ساری رات چلا دیئے صبح دوسری مئی سنہ ۱۸۶۹ ع روز یکشنبہ نو سارے سات بجے صبح کے پیوس میں داخل ہوئے چونکہ ہمنے دو روز تک پیوس میں رہنے کا قصد کیا تھا اس لیئے وہاں اُترے مارسلیس کی طبع وہاں بھی ہوٹلوں کے کھنوں موجود تھے اُنہوں نے پوچھا کہ آپ کس ہوٹل میں جاوینگے ہمنے کہا کہ میورس ہوٹل میں اس لیئے کہ ہمنے تحقیق کرلیا تھا کہ وہاں اکثر انگریز اُترتے ہیں اور اس سبب سے وہاں کے اہلکار انگریزی زبان بخوبی جانتے ہیں کشتوں نے ہمارے لیئے دو گاڑیاں حاضر کیں اور ہم ریلوے اسٹیشن سے وہاں آ کر کوچران نے کچھہ ہمسے فرنیج باغ میں پوچھا ہم کچھہ نہیں سمجھے اور نہ وہ کچھہ ہماری سمجھا *

میورس ہوٹل اگرچہ عمدہ ہی مگر بہت عمدہ نہیں ہی مارسلیس کا ہوٹل اور وہاں کا نہانے کا عمدہ کمرہ اور کھانا کھانے کا نہایت عمدہ طریقہ اور نہانے والوں کی نہایت نفوس و دنیاں ہماری آنکھ میں سمائی ہوئی تھیں اس لیئے یہ ہوٹل ہماری نگاہ میں بچھہ نہیں چھچھا *

ہمنے وہاں کھانا کھایا اور اس خیال سے کہ آج اتوار ہی کچھ سیر و تماشہ کا قصد نہیں کیا (یہ ہماری غلطی تھی پیرس میں اتوار کو سب دوکانیں اور سیر و تماشہ سب کھلے رہتے ہیں) مگر ہمنے ہوٹل کے کمشنر کو جو انگریزی جانتا تھا ساتھ لیا اور ہدال ٹہلے اور کچھ ادھر اور ادھر پھرنے کا ارادہ کیا *

ہوٹل کے سامنے ایک بہت وسیع میدان نظر آیا جس کے دروازے نہایت عمدہ تھے اور لوہے کا قد آدم جنگلہ نہایت خوبصورت لگا ہوا تھا ہمنے کہا کہ یہ کیا ہے کمشنر نے جواب دیا کہ فلاں مکان ہے ایک نہایت وسیع میدان کئی میل مربع کا گہرا ہوا ہے اُس میں نہریں اور حوض اور نوارے بنے ہوئے ہیں اور جا بجا پورے پورے ند کی سنگ مرمر کی مورتیں کھڑی ہیں کسی جگہ چمن بنی ہے اور پھول پھلوانی کھلی ہوئی ہے کسی جگہ تختہ بنی ہے اور ذرا قدآور خوبصورت درخت لگے ہیں اور کسی جگہ گھاس کے نہایت خوبصورت چمن ہیں اور نہایت نفیس و خوشنما روشیں بنی ہوئی ہیں اور کہیں نہایت بڑے تنادر درخت مگر بہت خوبصورت ہیں اور کل میدان نگاہ میں سبز دیکھائی دیتا ہے اور موقع موقع پر ہزارہا کرسیاں رکھی ہوئی ہیں ہر روز زن و مرد اور بچے نہایت عمدہ عمدہ کپڑے پہنے ہوئے ان میدانوں میں چہل قدمی کرتے پھرتے ہیں جہاں چاہتے ہیں بیٹھتے ہیں اور سیر کرتے ہیں کھانے پینے کے لیئے جو کچھ چاہئے سب مہیا و موجود ہے ہم بھی اُس میں خوب پورے اور خوب سیر کی جب سب دیکھ چکے تب ہماری خوش نصیبی نے زور کیا اور ہمنے کمشنر سے کہا کہ آؤ کسی اچھی جگہ لیچلو اُس نے کہا کہ وارسیل چلو وہ آج کھلا ہوا ہے اور ہر مہینہ پہلے اتوار کو کھلتا ہے نہایت عمدہ جگہ دیکھنے کے قابل ہے ہم ہدال اُس کے ساتھ چلے اور جو کہ بہت پھر چکے تھے میں تھک گیا اور وہ لیئے جاتا ہے ابھی دوکانات اور مکانات اور بازاروں کو دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں اور تھکن کا مطلق خیال نہیں رہتا اور کبھی پھر تھکن کے سبب طبیعت اُتتا جاتی ہے اور کمشنر قدم اُٹھائے لیئے چلا جاتا ہے اور ہم کچھ نہیں جانتے کہ وارسیل کیا ہے اور کتنی دور ہے غرض کہ خدا خدا کر کے ایک نہایت بڑے مکان کے دروازہ میں گھسے وہاں بہت غول آدمیوں کا جمع تھا اور ایک اور دروازہ میں وہ لوگ گھسے چلے جاتے تھے کمشنر نے ہمکو ایک جگہ تھوڑا اور کہا کہ میں تمک لے آؤں اور جہت پسند وہ تمک لے آیا اور کہا چلو ہمنے یقین کیا کہ اب جس دروازہ میں گھسے ہیں وہی وارسیل ہے جب اُس میں گھسے تو دیکھا کہ نہایت عالیشان ریل گا اسٹیشن ہے اور تین تیار کھڑی ہے اُس کو دیکھ طبیعت نہایت متغص ہوئی تمام رات ریل کا سفر کیئے چلے آئے تھے اور پھر پھرتے پھرتے دق ہو گئے تھے اب پھر ریل میں بیٹھنا ایسا ناگوار معلوم ہوا اور ایسی طبیعت دق ہوئی کہ بھان نہیں ہو سکتا کمبخت کمشنر

ہماری بغیر اجازت کے دوسرے درجہ کا ٹکٹ لے آیا تھا یہاں کی گاڑیاں دوہری ہیں اندر تو نورست کلاس کے مسافر بیٹھتے ہیں اور چھت پر دوسرے درجہ کے جب یہہ معلوم ہوا کہ چھت پر بیٹھنا پڑیکا تو اور بھی طبیعت دق ہوئی اور جب یہہ معلوم ہوا کہ یہاں سے تیس میل جانا ہی تب تو ایسا دل ناراض ہوا کہ ٹرین پر سے اترنے کا ارادہ کیا اتنے میں انجن نے سٹی بجائی اور چلدا اور ہم لاچار بے بس نہایت دق و رنجیدہ اُس پر چلے جاتے ہیں جب تھوڑی دور چلے اور چھت پر سے دور دور کی فضا اور خوبصورت خوبصورت مکانات اور ہرے ہرے میدان دکھائی دینے لگے تب تو سب کچھ بھول گئے اور کہا کہ کمشنر نے نہایت عقلمندی کی جو چھت پر بیٹھنے کا ٹکٹ لیا اب طبیعت خوش ہوگئی اور یہہ کہنے لگے کہ اگر بہت دور تک اسی طرح چلے چلیں تو نہایت خراب بات ہی غرض کہ جستدر رستہ ریل کا تھا وہ طی کیا اور وارسیل میں پہونچے •

ریل کے اسٹیشن سے تھوڑی دور جاکر ایک دروازہ ملا جو بند تھا مگر اُس کے کواڑ آہنی چالیدار تھے جس میں سے اندر کی سب چیزیں دکھائی دیتی تھیں ہمنے دیکھا کہ اندر مکانات ہیں باغ و چمن بنڈی ہی اور نہریں اور حرض فوارے ہیں اب معلوم ہوا کہ یہہ محل ہیں جن میں فرانس کے بادشاہان سابق رہا کرتے تھے اور اب یہی سب مرتب و آراستہ ہیں اور ہر مہینہ کے پہلے یکشنبہ کو اسلام کو کولے جاتے ہیں کہ عام رعایا آوے اور سیر و تماشاہ دیکھے اور بادشاہی محلوں کو دیکھے اور اُس میں جو جو کچھ عجائبات اور کاریگریاں اور قوسی نام آوریاں ہیں اُن کو دیکھے گو خوش ہو پانی کی لہروں اور فواروں کے اچھلنے کا مزہ اُٹھاوے اور جو لطف بادشاہ اُٹھاتے ہیں اُس میں رعایا بھی کچھ حصہ لہوے •

بیان وارسیل کے شہنشاہی محل کا

ایک زمانہ میں یہاں صرف میدان تھا اور کچھ نہ تھا شہنشاہ لوئی سیزدہم ایک شکار کے پیچھے دوزا اور تن تنہا یہاں آنکلا بمھل ایک چھوٹی سی ملی وہاں جاکر ٹھہرا اور فضا اُس میدان کی اُسکو نہایت پسند آئی وہاں شکار گاہ بنائی اور فرانسس دی کوننی آرک بشپ سے وہ زمین خرید کر لی اور سنہ ۱۶۳۲ ع میں وہاں ایک چھوٹا محل بنایا لمرسرمعمار نے اُس محل کو بنایا تھا جس کا نام اب تک مشہور ہی •

شہنشاہ لوئی چہاردم نے سنہ ۱۶۸۲ ع میں وہاں ایک آؤر عمدہ محل بنانا شروع کیا اور اگرچہ سنہ ۱۶۸۴ ع میں اُسے اُس محل میں دربار کیا الا سوت تک وہ یبرا بن نہ چکا تھا مان سرے اور گبریل جو میرے نامی معمار تھے اُن محلوں کی تعمیر میں انکی فن معماری کی یاد گاریاں اب تک باقی ہیں •

اس محل کے احاطہ کے دروازے کے پاس جو اب تک بند تھا بہت سے مرد اور عورتیں نہایت عمدہ عمدہ اور نفیس خوشنما لباس پہنے ہوئے کھڑے تھے ہم بھی وہاں جا کر ٹھہرے تھوڑی دیر میں وہاں کے گرجا کے افسر کا حکم دروازہ کھولنے کا آیا اور دروازہ کھولا گیا ہم سب اُس میں گھسے جب اندر گئے تو ہمہ جانا کہ ہم دنیا میں نہیں بہشت کے کسی محل میں چلے آئے ہیں حوض اور نہروں اور فواروں کی خوبی و خوشنمائی اور جس جس خوبصورت اور قدرتی بناوت کی سی چیزوں اور صورتوں اور جانوروں کے مونہوں سے فوارے چھوٹنے کی ترکیب رکھی تھی اور جس کچ و پیچ و خوبصورتی سے حوض و نہریں بنائی تھیں اور جس خوبصورتی سے چابجا نہایت قدآور اور چھوٹے درخت لگے ہوئے تھے اور سب کے سب بڑے سے چھوٹے تک قینچی سے نہایت خوبصورت کترے ہوئے تھے اور بعضی جگہ اپنی قدرتی حالت میں تھے کہیں ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے کھڑا تھا نہیں کوئی کسی سے ہاتھ ملا رہا تھا کہیں باہم ہم آغوش تھے کسی مقام پر چمن چمن پیوہوں اور عجیب عجیب خوشنما پتوں کے پردوں کی چمن بندی تھی ان تمام چیزوں کو دیکھ کر ہماری عقل حیران ہو گئی اور ہم کو اُس وقت قلعہ دہلی کی مشہور مار پیچ نہر جو دیوان خاص میں ہو کر رنگ محل میں جاتی تھی اور جس کے پانی سے ہم بھی ایک زمانہ میں کیلا کرتے تھے اور مہتاب باغ کا حوض جس کے کناروں سے تین سو ساٹھ فوارے چھوٹا کرتے تھے اور اُسی قلعہ کا اور دیگ گھمیر بہت پور کی عملداری کا سانوں بہادوں یاد آیا اور بلا مبالغہ اتنا ہی فرق پایا جتنا کہ نہایت خوبصورت اور نہایت بدصورت آدمی میں *۔

ہمارے ملک کی شہنشاہی عمارتوں کی قطع اور یہاں کی عمارتوں کی قطع نسبتاً اختلاف آب و ہوا کے مختلف ہی — یہاں عمارت کا طریق یہاں کی آب و ہوا کے نہایت مناسب ہی مگر ہمارے ملکوں کی عمارت کا طریق اس ارادہ سے کہ وہ زیادہ خوبصورت ہوں اور بلند و بالا کی آب و ہوا کے وہاں کے عام و خاص لوگوں کے لیئے زیادہ تو مغرب و صحت بخش ہوں بہت زیادہ ترمیم و اصلاح کے قابل ہی •

بالیں ہمہ صرف عمارت جیسی عمدہ و مستحکم اور نہایت ہی خوب ہمارے ملکوں کی ہی اب تک یہاں دیکھنے میں نہیں آئی بلاشبہ تاج محل کے (وضہ اور تطب کی لائق) سے ہندوستان کی عمارت کو فتح ہی •

فرض کہ باہر کی فضا کی سیر کرتے ہوئے ہم اندر محل میں داخل ہوئے اُس کی خوبی و خوبصورتی بھی اور کمروں کی تقسیم اور اُن کی قطع اور وسعت نہایت ہی عمدہ اور عجیب تھی مگر سب سے زیادہ جو کام مصوری کا تھا جس کا بیان آگے کرونگا اُس کو دیکھ کر ہمارا تو تصویر کا عالم ہو گیا آنکھیں مل مل کر دیکھنے تھے کہ حقیقت میں یہ تصویر

ہی یا سچ مچ سب لوگ زندہ موجود ہیں ہر چند دل کو یقین دلاتے تھے کہ تصویر ہی مگر جہاں غور سے تنگنی باندہ کر دیکھنا شروع کیا وہ یقین جاتا جاتا تھا •

غرض کہ ہم سب مکالموں اور کمروں کی سیڑ کرتے بیہوش اور اُس کمرہ میں جہاں شہنشاہ لوئی چہارم دربار کرتا تھا اور تمام رئیس اور امرا وہاں آنکر ملازمت کرتے تھے پہنچے •

اُس کے بعد ہم ایک اُور کمرہ میں گئے جہاں شہنشاہ لوئی چہارم اپنی شہنشاہی پوشاک پہنتا تھا اور جو طرح طرح کی تصویروں سے آراستہ تھا اور آخر کار جس کی اُس بادشاہ نے اپنی خوابگاہ بنا لیا تھا اور اُسی کمرہ میں سنہ ۱۷۱۵ ع میں مرا تھا اُس کے سونے کا پلنگ جس پر وہ مرا تھا اب تک اُسی طرح سجا ہوا بیچھا تھا اور عبرت اور دنیا کی نا پائیداری بلند آواز سے پکار رہی تھی کہ او لوئی کہاں ہی تو کہ تیرا پلنگ خالی پڑا ہے •

شہنشاہ لوئی چہارم کے دربار کا کمرہ ۳۳۰ فیت کا چوڑا چکلا اور ۲۲ فیت بلند ہی سات بڑی بڑی متحرکیوں میں اُس کمرہ کو لیبرن نے جو معمار بھی تھا اور مصور بھی تھا آراستہ کیا تھا لوئی پانزدہم نے سنہ ۱۷۳۸ ع میں اُس کو اپنی خوابگاہ بنایا •

اُسی جگہ ایک کمرہ ہی جس میں بلیمہ بادشاہ ٹھہلا کرتا تھا لوئی پانزدہم نے اُسکو نہایت عمدہ نقش و نگار سے آراستہ کیا تھا اُس کے دروازہ پر اُس بادشاہ کی دختر ٹیک اخیر کی قد آدم تصویر ہی اور اُس کے مقابلہ میں اُس بادشاہ کی جوانی کی اور اُس کے بعد اُس وقت کی جبکہ وہ تخت پر بیٹھا تھا — یہ بادشاہ سنہ ۱۷۷۳ ع میں اُسی کمرہ میں مرا ہے •

اسی جگہ ایک ایفرا ہی ازتیس ستونوں پر بنا ہوا سنہ ۱۷۵۳ ع میں بننا شروع ہوا انتہارہ برس میں یعنی سنہ ۱۷۷۰ ع میں ختم ہوا اس کے سوا ایک گرجا ہی سولہ سبوتوں پر بنا ہوا مارن سرت معمار نے سنہ ۱۶۹۹ ع میں بنانا شروع کیا اور سنہ ۱۷۱۰ ع میں ختم کیا •

اس تمام محل میں مصوروں کا کام بے نظیر ہی لیبرن — مکٹارڈ — گوڈل — ریکارڈ — جیوینی نت — لیموں جو نہایت نامی مصور تھے اُن سب کا اس میں کارنامہ ہی وہ کمرہ جو تصویر خانہ سلطنت کے نام سے مشہور ہے اور جس میں تیرہ کمرے اور شامل ہیں نہایت عمدہ بنا ہوا ہے اور اُس میں ایک سو تیس کارنامے تصویروں کے پورے پورے قد کے بنے ہوئے ہیں شہنشاہ نیپولین اول کی فتوحات اور مختاربات کی تصویروں پورے پورے قد کی بنی ہوئی ہیں •

ایک اُور بہت بڑا کمرہ ہے جس کا نام کمرہ کروسید ہے اُس کمرہ میں تمام واقعات و مختاربات کی تصویریں جو کروسید کی لڑائی میں ہوئی تھیں بنی ہوئی ہیں •

اُس کمرہ کے اوپر ایک آؤر کمرہ ہی اور اُس میں تمام واقعات اور محکرات الجزایر تصویریں بنی ہوئی ہیں •

ایک بہت بڑے کمرہ میں جو ۳۷۳ فٹ لمبا اور ۴۲ فٹ مرتفع ہی تمام لڑائیوں تصویریں جو فرنیچ لڑے ہیں بنی ہوئی ہیں •

تصویروں کی خوبی بیان نہیں ہو سکتی بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ سب کچھ سچ سچ گا ہی جو لوگ زخمی ہوئے ہیں صاف گولی لگی ہوئی اور گوشت اُبھرا ہوا اور پھٹا ہوا اور خون بہتا ہوا معلوم ہوتا ہی •

یہ تصویر خانہ نہیں ہی بلکہ قومی ہمت اور قومی جرأت اور قومی شجاعت بڑھانے کا آلہ ہی کچھ شبہ نہیں ہی کہ تمام قوم فرنیچ کی جب ان تصویروں کو دیکھتی ہوگی اور اپنے بزرگوں کی بہادری اور شجاعت اور میدان جنگ میں مرنے اور اپنے تن بدن کو زخموں سے چور کرنا اور مرنے یا مارنا خیال کرتی ہوگی اُس کی ہمت اور شجاعت بڑھنے کی ہوجاتی ہوگی اور چلوؤں خون بہہ جاتا ہوگا •

اس تمام تصویر خانہ میں صرف ایک ہی بات تھی جو فرنیچ کی شجاعت اور سویلیزیشن کو بتانے لگاتی تھی اور مدبہ کو اُسے دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ ایسی بہادر اور شجاع اور سپاہی قوم نے جو سویلیزیشن کے زیور سے بھی نہایت آراستہ ہی ایسی عجیب بات جو اُن سب خوبیوں کے برخلاف ہی کیونکر کی ہی الجزایر کے محکرات کی تصویروں کے کمرہ میں امام عبدالقادر کی عورتوں کو گرفتار کرنے کی تصویر بنائی ہی اُس کی عورتیں اُونٹ پر کتارہ میں تھیں فرنیچ سپاہیوں نے اُونٹ کو بٹھا کر کتارہ گردانیا ہی اور عورتیں اُس میں سے نکل پڑی ہیں اور اُن کے بدن پر سے کپڑا ہٹ گیا ہی اور فرنیچ سپاہی سنگین اُتھائے ہوئے اور اُن کی فوکیں عورتوں کی طرف کیئے ہوئے کہ گویا اب ماریفتمے کر دے کہتے ہوئے ہیں کیا فرنیچ کو یہ زیبا تھا کہ عورتوں کی گرفتاری کی تصویر اپنے محل میں لگاتے کیا عورت پر سنگین سیدھی کرنی اور اُس کو کتارہ میں سے گرا دینا فرنیچ سپاہیوں کی بہادری کی یادگاری تھی کیا ایک عورت کا تصویر میں کپڑا بدن پر سے ہٹا ہوا بنا دینا (بالفرض اگر ایسا ہوا بھی ہو) فرنیچ کے سویلیزیشن کے مناسب تھا •

امام عبدالقادر نہایت سچا بہادر سپاہی ہی جب کہ وہ الجزایر کا بادشاہ تھا اور جو عزت کہ اُس وقت لوگوں کی آنکھ میں اُس کی تھی اب بھی اُس میں کچھ کمی نہیں ہی نہایت بہادری اور سچائی سے بغیر دغا و فریب کے بیس برس تک تن تنہا لڑتا رہا انجام کو شکست ہوئی جس سے کچھ بھی اُس کی سپاہ گری یا مشہور عزت میں فرق نہیں آیا پس ایسی تصریحیں بنانے سے بعوض اس کے کہ اُس کی کچھ حقارت ہو اُسکی جرأت و شجاعت ثابت ہوتی ہی •

مگر اُسی کے پاس ایک دوسری تصویر ہی جس سے فرنیچ کی اور خصوصاً حال کے شہنشاہ نیپولین کی نہایت فیاضی اور ہانائی اور ہمت اور تمام خرابیاں ثابت ہوتی ہیں یعنی جبکہ شہنشاہ حال تخت پر بیٹھا تو امام عبدالقادر کو قید سے چھوڑ دیا خود شہنشاہ قید سے اُس کو چھوڑ رہا ہی شہنشاہ نیپولین کے پورے قید کی تصویر ہی اُس کے پاس امام عبدالقادر کھڑا ہی اور اُس کے سامنے امام عبدالقادر کی ماں باہو پھرنے کی پوری درس پہنچے ہوئے کپڑی ہی شہنشاہ نیپولین امام عبدالقادر کی ماں سے شیک ہینڈ کر رہا ہی اور عبدالقادر کی آزادی کا حکم دیتا ہی دو حقیقت اس تصویر میں شہنشاہ نیپولین پر شہنشاہی درس رہی ہی اور تمام قوم فرنیچ کا فخر اور عزت اور سریلیزیشن کی آراستگی اُس سے معلوم ہوتی ہی *

غرض کہ یہ سب سیر بخوبی کی - شام کے قریب وہاں سے چلے اور ریل میں سوار ہو کر اسٹیشن پیرس میں پہنچے وہاں سے آمتی بس میں بیٹھے اور ہوٹل میں آئے چھپو ہمارا نوکر ہوٹل میں تھا وہ یہ جانتا تھا کہ ہم سب ہوٹل کے دروازہ پر کھڑے ہوں جب ہم نہ آئے تو اُس کو تردد ہوا جب سارا دن گذر گیا اور رات ہو گئی جب بھی نہ آئے تو اُس نے رونا شروع کیا ہم نے انکر اُسے روتا ہوا پایا جب پوچھا کہ ارے تجھے کیا ہوا تو کہا کہ اجی آپ کہاں چلے گئے تھے *

ہم نے رات کو کھانا کھا کر سیر کا ارادہ کیا اور کمشنر ہوٹل کو ساتھ لیکر بازاروں کی اور دوکانوں کی سیر کی اور مارسلےس کی جتنی خرابی تھی وہ پیرس کے مقابلہ میں نہایت کم معلوم ہوتی تھی ادھر مکانات کی خوبصورتی اور دوکانوں کی آراستگی اور شہسہ آلات کی روشنی اور نہایت طرح دار خوش لباس زن و مرد کا پھرنا جو عالم دکھا رہا تھا وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی اس قدر روشنی بازاروں اور سڑکوں پر تھی کہ اگر سڑکی کرپڑے تو آدمی اُٹھالے سکتا ہی ہر جگہ ایسی تھی کہ اُسی کے دیکھنے کو بے اختیار دل چاہتا تھا اور تھیک تھیک یہ شعر اُس پر صادق آتا تھا —

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم • کرمہ دامن دل میکند کہ جا اینجاست
خبر تھوڑی دیر سیر کر کر ہم چلے آئے سورہ صبح کو یعنی تیسویں مئی روز دوشنبہ سنہ ۱۸۶۹ ع کو بازاروں کی سیر کو پیدل نکلے اور ریشلیو - ریولی - سفست ہونور - رابوین بازاروں کی سیر کی پھر اُن کو کھانا کھایا اور دو گھوڑوں کی گاڑی منگا کر سوار ہوئے کمشنر ہوٹل کو ساتھ لیا اور کہا کہ ہم کہیں اُترنے کے نہیں صرف عمدہ مقاموں کی باہر سے سیر کرنا اور ایک سرسری نظر سے ہر چیز کو دیکھ لینا منظور ہی اگرچہ کمشنر ہر ایک عمدہ جگہ لے جاتا تھا اور نام بھی ہر جگہ کے بتاتا جاتا تھا مگر فرنیچ نام یاد نہیں رہ سکتے تھے علاوہ اس کے ہم کمشنر کی بات سنیں یا مکانات کو اور بازاروں کی

خوبصورتی کو دیکھیں ایک ایک بازار اور ایک ایک مکان اور ایک ایک دوکان تصویر کا عالم تھا مکانوں پر اور بازاروں میں صفائی اس قدر تھی کہ ایک تنکا بھی پڑا نہیں دکھائی دیتا تھا محلے کچیلے کا تو کیا ذکر ہی چھٹی صفائی کہ ہمنے پیرس کے عام بازاروں میں دیکھی اُس کو بیان کرنا لوگ مبالغہ سمجھیں گے ہر ایک بازار میں سے دن رات میں ہزار ہا اور بعضے میں لاکھوں بگھیاں و چرت و کیپ و آمنی بس اور چھکڑے اور ہاتھ کی گزیاں گزرتی ہیں اور آدمیوں کا تو کچھ شمار ہی نہیں اور اس پر کوئی بازار میل نہیں لپد کا یا آڑ کسی میلی چیز کا دکھائی دینا تو درکنار حقیقت میں تنکا تک بھی پڑا دکھائی نہیں دیتا دواہر صفائی ہوتی رہتی ہی ایک کل کی گڑی دیکھی جو سڑک پر دو گھوڑوں سے چلتی ہی اُس میں ایک بیلن دو دھائی گز کا سوتا بربش کا لٹا ہوا وہ سب سڑک پر بربش کرنا ہی اور کل کیچڑ اور میل جو کچھ ہی از خود اُس گاری کے ایک مخفی صندوق میں بھرتا جاتا ہی علاوہ اس کے ہر جگہ آدمی سڑک پر صفائی رکھنے کو متعین ہیں نہایت نفیس اور خوبصورت لال ٹینیں جو گیس سے روشن ہیں ہر سڑک پر نہایت کثرت سے اور بہت قریب قریب لگی ہوئی ہیں اور دوکانداروں کی روشنی اور شیشہ آلات کے روشن کرنے کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہی بے انتہا ہی پیرس میں رات اور دن میں کچھ فرق نہیں ہی *

پیرس کا انتظام ظاہر نہایت ہی عمدہ معلوم ہوتا ہی ہر مقام پر دیو سو قدم کے فاصلہ پر کانسٹیبل نہایت صاف خوبصورت شان دار بانٹا کی وردی پہنے ہوئے کھڑا ہی کسی سے کچھ نہیں کہتا ہر ایک کی طرف نرم نگاہ سے اور اخلاق سے اور اس دلی خیال سے کہ ہم ان لوگوں کی آسائش اور اُن کو آرام دینے کے لیئے کھڑے ہیں دیکھتا ہی ہر ناانف اُنہیں سے رستہ پوچھتا ہی دوکانداروں کی دوکانیں بعضی دفعہ لوگوں کے گھر پوچھتا ہی اور وہ نہایت خوشی اور خندہ پیشانی سے بتاتے ہیں پوچھنے والا نہایت اخلاق سے اُس کا شکریہ (سی ادبلی) کہہ کر انا کرتا ہی اور چلا جاتا ہی *

پیرس میں جنگی فوج اس قدر دکھائی دی کہ کیا بیان کریں ہمنے تو ہر گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد کسی نہ کسی ٹکرہ فوج کو شہر میں جاتے ہی ہوئے دیکھا وردی فوج کی ہمکنہ نہایت پسند آئی بہت خوش وضع تھی اور سب سے زیادہ یہ خوبی تھی کہ نہایت اُجلی اور صاف براق ہمنے سنا کہ شہنشاہ نیپولین فوج کو بہت دوست رکھتا ہی اور فوج بھی اُس سے نہایت خوش ہی اور بہت چاہتی ہی •

پیرس کے بازار نہایت چوڑے اور دل فزا ہیں دلی میں جو چاندنی چوک کا بازار ہی جس کے بیچ میں نہر ہی اور ایک سڑک نہر کے ایک طرف اور ایک سڑک نہر کے دوسری طرف ہی اُن دونوں سڑکوں کو معہ نہر کے ملا کر تو اس قدر چوڑے بازار تو اکثر بلکہ

عملاً ہیں جو ہمنے دیکھے اور بعضے اس سے زیادہ چوڑے اور اُن کی خوبصورتی تو بیان سے باہر ہی بولیوے سیاستپول اور بولیوے تو ٹیبل بڑی بڑی دو چوڑی سرکین ہیں جن کے کمرے نہایت خوبصورتی سے سایہ دار دیوخت لگے ہوئے ہوں اور جگہ بہ جگہ لوگوں کے آرام کے لیے اور بیٹھنے اور فرحت حاصل کرنے کے لیے اُس قسم کی کرسیاں جو باغچوں میں بچھائی جاتی ہیں بچھی ہوئی ہیں اور زن و مرد بے غم چلتے ہیں جہاں چاہتے ہیں بیٹھتے ہیں اپنے دوستوں سے باتیں کرتے ہیں اور دل خوش کرتے ہیں یہاں کے میونسپل کمشنروں کا ایسا عمدہ انتظام ہی کہ اگر شاید بہشت میں بھی اس عمدہ کی ضرورت ہوئی تو بلاشبہ پطرس کے میونسپل کمشنر وہاں کے عہدوں کے بھی لائق ہیں *

کانٹینٹرل آف نوٹرڈیم ایک بہت بڑا مشہور و معروف گرجا ہی ہمنے سواری میں اُس کو باہر سے دیکھا بلاشبہ نہایت عمدہ و خوبصورت ہی اور اندر سے اور بھی عمدہ ہوگا پالیس الیسی نیپولین جہاں اب شہنشاہ رہتا ہی دور سے سڑک پر جاتے ہوئے دیکھا وہ میٹار اور فواروں کے نہایت خوبصورت حوض جن کی تصویریں ہم سین ٹیفک سوسٹیٹی کے ہال میں دیکھا کرتے تھے اور تعجب کیا کرتے تھے اُن کو سچ مچ اپنی آنکھ سے دیکھا دن رات وہ فوارے چھوڑتے رہتے ہیں اور ایسے خوبصورت معلوم ہوتے ہیں کہ بیان سے باہر ہی پس یہ دل چاہتا ہی کہ انہیں کے پاس کبڑے بھیئے اور دیکھا کیجیئے ایک دروازہ نہایت عالیشان سنگ مرمر کا دیکھا جس پر شہنشاہ نیپولین کی فتوحات کی تصاویر سنگ مرمر میں کھدی ہوئی ہیں اور قومی ہمت اور قومی جوش اور قومی بہادری اور قومی عزت بڑھانے کو نہایت عمدہ اور نہایت بے نظیر چیز ہی کون کمبخت ہوگا فرانس میں جو اُن تصویروں کو دیکھ کر اُسی طرح سے بہادری کرنے کی آرزو اپنے دل میں فہرکتا ہوگا *

غرض کہ ہمسے شہر میں جہاں تک پہرا گیا پھر کر شہر کی حد سے باہر چلے شہر کی حد سے باہر چلنا مینے کہا اور شہر سے باہر چلنا نہیں کہا اُس کا مدب یہ ہی کہ اُس حد کے باہر بھی ویسے ہی مکانات ویسے ہی بازار تھے حال کے شہنشاہ نیپولین نے اُسوقت کے موجودہ شہر کے گرد خندق کھود کر بطور قلعہ برج و فصیل کے بنالی ہی مگر چونکہ شہر بڑھتا جاتا ہی اب اُس حد کے باہر بھی ایسی ہی جھسی کہ اندر ہی آبادی ہی مکانات و بازار ہیں یہ فصیل و برج بالکل زمین دوز ہیں اور جیسا کہ انگریزی جنگی قلعوں کا دستور ہی اُسی قاعدہ پر فصیل و خندق و برج و بارہ ہی مگر نہایت ہی خوبصورت و خوشنما ہی اور صفائی تو ایسی ہی کہ بیان سے باہر ہی *

غرض کہ ہم اُس حد کے باہر ہوئے اور چند میل چلے گئے کہ دفعتاً ہمارے سامنے ایک بہشت کا ٹکڑا آیا یعنی پارک ایک نہایت وسیع میدان کوسوں کا محدود کیا ہی اُس میں

نہایت نفیس و خوبصورت سڑکیں بنائی ہیں وہ تمام میدان بالکل سبز و گلزار ہی ساہ دار درخت نہایت خوبصورتی سے لگائے ہیں اُن کو عجیب عجیب قدرتی خوبصورتیوں سے نرا ہی جابجا کرسیاں اور بیفچیں نہایت خوبصورت و خوشنما آہنی اور چھنی کاری کی بجھی ہوئی ہیں کہیں نہایت خوبصورت پیچدار اور عجیب عجیب تراش کی جس بنی ہی طرح بطرح کے درخت پھولدار بیلدار رنگ رنگ کے سرو نما کمٹی دار جھومنے والے لکے ہوئے ہیں متعدد بڑے بڑے تالاب ہیں اور اس وضع سے بنائے ہیں جو بنائے ہوئے نہیں معلوم ہوتے بلکہ صرف قدرتی معلوم ہوتے ہیں جہاں تک نگاہ کام کرتی ہی بجز گلزار یا سبزہ زار کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا ہر روز ہزاروں آدمی سیر کرتے پھرتے ہیں امرا اور رؤسا بکھیوں پر اور نہایت عمدہ اور نفیس نفیس جوڑیوں پر چڑھ کر آتے ہیں ایک خاص جگہ درختوں کے جھنڈ میں بنی ہوئی ہی وہاں سب سواریاں جا کھڑی ہوتی ہیں لوگ سیر کرتے پھرتے ہیں وہاں گھوڑوں کی خورش کی دوکانیں موجود ہیں گھوڑے ملے جا رہے ہیں بکھیاں دھوئی جاتی ہیں گھوڑوں کو خورش کھلائی جاتی ہی جب آنا سیر کرچکے اور حکم دیا سواری اور جوڑی ویسی ہی نفیس اُجلی بڑاق گھوڑے تازہ نم حاضر ہوئے وہ سوار ہوئے اور چل دیئے اس مجمع کے دیکھنے سے اور فرنیچ ہوٹلوں میں کھانے سے ہمو یقین ہوا ہی کہ فرنیچ کی برابر کوئی قوم وضعدار خوش لباس خوش خوراک نہ ہوتی *

غرض کہ اسی پارک میں سیر کرتے کرتے ہم ایک جگہ پہنچے جہاں قدرتی چشمہ بنایا ہی اُسی کے قریب گھوڑوں کے آرام لینے اور سواریوں کے ٹھہرنے کا جھنڈ اور اُسی کے پاس ایک مکان نہایت نفیس خوبصورت آراستہ بنا ہوا ہی جس میں ہر شخص سیر کرنے والا جا کر بیٹھ سکتا ہی اور ہر قسم کا کھانا اور شراب اور دنیا کی نعمتیں موجود ہیں بیہو آرام کرو کھاؤ پیو نام دو اور چلے جاؤ اس مکان میں جو تمام کارخانہ لاکھوں روپہ کا ہی یہ صرف سوداگروں کا ہی *

جس وقت ہماری گاڑی اس مکان کے دروازہ پر ٹھہری ایک خدمت گار نہایت عمدہ ورنی پہنہ ہوئے آیا اور سر جھکا کر ادب ادا کیا اور گاڑی کا دروازہ کھول دیا ہم اُترے اور جبکہ ہمکو وہاں کچھ کھانا منظور نہ تھا ہم مکان کے اندر نہیں گئے اُس خدمتگار کا شکر فرنیچ الفاظ میں (سی اوپلی) کہہ کر ادا کیا یہ فرنیچ لفظ ہمنے مارسلیس کے ہوٹل میں دیکھ لیئے تھے اور ہمنے اُس سے کہا کہ ہم ابھی پھرینگے اور سیر کریں گے *

وہاں سے ہم چلے اور اُس قدرتی بنائے ہوئے چشمہ کی سیر کرنی شروع کی بھی میدان کے پہاڑ بنایا ہی اُس میں کھوکھلی ہی ہو گئی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ قدرتی ہی یا مصنوعی اور وہ پہاڑ چہرتا ہی اور ایک جگہ سے چادر ہو کر گرتا ہی اس کے اوپر بڑے بڑے

درخت کھڑے ہیں اور پہاڑ پو چڑھنے کی بٹھیاں بٹی ہوئی ہیں اور ہزاروں سایہ دار درخت لگے ہوئے ہیں اور بے انتہا کرسٹیاں بچھی ہوئی ہیں پس ہم اس کی خوبی اور فضا اور خوبصورتی بیان نہیں کرسکتے ہم بہت دیر تک وہاں بیٹھے رہے اور خدا کی قدرت کو یاد کیا کیونکہ سبحان اللہ خدا نے اپنی دنیا میں کیا کیا کچھ پیدا کیا ہی *

اسی مقام کے قریب ایک اور نفیس مودان گھوڑدوڑ کا تھا اُس کو جاکر دیکھا اور چوبی مکانات جو لوگوں کی سیر کرنے کے لیئے بنے ہوئے ہیں اُن کو دیکھا اس کے پاس ایک بمپ چل رہا تھا جس کے پنکھوں کو صرف ہوا سے حرکت ہوتی تھی اور بہت پانی نکالتا تھا وہاں ایک مرد اور اُس کی جوڑو ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے جو اُس بمپ پر نہر کو تھے اُن کے رہنے اور بیٹھنے کے طریق کو دیکھ کر مجھے ہندوستان پر نہایت افسوس ہوا میں نے اُن سے اوپر جانے اور دیکھنے کی اشارہ سے اجازت چاہی انہوں نے مسافر سمجھ کر بہت اخلقی کیا اور وہ مرد ہمارے ساتھ ہولیا اور سب چیز بخوبی ہم کو دکھائی دینے اُس کا شکر کیا اور اخیر وقت یعنی قریب شام کے اپنے ہوٹل میں لوٹ آئے *

ہم نے سنا کہ پیرس کے لوگ پیرس کو پیرس نہیں کہتے بلکہ (پیریڈائیز) کہتے ہیں یعنی بہشت اور کچھ شک نہیں کہ پیرس دنیا میں بہشت ہی *

اگر فردرس جو روے زمین است * ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

رات کو پھر ہم بازار میں نکلے اور ہاتھوں کے داستانے مول لینے کا ارادہ کیا ایک داستانہ والے کی دوکان میں گئے دیکھا کہ ایک جوان خوش رو عورت کرسی پر میز کے اُس طرف بیٹھی ہی نہایت خوش لباس پہنے ہوئے جوں ہی ہم اندر گھسے وہ کھڑی ہو گئی اور قدرے خم ہو کر ایسی حالت بنائی جیسے کوئی خراہشمند ہی کہ آپ کیا کہتے ہیں یہ بات اُس نے اس لیئے کہی تھی کہ وہ نہیں جانتی تھی کہ ہم کونسی زبان جانتے ہیں اتنے میں ہم میں سے کسی نے انگریزی میں اُس سے داستانوں کو کہا پھر تو بلبل کی طرح انگریزی بولنے لگی ہر ایک کا ہاتھ دیکھا اور فی الفور اُسی کے لائق داستانے لے آئی اور اپنے ہاتھ سے پنہا دیئے اور اس تمام وقت میں نہایت شایستہ گفتگو کرتی جاتی تھی جب ہم سب یہن چکے تو اُس سے دام لینے کو کہا اُس نے کہا کہ کیا تم ایک ہی ایک جوڑا لوگے اور اُس نے اس بات پر رغبت دلانے کو کہ ہم لوگ متعدد جوڑے لے لیں نہایت شہریں گفتگو کی کبھی تو یہہ جتنا یا کہ پیرس سے بہتر کوئی فیشن نہیں ہی اور یہاں کے داستانوں سے بہتر کسی ملک کے داستانے نہیں ہیں ڈنہ پر جانے کے لیئے لیدیز سے ملنے کو جانے کے لیئے ملاکہ پاس ایچور پاس جانے کے لیئے داستانے درکار ہونگے مجھے افسوس ہی کہ کسی جگہ تمکو تکالیف نہو اس لیئے متعدد جوڑے رکھ لو تو بہتر ہی ہوئے کہا تمہاری سہریانی کا شکر مگر ہمو ضرورت نہیں ہی ہم صرف بازار کی سیر کرتے ہیں کہوں سے

کچھ خرید بھی لیتے ہیں معلوم ہوا کہ وہ عورت چار زبانیں جانتی تھی فرنچ انگریزی اٹالی اور جرمن اور چاروں میں نہایت عمدہ گفتگو کرتی تھی اور یہ صرف اسی لیتے سیکھی تھی کہ جس ملک کا خریدار آوے اُس سے باکسافنی گفتگو کرسکے ہم نے اُن کی قیمت اُس کو دیدی اور اسی طرح متعدد بازاروں کی سیر کرکر واپس آئے •

آدھی رات کے وقت ہم یہو بازار میں گئے اور مرزا خدا داں بیگ کے لئے گرم کت اور پتلون خرید کیا درزی کی دوکان میں گئے چند کمرے نہایت آراستہ تھے اور ہر کمرہ نمبر سے رکھا ہوا تھا اُس نے یہ بات دریافت کرکر کہ کس قسم کے کپڑے کا خریدنا ہی مرزا کا بدن ناپا اور اپنے اسسٹنٹ سے کہا کہ فلاں نمبر کا کت پتلون لڑو اُس نے حاضر کیا اسبر نے ایک آراستہ کمرہ ہٹا دیا مرزا اُس میں گئے اور کپڑے بدل کر ہرش آئیٹھ کننگھی کرکر ایک خوبصورت جران بٹہ تھمے نکل آئے اُس وقت بھی تمام بازار کھلے ہوئے تھے دوکانیں آراستہ تھیں ویسی ہی روشنی تھی اُسی طرح لوگ یہو رہے تھے •

چوتھی مئی سنہ ۱۸۶۹ع روز سہ شنبہ کو پورے آٹھ بجے ہم پیوس سے روانہ ہوئے کیلے بو انگلش چینل تک ریل پڑ آئے وہاں دھانی کشتی ہم مسافروں کے لئے تیار تھیں ہم ریل پڑ سے اُتر کر اسٹیمر میں گئے انگلش چینل بہت بڑا چوڑا نہر ہے ہی صرف ڈھائی توں گہنہ کا رستہ ہی مگر اُس کے پانی کو ایک عجیب قسم کی حرکت ہے کہ جہاں اسٹیمر چلا اور پانی نے اُس کو ہٹایا اور آدمی کو قی آئی •

کیمان جہاز نے ہم سب کو اُس بڑے کمرے میں جگہ دی جو فوسٹ فلاں کے مسافروں کے لئے تھا جب ہم اُس کمرے میں داخل ہوئے تو عجیب تماشا دیکھا کہ ہر مسافر کے لئے لیٹنے کی جگہ بنی ہوئی اور تکیہ رکھا ہوا ہے اور ایک برتن چینی کا قی کرنے پر رکھا ہوا ہے جو لیڈیاں ہم سے پہلے وہاں چلی آئی تھیں وہ لیٹی ہوئی ہیں اور آئندیں بند کرکے سونے کا قصد کر رہی ہیں تاکہ سونے کی حالت میں وہ رستہ طے ہو جاوے ہم کو تعجب تھا کہ ایسی کیا حرکت ہوگئی ہم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور مرزا خدا داں بیگ نے شیخی میں آکر قی کرنے کا برتن پورے ہٹا کر رکھ دیا تھا اتنے میں جہاز کھلا کوئی سو گز چلا ہوا کہ ہم سب کا جی متلایا سب لیٹ گئے اور آئندیں بند کرکے لیڈیاں سے کچھ غفلت سی ہوئی تھوڑی دیر بعد خدا داں بیگ گھبرا کر اُٹھے اور اُنکائی لی اور قی کرنے کے برتن کو جسے پورے ہٹا دیا تھا گھبراہٹ میں تھولنے لگے اُن کے قریب ایک میم صاحبہ لیٹی ہوئی تھیں اُنہوں نے جانا کہ اس چٹلمین نے مجھ پر قی کی وہ چلیدی اُٹھے بیٹھیں اور نہایت مہربانی سے اپنا برتن اُنکا کر دیا خدا داں بیگ اُسی گھبراہٹ کی حالت میں تھوڑی دیر کے بعد ادا لفظ نکلا اور اُو کو قی کی زرد پانی بالکل پت اور یہو بیہوش ہوکر پڑ گئے اور دہمت سے انگریز اور لیڈیاں قی کرتی تھیں اور پڑ پڑ جاتی تھیں محسوس نہ

بھی تھی کہ حامد کا جی متلایا گیا پانی مہنہ میں بہہ بہہ آیا مگر قی نہیں ہوئی مگر یہ بھی یہی حال ہوا اور غفلت سی ہو گئی خدا خدا کر کے وہ رستہ طے ہوا کہ نثار آیا ڈور میں اُترے اور ریل پر سوار ہوئے سات بجے کے قریب چہرننگ کراس اسٹیشن واقع لندن میں اُترے •

پہرس سے اس طرف ملک کی اور انکوز کی کاشت کی وہ کیفیت نہ تھی جو مارسلوس سے پھوس تک تھی اس تمام رستہ میں متعدد جگہ پہاڑ کی بڑی بڑی نقبیں ملیں جن میں سے ریل گذرتی تھی اور بمبئی کے رستہ میں جو نقبیں دیکھی تھیں اُن سے بہت زیادہ بڑی بڑی تھیں رستہ میں بہت جگہ پانی کھینچنے کے پمپ دیکھے جو ہوا سے چلتے تھے بلاشبہ نہایت مفید چیز اور کم خرچ ہی اور ہندوستان کے لیئے بہت مفید معلوم ہوتے ہیں •

ہمارے ایجنٹ مسٹرز ہفری ایس کنگ اینڈ ڈو نے مسٹر اسٹارر کو ریل کے اسٹیشن پر بھیج رکھا تھا کہ ہمکو آرام سے ہوٹل میں ٹھہراویں جس وقت ترین ٹھہری مسٹر اسٹارر ہم سے ملے اور نہایت آرام سے ہمکو چہرننگ کراس ہوٹل میں اُتارا •

ہمارا سفر لندن تک کا ختم ہوا اب میں ارادہ کرتا ہوں کہ اول کچھ رائے لکھوں نسبت سفر متعصب یا فیم ہندو مسلمانوں اور اپنے ہموطن بھائیوں ہندوؤں کے کہ وہ کس طرح یہ سفر کو سکتے ہوں اُس کے بعد لندن کا جو حال پیش آتا جاویگا لکھتا جاؤنگا •

ایک اطلاع نسبت سفر متعصب یا اہل تقویٰ و دوع مسلمانوں

اور ہندوستان کے ہندوؤں کے

جو طریقہ سفر کا ہم نے اختیار کیا اُس کی نسبت اُن مسلمانوں کو جنہوں نے ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور علمائے اُمت کو جنکی سعی اور کوشش کا تحقیق مسائل دین میں تمام مسلمانوں پر بہت کچھ احسان ہی بطور پیغمبر اور نبی صاحب الشریعہ کے قبول کیا ہی اور اُن کے اقوال اور اجتہادات کو اگرچہ تولاً نہیں مگر فعلاً قرآن و حدیث سے بھی زیادہ واجب التسلیم مانا ہی جو میرے اعتقاد میں شرک فی البدیۃ ہی بہت بڑا اعتراض یہ ہے کہ میرے یہ بات لکھی اور اس پر عمل بھی کیا کہ عیسائیوں کے ہاتھ کے مارے ہوئے جانور کو جس طرح پر کہ اُن کے علما کے نزدیک مارنا درست ہو اور گو وہ طریقہ کیسا ہی ہمارے مذہب کے طریق ذبح سے مختلف یا متناقض ہو اور گو بموجب ہمارے اصول مذہب کے اُس پر ذبح کا اطلاق ہی نہ ہو سکتا ہو کہنا شرعاً درست ہی چنانچہ مہنے کہا بھی اور کیا بھی مگر میں افسوس کرتا ہوں کہ لوگوں نے اس پر غل تو بہت مچائی مگر کوئی ایسی بات جو کچھ بھی التفتات کے لائق ہو بیان نہیں کی،

اور نہ کسی کو اتنی جرأت ہوئی کہ ”و طعام الذین اوتوا الكتاب“ میں جو تعمیم ہی اُسکو تو ان میں سے نکال ڈالے اور حدیث مفردہ ذیل ”ابوداؤد“ میں سے منادے *
 عن ابن عباس قال اللہ تعالیٰ فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ و لا تکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ ففسخ و استثنیٰ من ذالک فقال و طعام الذین اوتوا الكتاب حل لکم و طعامکم حل لہم (ابو داؤد باب ذبائح اہل کتاب) *

مگر ہم اس جھگڑے کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ بات عرض کرتے ہیں کہ جہاز میں جو ہمنے انگریزوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا یا گردن مروڑی ہوئی مرغی و کبوتر کھایا یہ امر اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا پس ہمارے مسلمان بھئی متعصب (نہیں نہیں اہل تقویٰ و دین) اگر اُس کو ناجائز سمجھتے ہیں تو اُن کو اختیار ہی کہ اُسکو نہ کھاویں مگر اُن کو جہاز میں نہ کچھ تکلیف ہوگی نہ کچھ زیادہ خرچ دینا پڑیگا زندہ مرغیاں جہاز میں کپنان جہاز کی طرف سے بلا قیمت بے عوض اُس قیمت کے جو اول کھانے کی ہی ہی مل سکتی ہیں چنانچہ ہمنے بھی ایک آدہ دفعہ لی اور چھجو سے ہندوستانی طریق پر تورما پکرایا منچھلیاں اور آندے برابر مل سکتے ہیں اور خورد بھی رکھ سکتے ہیں عین میں سوئٹز میں اسکندریہ میں سب جگہ مل سکتی ہیں بمبئی سے سوئٹز تک بہت سے خلاصی مسلمان رہتے ہیں اُن کو ایک بھیڑ نہایت عمدہ ملتی ہی وہ خورد ذبح کرتے ہیں اور اُس میں سے بھی گوشت مل سکتا ہی وہ ایسے خلیق ہوتے ہیں کہ بلا قیمت بھی دیدیتے ہیں اور اگر قیمت لیکر دیں تو بھی کچھ مشکل و دقت نہیں ہی پس یہ تصور کرنا نہیں چاہیئے کہ بغیر اُس طریقہ کے جو ہمنے اختیار کیا لندن کا سفر ہو ہی نہیں سکتا *
 میں نہیں خیال کوسکتا کہ جو متعصب لوگ انگریزوں نے ساتھ کھانا نا جائز سمجھتے ہیں وہ جہاز میں بھی اُسکے جواز کے نایل نہیں ہوں کونکہ میرے سامنے ہندوستان میں جسقدر بحث ہوئی تھی اسکا نتیجہ یہ تھا کہ کبھی کبھی ساتھ کھالینا درست ہی اور اسلامیہ میں سمجھتا ہوں کہ اتفاقہ جہاز میں جمع ہو جانا اور چند روز سفر کر لینا اُسی کبھی کبھی میں داخل ہی لیکن اگر یہ بھی اُنکے مرغوب خاطر نہو تو وہ علاحدہ اپنے کھیں میں بھی منگاکر کھاسکتے ہیں پس کیسا ہی متعصب ہو وہ اپنے بد تعصب کو سنو لندن میں بدستور قائم رکھ سکتا ہی *

اب ہمکو اپنے شیعہ بھائیوں کی نسبت غور کرنی چاہیئے وہ قرآن مجید کی اس آیت سے کہ ”انما المشرکون نجس مشرکین“ میں نجاست ظاہری سمجھتے ہیں اور اُنکے ہاتھ اور بدن کو مثل اور نجس چیزوں کے نجس جانتے ہیں اور گو مشرکین کتنا ہی ہاتھ اور بدن دھوئیں نجس ہی رہتے ہیں بلکہ تر ہونے سے زیادہ نجس ہو جاتے ہیں اور اگرچہ ہم سنہوں کا یہ اعتقاد نہیں ہی ہم کسی انسان کو اور کسی انسان کے جسم کو

نہیں سمجھتے لیکن اگر ہم اس میں کچھ بحث نکریں اور اس آیت کے بھی معنی دہن دیں جو ہمارے شیعہ بھائی لیتے ہیں تو بھی ہمکو یہ بحث باقی رہتی ہے کہ قرآن مجید میں جن لوگوں پر مشرک کے لفظ کا اطلاق آیا ہے انہی لوگوں میں اس قسم کی نجاست پائی جاوے گی نہ اور لوگوں میں پس اب ہمکو بتانا کہ قرآن مجید میں یہودیوں اور عیسائیوں پر کس جگہ خدا نے مشرکوں کے لفظ کا اطلاق کیا ہے بلکہ انکو مشرکوں سے مستثنیٰ کیا ہے جہاں مشرکات سے نکاح کرنا منع اور کتابیات سے درست نرمایا ہے مگر ہمارے شیعہ بھائیوں کے ہاں ایک یہ آفت ہے کہ مجتہد العصر والزمان نے جو کھدیا اُس میں کچھ عذر نہیں ہو سکتا اور نہ اُسکے برخلاف کچھ کہا جاسکتا ہے اس لیئے ہم بھی کچھ عذر نہیں کرتے اور یکے شیعہ بنکر اپنے شیعہ بھائیوں کے سفر کی نسبت لکھتے ہیں •

سب سے بڑی آسان حکمت تو یہ ہے کہ ہمارے شیعہ بھائیوں کے ہاں یہ مسئلہ مسلم و مفتی یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان کوئی چیز پختہ یا غیر پختہ لاکر دیوے تو اُس کی یہ تفتیش کہ کہاں سے لایا اور کس سے لایا ضرور نہیں ہے بے پوچہ کہالے پس اُن کو چاہیئے کہ ایک دوست یا خدمت گار سنی مذہب کا لے لیں وہ سب چیزیں جہاز میں اُن کو لاکر دینا عذاب ثواب اُس کی گردن پر وہ بے پوچہ چین سے کھایا پیا کریں اور کچھ تکلیف نہ اُٹھائیں یا جب تک جہاز میں رہیں بلحاظ ضرورت اباحت پر کام فرمائیں اور اگر ایسا منظور نہ ہو تو بموجب مسئلہ شرعی کے بھی اُن کو کچھ تکلیف نہوگی سب سے مقدم چیز پانی ہے تو جہاز میں پانی کا یہ حال ہے کہ نہانے کے لیئے پانی بذریعہ پمپ کے سمندر میں سے آتا ہے اور ایک حوض میں جو قتلوں سے بہت بڑا ہے جمع ہوتا ہے وہاں سے نہانے کے کمرہ میں بذریعہ نل کے پہنچ جاتا ہے پس اُس میں کچھ شبہ کی جگہ نہیں ہے پینے کا پانی اس طرح پر پختہ ہے کہ دھوئیں کی کل میں جو پانی بذریعہ پمپ کے سمندر سے آتا ہے وہ جوش ہوتا ہے اور بطور عرق کے ایک جگہ کھنچ کر جمع ہوتا ہے اور نہایت عمدہ میٹھا پانی بن جاتا ہے اور بذریعہ ٹرنٹی کی ذات ہلانے کے دوسرے پرتن میں بھر لیا جاتا ہے پس ہمارے شیعہ بھائی بھی اسی طرح پی سکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کرنے میں اُن کے نزدیک بھی کچھ عجز نہیں ہے کھانا وہ خود پکا لے سکتے ہیں آنا اور ترکاری اور گوشت مسلمان کا حلال کیا ہوا یا زندہ مرغی جہاز میں اُن کو بخوبی مل سکتی ہے پس یہ سب کام اپنے آپ کرنے میں جو کچھ مشکل ہو سو ہو الا اس کے سوا اور کوئی بات دقت یا مشکل کی نہیں ہے مارسلےس سے لندن تک پہنچنے میں بھی اسی طرح سب کام کرنے ہوتے کہ گویا اب تک جہاز ہی میں ہیں •

ہمارے ہموطن ہندو بھائیوں کو کسی قدر اس سے زیادہ تکلف آتھانی ہوگی میں نہیں جانتا کہ جو حالت پانی دستیاب ہونے کی میں نے اوپر بیان کی ایسی حالت میں وہ پانی ہندو بھی استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں ہندوستان میں جو لوگ ہندوؤں کی ترقی کے خواہاں ہیں وہ اس مسئلہ کی تحقیقات کرینگے اگر وہ پانی قابل استعمال کے ہو تو بلاشبہ نہایت بڑی مہم انہوں نے فتح کرلی اور اگر نہ ہو تو انکو ایک مہینے تک کا پانی اپنے ساتھ تانبے کے پیپوں میں جو گات کے صندوق میں رکھے جاویں بہر لینا ہوگا اور ایسے طور پر بند کرنا ہوگا کہ اگر کوئی دوسرا شخص اُس صندوق کو چھو لے تو پانی ناقابل استعمال نہ ہو جاوے ہندوؤں کو جہاز میں چوگا کر کر کھانا پکانا غیر ممکن ہی بمبئی سے چلکر سات روز بعد عدن میں جہاز تھرتا ہی انٹر سارے دن تھر جاتا ہی مگر کبھی چند گھنٹہ کے سوا نہیں تھرتا پس اسبات پر کہ عدن میں کھانا پکا لیا جاویگا بہروسا نہیں ہوسکتا سات دن بعد جہاز سوڈیز میں پہونچتا ہی وہاں بھی مسافروں کے تھرنے کا ویسا ہی حال ہی جیسا عدن میں ہی وہاں سے چلکر سات آٹھ دن میں مارسلیس پہونچتے ہیں اب جہاز سے کچھ کام نہیں رہا وہاں سے ریل ہی چلنا اور تھرننا اپنا اختیاری کام ہی وہاں بخوبی سب چیز پک سکتی ہی اگرچہ شہر میں میونیسیپل کمشنر چوگا کرنے اور پکانے کے ضرور مانع ہونگے لیکن میدان میں جاکر سب کچھ ہوسکتا ہی لیکن وہاں بھی اس طرح سے کھانا چوگا کر کر پکاتے ہوئے دیکھ کر ہزاروں آدمی تماشہ کو جمع ہوجاویگے نہ پولیس کی سیننگ نہ میونیسیپل کمشنروں کی مانینگے پس میرے نزدیک صلاح یہہ ہی کہ وہاں بھی کچھ پکانے کا قصد نہ کیا جاوے دو دن اور صبر ہو اور لندن میں پہنچ کر جو چاہو سو کرو پس حساب سے پچیس روز کا کھانا ہندوستان کا پکا ہوا مثل پوری کچوری مٹھائی بالو شاہی دال موت کے رکھ لینی چاہیئے اور یہ بات کچھ مشکل فہم ہی پس اگر کوئی ہندو ذرا ہمت کرے اور کچھ سختی بھی اپنے پر گزارا کرے تو وہ بخوبی یورپ کا سفر کرسکتا ہی اور کوئی بات بھی بخلاف اُس کے مذہب اور اعتقاد کے اُس کو پیش نہیں آتی خدا ہمارے ہموطن بھائی ہندوؤں کو بھی توفیق دے کہ وہ اپنے ملک سے قدم باہر نکالیں اور دنیا کا تماشا اور خدا کی قدرت کا گارخانہ دیکھیں اور شایستگی و سربلندی کی روشنی سے روشن ضمیر ہوں وما علینا الا بلایع •

لندن کے سیاح کو مفصل میں جانا اور انگلستان کے قصوں اور گاؤں اور کھیتوں کو دیکھنا اور گندواروں کی طرز زندگی بسر کرنے سے واقف ہونا اور جو متمول لوگ مفصل میں اپنے رہنے کے مکانات بناتے ہیں اور جس طرح وہ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اُس سے بھی واقف ہونا نہایت ضرور ہی مگر ہم افسوس کرتے ہیں کہ ابھی تک ہمکو یہ موقع نہیں ملا مگر بسبب ایک خاص ضرورت کے ہم کر کلفٹن اور بوستل جانے کا اتفاق ہوا جس کا حال ہم اب بیان کرتے ہیں •

ہمارے نہایت شفیق اور عزیز دوست جان ہالیت بتن صاحب بہادر سابق کمشنر آگرہ یونرس سے جہاں وہ اب رہتے ہیں چند ہفتہ کے لیئے کلکتہ میں جو ہسپتال کے پاس ہی تشریف لائے تھے ہم یکم مارچ سنہ ۱۸۷۰ ع کو سوا دس بجے دن کے اُن سے ملنے کے لیئے یہاں سے روانہ ہوئے پیڈنگٹن ریلوے اسٹیشن پر جا کر ٹکٹ لیئے اور روانہ ہوئے *

ہسپتال لندن سے جانبِ غرب ایک سو اٹھارہ میل دور ہی اور ہسپتال سے کلکتہ تین میل کے فاصلہ پر ہی بلکہ میں کہنا چاہیئے کہ ملا ہوا ہی ہسپتال میں ریل کا اسٹیشن ہی اور وہاں کیپ اور آرمی بس مسافروں کے ہر طرف اور ہر جگہ پہنچانے کو موجود رہتے ہیں غرض کہ ہم ساڑھے تین بجے ہسپتال کے اسٹیشن پر پہنچے اور وہاں سے کیپ کرایہ کر کلکتہ کے ہوٹل میں اُترے اگرچہ جناب بتن صاحب نے ہم کو لکھا تھا کہ تمہارے لیئے اُسی مکان میں جس میں میں رہتا ہوں میں نے تین بیڈ روم درست کر لیئے ہیں مگر ہم نے اُن کو لکھا تھا کہ آپ تکلیف فرماویں کیونکہ آپ بھی وہاں مسافر ہیں اور ہوٹل میں بہت زیادہ آرام سے رہنا متصور ہی *

جب کہ ہم کلکتہ ہوٹل پر اُترے تو ہم کو معلوم ہوا کہ جناب مسٹر بتن صاحب ہم سے چند گھنٹہ پہلے ہوٹل میں تشریف لائے تھے اور ہمارے لیئے کمرے پسند کر گئے ہیں چنانچہ ہم ہوٹل میں داخل ہوئے وہاں کے منیجر نے تین بیڈ روم جو فہایت آراستہ تھے اور ایک ٹرائنگ روم یعنی بیٹھنے کا کمرہ جو نہایت صفائی اور خوبی سے آراستہ تھا نفیس کرسیاں اور میزیں اور قد آدم آئیے اور چہار گھاس کی روشنی کے لئے ہوئے تھے اُترنے کو بتا دیا جس خوبی اور خوش سلیقگی اور انتظام اور صفائی سے وہ مسافروں کی سوائے آراستہ تھی ہندوستان کے کسی قزاق صاحب یا راجہ صاحب کے اجلاس و دربار کا بھی مکان آراستہ نہیں دیکھا (چپ چپ ایسا مت کہو ہندوستان کے لوگ ناراض ہو گئے) ہوٹل کے منیجر نے ایک خاص نوکر ہمارے کہانا کھانے وغیرہ کار و بار کو متعین کیا اگرچہ وہ خدمت گار تھا مگر میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ مجھ سے زیادہ سولائیڈ تھا اُسکا ادب اور لیاقت نہایت عمدہ تھی چند منٹ نہیں گزرے تھے کہ جناب مسٹر بتن صاحب ہوٹل میں تشریف لائے اُن کو ہمارے ملنے سے اور ہم کو اُن کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہی بتن صاحب حامد و معتمد کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور تھوڑی دیر تک اِدھر اُدھر کی بات چیت کر کر اُٹے اور کہا کہ رات کو دتہ ہمارے ساتھ ہوگا اور مسس بتن تم سے ملنے میں نہایت خوش ہو گئی *

رات کو ہم تین آدمی مسٹر بتن صاحب کے ہاں گئے اور حقیقت میں مہم صاحبہ سے مل کر نہایت خوش ہوئے میں نے کہا آپ بتائیئے اُن میں حامد کون ہی اور

محمود کوں منکر آدمی نے دونوں کو بخوبی پہچان لیا اگرچہ انہوں نے انکو چھوٹی عمر میں دیکھا تھا ہم نے وہاں نہایت خوشی سے کھانا کھایا اور گیارہ بجے تک باتیں کرتے رہے یہی ٹھنک سوسائٹی کا اور اُس نے آفریدی سکریٹری راجہ جی کشن داس بہادر کا بہت حال پوچھتے رہے میں نے سب حال کہا اور یہہ بھی کہا کہ راجہ صاحب کو سکرتو کہنا اُنکی حق تلفی ہی نہ تھی اسکو سیوٹ آف دی سوسائٹی کہنا چاہیئے ان سب باتوں کے بعد ہم ہوٹل میں چلے آئے اور سو رہے *

ہوسٹل میں جناب سر ایڈورڈ اسٹریچی صاحب بھی آئے ہوئے تھے دوسری مارچ کو ہم تینوں شخص اور جناب یقین صاحب اُنکی ملاقات کے لئے ڈاکٹر اسمنڈ صاحب کے گھر جہاں وہ قمرے ہوئے تھے ملے اسٹریچی اور سر ایڈورڈ اسٹریچی صاحب نہایت مہربانی سے پیش آئے اور جب مسٹر یقین صاحب اور جناب آفریل جان اسٹریچی صاحب کے سبب سے انہوں نے ہم پر ایسی مہربانی فرمائی جیسی کوئی قدیم ملاقاتی سے کرتا ہی لہذا اسٹریچی اور سر ایڈورڈ اسٹریچی صاحب نے فرمایا کہ ذرا موسم اچھا ہو جاوے اور درخت پھرے اور پھول کھل جائیں تو ہم تمکو ستن کوٹ (یہہ ایک جگہ دارالریاست سر ایڈورڈ اسٹریچی کی ہی) آئے کی تکلیف دینگے میں نے اُنکی اس مہربانی کا بہت بہت شکر ادا کیا لہذا صاحبہ نے ہم سب کو چار پلائی اور بہت دیر تک ہر طرح کی خوشی و فرحت آمیز باتیں ہوتی رہیں *

اس کے بعد ہم تینوں شخص اور جناب یقین صاحب اور اُنکی مہم صاحبہ رخصت ہو کر کنارہ پہاڑ کی سڑ کوٹے ہوئے جنرل سر ابراہیم رابرٹس صاحب - کے - سی - بی - کے گھر اُن سے اور لیڈی رابرٹس سے یعنی اُنکی مہم صاحبہ سے ملنے کو آئے یہہ لیڈی صاحبہ نہایت قریب رشتہ مند جناب مسٹر یقین صاحب کی ہیں وہ دونوں ایسی مہربانی سے پیش آئے جسکا بیان نہیں ہو سکتا اور جنرل صاحب تو ہم لوگوں کو دیکھ کر ایسے خوش ہوئے کہ کچھ کہا نہیں جاسکتا ان جنرل صاحب کو تمام ہندوستان بسبب اُن معابر بات کے جو اُن سے کابل اور غزنوں کی لڑائیوں میں ہوئے ہیں بخوبی جانتا ہوا نہایت سچے بہادر آدمی ہیں اور پتھانوں کی صرف اُن کے بہادر ہونے کے سبب نہایت تعریف کرتے ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ پتھانوں سے محبت رکھتے ہیں اگرچہ ضعیف ہو گئے ہیں الاچستی و چالاکي اور سپاہیانہ پن ویسا ہی جوان ہی اُردو زبان مطلق نہیں بولے نہایت صاف آواز میں بلکہ بعض دفعہ فارسی لفظوں میں بات چیت کرتے تھے رخصت ہوتے وقت لیڈی صاحبہ نے ہمسے فرمایا کہ کل بعد دو پہر کے چار ہمارے ساتھ بیٹھا ہونے نہایت شکر کیا اور رخصت ہو آئے رات کو پھر بدستور ڈنر مسٹر یقین صاحب کے ہاں کھایا اور ہندوستان کے انگلستان کے اور اور بہت سے ذکر اذکار نہایت خوشی سے رہے *

تیسری مارچ کو جناب سر ایڈورڈ اسٹریچی اور جناب مسٹر بٹن صاحب گھارہ بجے ہوٹل میں ہمسے ملنے کو تشریف لائے اور ایسی عفایت و اشفاق سے سر ایڈورڈ اسٹریچی صاحب ملے کہ مجھکو بے اختیار اُنکی صورت سے اور اُنکے اشفاق و عفایت سے آنویل جان اسٹریچی صاحب یاد آتے تھے ان دونوں بھائیوں کی صورت ایسی ملتی ہی کہ بے کہہ آدمی جان سکتا ہی *

ایک بجے ہم تینوں شخص از جناب بٹن صاحب اور اُنکی مہم صاحبہ ایک گاڑی میں سوار ہوکر سر ولیم مہلز کے مکان ورمفہ کی سہر کو گئے جسکا حال میں الگ بیان کرونگا اور وہاں سے مراجعت کر کر جنرل صاحب کے ہاں آئے اور چاء پی اور بٹھانوں کی تصویریں دیکھیں اور خوب باتوں ادھر ادھر کی کیں اور اُنسے اور لیتھی صاحبہ سے رخصت ہوکر چلے آئے رات کو پھر بدستور جناب مسٹر بٹن صاحب کے ساتھ دُتر کھایا اور گھارہ بجے تک جلسہ رہا *

چوتھی مارچ کو گھارہ بجے ہم تینوں شخص جناب بٹن صاحب کے گھر گئے اور وہاں ہوزی دیو بیٹھے رہے اور اُنسے اور جناب مہم صاحبہ سے رخصت ہوکر ریلوے اسٹیشن پر آئے اور قریب پانچ بجے کے لندن میں آ پہونچے *

ہوسٹل ایک مشہور شہر انگلستان ناہی دریائے ایرون کے مہانہ پر واقع ہی اسکے نیچے استدر عمیق پانی ہی کہ استدر شہر کے کنارہ تک چلے آتے ہوں جس سے سوداگری کو بہت فائدہ ہی ایک لاکھ چون ہزار آدمیوں کی آبادی ہی تھئیس ہزار پانسو نوے گھر آباد ہوں اور معہ کلفٹن کے تھئیس اسکول ہیں اور نو خوات خانے اور دس بنک اور قریب چالیس کے عام لوگوں کے لیئے مکانات ہیں *

ہوسٹل اور کلفٹن دونوں چھوٹے چھوٹے پہاڑوں پر آباد ہیں اُنکی فضا نہایت دلچسپ اور بہت ہی خوبصورت ہی آب و ہوا بھی نہایت عمدہ ہی مشہور ہی کہ تمام انگلستان میں نہایت خوبصورت خوشفما اور خوش آب و ہوا یہہ ٹکڑہ ہی *

اگرچہ ہر ایک جگہ یہاں کی نہایت دلچسپ ہی مگر چار چھوٹے ڈکو کرنے کے ضرور لائق ہیں چنانچہ ہم اُن چاروں کا بیان کرتے ہیں *

لڈروان آٹھنی پل کلفٹن کا

اس پل کو دیکھ کر خدا کی قدرت اور علم و فن کی قوت کا دل پر نہایت اثر ہوتا ہی اور اُسے کے ساتھ اُس قوم کی عزت اور قدر و مغزلت اور عظمت اور شوکت دل میں بیٹھتی ہی جس نے ایسے ایسے عمدہ اور عجیب و غریب کام دنیا میں کیئے ہیں اور جب یہہ خیال ہوتا ہی کہ یہہ کام جس کا انجام دینا شاید ایک بادشاہ کی قوت سے بھی خارج

تھا صرف رعایا کی ہمت اور سخاوت اور علم و ہنر سے انجام پایا ہی تو اُس قوم کی اور بھی زیادہ قدر و منزلت دل میں نقش پذیر ہوتی ہی اور جب یہ خیال آتا ہی کہ یہ پل نہ کسی بادشاہ کا قلعہ ہی نہ کسی امیر کا محل نہ کسی کے باپ دادے کا مقبرہ نہ کسی راجہ بابو کی چھتری بلکہ صرف رفاہ عام کے لیئے بنایا گیا ہی تو کیا کچھ اثر دیکھنے والے کے دل پر ہوتا ہوگا خصوصاً اُس بد بخت ہندوستانی پر جو اپنے ملک کی بھودی کا جوش رکھتا ہو اور اُسی کے عوض اپنے ہموطنوں کی سختی سہتا ہو اور اپنے ہموطنوں کو خود غرضی اور نفس پروری اور حسد اور تعصب کے دریا میں ڈوبا ہوا یقین کرتا ہو *

کلفٹن کے نیچے پہاڑوں کی گھاٹی کے بیچ میں دریائے ایون بہتا ہی جو تھوڑی دور پر جا کر سمندر میں گرتا ہی اور سمندر کی جزر و مد سے صبح کو بہت چڑھا ہوا ہوتا ہی اور اخیر دن کو اُتر جاتا ہی مگر اتنا بڑا دریا ہی کہ اُس میں استیمر چلتا ہی اُس دریا پر بہ پل بندھا ہوا ہی یہ پل ایچی اونچائی اور لمبائی دونوں میں بے نظیر اور مشہور ہی پانی کی سطح سے پل کی پٹری جس پر رستہ چلتا ہی اور آدمی اور گاڑی چھکڑے پھرتے ہیں ۲۳۰ فیت اونچی ہی اور وہ حصہ پل کا جو دریا پر معلق لنگرہا ہی اور جس کے نیچے پانی بہتا ہی سات سو فیت لمبا ہی اور علاقہ اُسے دو سو فیت لمبے اُس کے اُدھر کے سرے لڑکے کے بنے ہوئے ہیں جس سے کل تین پل کے قریب گیارہ سو فیت کی ہی اور جو کہ وہ لنگروں پل ہی اس لیئے کوئی دریا متحارب یا پایہ اُس کے بیچ میں نہیں ہی بلکہ صرف سات سو فیت چوڑا ایک در ہی *

یہ پل اس طرح پر بنا ہی کہ سنہ ۱۷۵۳ ع میں مسٹر وک صاحب شراب کے سوداگر نے مرتے وقت دس ہزار روپیہ دیا تھا اس مطلب سے کہ اس دریا پر کوئی پل بنانے میں صرف کیا جاوے وہ روپیہ تجارت وغیرہ کے کام میں لگتا رہا یہاں تک کہ سنہ ۱۸۳۳ ع میں اُس کا نفع جمع ہوتے وہ دس ہزار روپیہ اسی ہزار ہو گیا مگر سنہ ۱۸۳۱ ع میں تمام ہوسٹل اور کلفٹن کے لوگوں نے آپس میں صلاح کی کہ مسٹر وک جو ایک نیک ارادہ کر گئے تھے اب اُسکو پورا کر دینا چاہیئے اور جسقدر اور روپیہ درکار ہو اُسکے لیئے چندہ نیا جاوے چنانچہ چندہ کیا گیا اور وہ کام بھی شروع ہوا اور لمبائی التین صاحبہ کے ہاتھ سے ۲۰ جون سنہ ۱۷۳۱ ع کو ایک طرف کے پایہ کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا اور دوسری طرف کے پایہ کی بنیاد کا پتھر ۲۷ اگست سنہ ۱۸۳۶ ع مارکونٹس آف نارتمٹن کے ہاتھ سے رکھا گیا اور مسٹر آئی کے بروئل اُس کے بنانے کے لیئے انجینئر مقرر ہوئے *

مسٹر وک صاحب کے سرمایہ سے اُسی ہزار روپیہ جمع ہوا تھا اور تین لاکھ ستر ہزار روپیہ چندہ سے جمع ہوا جس کا کل روپیہ چار لاکھ پچاس ہزار ہوا یہ کل روپیہ صرف

مول لینے اور پاؤں کے کٹوں کے گلانے اور پائے بٹانے اور کچھ لہوا خریدنے میں لگیا اور سنہ ۱۸۳۹ ع میں اُس کا کام بند ہو گیا *

سنہ ۱۸۶۰ ع میں لندن کے سول انجینئر انسٹیٹیوٹ کے ممبروں نے کہا کہ ہمارے مسٹر بروئل نے جو انجینیری کا ایک کام شروع کیا تھا جو پورا نہیں ہوا اس سبب سے انجینیری کے پیشہ کو داغ لگتا ہے بہتر ہے کہ ہم لوگ اُس کام کو پورا کر دیں اس میں شک تو ہمارے دوست مسٹر بروئل کی یادگاری بھی ہو جاوے گی اور ہمارے پیشہ پر جو شک پڑی ہو بھی رفع ہو جاوے گا *

اس ارادہ سے اُن لوگوں نے اپنی ایک کمیٹی بنائی اور جو لوگ کہ پہلے اُس پل کے بارے میں تھے اُن سے یہ اندھورا پل مع تمام اسباب کے بیس ہزار روپیہ کو خرید لیا اور شین میں حصے جاری کیے گئے چنانچہ بہت بڑا حصہ دار ہو گئے اور تین لاکھ پچاس ہزار روپیہ حصہ داروں کا جمع ہوا جو اُسکے بنانے کے لئے کافی تھا *

اُس زمانہ میں ٹیمز دریا کا ایک آہنی لٹکوں پل اُتارا جاتا تھا اسلئے کہ وہاں ریل کے لئے پل بنانا منظور تھا اس کمیٹی نے وہ تمام پل اور اُس کا سامان خرید لیا اور مسٹر ٹاک ٹاپ انجینئر مقرر ہوئے انہوں نے یہ پل بگاڑ کر طیار کر دیا جو اٹھویں دسمبر سنہ ۱۸۶۱ ع کو کبولا گیا *

اب یہ پل اُس کمیٹی کی مالیت ہے اور اس لئے تھوڑا سا مختصر مول آمد و رفت کے اُس پل لگایا گیا ہے اور وہ بیس ہزار روپیہ قیمت کا جو کمیٹی سے لیا گیا ہے جمع ہے اور تجارت وغیرہ میں لگ رہا ہے جب وہ استدر ہو جاوے گا اس کمیٹی کا روپیہ ادا کرے گا اور اُس وقت کمیٹی سے یہ پل مول لیا جاوے گا اور پھر کمیٹیہ مسئول اس کی آمد و رفت پر نہ رہے گا *

اب میں اپنے ہموطفوں سے نہایت دست بستہ اور ادب سے پوچھتا ہوں کہ یہ لوگ آدمی ہیں یا ہم جو صرف حیوانوں کی طرح اپنی خود غرضی میں مبتلا ہیں اور پھر صاحبِ شمت ایسے ہیں کہ وہ ایک کام میں کہتے ہیں کہ گورنمنٹ بندوبست کرے انکھوں کے پڑھانے کا بھی گورنمنٹ کرے لڑکوں کے پڑھانے کا بھی گورنمنٹ کرے اُن کو اُن کا مذہب سکھانے کا بھی گورنمنٹ ہی بندوبست کرے افسوس صد افسوس ہزار افسوس حقیقت میں قوب مبنے کی جگہ ہے ہم اس قابل بھی نہیں ہیں کہ کسی تربیت یافتہ ملک کے لوگوں کو ایسا مذہب بھی دکھالیں *

یہ پل نہایت خوشنما ہے پل کے اوپر پھرنے سے گھاتی کی خوبصورتی اور پہاڑوں کی اونچان نیچان جو نہایت ہری گھاس سے زمر کی طرح پراسبز ہیں اور اُن پر خوبصورت خوبصورت درختوں کا اگا ہوا ہونا اور نیچے دریا کا بہتا ہوا دکھائی دینا اور اُس میں استیمیں

اور کشتیوں کا چلنا اور فرحت بخش ہوا ایسی اچھی معلوم ہوتی ہی جس کا بہانہ انسان کی طاقت سے باہر ہی دریا کے کنارے پر سے وہ پل پل نہیں معلوم ہوتا بلکہ ایک ٹھکانہ دکھائی دیتی ہی جس سے آسمان کو رونق ہوگئی ہی میں کئی دفعہ اس پل پر گیا اور ٹھلٹا رہا اور سیر کرتا رہا *

لنگر گاہ استیمروں و جہازوں کا ہسٹل میں

وہ ٹکرا پانی کا جو شہر کے اندر گھس آیا ہی نہایت خوبصورت ہی اُس کے کنارے پر مکانات بنے ہوئے ہیں اور جہاز شہر کے اندر چلے آتے ہیں وہیں سے اسباب لدا ہی اور مسافر وہاں سے سوار ہو کر اور اطلانتک سمندر میں ہو کر امریکا کو جاتے ہیں یہاں جہازوں کا آنا جانا کھڑے رہنا نہایت خوبصورت معلوم ہوتا ہی *

رصد خانہ کورہ سیمنٹ و نصیحت کلفٹن میں

اُسی پل کے قریب جس کا ہم نے ذکر کیا ایک چھوٹا سا پہاڑ ہی بہت اونچا نہیں ہی مگر خوبصورت اور خوش قطع ہی اُسپر سے کلفٹن اور اُس کا جنگل اور پہاڑ بہت خوبصورتی سے دکھائی دیتے ہیں وہاں ایک رصد خانہ مسٹر وست کی ملکیت ہی چند دوربینیں پرانی سزیل خراب اور چند آؤر آلے رکھے ہوئے ہیں اور سب چیز نہایت خراب اور بے مرمت ہی اُس کی چھت پر ایک کمرہ بنا ہوا ہی اور اُس کی چھت کے بیچوں بیچ میں ایک شیشہ لگا ہوا ہی جو چاروں طرف پھرتا ہی جس طرف اُس کو پھیر دیتے ہیں اُس طرف کے تمام مکانات اور دریا اور جنگل اور درخت اور آدمیوں کی تصویر کمرہ میں آکر بن جاتی ہی اور تمام آدمی چلتے پھرتے معلوم ہوتے ہیں یہاں تک کہ پہچانے جا سکتے ہیں چنانچہ اتنا اُس شیشہ کو جو ایک طرف پھرا اُس طرف ایک سڑک پر ایک شخص اسکاچ چلا جاتا تھا جس کو ہم جانتے تھے بمبجور اُس کی تصویر کمرہ میں آنے کے ہم نے پہچان لیا کہ فلاں شخص چلا جاتا ہی *

اُسی کے پاس ایک آؤر چھوٹا کمرہ ہی اُس میں جو شیشہ ہی وہ حرکت نہیں کرتا مگر بڑی تصویر اور مفصل دکھاتا ہی آدمی کی تصویر تھوڑا دو فٹ کی دکھائی دیتی

کمرہ کے باہر جو شخص اُس شیشہ کے مقابلہ میں جا کھڑا ہو یا لوگ جو رستہ چلتے ہیں اُس شیشہ کے مقابلہ میں آجاتے ہیں اُن کی تصویر کمرہ میں بن جاتی ہی خوبی یہ ہی کہ بدن کا اور کپڑوں کا رنگ بھی بالکل ویسا ہی ہوتا ہی جیسا کہ اصلی کا ہی *

ہمکو یقین ہی کہ اگر ہم اپنے ملک کے کسی بڑے تیلہ و کعبہ جناب مولوی صاحب سے اس کا سبب پوچھیں گے تو ایک لفظ منہ سے نہیں نکلنے کا مگر اُنہوں ہی کہ شاید اس بات کو سنکر ہمارے زمانہ کے علماء اور فلسفی اور منطقی ضرور شرم کرینگے کہ یہ تمام کارخانہ ایک عورت کے سپرد ہی اور جسقدر آلات کہ اب اُس میں موجود ہیں اور جو جو عمل اس سے ہو سکتے ہیں وہ عورت کر کے دکھاتی ہی میں دو دفعہ اُس میں گیا اور اُس عورت نے سب کام کر کے دکھایا مجھکو تو اپنی سفید دھازی پر اُس عورت کے سامنے شرم آئی مگر افسوس ہی کہ ہمارے ہموطنوں کو شرم بھی نہیں آتی اور جب سچی بات اُنکو لہی جاتی ہی تو اُلٹا برا کہنے اور الزام دینے کو موجود ہیں اور مہذب مہذب آوازیں سناتے ہیں *

اسی پہاڑ میں ایک غار ہی نوہ فیت گہرا اور اخیر میں کچھ کچھ چوڑی جگہ ہی اور یہ اس قسم کے غار ہیں جہاں اگلے زمانہ میں عیسائی درویش بیتھ کر عبادت کیا کرتے تھے اور شاید اسی سبب سے یہ پہاڑ سینٹ ونسینٹ کے نام سے مشہور ہی *

مکان سر ولیم مہلز کا قریب کلفتن کے

یہاں کے امیروں اور متعول لوگوں کا یہ دستور ہی کہ اپنی سکونت کے لیے ایک مکان مفصل میں یا جنگل میں کسی عمدہ جگہ پر بناتے ہیں اور طرح طرح پر آراستہ رکھتے ہیں اور اُس میں رہتے ہیں اسطرح پر سر ولیم مہلز نے جو ایک بڑے سوداگر ہیں یہ مکان اپنے لیے بنایا ہی *

ایک نہایت وسیع احاطہ گہرا ہی شاید پندرہ بیس میل مربع کا ہوگا اُس میں ہر قسم کے خوشنما درخت لگے ہوئے ہیں اور تمام احاطہ سر سبز و شاداب ہی باغ کا جنگل کا سوزہ زار کا سب کا اُس میں لطف آتا ہی چرند اور پرند جنگل کا شکار ہوتا ہی اُس میں مثل جنگل کے مہدان کے چھوٹے پھرتے ہیں اور جب شکار کرنے کو دل چاہتا ہی اسی طرح اُنکا شکار ہوتا ہی جیسے جنگل کے جانوروں کا اُس مہدان احاطہ کے بیچ میں ایک نہایت عمدہ نفیس عالیشان کوٹھی بنی ہوئی ہی اُسکے کمرے ایسے آراستہ ہیں کہ دیکھنے سے تعلق ہی ہر مقام پر پھولوں کی آراستگی ایسی خوشنما تھی کہ دلکو لہائے لیتی تھی ایک وسیع کمرہ میں کتب خانہ آراستہ تھا اور ہر قسم کی کتابیں زرنکار جلدوں کی نفیس نفیس الماریوں میں رکھی ہوئی تھیں اور سب سے شان دار اور خوبصورت یہ کمرہ تھا صاحب خانہ کا مشغلہ بعد ستہ ضروریہ کے کتابوں کا پڑھنا اور کچھ تصوف کرنا کوئی آرٹیکل لکھنا کوئی۔ ایس سے - تصنیف کرنا تھا دل بھلانے کے لیے ایک کمرہ میں عمدہ عمدہ قسم کے باجے بھی تھے اور تمام مہدان ریاضت بدنی کے لیے ہر قسم کے سپاہیانہ ہزر کو اکھڑا موجود

نہا ان کمروں میں نہایت عمدہ اور نفیس اور بڑی بڑی تصویریں نامی آدمیوں اور مشہور
واعانت کی زریں چوکھٹوں میں جا بجا لگی ہوئی تھیں اور تاریخانہ واعانت کو یاں دلاتی
تھیں اور نیکی اور عمدہ اخلاق کا ہر وقت بن بولے سبق پڑھاتی تھیں ہم نے بضروری تمام
چیزوں کی سیڑ کی اور اسبات کے خیال سے کہ ہمارے ملک کے متمول اور دولت مند لوگ
کھسی بڑی طرح اور بد اخلاقی میں اور خراب عادتوں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور یہاں
کے لوگ کھسی خوبی سے اپنی زندگی کو صرف کرتے ہیں دل چل کر کتاب ہو گیا اب
میں زیادہ اور کچھ نہیں لکھ سکتا کہوں کہ مجھ کو کانپور کی مہیب آواز کا بڑا اندیشہ ہی
اور مجھ کو اپنے ملک کے نہایت لائق اور عالی طبیعت اور تربیت یافتہ و شایستہ لوگوں کا
جر اپنا نظیر کسی کو نہیں سمجھتے بڑا مان جانے کا اندیشہ ہی *

فاعتبروا یا اولی الابصار

رات ————— م
سید احمد

از مقام لندن
۱۱ مارچ سنہ ۱۸۷۰ ع

شایستگی اہل ہند

اہل ہند کی شایستگی اور آسودگی کے لیئے کس قسم کے انشا

پر داز اور کس قسم کی انشا پر نازی اخباروں اور رسالوں

اور کتابوں کے لیئے درکار ہی

کسی ملک کے علم ادب کی خوبیوں اور نیکیوں کا اندازہ اور تخریض نہیں ہو سکتا جب
تک یہ نہ معلوم ہو کہ ملک کی گورنمنٹ نے اہل ملک کی ذہانت اور تصورات اور
خیالات کو کس حد تک آزادی عطا کی ہے اور کس حد تک روک رکھا ہے — ایک
زمانہ میں آریا یہاں فرمان روا رہے اُنکے پیچھے مسلمان حکمران ہوئے اب انگریز بادشاہ
ہیں — اول دو قوموں کی عہد سلطنت میں جیسی اہل ملک کی ذہانت اور خیالات
کو آزادی تھی اُس کو سب جانتے ہیں — آریا کی قوموں نے تو یہاں تک آزادی کا تاقیہ
بند کر رکھا تھا کہ واعانت تاریخ کی نظم بھی موزوں نہ ہو سکی کیا کسیکا مقدور تھا کہ
جر کچھ گذرا ہو اُس کو سچ سچ لکھ سکے — اہل اسلام کی عہد سلطنت میں گو یہ
نہد ایسی سختی کے ساتھ نہ تھی مگر کوئی عام رائے آزادانہ مہمات ملکی میں نہیں دے
سکتا تھا اور دونوں کے زمانہ سلطنت میں تہذیب اور شایستگی اور اخلاق میں بھی وہی
مضامین لکھ سکتا تھا کہ جہاں تک مذہب اجازت دیتا تھا اُس کے خلاف میں کوئی

زبان نہ ہلا سکتا تھا — اسلئے ہمارے ملک کے علم ادب میں اس عالم کی واقعات کا ایسا ذکر نہیں ہی جیسا کہ عالم خیالات کا بیان ہی — سارا علم ادب اُن تصورات مصلوہی اور خیالات اختراعی سے پیدا ہوا ہے جن کا مصداق نہ خارج مہوں کہی ہوا نہ گاہا اب ہاں اس انگریزی عملداری میں ہمارے مبارک دن آئے ہیں کہ ذہانت اور خیالات کو آزادی حاصل ہی ہمارے دل و دماغ پر کوئی دربان پاسبان ایسا نہیں بیٹھا کہ وہ ہمارے خیال کو باہر نکلنے نہ دے اور اندر ہی اندر گلا گھونٹ دے ہاں اگر قید ہی تو فقط اتنی کہ ہم اپنی ذہانت اور عقل و فہم و خیال کو اڑوں کی مضرت اور نقصان میں کام میں نہ لائیں یہ قید بھی آزادی سے زیادہ سونہ مند ہی — پس اب ہم اپنے ملک کی شایستگی اور آراستگی اور آسودگی کے لیئے جو چاہیں سوچیں اور اُس کو بے باکانہ اور آزادانہ ایسا مشتہر کریں کہ خاص اور عام سب کو اُس پر اطلاع ہو اور اُس کا اثر یہی اُن پر کچھ ہو غرض ہمارے خیالات اور ذہانت پر کوئی رک اس گورنمنٹ میں پہلے سے نہیں ہی کہ جو دانش آموز مہشہ ہادی ہوں وہ فقط گہر بار کی مسرت اور تمدن معاشرت کی برکت کا ذکر اتنا ہی کرسکیں جنکی مذہب اجازت دیتا ہو — اس میں شک نہیں کہ بزرگ دانش آموزوں کے بیانات قید مذہب کے ساتھ نہایت پاکیزہ اور ہارسہ ہوں مگر وہ ہمارے زمانہ کے موافق نہیں اور جو امراض کے علاج اُنہوں نے لکھ ہیں وہ ہمارے زمانہ کی آب و ہوا ہماری طبیعت اور مزاج کے لیئے سازگار نہیں ہونے دیتی بلکہ اور بگاڑ پیدا کرتی ہی *

اب ہم اپنے ملک کی کتابوں پر جو شمار سے باہر ہیں نظر ڈالتے ہیں تو ایک انبار کا انبار مذہبی کتابوں کا ہی اُن میں جو اصل کتابیں اور مولیٰ دستک ہیں وہ ہماری زبان میں نہیں — اُن کے ترجمہ اور تفاسیر اور شرحیں جو ہماری زبان میں ہوں وہ ایسے نزدیک اور باریک متناوروں میں ہیں جنکو خواص سمجھ سکتے ہیں عوام کی فہم سے اُنکا سمجھنا بہت دور ہی — گو ان کتابوں کا انسان پو برا احسان یہ ہی کہ اُنہوں نے بڑی بڑی ہرائیوں سے بچنے کی راہ بتلائی اور بڑی بڑی نیکیوں کی راہ پر چلنے کے لیئے رہنمائی کی اور جہاں سب کو جانا ہی وہاں کا بیان خوب مفصل کیا ہی خواہ وہ خیالی ہو یا واقعی ایسے بیان کو انسان خرب کان لگا کر سنتا ہی اسلئے کہ جہاں جانے کا قصد انسان کا ہوتا ہی وہاں کا بیان وہ بہت اشتیاق سے سنتا ہی — مگر انسان کو اپنی زندگی میں بڑے بڑے پہلے کاموں کے کرنے کا اتفاق اتنا ہوتا ہی اسلئے یہ احکام مذہبی وہاں تو اپنا اثر دہا سکتے ہیں مگر یہ جو انسان کے روز مرہ کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بڑے پہلے کاموں کے کرنے کی ضرورتیں زمانہ کے موافق پڑتی ہیں اُن میں اُن احکام کا اثر کچھ نہیں ہوتا اور وہ عوام کے دلوں پر اثر کرنے کے اندر کالعدم ہوتے ہیں اگرچہ مہابہارت میں لکھا ہو

کہ جو زبان خدا کا نام نہ لے وہ مینڈک ہی جو برسات میں تڑاتا ہی۔ جو ہاتھ دان نہ کرے وہ کاٹھ کا کچھا ہی۔ جو کان نصیحت نہ سنے وہ سانپ اور بچھو کا بل ہی۔ جو پیر جاترا کو نہ جائیں وہ درخت کا تنہ ہی۔ جو آدمی خدا کا خیال نہ کرے وہ گھوڑا گدھا ہی۔ یا زندہ مردہ ہی۔ اب ان تشبیہات کا اثر ہندوؤں پر بہت کم دیکھتے ہیں آتا ہی۔ ہمارے ملک کی سب قوموں کی مذہبی کتابوں میں لکھا ہوا ہی کہ جھوٹ بولنا سب گناہوں کی جڑ ہی جھوٹ بولنے والے پر خدا کی لعنت ہوتی ہی اور وہ جہنم میں ڈالا جائیگا۔ اب اس حکم مذہبی کا اثر ہم پر بہت کم ہی اُس کی تصدیق ہمارے کام کر رہے ہیں۔ اور بتلا رہے ہیں کہ یہ حکم ہمکو جھوٹ بولنے سے باز نہیں رکھ سکتا اگر وہ باز رکھے سکتا تو ہم ساری دنیا میں جھوٹے کہوں مشہور ہوتے۔ کیوں اس ملک میں جھوٹ اسقدر رواج پاتا جسکا کچھ تھکانا نہیں۔ اگر غور کر کے دیکھو تو اس جھوٹ کے سبب سے ہم ایک دوسرے کی بات پر اسقدر کم اعتبار کرتے ہیں کہ جھوٹ بولنے سے چنداں کچھ نقصان نہیں ہوتا اسلئے کہ جھوٹ سے تو جب نقصان ہو کہ ہم اُس کو سچ جانیں۔ ایک میاں بزاز سے پوچھتے ہیں کہ لالہ یہ نہیں سکھ روپیہ کا کتنے گڑ دو گے وہ کہیگا کہ اوروں کو تو چھ آنے گڑ دیا ہی مگر آپکو پانچ آنے گڑ دونگا یہ اُس کے جواب میں کہتا ہی کہ اس سے اچھا تین سکھ فلانے بزاز کی دوکان پر تین آنے گڑ ملتا ہی غرض نہ یہ اُس کی بات کو سچ جانتا ہی نہ وہ اس کی بات کو سچ سمجھتا ہی۔ اب انشا پرداز کا یہ کام ہی کہ وہ اپنے ملک کی حالت پر غور کر کے یہ سوچے کہ زمانہ نے کیوں ہمکو اتنا جھوٹ بولنے پر مجبور کر رکھا ہی اور ہمارے مذہبی حکم کو معزول و منسوخ کر دیا ہی کیوں لعنۃ اللہ علی الکاذبین سے کام نہیں نکلتا۔ اُس سے ہمارے کیا کیا نقصان ہوتے ہیں۔ ہم اس مجبوری کی قیدوں سے کیونکر آزاد ہو سکتے ہیں اور یوں آزاد ہو کر کن فائدوں سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ غرض مذہبی کتابوں کے احکام ہمارے زمانہ کے موافق اس معاملہ میں نہیں ہیں اس لئے وہ اپنا اثر پورا پورا نہیں کرتے۔ اب اُس عاقل دانشمند فرزانه انشا پرداز کا یہ کام ہی کہ ان مضامین کو اس طرح لکھے کہ کسی مذہبی حکم کی تعظیم اور تکریم میں فرق نہ آئے اور عوام کو اس بدکاری اور برائی سے نجات ہو جائے۔ غرض جو کام داعطوں سے ممبر پر بیٹھ کر سمجھانے سے نہیں ہو سکتا وہ یہ کر دکھائے *

بعد مذہبی کتابوں کے ہم دیکھتے ہیں کہ علم اخلاق اور علم حکمت اور علم تصوف (جس کو ہم ایک قسم کا فلسفہ خیال کرتے ہیں) کی بہت سی کتابیں ہیں۔ اُن کو بڑے بڑے زبردست صاحب کمال عالموں اور فاضلوں اور حکیموں نے خوب جھگڑا کر لکھا ہی اور دلائل ساطع اور براہین قاطع کے ساتھ بتلایا ہی کہ انسان کے نفس کو کمال کس

طرح پیدا ہوتا ہی اور کھونکر وہ رذائل سے خالی اور فضائل سے معمور ہوتا ہی۔ نفس لہامہ کی آفات سے اور نفس امارہ کی مہلکات سے نجات کے طریقے بتلائے ہیں اور نفس مطمئنہ کے پیدا کرنے کی راہیں دکھائی ہیں اور انسان کے قواد نفسانی و بہیمی اور ملکی پر مباحث خوب خوب لکھے ہیں۔ بے شک اُن کا اثر خواص پر ہوتا ہی مگر وہ سب ایسے دقیق معارضوں اور مشکل عبارتوں میں لکھے ہیں کہ وہ عوام کی سمجھ میں نہیں آتے۔ بعض مسائل تو اُن کے ایسے دقیق اور مغاق ہیں کہ وہ خود اُن کے مصنفوں کی سمجھ میں بھی شاید عمر بھر میں دو چار لمحہ آئے ہوں اور مختلف اوقات میں مختلف طرح سمجھے ہوتے اس لیے جب وہ اُن کو مختلف اوقات میں بیان کرتے ہیں تو ایک اپنی نئی طرز پر بیان کرتے ہیں جس سے مختلف معنی پیدا ہوتے ہیں۔ غرض یہ مسائل خواہ فی نفسہ کیسے ہی عمدہ ہوں مگر اُن سے ہماری کارروائی اُن معاملات اور کاموں میں جو روزمرہ ہم کو اپنی زندگی میں پیش آتے ہیں زمانہ کے موافق نہیں ہو سکتے۔ یہ نلیات ایسے جزئیات پر حاوی نہیں ہیں کہ وہ ہر زمانہ میں کام آسکیں۔ اب انشا پرداز کا یہ کام ہی کہ وہ یہ دیکھے کہ مہرے ملک کے آدمیوں پر اُن کے قواد نفسانی اور شہوانی اور بہیمی کیا کیا عمل اپنے زمانہ کی مجبوری سے کر رہے ہیں اور کیا کہا اُن کے اوضاع و احوال میں اپنا رنگ دکھا رہے ہیں پس اُن کو سمجھ کر وہ مضامین عام فہم اور خاص پسند ایسے لکھے کہ وہ اُن قواد کے برے اثرات سے اُن کو بچائے۔ اب بعد ان کتابوں کے قوانین اور آئین ملکی کی کتابیں ہیں اور ایسی کتابیں ہیں کہ جن سے آزادانہ رائے دینے کا ملکہ پیدا ہوتا ہی اُن کی تعداد ہماری زبان میں بہت نہیں ہی مگر قوانین ملکی تو بڑے بڑے جرموں سے انسان کو روک سکتے ہیں۔ اگر ایک آدمی ایک آدمی کو قتل کر ڈالے تو وہ اُس کو مجرم ٹھہرا کر رسی میں لٹکا دینگے۔ یا کوئی کسی کا مال چور لے تو اُس کے پیچہ میں کڑا ڈال کے چکی پیسنے کے لیے بٹھا دینگے مگر یہ جو صبح سے شام تک ایک آدمی دوسرے آدمی کی زندگی تلخ سیکڑوں طور سے کر رہا ہی اُس کا علاج وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ پس انشا پرداز کا یہ کام ہی کہ وہ ایسے مضامین پر تانہ لکھے کہ وہ ہم میں سے اُن برائیوں کو دور کرے جنکا دور کرنا قوانین ملکی کی حد اقتدار اور احاطہ اختیار سے باہر ہو۔ وہ ہم کو ہمارے روزمرہ کی گفتگو میں بتلائے کہ اگر اُس راہ میں قدم رکھو گے تو ڈھیلے اور پتھر ایسے تمہارے پیروں تلے آئیں گے کہ تھوکر ہی کہا کہا کر اُرنے نہ رہے۔ ان ڈھیلے اور پتھروں سے جس طرح میں راہ صاف کرتا ہوں تم بھی اُنہیں چن چنانہ راہ سے علاحدہ کرتالو اور اپنے لیے راہ صاف بنالو۔ بعد ان کتابوں کے ہم بڑے بڑے حجت کی کتابیں کا ہجوم اُن مضامین کا دیکھتے ہیں کہ جو شاعروں نے ہماری تفریح طبع اور دل بہانے کے لیے موزوں کی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض شاعروں نے

قواء باطنی کا بیان اور اُن کے اثر سے جو افعال کہ انسان سے خارج ہیں صادر ہوتے ہیں یا خیالات میں پیدا ہوتے ہیں اُن کا ذکر ایسا کیا ہی کہ ایک تصویر اُن کی بولتی چلتی اور چلتی دہرتی نظر آتی ہی — اگر غیض و غضب کا ذکر ہی تو غضب ہی اور اگر رحم و رافت کا بیان ہی تو سبحان اللہ — انتقام کے بیان میں وہ سحر بیانی کی ہی کہ تمام اُس کی وحشیانہ حرکتوں سے وحشت پیدا ہوتی ہی — مگر یہ سارے مضامین شاعرانہ ان قوتوں کی نسبت اُن حالتوں کے ہیں جن میں وہ اپنے پرلے درجہ کا اثر دکھاتے ہیں — اس لئے وہ بیان روز مرہ کی زندگی کے اندر کچھ کام نہیں کوسکتے — طیش اور غضب جو انسان کو سارے دن میں چھوٹے چھوٹے کاموں میں آتا ہی اور وہ مفلس اور دولت مند فاضل اور جاہل میں جدا جدا رنگ پیدا کرتا ہی — اور یہہ خورشامد کا اثر جو اُن پر ہوتا ہی اُن کے علاجوں کا ذکر اُن میں نہیں ہوتا *

عشق کا جذبہ اور محبت کا ولولہ انسان کے دل میں ایسا ہی کہ کوئی زمانہ دنیا میں اُس سے خالی نہیں سارے زمانوں میں اور سب حالتوں پر وہ ایسا اثر ایک ہی کرتا چلا آیا ہی مگر اُس کے قاعدے کچھ قواء شہوانی اور نفسانی نے نہیں مقرر کیئے بلکہ زمانہ کی رسم اور عادت نے اُن کو مقرر کیا ہی پس یہہ شاعر عشق کی تاثیروں کو تو خوب بیان کرتے ہیں مگر زمانہ کی رسم اور عادت جو اُن پر اثر کرتی ہیں وہ نہیں بیان کرتے رقابت اور رشک و حسد کے مضامین کو خوب صفائی اور خوبی سے تحریر کرتے ہیں مگر روز مرہ جو انسانوں کے دلوں میں چھوٹی چھوٹی باتوں میں و عشق بازی میں نشتر چبوتی ہیں اُسکا بیان نہیں ہوتا — اب مضمون نگار کا یہہ فرض ہی کہ وہ اپنے زمانہ میں دیکھ کے روزمرہ کے کاروبار میں انسان کس طرح رشک و حسد سے رنجیدہ خاطر اور آزردہ دل ہوتے ہیں عشق کا توہر کیونکر اُن کے جگر کے پار ہوتا ہی — جس کا دل قوی نہیں ہی اُس پر اس زخم کاری کا تہا اثر ہوتا ہی — پھر غیض و غضب و طیش و غیبت و حیا و وفا اُن کے دلوں پر کیا اثر کرتے ہیں — اپنے مقصد و غرض کے حاصل کرنے میں کیا کیا سازشوں اور کارستانیوں اور دیکھتے کرتے ہیں یہہ جذبات کہاں کہاں کشاں کشاں اُن کو لیتے تے ہیں ان سب باتوں کو سوچ کر اور مقتضای زمانہ کو دیکھ کر وہ مضمون نگاری کریں کہ جس سے اُن کی برائیاں دور ہوں اور برائیاں پیدا ہوں *

ہمارے ملک کی کتب قصص سب سے زیادہ اذلل تصنیفات میں سے ہیں اور وہ اس کثرت سے ہیں کہ عمر عیار کی زنجیل میں بھی نہیں سما سکتیں — گو اُن سے دل بہلتا ہی مگر وہ یہہ ہمکو سکھاتی ہیں کہ بدکاری کے عیب میں ساری مسرت اور راحت ہی از برے کاموں سے نفرت کرنے کی برابر کوئی حماقت نہیں — جن لوگوں نے تماشوں اور قصور کو یہہ سمجھا ہی کہ وہ قلم کی اصلاح اور فلاح کرتے ہیں وہ بڑی غلطی میں پڑے ہر

ہیں — تماشا گر اور قصہ طراز کبھی مصلحتان قوم میں سے ہوئے نہیں — اُن سب کی تاریخ پڑھئے تو سوائے عیاشی اور اوباشی اور رند مشربی اُن سے کوئی اور نتیجہ نہیں پیدا ہوا — اگر اُن کی تحریروں کے یہ نمونے تو اُن کے ہرے بھرے باغ بھی بنجر زمین نظر آتے ہیں — ظرافت اور لطافت کے وہ مضامین جو عصیان اور گناہ میں بھی داخل نہیں ہیں انسان میں ہنسی اور تہنّول کرنے کی عادت پیدا کرتے ہیں اور اُن سے کوئی رنج اور غم اُن پر ایسا عائد نہیں ہوتا کہ وہ عمر بھر اُس کا خمیازہ بھگتا کریں — مگر گھنٹوں تو ضرور اُن سے غم رہتا ہے اور یہ جو ظاہر میں تہقّق اور چہچہے اُن کے سنائی دیتے ہیں اُس کو ایسی بیماری سمجھنا چاہئے کہ جس میں منہ کھل جاوے دانت نکل پڑیں پیٹ ہلنے لگے قاف قاف کی آواز نکلنے لگے وہ اصلی انبساط کے سبب سے نہیں ہوتا تہنّیتر (تماشا گاہ جو کچھ تہوڑے سے ہمارے ملک میں ہیں) وہ نیک تعلیم کے لئے مدرسہ اور خانقاہ نہیں بن سکتے اُن سے تعلیم و ہدایت کی توقع نہیں ہو سکتی — انہیں وہ باتیں بے شک ہوتی ہیں جو انسان پر گذر چکی ہیں اُن میں کوئی بات ایجاب کی نہیں ہوتی — وہاں فقط اوضاع انسانی اور قواد بشری کی تصویر پردوں کے اندر سے دکھائی جاتی ہے کوئی اصلاح کا نقش دل پر نہیں جمایا جاتا — کیا تعجب ہے کہ یہ ہماری تہنّیتر ہمارے اخلاق کو بد سے بدتر کر دیں — مطلب اس تمام بیان کا یہ ہے کہ نہ ہماری مذہبی کتابیں نہ ہمارے اخلاق اور فلسفہ اور حکمت اور تصوف کی تصنیفات نہ ہماری نظم و نثر کی کتابیں اس بات کے لئے کافی وافی ہیں کہ ہم اپنے اُن دکھ رنج تکالیف کو جو زمانہ کے موافق ہمارے روز مرہ کے چہوتے چہوتے کاموں میں پیش آتے ہیں دور کر سکیں زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے وہ ہر چیز کو مٹاتا رہتا ہے — نئی نئی باتیں بننے کو علم کو بڑھاتا رہتا ہے — وہ ایک ہی قسم کی باتوں کو قائم نہیں رکھتا پس انشا پر داز اور مضمون نگار وہی ہمیشہ کام کے ہوتے ہیں جو زمانہ کے موافق انسانوں کی روز مرہ کی زندگی کے چہوتے چہوتے کاموں کو سنبھالیں اور اُن کا سرانجام دینا اور انصرام کرنا اس طرح سکھا دیں کہ اُن میں تکلیف کم ہو اور راحت زیادہ ہو مگر کوئی اس تحریروں سے ہماری یہ نہ سمجھے کہ ہم مذہب کے اصلی احکام کو بالائے طاق رکھتے ہیں نہیں اُس کو ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اُن کو سب کاموں میں مقدم اور اہم سمجھیں *

غرض اس ملک کی اصلاح اور فلاح ایسے مضمون نگاروں کی جماعت پیدا ہونے پر موقوف ہے کہ اُن کے کلام میں فصاحت اور اُن کی زبان میں تانہ اور بلاغت ہو — اُسکا مذاق سخن لطف کے ساتھ ہو اور صحیح اصول پر مبنی ہو — اول یہ سمجھے ہوں کہ ہمارے زمانہ میں ہمارے ملک میں کیا کیا ہو رہا ہے وہ انسان کی زندگی کے روزمرہ کے حالات پر پورا علم رکھتے ہوں وہ جذبات انسانی کی وحشت سے واقف ہوں شایستہ

قوموں کی ناشایستہ حرکات کو خوب سمجھتے ہوں وہ یہہ بتلا سکتے ہوں کہ کب ہمکے
بولنا چاہیئے کب چپکا رہنا چاہیئے - کس طبع انکار کرنا چاہیئے - کس طرح چیزوں
کو قبول کرنا چاہیئے - سخن سنجی اور علم میں یہہ قدرت رکھتے ہوں کہ وہ تمام فلسفہ
اور حکمت اور مذہب کی کتابوں اور مکتبوں سے علم کو نکال کر عوام کے جلسوں اور
سوسائٹیوں اور کلبوں میں رکھ دیں اور ایسے چھوٹے چھوٹے مضمون لکھیں کہ جن کو
کاہل بیکار بھی پڑھ لیں اور قلیل الفصاحت والا بھی مطالعہ کر لیں وہ اس بات کو بھی
خوب سمجھیں کہ ہمارے اہل ملک کا جو اختلاط غیر قوموں کے ساتھ ہو رہا ہے وہ
اُن کی اس صحبت سے کیونکر ساری اچھی باتیں سیکھ سکتے ہیں - اُن کو اس بات کے
کہنے میں ذرا بھی شرم اور حیا نہ آتی ہو کہ ہمارے باپ دادا نے جو ان دانشمند قوموں کے
ہتیاروں اور لباسوں اور اوضاع اور اطوار اور علم و اخلاق کو ناپسند کیا تھا وہ اُن کی بڑی
احسانت تھی - اور یہہ امر اُن کی اولاد کے حق میں زہر ہوا - اُس نادانی سے بہت سی
جھڑی بناوٹیں اور بے حیائی کی باتیں خواص اور عوام میں داخل ہو گئیں - اُن کو
محکم باتوں پر علم نہ تھا - اُس کا یہہ برا ثمرہ اولاد کے لیئے ہوا غرض وہ ایسا حکیم
حاذق بنے کہ جن امراض کا علاج تعلیم و مذہب کا طبیب نہیں کر سکتا اور نہ اُن کے لیئے
دوا دیکھتا ہے اُن کو جو پیر سے دور کرے - اور سمجھا دے کہ بزرگوں نے جن عقلمندوں
کی باتوں کو اپنی ہمت دھرمی سے ناپسند کیا ہے وہی ہمارے لیئے فائدہ مند ہوں -
تجارت کے باب کو کھول کر دکھائے کہ وہ منک پر کیا اثر پیدا کر رہی ہے کس کس قسم
کی نئی خصلت کے آدمی وہ بنا رہی ہے - کیسے طریقے آزادی کے وہ سکھاتی ہے وہ ان
باتوں کو تشویم کے ساتھ لکھے کہ باہم صحبت اور جلسوں کے کیا کیا اثر ہوتے ہیں -
اُن میں راہوں کا تبادلہ آپس میں آزادانہ ہوتا ہے یا نہیں - لباس کا مذاق کیسا ہے
اسباب خانہ داری اور نمائی میں کیا کیا تکلفات بڑھتے جاتے ہیں - عبرت مرد کے
اختلاط کی کیا کیفیت ہے - شادی غمی کی رسموں میں کیا کیا برائیاں پھول رہی ہیں
جنہوں نے تہنیت کی شادی کو گھٹا دیا ہے تعزیت کے رنجوں کو بڑھا دیا ہے - حصول
دولت کے اصول کیا ہیں وراثت پانے کے لیئے کتنے آدمیوں کی اولاد دھرم شاستر اور فرائض
کی تلاش کر رہی ہے - غضب و غصہ انسانی کیا کیا حرکات ناشایستہ اور عصیان کاری
کرا رہا ہے - عداوت کیسے انتقام کے جوش دلا رہی ہے محتابت کیسی ہمدردی پر آمادہ
کر رہی ہے - محبت کا اثر انسانوں پر کیا ہو رہا ہے - کیونکر دوستوں کا انتخاب
بغیر غلطی کے ہو سکتا ہے - دوستی کتنی طرح کی ہوتی ہے - ظاہری باطنی دوستی
میں کیونکر تمیز ہوتی ہے - دوستوں کے ہاتھوں سے کیا کیا اذیتیں روزانہ باہم پہنچتی
ہیں - کیونکر اُن میں ایک دوسرے سے مایوس ہوتا ہے - تصوں کا اثر طبیعتوں پر

کیا ہو رہا ہے — وہ کتنی دیر رہتا ہے اور کیونکر مہلت جاتا ہے مکانوں اور لباس کی آرائش ظاہری کیا لوگوں کے دلوں پر اثر کرتی ہیں حسد و رشک میں کیا فرق ہے — غرور و علوم مرتبگی میں کیا تمیز ہے — انتقام و عداوت میں کیا تفاوت ہے — شراب خواری اور تمار بازی کیوں ہماری روز حالت کو تباہ کر رہی ہے — شاید یہ وہ دو عیب جیسی خرابی اس ملک میں پھیل رہے ہیں ایسے کوئی اور عیب نہیں ہیں — ایسے تمار باز نون سے ہیں جو تمسک لہے کر جوئے کا قرض ادا کرنا بڑی عزت اور ایمانداری سمجھتے ہیں اور اس فرض کے نہ ادا کرنے کو قصاص فرض جانتے ہیں — ایسے مہنوار کونسے ہیں جو سب سے زیادہ شراب پیئے کو اپنی عزت سمجھتے ہیں جن پر مذہب اور عقل دونوں قابو دے رہے ہوں — ان دو بڑے کاموں کی مذمت ہمیشہ ہوتی ہے مگر بڑی مشکل اس مذمت کی حد کا مقرر کرنا ہے — کوئی حرکت و عادت ایسی ناخدا پرستی اور بد اخلاقی کی نہیں ہے کہ وہ مصائب زندگانی کو نہ بڑھاتی ہو اور مذلت اور ناوقت تباہی و بربادی کو نہ پیدا کرتی ہو — مگر جن لوگوں نے اپنا دل سخت کر لیا ہے وہ تمام اصول اخلاق کے خلاف کام کرتے ہیں اور تمام شایستہ قوموں کے قوانین اور عادات اور حرکات و سکنات کو برا ٹھہراتے ہیں — غرور اور بے شرمی نے اُن کو پاک شہدا بنا دیا ہے اور کوئی دلیل عقلی اور ذہن و فراست کی بات اُن پر اثر نہیں کرتی پس مضمون نگاروں کا یہ بڑا کام ہے کہ وہ اُن کی حقارت جہاں تک ہوسکے کریں — گو اُن کی یہ حقارت اُن پر اثر نہ کر سکی مگر وہ اوروں کو ان بدکاریوں میں داخل ہونے سے روکیگی اور ڈراویگی وہ ایک گروہ اپنے ملک میں دیکھتے کہ تجارت نے اُس کو ذلیل و رذیل حالت سے نکال کر مالدار بنایا ہے اور اُس کو بھی ہوا امارت کی لگتی جاتی ہے — وہ تمام مکان باغ سواری لباس پوشاک غرض سارا ثباتیہ امیروں کا رکھتا ہے جس کو پہلے شریف اور امیر دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں کباب ہڑتے جاتے ہیں — مگر اس چلنے کی کوئی وجہ نہیں اور اُن پر اعتراض کرنے کی کوئی دلیل کافی نہیں جب خدا نے اُن کو دولت دی ہے تو اُس کا اظہار وہ کرتے ہیں اور احتفاظ اُتھاتے ہیں — اگر اس تملیہ میں کوئی شیخی اور ایموندگی اور حماقت نہیں ہے تو اُس کے کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے — اگر کوئی مفاسد تاک مایہ کسی اپنے سے بڑتر کی تقلید کرے تو البتہ وہ مستحرا بن جاتا ہے اور اُس کے حق میں یہ کام مضر ہوتا ہے وہ اُن لوگوں پر نظر ڈال جو اپنی شرافت و نجابت حسب نسب پر فخر کرتے ہیں اور قدیمی وضع کے تعصب کی بلا میں مبتلا ہیں — شیخی اور نمود اُن کے مزاج میں رہتی ہے کہ اپنے خرا ذرا سے کاموں کو بڑا جتے ہیں اور اگر اُن کاموں کی شہرت نہ ہو تو اُن کو لطف زندگی نہیں آتا بعض آدمی

ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کو اپنی علو مرتبگی کا ایسا خیال ہوتا ہی کہ اپنے کم مایہ آدمیوں کے ساتھ کسی چیز اور کام میں اشتراک ہی نہیں چاہتے •

جوان مردہی اور نا مردہی ایسی دو چیزیں ہیں کہ اُنہوں نے انسانوں کو دو قسم میں منقسم کر دیا ہی اور وہ دونوں ایسے ہمسایہ میں رہتی ہیں کہ اُن کی امتیاز کرنے میں ہمیشہ اشتباہ ہوتا ہی — سچی جوان مردہی اور دلیری انسان کو جھوٹی چمک دمک اور خوشامد چاپلوسی سے دور رکھتی ہی اور دل میں ایسی جرأت اور ہمت پیدا کرتی ہی کہ وہ زمانہ کی رسم و عادت و رواج سے خوب کلمہ بہ کلمہ مقابلہ کرتی ہی اور احمقوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ا ہی — گو زمانہ کی رسم عادت کبھی ایسی قوی ہوتی نہیں کہ اُن کے مقابلہ میں یہ ساری ہمت اور جرأت اپنا کچھ کام نہیں کرسکتی مگر یہ معتبر ہی — مضمون نگار کو جوان مرد اور آزاد منش بننا چاہیئے اور ایسے کام میں شہرت اور ناموری کا طالب ہونا چاہیئے اگر وہ یہ کام نہ کرسکیگا تو عزت کے چھوٹے خیالات اُس کو گناہوں میں ڈبو دیتے — اور عوام پر تہذیب کے لیئے سرزنش نہ کرنا اس خوف سے کہ وہ اُس پر لعنت ملامت کوہینگے اُس کی بد ایمانی کی معذرت قبول نہ ہوگی — خلاصہ یہ ہی کہ مضمون نگار کا اول کام یہ ہی کہ وہ انسان کی اصل زندگی کا حال لکھے اور جس طرح اُس کے زمانہ میں برابر نفسانی عمل کر رہے ہوں اُن کو بالتفصیل بیان کرے — پہلے وہ یہ سمجھے کہ میرے اعلیٰ ملک کسی امراض میں مبتلا ہیں اُن کی تشخیص کرنے میں اُن کے علاج اور درمان بتلائے ایک بڑی بات جو اُس پر توتی اور تہذیب کے لیئے ضرور ہی وہ یہ ہی کہ زمانہ کی رسم و عادت جو تمدن و معاشرت میں مقرر ہوتی ہیں وہ انسان کی مسرت اور خوشی کے لیئے مدتوں کے تجربہ سے مقرر ہوتی ہیں — اسلیئے اگر پہلے زمانہ کی تمام رسم و رواج سے ہاتھ اڑھا لیا جائے تو گویا ہم کہ پھر نئے سبے سے تمدن و معاشرت کی کتاب کی الف بے تے شروع کرنی ہوگی بڑی بات جو اُس کے اندر قابل غور ہی وہ یہ ہی کہ وہ رسم اور عادت جسکا موضوع مسرت انسانی ہی آج کے دن یہی ہمارے چین اور آرام کے باعث ہیں یا نہیں — اگر نہیں ہیں تو جو جس مقصد کے لیئے وہ موضوع ہوئے تھے وہ مقصد ہو گیا اب ہم کو اُس کی جگہ وہ رسم اور عادت اختیار کرنی چاہیئے جس سے اُن کا اصلی مقصد سے مسرت انسانی حاصل ہو — پس رسم و عادت کا بدلنا اس اصول پر مبنی ہو نہ اس اصول پر کہ ہم رسم و عادت کو چھوڑتے ہیں اسلیئے کہ وہ پرانی ہو گئی اور نئی رسم و عادت اختیار کرتے ہیں اسلیئے کہ جدید لذت پر عمل ہوتا ہی فقط جو رسم و عادت کا موضوع مسرت انسانی ہی اُس پر خیال رہے — ایک اور بات پر غور کرنی چاہیئے کہ اگر ہم کو نئی عمارت بنانی ہو تو اُس میں وہ پتھر جو دوسری عمارت میں اگے ہوئے ہیں جب ہی کام میں آسکتے ہیں

کہ اُس میں سے اوکھڑے جائیں اب یا تو وہ پتھر ایسے ہیں کہ آسانی سے اُس میں سے جدا ہو سکتے ہیں تو وہ آسانی سے ہماری عمارت جدید میں بھی کام آسکتے ہیں یا وہ چونے سے وابستہ ہیں اسلئے ذرا مشکل سے اوکھڑے ہیں اور اُس سے چونا اور مصالح صاف کر کے ہم اپنی عمارت میں کام میں لاسکتے ہیں لیکن اگر یہ پتھر اُس مکان میں ایسے بیچے ہو رہے ہیں کہ بڑی دشواری سے جدا ہوتے ہیں تو بہتر ہی کہ ہم اُن کے اوکھڑنے میں اپنا وقت نہ ضایع کریں وہ ہماری عمارت میں اوکھڑنے پر بھی کام کے نہیں ہونگے — پس یہی حال ہماری سوسائٹی کا ہے کہ بعض تو رسم و عادت زمانہ کے پابند نہیں ہیں وہ تو ہم جو زمانہ کے موافق رسم اور عادت پسندیدہ بنلائینگے جلد اُسے پسند کرینگے اور ایک وہ لوگ ہیں جو پہلی رسم و رواج کے وابستہ ہوں مگر آسانی سے جدا ہو سکتے ہیں وہ ہماری جماعت میں آسانی سے داخل ہو جائینگے — مگر ایک لوگ اُس میں ایسے پیوستہ ہیں کہ اُن کا جدا ہونا ہی مشکل ہی پس اُن کو جدا کرنے کی کوشش ہی نہیں کرنی چاہیئے اور نہ اُن کو اپنی جماعت میں داخل کرنا چاہیئے — تمام یورپ کی تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ تمام شایستگی اور تہذیب اور تعلیم اور دولت کے اسباب جو وہاں مہیا ہوئے ہیں وہ ایسے ہی انشا پردازوں کی بدولت ہوئے ہیں — انہیں کی تحریروں نے ساری ہمدردی اور آسودگی کے کام کر دکھائے ہیں نہ مذہبی کتابیں کام آئیں نہ اخلاق اور فلسفہ اور فہم اور نظم و نثر کی وہ کتابیں کام آئیں جو بڑے عالی دماغوں نے لکھی تھیں — اول تو یہ کتابیں عوام تک پہنچ نہیں سکتیں اور اگر پہنچیں بھی تو اُن کے مضامین اُن کے دماغ میں نہیں سما سکتے — جب ہمارے ملک میں بھی ایسے انشا پرداز گروہ کے گروہ پیدا ہو جائینگے تو اس ملک کے بھی بھلے دن آجائینگے — وہ ہمارے مذہب کی کلیات سے عقبی کی راہ بنلائینگے اور اپنی تحریروں کی جزئیات سے دنیا کے کاموں کے لئے وہ نمائی کرینگے وہ مذہب کی مخالفت نہیں کرینگے بلکہ اُس کی تائید سے دنیا کے کاموں کو چلائینگے — مذہب کا بڑا اثر انسان پر ہوتا ہے — اسلئے وہ اس دنیا میں آرام و چین سے زندگانی بسر کرنے کے لئے مذہب سے استعانت چاہینگے — ہم اب تک اپنے ملک میں ایسے انشا پرداز کم تو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ملک کے آدمیوں کی اصل زندگی کا مطالعہ کریں اور اُن کی آسائش اور آرام کے طریقہ زمانہ اور اُن کی حالت کے مطابق بنلائیں — بعض انشا پرداز بڑے بڑے لمبے لمبے چوڑے مضمون لکھتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے ہاتھوں نے تو لکھے ہیں بہت محنت کی ہے مگر دل و دماغ نے اُن میں اپنی قوت و جدت نہیں ظاہر کی — اُن کے دماغ معلومات سے بھرے ہوئے ہیں مگر قوت سے خالی ہیں اُن کا حال ایسا ہی جیسا کہ معدہ ضعیف ہو اور وہ بہت عمدہ عمدہ کھانوں سے حد سے زیادہ بھرا جائے تو سوائے اس کے ان غذاؤں سے ریاچ اوتھیں اور وہ بدن میں

درد پیدا کریں یا بدبو پھیلانیں کچھ اور اثر نہیں ہوتا — یہی حال اُن انشا پردازوں کا ہے کہ انکو زہی زبان کی تحصیل سے دماغ تو اُن کا معلومات سے بہا ہوا ہی مگر وہ اپنے ملک کی اصلی حالت اور وہ اہل ملک کے دلوں کے حال سے آگاہ نہیں ہیں اُن کے واسطے وہی مضامین لکھنے جو آجکل شایستہ ملک کے لوگوں کے لیئے لکھے جاتے ہیں بھلا اُس کا اثر اس ملک پر کیا ہوگا — اس میں شک نہیں کہ جب ایسے انشا پردازوں اور ایسی انشا پردازوں کی مخالفت میں بھی ایک گروہ قلم کو قلم سے اور کاغذ کو خط سے درست لڑیگا اور نکتہ چینی اور عیب بینی اور غلط نمائی میں تردید کے ساتھ اپنی دھن کا دھونسے ایسا بچائے گا نہ جس کے غل میں اُن سخنوروں کی شہریں اور نرم آواز عرام کے کانوں تک نہ پہنچ سکے اور یہ معلوم ہوگا کہ وہ اُن کو لوگوں کے دلوں سے بھلا اور اُن کے نام کو مٹانا چاہتا ہے — مگر انسان کے مذاق سخن میں خواہ کیسے ہی انقلاب واقع ہوں جو مجموعہ سخن فصاحت بلاغت ملاحات حلاوت رکھتا ہے وہ ہمیشہ سخنور کی یادگار زمانہ رہیگا جو عارف سخن کامل اُستاد گذرا اُس کو اُیذدہ زمانہ جب اُس کا نام لیا تو درود ہی پڑھیگا — غرض کوئی اُس کے نام نیک کو صفحہ روزگار سے مٹا نہیں سکتا — گو اُس کے سہکڑوں مقلدین کے قلام اور نام زمانہ کی لوح خراطر سے بالکل دھل کر محو ہو جاؤں مگر اُس اصل امام سخن کا نام قبلہ خراطر رہیگا — پس جو انشا پرداز اوصاف مذکور کے ساتھ موصوف ہوگا وہ ایک یادگار ہند ہوگا جس کے اہل ہند ہمیشہ احسان مند رہیں گے •

راز —————

محمد ذکا اللہ

پروفیسر مہر کالج الہ آباد

فاتحہ خوانی علوم قدیم

جاہلوں کے عام کو جو نسبت علوم قدیمہ سے ہے وہی علوم قدیمہ کو علوم جدیدہ سے

نسبت ہے •

انتباہ — تمام مضمون میں علوم سے مراد علوم التجاریہ سے ہے یعنی اُن علموں سے جو تجربہ اور مشاہدہ پر موقوف ہیں — علوم قدیمہ سے مراد ہماری اُن علوم التجاریہ سے ہے جو سولہویں صدی سے پہلے تمام دنیا کی قوموں میں موجود تھے •

خدا جانے دنیا کب سے پیدا ہوئی ہے اور اُس میں انسان کس دن سے بسا ہے اور علم کے مکتب میں کب سے اُس نے بسم اللہ شروع کی ہے — معلوم نہیں کیا کیا علوم کی صورتیں اُس نے بنائیں اور بگازیں اور کیسے کیسے فنون کی صورتیں اُس نے گھڑیں اور

ہیں — ابتداً عالم سے کون بتا سکتا ہی کہ کیسے کیسے صاحب استعداد عالم و اہل کمال حکیم گذرے ہیں اور انہوں نے کیا کیا علم و ہنر میں ایجاد کیا اور کیونکر علمیں کو مدون کیا غرض ایک زمانہ دراز ایسا ہی کہ اس کا حال ایسا تاریکی میں ہی کہ ہزار چراغ خود لیکر ڈھونڈیے مگر کسی چیز کا سراغ نہیں لگتا — کہیں روشنی کی جھلک دینی نہیں دیتی پس اس عالم ظلمات کے حالات پر بحث عبث ہی مگر ہاں ایک زمانہ اس تاریخ زمانہ قدیم اور زمانہ روشن حال کے درمیان ایسا ہی حجاب کی طرح حایل ہی کہ اس میں تاریخی شہادتوں سے حال معلوم ہو سکتا ہی اور کتابیں بھی اس زمانہ کے حکیموں اور حقیقت شناسوں کی اتنی موجود ہیں کہ ہم اس سے یہہ خراب و حقیق کر سکتے ہیں کہ اس میں علوم کی کیا صورت تھی کہاں تک اُن کی ترقی ہوئی تھی *

مگر اس زمانہ کے بھی علوم قدیمہ کسی ذہنی سی دَاز میں بند نہیں ہیں کہ کوئی اُن کو کندی کھول اور دکھنا اُٹھا کے آسانی سے دیکھ لے بلکہ وہ ایک وسعت عظیم میں پھیلے ہوئے بیٹھے ہیں اور ہزاروں آدمیوں کے دلوں میں ایسا سما رہے ہیں جیسے کنول میں پھولنے چپے ہوئے ہوتے ہیں — تہوڑے ہی ایسے عالی دماغ ذہین ذکی اور صاحب فطرت حکیم ہوتے ہیں کہ وہ اُن کو اس وسعت عظیم میں سے سمیٹ سمات کو اپنے ذہن میں یکجا مجتمع کریں اور اُنکے پوست و استخوان کو چھوڑ کر مغز نقالیں اور پھوک کو پھینک کر ست پیدا کریں اور اذینہ کی طرح دکھائیں کہ ناس علم کا آغاز یوں ہوا اور وہ اتنا سیدھی راہ پر چلا — اور پھر اُنکے اُس کو ایسی لڑکھائی لگنے لگیں کہ وہ اُلٹا پدرا یا کسی پھیر کے راستہ میں پڑ گیا اور منزل مقصود پر نہ پہونچ سکا *

ظاہر ہی کہ انسان کی کئی قابلیت کا خاتمہ نہیں ہو گیا — جیسے پہلے انسان ذہین ذکی عاقل ہوتے تھے اب بھی ہوتے ہیں جیسی کہ ذہانت اور جرأت طبیعت ذکاوت حکماء متقدمین میں تھی ویسی ہی حکماء متاخرین میں بھی ہے مگر یہ اُن سے امتدان زمانہ کے سبب سے تجربہ اور معلومات میں زیادہ ہیں اس لئے اُن کا علم فرقیقت اور ترجیح حکماء متقدمین کے علم پر رکھتا ہی پس اگر کوئی شخص یہہ بیان کرتا ہی کہ علوم قدیمہ میں ناس حکیم عالی دماغ نے یہہ غلطی کی تھی اور اس زمانہ میں ناس حکیم روشن ضمیر اور حقیقت شناس نے اس غلطی کو ثابت کر دیا اور صحیح بات کو دریافت کر لیا تو اُن صاحبوں کو حد سے زیادہ ناگوار اور تلخ گذرتا ہی جنہوں نے اپنی ساری عمر علوم قدیمہ میں گزائی ہی اور اُس ہی تکمیل میں جان کھائی ہی اور علوم جدیدہ کی چاشنی نہیں پائی ہی وہ اس بیان کرنے والے ہی کو یہہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے بڑے عالی جناب حضرات کی خدمت میں گستاخی کرتا ہی جن کی بات سمجھنا کا

سابقہ نہیں رکھتا وہ اُن بزرگوں کی جو برائی ظاہر کرتا ہی تو اُس سے بڑا مطلب اُس کا یہہ ہوتا ہی کہ اپنی برائی دکھاتا ہی اور ہنکو احمق بناتا ہی اور ہماری سنجہ کو ناقص جانتا ہی یہہ صاحب تو صاحب علم ہوتے ہیں جو کچھہ فرماتے ہیں اُس کا کچھہ سر پیر بھی ہوتا ہی مگر ایک جاہلوں کا گروہ اُس کا ایسا مقلد ہوتا ہی کہ نہ چند علوم قدیمہ سے خبر ہی نہ علوم جدیدہ سے واقفیت ہی اُن کے سر پر تو ایسی باتوں کے ساتھ سے ایسا غیض و غضب کا جنوں سرپور چڑھتا ہی کہ ترازو پتھر مارنے لگتے ہیں اور جابینہ جو زبان پر آتا ہی بکنے لگتے ہیں۔ اب کوئی اُن سے پوچھے کہ جو شخص حکماء متقدمین اور حکماء متاخرین کے درمیان ترجیحان بنکر ایسی سچی باتیں بیان کرتا ہی اُس کا کیا تناء کیا جرم کیا تقصیر ہی وہ خطائے بزرگں گرفتیں خطاست کا مرتکب ہو کر خطا بزرگ نہیں کرتا ہی بلکہ وہ بزرگوں کی بزرگ خطائیں بتلاتا ہی جو اُن کے بزرگ تروں نے بتلائی ہیں۔ ہاں اگر وہ اس ترجیحانی میں اپنا محل درمقولات دے تو اُس پر خفا ہو اور چھوٹا منہ بڑی بات کا الزام اُس پر لگاؤ۔ مثلاً وہ کہتا ہی کہ ایک بڑے حکیم نے جو سارے حکماء متقدمین کی ناک تھا ترازو میں ایک خالی مشک کو اور پھر اُس میں ہوا بھر کر تول وزن دونوں کا برابر تھا اس تجربہ سے اُس نے یہہ نتیجہ نکالا کہ ہوا کا کچھہ وزن نہیں ہی۔ اب حکماء متاخرین نے سیکڑوں تجربوں سے ثابت کیا کہ ہوا میں وزن ہی اور انسان خرد ۳۲۰ من ہوا کے بوجیہ تلے دیا ہوا ہی اور اس ہوا کے وزن کے سبب سے بہت مسائل طبعیات کہ انسان کے نہایت بکار آمد ہیں ایجاد کیئے ہیں اب فرمائوئے کہ جو شخص اس غلطی کو بیان کرتا ہی وہ کیا اُس بڑے حکیم کی خدمت عالی میں گستاخی کرتا ہی اور دیا وہ اپنی عقل کو کسی اُڑ کی عقل پر ترجیح دیتا ہی اُس سے خفا ہونا جہالت و حماقت و خباثت کا کام ہی۔ غلطی کو تجربہ اور مشاہدہ صاف ظاہر کونیتا ہی مگر جو تعصب تقلیدی کی بلا میں مبتلا ہیں وہ مشاہدہ کے بعد بھی غلطی کے قابل نہیں بنارس میں ایک پنڈت صاحب نے اپنے حکماء متقدمین کی رائے کے موافق ایک ڈاکٹر صاحب کے روبرو ارشاد فرمایا کہ ہوا میں وزن نہیں ہی جب ڈاکٹر صاحب نے اُنکو تجربہ سے ہوا کا وزن ثابت کیا تو پنڈت صاحب نے کہا کہ یہہ جو آپ ہوا کا وزن تجربہ کو کر دھاتے ہیں وہ ہوا کا وزن نہیں ہی بلکہ وہ اُس خاک دھول کا وزن ہی جو ہوا میں ملی ہوئی ہی پس ایسی بجاہت سے جو انکار کرے اُس سے کچھہ گفتگو نہیں ہو سکتی۔ ایسے ایک پنڈت صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ افسان کے پیت میں کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں جن میں قراء عقلیہ رہتی ہیں جب ڈاکٹر صاحب نے ایک آدمی کا پیت چور کر دکھایا کہ پنڈت صاحب بتلائیئے کہ وہ کوٹھریاں کہاں ہیں تو انہوں نے کہا کہ جب آدمی زندہ تھا تو وہ کوٹھریاں موجود تھیں اور اب مردہ میں باقی نہیں رہیں۔ مردہ کی لاش پر آدنا تپاس

زندہ کا درست نہیں ہو سکتا — ایسے جاہلوں کا جواب کچھ نہیں ہو سکتا — سوائے اسکے ایسے آدمیوں کو بصورت انسان گاؤ خو سمجھ کر چپکا ہو رہے — احمق کہی دانائی کی بات نہیں سنتے — اُن کا دل تو اُنہیں باتوں کے سننے کو چاہتا ہی جو پہلے سے اُن کے دل میں بیٹھی ہوئی ہوتی ہیں — وہ اپنی ذہانت اور خوبی اسی میں سمجھتے ہیں کہ دنیا سے خبر نہ کہ کیا کیا تجربہ سے سچی باتیں دریافت ہو رہی ہیں اُن سے واقف ہونا ایک عذاب جان سمجھتے ہیں — ایک اڑ خرابی یہ اُن کے واقع ہوئی ہی کہ جو علوم قدیمہ کو جانتے ہیں وہ تو ان قدیمی کتابوں میں کوئی نہ درخت ایسا نہیں دیکھتے کہ اُنہیں علوم جدیدہ کا حال پڑ سکے مگر جو علوم جدیدہ کو جانتے ہیں اُن کی تحصیل اور تکمیل میں یہ امر لازمی ہی کہ وہ علوم قدیمہ کو بھی جانیں اور ہر علم کی تاریخ پر اُنکو عبور ہو کہ وہ کیا تھا اور کیونکر شروع ہوا اور کس طرح وہ نودیان ترقی پر چڑھا اور اُسکا منظر بڑھتا چلا گیا — اس سبب سے اُس کی نظر میں علوم قدیمہ وقعت کے پایہ سے گر جاتے ہیں مگر علوم قدیمہ کے عالموں کو علوم جدیدہ سے اُن کی جہالت کے سبب سے ایک عداوت ہوتی ہی اور وہ اپنا پرانا راگ گائے جاتے ہیں جو ایک وقت میں سیریل معلوم ہوتا تھا مگر اب تو وہ دھڑیوں کے کھنڈوں سے بھی زیادہ دماغ خراش ہو گیا ہی — اُردو زبان میں چھوٹی موٹی کتابیں علوم جدیدہ کی کچھ موجود ہیں — اور عربی زبان میں مصر و بیروت کی ترجمہ کی ہوئی کتابیں ہندوستان میں مل سکتی ہیں اُن کو اگر چاہیں تو یہ علوم قدیمہ کے جانتے والے پڑھ کر کچھ بصیرت علوم جدیدہ میں حاصل کر سکتے ہیں اور شاید بعض نے حاصل کی ہو اور اپنے علوم پارینہ کے ورق ہائے بیہودہ کو پارہ پارہ کیا ہو مگر زیادہ تر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جنکو یہ کتابیں مل گئی ہیں اور اُنہوں نے اُن کو پڑھا ہی تو یہ سمجھ کر کہ ہم اب دینوں طرح کے علوم سے ماہر ہو گئے نصرت کے ارے دماغ اُن کا آسمان چہارم پر پھونچا ان عربی کتابوں میں بہت سی انگریزی اور فرانسیسی اصطلاحات کا ترجمہ اچھا کیا ہوا ہی الفاظ مناسب اُن کے واسطے تجویز کئے ہیں •

بعض اُن اشیاء کے نام بھی عربی میں لکھے ہیں جنکو آسانی سے وہ بیروت اور مصر میں شان سکھتے ہیں — اب ان حضرات نے اُن اصطلاحوں کا اس طرح لکھا شروع کیا کہ گویا وہ اُن کو علوم قدیمہ ہی کی کتابوں سے معلوم ہوئی ہیں — مصر میں مجتمع اطباء نے قدیمی جدید طبابت کے درمیان محتاکہ کر کے ایک کتاب لکھی ہی اُسکے مضامین کو اخباروں میں اس طرح اُڑا رہے ہیں کہ گویا یہ انہیں کی فکر دقیق کی تحقیق کا نتیجہ ہی — یہ سمجھتے ہیں کہ اس سورت سے کیا اُنکو عزت تحقیقات علمی میں حاصل ہو سکتی ہی — انسانی کے گہروں میں سے لرنڈاں کیا زیور چرائے بیویاں بن سکتی ہیں جس وقت زیور پہننگی پکڑی جائینگی — وہ پاپی ہوئی مرغیوں کی طرح پرائے انہوں کو سونے بیٹھے گئی

ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ جب بچے نکلنے تو حقیقت کھل جائیگی۔ وہ یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ اگر اصطلاحات علوم قدیمہ و جدیدہ لفظاً مشترک ہوں تو ضرور نہیں کہ معنی بھی متحد ہوں۔ اگر اعمال کا نام دونوں علوم میں ایک ہی ہو تو ان میں فرق نہ ہو۔ مثلاً علم الکیمیا قدیم میں اور کیمسٹری جدید دونوں میں تولنے کا عمل ہی۔ دونوں علوم میں عمل کا نام ایک ہی تولنا ہی مگر اب ان کے فرق کو دیکھئے کہ رائی اور پہاڑ کا ہی۔ علم الکیمیا میں تولنے کا آلہ ترازو ہی جسمیں ایک دانتی اُس کے سرے پر دو ہوا: کے پترے اور دانتی کے بیچ میں ایک سوراخ اور اُس میں شاہین خواہ معمولی یا کانٹے کی سی۔ اب عام کیمسٹری کی ترازو کو دیکھئے کہ جسمیں سو سے کم پترے فہونگے اور ہر پترہ جدا جدا کام دینا ہوگا اور اُس میں رتی کے دس ہزارویں حصہ کا فرق ایسا ظاہر معلوم ہوگا جیسویک کانٹے میں ۱۲۰۱۱ ماشہ کا اب ان دونوں تولنے کو میزان خرد میں تول دیکھئے تو کبہ اور کالہ کا فرق پائیگا اب اندھیر ہی اگر کوئی کہے کہ کیمسٹری کے تولنے میں کوئی ایجان اور اختراع نہیں ہی وہی پرانی تولنے کی ترازو کی اصل کی نقل ہی اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہی کہ آئینی میزان میں کیا اختراع ہی وہ بھی نقل فطرت کی گئی ہی دونوں کف دست کی جگہ کفہ ہائے میزان اور ہاتھ کی جگہ رسن اور گردن اور شانوں کی فصل کے قائم مقام دانتی اور شاہین۔ وہی کف دست اکل سے اشیاء کا ہلکا بھاری ہونا بتلاتے ہیں وہی کفہ میزان کا کام کرتے ہیں اب دوسرا عمل طبخ ہی علم الکیمیا میں آگ سے حرارت لیتے ہیں کبھی اُسکا اندازہ وقت سے بتلایا جاتا ہی کبھی لکڑیوں کے وزن سے وہ ناپا جاتا ہی۔ کبھی پانی کے بخارات بننے سے اُسکا اندازہ ہوتا ہی یہ سب اکل پچھو کام ہی اس سبب سے مشہور ہی کہ سونے کے بننے میں ایک آنچ کی کسر رہ جاتی ہی اب اُس عمل کو کیمسٹری میں دیکھئے کہ جسقدر حرارت کی ضرورت آگ سے لینے کی ہو آلات سے ناپ کر اُس قدر لی لیتا ہی نہ اُس سے وہ کبھی زیادہ ہو نہ کم غرض اس بیان سے یہ ہی کہ اگر دونوں علوم میں اصطلاحات اور اعمال کے نام الفاظ میں مشترک ہوں تو اُس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دونوں علم اصول اور اعمال میں متفق ہیں مثلاً جب ہم ان دونوں علوم میں اِتکلیص و تبرید و تجمید و تشمیع و تطہیر لکھیں تو یہ سمجھنا غلطی ہی کہ یہ باتیں دونوں علوم میں ایک ہی سی ہیں انہیں ایسا ہی فرق ہی جیسا کہ توزین اور تطہیر میں ہونے بتلایا۔

ماہرین علوم قدیمہ کے دل میں اور زبان کے ادب اور نوک قلم کے نیچے کاغذ پر یہ بات ہی کہ جو علوم قدیمہ کے اصول تھے وہی علوم جدیدہ کے اصول ہیں بعض اُن میں جو اپنے تئیں انصاف پسند ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور انہوں میں گھر کرنا پسند نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ علوم جدیدہ کی بنا علوم قدیمہ پر ہی اور فرق اتنا ہی کہ نرا قدیمی

اصول کی جلا اور تہذیب جدید علموں میں ہو گئی تھی۔ یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ جو جاہلوں کے ذہن میں علوم کے اصول ہیں وہی علوم قدیمہ کے اصول ہیں اور انہیں اصول پر ان علوم کی بنا ہی دنوں میں ایک ہی باتوں موجود ہیں مثلاً جاہل کے ذہن میں یہ علم ہی کہ رات ہوتی ہے چاند نکلتا ہے ستاروں کا جھمکت دکھائی دیتا ہے چاند کبھی پورا ہوتا ہے کبھی آدھا ہمیشہ کہتا ہے بڑھتا رہتا ہے مہینے میں ایک رات کو وہ بالکل دکھائی بھی نہیں دیتا — صبح ہوتے چاند کی ساری مجلس دردم برہم ہو جاتی ہے آفتاب چمکتا ہے اور سب جگہ روشنی پہنچتی ہے اور گرمی پھیلتا ہے اور پھر وہ غروب ہو جاتا ہے یہی دور گردش فلکی کا چلا جاتا ہے — صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے — عمر میں ہی تمام ہوتی ہے — کبھی کبھی چاند سورج کو گھرن لگتا ہے — کبھی دن بڑا ہوتا ہے کبھی رات بڑی ہوتی ہے عوام الناس کی مثل مشہور ہے کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں بڑی — جازا گرمی بوسات یہ موسم بھی بدلتے رہتے ہیں اگر سمندر کے کنارے پر رہتا ہے تو جوار بھائے کی بھی سیڑ تو جانتا ہے اب فرمائیے کہ سوائے ان باتوں کے علم ہیئت قدیم میں کیا اور بیان ہوتا ہے جاہل کے اس علم کو جو علم ہیئت قدیم سے نسبت ہے وہی علم ہیئت قدیم کو علم ہیئت جدید سے نسبت ہے — کونسا جاہل ایسا ہے کہ اپنے گوشت پوست رگ ریشہ کو نہیں دیکھتا اور یہ نہیں سمجھتا کہ اگر ایک رگ میں نشتر مارو تو پھر خون کا فوارہ میرے بدن سے چھوٹ جائیگا — اور بعض چیزوں کو جانتا ہے کہ اگر کھائو تو وہ میرے بدن میں آگ پھونک دینگے اور پیاس کی دھن اسی لگا دینگے کہ ناک میں دم آجائیگا — اُس کو کچھ دوائیں بھی معلوم ہوتی ہیں اور اُن کے استعمال کو بھی جانتا ہے اب کوئی کہے کہ طبابت میں کیا دھرا ہے وہی باتیں ہیں جو جاہل بوی جانتے ہیں — جاہلوں کے علم میں اور علوم جدیدہ اور علوم قدیمہ میں فرق علل اور دلائل کا ہے اُس کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کن اصول پر مبنی ہے علوم قدیمہ کے اصول ایسے نہ تھے کہ کوئی درخت ایسا قائم ہوتا کہ وہ برگ و بار اچھی طرح لاتا — اگر کسی عالی دماغ کو حسن اتفاق سے کسی علم کا بھیج ہاتھ لگ گیا اور اُس نے اپنی محنت و جانکاهی کی آبیاری سے اُس کو پروردہ کر کے سرسبز و شاداب کیا اور وہ برگ و بار سے ہوا بھرا ہوا تو تھوڑے دنوں بعد پھر وہ نہ پھولوں کے کام کارہانہ بھاروں کے کام کا — اگر کسی بادشاہ کو اپنے باغ لگانے کا شوق ہوا اُس نے تمام دنیا کے پودے باغ میں لگائے اور عمدہ عمدہ باغبان بلائے اور بڑے بڑے حکیموں کو متعین کیا کہ تمام نباتات کی کیفیات اور تاثیرات اور حالات قلمبند کریں اس طرح ایک عام نباتات کی کتاب بن گئی اُن میں درختوں کا حال کچھ لکھا گیا کچھ پھول بھاروں کی نصیحتیں بھی جہاز چھتکار کی صورت کالی پیلی نیلی لال بنائی گئیں — اب بادشاہ

سلامت کا کل حیات بومردہ ہوا اُسکے ساتھ ہی اُس کا باغ اوجڑا اور چرا بواہر ہوا جو کچھ ہوا تھا ہوا نہ ہوا بواہر ہوا — کتاب معلوم نہیں رہی مہوں کہاں کہاں پھینکی پھری — پھر کسی زمانہ کے بادشاہ کی شوق ہوا تو اُسکو پھر نئے سرے سے بڈانا پڑا اب اس زمانہ میں دیکھوئے کہ تمام تحقیقات علمیہ کے سرورشتہ بالاستقلال قائم ہیں اور سلسلہ تحقیقات کدہی منقطع نہیں ہوتا جو ایک حکیم اپنی تحقیق کو ناتمام چھوڑتا ہی اُسکو دوسرا تمام کرتا ہی کیا کوئی تاریخ ایسے زمانہ کی شہادت دیتی ہی کہ ایسے کارخانے تحقیقات علمیہ کے اس طرح قائم ہوئے ہوں کہ اُن کا اجرا نہ کسی کے مرتے سے بعد ہو نہ کسی اُڑ آفت سماوی اور ارضی سے مسدود ہو — زمانہ تدبیر کی تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ علوم کا بیج کیا تو اتفاق سے کسی کے ہاتھ لگ گیا یا کوئی کوئی عالی دماغ ایسا ہو گذرا کہ اُسکو قدرتی استعداد و مناسبت خدا داد کسی علم میں ایسی تھی کہ دس پانچ باتیں کلم کی اپنی محنت اور ریاضت سے لکھ گیا — کچھ تجربہ بھی کیا — مگر کہیں تاریخ سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہی کہ سلسلہ تحقیقات علی التواتر زمانہ دراز تک چلا گیا ہو اور آگے چلا جائے افسوس یہ ہی کہ ہمارے اہل ملک کو نہ شوق حق ہی نہ ذوق علم ہی کہ وہ یہ دریافت کریں کہ اور ملکوں میں محققین حقیقت آگاہ نے کیا کیا تحقیقات کی ہی اور کن کن سچی باتوں کو دریافت کیا ہی اور اُن سے کسطرح فائدہ اُٹھایا ہی *

جب کوئی آجکل تحقیقات کی بات اُن کے روبرو بیان کرتا ہی تو پہلے اس سے کہ وہ اُسکو پورا سنیں ناک بھوں چڑھا کر ایک گھوکسلہ اٹکل پچھو ہانک دیتے ہیں اور پھر اُس کو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اُس تحقیقات کو باطل کر دیا — خود کسی بات کا تجربہ کرتے نہیں اوروں کے تجربہ کو مانتے نہیں — صرف الفاظ پر کچ بھٹی شروع کرتے ہیں ایک مولوی صاحب میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے کہنے لگے کہ آپ زمین کی حرکت کو سمجھا دیجئے میں نے کہا کہ زمین کی حرکت کا سمجھنا آسان نہیں ہی — یہ وہ مسئلہ ہی کہ حکماء متقدمین ہزاروں برسوں تک نہ سمجھ زمین کی حرکت کو تو کیا وہ اُس پتھر کی حرکت کو بھی نہیں سمجھ جو اوپر سے نیچے گرتا ہی — پھر میں نے جب اُن کے سامنے یہ بیان کیا کہ کشش ثقل کے اثر سے پتھر پہلے ثانیہ میں ۱۶ فوٹ اور دوسرے ۳۲ فوٹ تیسرے ۴۸ فوٹ علی ہذا القیاس گرتا ہی اور اشیاء گارزن بھی مختلف مقامات میں مختلف ہوتا ہی اور زمین کی حرکت اور پتھر کے گرنے کا ایک ہی اصول ہی — وہ بغیر اس کے کہ سنیں کہ کیونکر یہ باتیں تجربہ سے ثابت ہوتی ہیں الفاظ میں اُن کی ابطال کے دلائل بیان کرنی شروع کہیں اول تو یقین نہ تھا کہ ایسا ہی جیسا میں نے بیان کیا اور اگر ایسا ہو بھی تو اسکے ابطال کے لیئے دلائل لایا لے موجود نہیں — جب تک اس ملک میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم نہو اور عوام میں تعلیم کا رواج نہو ممکن نہیں کہ

یہہ جہالت داں سے دور ہو یورپ کا حال بھی پہلے ایسا ہی تھا جیسے آج ہندوستان
 ہی — وہاں اس جہالت کے طلسم کو نقشِ علم نے توڑ دیا — یہاں بھی جس قدر تعلیم
 زیادہ ہوتی جائیگی اُس قدر یہہ جہالت کم ہوتی جائیگی — اول ضرور ہی کہ علم زیادہ
 ہو پھر علم و صنعت دونوں ساتھ ملکر ترقی پائیں — علم کی گرتی کے لیئے کتابوں کا ہونا
 ضرور ہی اور علم و صنعت کے واسطے کتابوں اور صنعت کے کارخانوں کا ہونا ضرور ہی —
 صنعت کے واسطے فقط کتابیں کافی نہیں ہوتیں کیونکہ صنعت میں عمل کر کے دکھانا
 ہوتا ہی اب اگر کوئی کہے کہ میں کتاب سے صنعت سکھاتا ہوں اور خرد صنعت کر کے
 نہیں دکھاتا تو اُس سے کام نہیں چلتا — اُس وقت سب کی سمجھ میں آ جاویگا کہ
 علوم قدیمہ کیا تھے اور علوم جدیدہ کیا ہیں — بالفعل تہوڑے کان میں جو سچی باتوں
 کو سنا چاہتے ہیں صحیفہ فطرت کی جلد چہارم میں علوم کی تاریخ کا بیان ہی افسوس
 ہی کہ طبیعت کی علت کے سبب وہ معرض انطباع میں اب تک نہیں آئی اور معلوم نہیں
 کہ کب تک نہ آئے اُس میں بیانِ علم کا اس طرح کیا گیا ہی کہ اول حکماء متقدمین
 کی کتب سے ہر علم کا مختصر بیان لکھا ہی جس سے یہہ معلوم ہو کہ اُس علم کی ماہیت
 اور جو تعریف اور اُسکے اختلافات و موضوع و مباحثی و مسائل و منشاء غایت کیا تھے پھر
 بعد اُس کے علوم جدیدہ کے موافق بتلایا ہی اور پھر یہہ ثابت کر دیا ہی کہ جو چاہوں کے
 علم کو نسبتِ علوم قدیمہ سے تھی وہی اب علوم قدیمہ کو علوم جدیدہ سے نسبت ہی چنانچہ
 اُس میں سے علم کیمیا کا بیان بطور نمونہ کے اخبار میں تھوڑا تھوڑا چھپواتا ہوں — مضمون
 بڑا ہی اسیلئے وہ تھوڑا تھوڑا آئندہ پرچوں میں چھاپا جاویگا — اس تحریر میں بجز ترجمانی
 کے میرا کچھ دخل نہیں ہی — میں اپنی طرف سے کسی حکیم اور کسی مسئلہ پر اعتراض
 نہیں کرتا بلکہ جو اُن کے ہم رتبہ حکیموں نے اعتراض کیئے ہیں اُن کو نقل کیا ہی اور علم
 کیمیا کے بیان کا مشہور کرنے کی وجہ یہہ ہی کہ اُس میں کیمیا اور طلا کے راز و نیاز کا
 بیان اور سنگِ بارس اور اُن کی ہم آغوشی کا ذکر اور اکسیر اور نباتِ جاوید کے وصال کا
 حال مرقوم ہوگا اور یہہ بتلایا جاویگا کہ اُس کا اثر انسان پر کیا ہوا جو کیمیا کو زرگو ہوا
 و دربیوزہ کو بفا جسٹے جوڑا بنانے کا نسخہ بتلانے کا وعدہ کیا اُس نے دوسرے بازار پہلے مانسوں کا
 جوڑا اوتار لیا غرض جو ان کیمیا گروں کی جہوت موت کی باتوں میں آگیا اُسکا سچ میچ
 سنیا نام مل گیا *

رات —

محمد ذکاء اللہ

پروفیسر مہر کالج الہ آباد

اعتقاد و اخلاق

یہ دو شاخیں مذہب کی ہیں، ایک اس امر سے متعلق ہے کہ کن چیزوں پر ہم کو یقین رکھنا چاہیئے، اور دوسری میں اس امر کی بحث ہے کہ ہم کو کیا افعال کرنے لازم ہیں۔ اعتقاد اُن اشیاء کا یقین ہے جو خدا نے بذریعہ اپنی کتاب یا رسول کے ہم کو بتائیں اور جنکا علم ہم صرف اپنی فطرتی روشنی سے نہیں حاصل کر سکتے تھے۔ اخلاق سے مراد وہ فرائض ہیں جن کے کرنے کے لیئے عقل یا فطرتی مذہب یا قانونِ فطرت حکم دیتا ہے۔

اگر غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ آدمیوں کا بڑا حصہ اس قسم کا ہے کہ وہ لوگ یا تو اعتقاد میں اسقدر مستغرق ہوں کہ اخلاق سے اُنہوں نے قطع نظر کر لی ہے یا اخلاق ہی پر اسقدر توجہ ہے کہ اعتقاد کو لغو منحصر سمجھتے ہیں۔ لیکن ان دونوں شاخوں پر جدا جدا لحاظ کرنے سے معلوم ہوگا کہ کامل دہی انسان ہی جو ان میں سے کسی شاخ کو ناقص نہ رکھے۔

باوجودیکہ اعتقاد و اخلاق دونوں مذہب کی شاخیں ہیں اور ان دونوں کے علیحدہ علیحدہ فوائد ہیں تاہم اخلاق افضل و اعلیٰ شاخ ہے اور بہت سے خاص فضائل رکھتا ہے۔

(۱) بڑا حصہ اخلاق کا مستقل و دائمی فطرت ہی جسکی خرابی بعد موت، جبکہ اعتقاد کی کچھ ضرورت نہیں رہتی، درجہ یوں تک پہنچ جاتی ہے۔

(۲) ممکن ہے کہ اخلاق کی وجہ سے بلا اعتقاد انسان اپنے بقی نوع کے ساتھ نہ کی کوسے اور دنیا کے لیئے ایک فائدہ بخش آدمی بن جائے لیکن صرف اعتقاد سے بلا اخلاق یہ امر غیر ممکن ہے۔

(۳) اخلاق دل کا تسکین دینے والا اور جذبات و شہواتِ نفسانی کا معتدل کرنے والا اور انسان کو اپنے ذاتی حالات میں خوش رکھنے والا ہے اور انہیں ذرائع سے انسانیت کو تکمیل کے درجہ تک پہنچاتا ہے۔

(۴) قوانین اخلاق بہ نسبت اعتقادات کے بہت زیادہ معین و منضبط ہیں۔ تمام اقوام دنیا کی جیساکہ اعتقادات میں مختلف ہیں ویسا ہی اخلاق کے اعلیٰ امور میں ملفق ہیں۔ شیطان کے وجودِ نبوت کے ثبوت میں اختلاف ہو مگر سچائی کی عہدگی دیانت کی خرابی میں سب متفق ہیں۔

(۵) کفر اس قدر خراب و مضر نہیں ہے جیسا کہ وہ چیز ہوتی ہے جو خلاف اخلاق ہو۔ چہل و لا علمی سے جو شخص صحیح اعتقاد نہ رکھتا ہو ممکن ہے کہ خدا اُسے معاف کر دے مگر صحیح اعتقاد رکھنے والا جو لوگوں کے ساتھ براہی کرے تو

کے واسطے نیک کام کرنے میں ہارچ ہو لوگوں کا مال غصب کرے جیوت بولے اُس کی معافی کی کچھ اُمید نہیں ہے — کفر صرف خدا کا گناہ ہے جس کے بے باپیاں رحم سے ہمو ضرور اُمہد عفو کی ہے لیکن امور خلاف اخلاق کا اثر دوسروں پر پہنچتا ہے اس وجہ سے خدائے تعالیٰ کیونکر اُس کو معاف کریگا •

(۶) تمام فضائل اگر نہیں تو اصل اصول اعتقاد کا ضرور اخلاق پر مبنی ہے اور اخلاق ہی کی درستی کے لئے چند ایسی باتوں کے تعین کی ضرورت پڑی جن کو فطرتی روشنی سے ہم نہیں دیکھ سکتے تھے — امور ذیل پر لحاظ کرنے سے اس کی تشریح ہوتی ہے •

(۱) اعتقاد اخلاق کی بہت سی باتوں کو اور زیادہ عظمت دیتا ہے — ظلم مجید اور رسول خدا کی نبوت کا اعتقاد اُن کے احکام کو جو اخلاقی امور کی نسبت ہیں (مثلاً یتیموں کی پرورش غریبوں پر رحم قوم کی ہمدردی) انتہا درجہ کی سختی کے ساتھ واجب التعمیل والتعظیم کرتا ہے •

(۲) اعتقاد کی وجہ سے اخلاقی افعال پر عمل کرنے کے لئے ایک نیا میلان طبع انسان میں پیدا ہوتا ہے — مثلاً رضائے خدا کی خوشی اور اُس کے غضب کا خوف انسان کے دل میں نیک کام کرنے اور برے افعال سے احتراز کی خواہش نئے طریقہ سے پیدا کرتا ہے •

(۳) اعتقاد کی وجہ سے ہمارے دل میں ایک ایسا خوش آئند اور آرام دہ خیال اُس قادر مطلق کا پیدا ہوتا ہے اور اپنی بے ثباتی اور اپنے بنی نوع کی عزت اور فطرت کی بڑائی ایسی ہمارے دل میں جم جاتی ہے کہ جس سے مصیبتوں میں ہمو تسکین ہوتی ہے تکالیف میں ہمو صبر و استقلال کی طرف میلان ہوتا ہے غرور و تکبر ہمارے دل سے معدوم ہوکر اُس کی جگہ انکسار پیدا ہو جاتا ہے مخلوق پر رحم کرنے کی عادت ہوتی ہے •

(۴) اعتقاد خلف اخلاق باتوں کی بڑائی و گناہ کی عظمت کو اس درجہ دل میں بٹھاتا ہے کہ انسان کی فطرت اُن باتوں سے نفرت کرنے لگتی ہے •

(۵) اعتقاد کی وجہ سے چونکہ لوگ اخلاق کو ایک سیدھا راستہ بخصم کا سمجھنے لگتے ہیں امرجہ سے اخلاق کو اور بھی رونق ہوتی ہے •

یہ مہینے صرف اشارات بیان کئے جو لوگ کہ ایسے مضامین کا شوق رکھتے ہیں وہ اُسکو تفصیلی خیالات میں لاکر ایسے اور نتائج نکال سکتے ہیں جو اُن کی زندگی کے طریقہ میں اُن کے لئے مفید ہوں — یہ امر نہایت صاف و روشن ہے کہ ہر انسان اپنے اخلاق کی درستی میں کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے اخلاق کو اسلامی اعتقادوں سے مضبوط

بہ کرے - بیشک ممکن ہی کہ کوئی شخص ایسی اعلیٰ قوت نہ مانتی رہتا ہو کہ وہ صرف کائنات اور یونٹائی سے اپنے اخلاق کی کامل درستی کو سمجھ سکے۔ ہر شخص ایسا نہیں ہی کائنات سے ایک قوت ہی جو نیک و بد میں تمیز کرتی ہی اور یونٹائی حساب ہی فوائد و اضرار کا دونوں گائی ہادی ہر ایک انسان کی نہیں ہو سکتی *
لیکن یہاں پر دو تین امور اور بھی لائق بیان ہیں *

(۱) ہم کو اس امر سے بہت مستغور رہنا چاہیئے کہ ہم کسی ایسی چیز کو اپنے اعتقاد کا مقصد بنائیں جو کسی قسم سے اخلاق کی درستی یا ترقی میں اعانت نہیں کرتی *
(۲) کوئی شی معتمد علیہ صحیح نہیں ہی اگر وہ کسی قسم سے اخلاق کے خلاف یا اس کی خراب کرنے والی ہی *
(۳) غور سے معامد ہوگا کہ اخلاق یعنی فطرتی مذہب کو مذہب اسلام کے صندھ

اور لوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا *
خاصہ یہہ ہی کہ اعتقاد جو ایک شاخ مذہب کی ہی ایسے مصالح پر مبنی ہی اور اس سے دوسری شاخ کو جس پر تمام سوسائٹی کے انتظام اور انسانی سعادت کا انحصار ہی سقدر *
دن پہنچتی ہی کہ اس کو قطع کر دینا خلاف مصلحت ہی *

ای مہدی حسن
متصف رائے بریلی

مثنوی

تحصیب و انصاف

یاد ہی ہم کو وہ عالم اپنا * جبکہ ہم آپ تھے اپنے بہ ددا
اپنی جو بات تھی خوش آنی تھی * اپنی ایک ایک ادا بھاتی تھی
اپنی ہر آن بہ ہم مرتے تھے * اپنی رعنائی کا دم بھرتے تھے
اپنے انداز کے سودائی تھے * اپنے جلوہ کے تماشا تھے
کان کو اپنی ہی بھاتی تھی الاپ * سر دھنا کرتے تھے ہم آپ ہی آپ
آپ خوبی پہ تھے اپنی مفتوں * خود ہی لیلیٰ تھے ہم اور خون مجنوں
جس جزیرہ میں ہوئے تھے پیدا * اپنی لے دے کے وہی تھی دنیا
دیم کی تھی نہ خبر شام کی تھی * آکھی طوس نہ بسطام کی تھی
تھے تماشا تھی نشت پر خار * کبھی گلشن کی نہ دیکھی تھی بہار

- بیکے شہاب ہی ہوتے تھے بھال * کہ نہ چکھا تھا کبھی آب زلال
 نالہ زاغ و زغن پر تھے فدا * نہ سنی تھی کبھی بلبل کی صدا
 سپر و انگرزہ کی بو پر تھے نثار * کہ نہ سونگھا تھا کبھی مشک تثار
 پر نمایاں جانتے تھے کھیل کو * کہ نہ بوتا تھا کبھی مخمل کو
 اوردی تھی نہ سنی بات کبھی * بدلے دیکھے تھے نہ دن رات کبھی
 ہم بسر کرتے تھے جس عالم میں * وہاں سماں ایک تھا ہر موسم میں
 رخ ہوا کا نہ بدلنا تھا کبھی * موسم آکر نہ فلنا تھا کبھی
 ایک ہی فصل پہ تھا دار و مدار * وہاں خزاں جاکے نہ آتی تھی بہار
 ایک سے رھتے تھے دن رات سدا * آسمان کو تھی نہ گردش اصلا
 تھی سمجھ پور و جوان کی یکساں * عقل تھی خورد و کلل کی یکساں
 رکھتے تھے ایک سبق از پر یاد * مبتدی منہی شاگرد اُستاد
 وہاں نہ تھی حد بلوغ صباں * پور بالغ تھے نہ بالغ تھے جواں
 نئی بولی کا وہاں صرف نہ تھا * تیس حرفوں کے سوا حرف نہ تھا
 تھے خدا کے وہی نذانیں نام * اور لینا تھا وہاں نام حوام
 اہل دہلت کی نہ تھی عام عطا * ایک ہی سمت برستی تھی گھٹا
 تھا نہ دیداروں کو غیروں سے لگاؤ * ایک ہی سمت تھا رحمت کا جھکاؤ
 پلہ میزان عدالت کا سدا * ایک ہی سمت چمکا رھتا تھا
 دعوے غیروں کے تھے سب بیصرفہ * فیصلے ہوتے تھے نہ یک طرفہ
 راستہ کا تھا نہ غیروں پہ گماں * حق نہ دائر تھا فریقین میں وہاں
 تھی عناصر میں نہ وہاں آگ نہ باں * خلق سے ایک مروئی مٹی تھی مراد
 حس و حرکت کے کوئی پاس نہ تھا * وہاں کا حیوان بھی حساس نہ تھا
 تھی درختوں کو نہ وہاں نشو و نما * چلنے پانی تھی نہ گلشن میں صبا
 تل شگنتہ تھے نہ پودے شاداب * وہاں زمانہ پہ نہ آتا تھا شباب
 وہی مرغوب تھی وہاں بدشہن تن * جس سے آدم نے چھپایا تھا بدن
 تھے پسندیدہ اُسی شان کے گھر * کی تھی حوا نے جہاں عمر بسر
 اُسی انداز کے چلتے تھے چہار * کشتی نوح کا تھا چو انداز
 تھی اُسی نسخہ پہ موقوف شفا * چو تھا بقرط نے ترکیب دیا
 تھی سکتی تھی نہ وہاں راے قدیم * تھا امت لہکے گئے چو اگلے حکیم
 وہاں کس طرح نہ مسکن تھا خلا * وہاں نہ پانی تھا مرکب نہ ہوا
 کھڑے درزائے تھے اگلوں نے جہاں * وہی جولاںکہ مردم تھی وہاں

- کی تھی جس جا قدما نے منزل * بڑھتے باتے تھے نہ وہاں سے متحمل
 علم و فن تھے نئے سارے مردوں * ٹھپ کے وہاں تھے خزانے محدود
 فنی لذت سے تھی ہر طبع نفور * نعمتیں حق کی وہاں تھیں محدود
 سب کی گدی پہ لگی تھیں آنکھوں * کچھ نہ آگے نظر آتا تھا انہیں
 پیچھے گر دیکھتے تھے ریگستان * سوچتا تھا انہیں وہ آب رواں
 آگے ہوتا تھا اگر چشمہ آب * وہ سرا سرا نظر آتا تھا سراب
 روشنی رکھتی تھی اُن سے اُن بن * جیسے خفاش سے سورج کی کرن
 تھا لکیر اپنی پہ ایک ایک فقیر * نال پہ ہر نقش تھا پتھر کی لکیر
 رسم و عادت نہ بدلتی تھی وہاں * برف چمک نہ پگھلتی تھی وہاں
 آگ وہاں بجھکے سلگتی کم تھی * اور سلگتی تھی تو لگتی کم تھی
 شان میں وہاں نہ سنا تھا حق کی * "کل یوم" ہو فی شان " کہی
 وضع میں تھا نہ تغیر خو میں * جائے دل سنگ تھا ہر پہاؤ میں
 سمجھا جاتا تھا وہ دل بے فرماں * مہر جس دل پہ نہرتی تھی وہاں
 بات مشکل تھی دلوں سے جانی * نقش تھے دل کے خط پیشانی
 غور کی بات خطا اپنی صواب * سب سوالوں کا تھا وہاں ایک جواب
 چہرے کے گربخت کو جاتے تھے کہیں * فتح کا پہلے سے ہوتا تھا یقین
 تھی وہاں حق کی بھی ڈنڈیشن * "منہ سے جو اپنے نکلجائے سخن"
 اُسی عالم میں پلے تھے ہم بھی * اُسی ساوَن کے تھے اندھے ہم بھی

- جانتے تھے کہ جہاں میں ہم پر * ختم ہیں سارے کمالات بشر
 حق نے جو ہم پہ کیئے ہیں احسان * اُن سے مستحرم ہی فروع انساں
 سب سے ہر بات میں ہم ہیں افضل * اب نہیں کوئی ترقی کا متعل
 اپنے حصہ میں ہی ساری تہذیب * خانہ بدور ہی ہماری تہذیب
 جو قدیم اپنا چلن ہی اور چال * خوردہ گیری کی نہیں اُس میں مجال
 ہی بری عیب سے خوراک اپنی * پاک دھیرے سے ہی پوشاک اپنی
 رسم اپنی نہیں بے جا کوئی * طور اپنا نہیں بھونڈا کوئی
 آدمیت کے ہمیں ہیں مصداق * ہم سے سیکھے کوئی حسن اخلاق
 سب سے عالی ہیں خیالات اپنے * سب مسلم ہیں کمالات اپنے
 ہم چلے جاتے ہیں جس رستہ پر * وہاں نہ کھٹکا ہی کہیں کا نہ خطر
 تھے سائے ہوئے جو دلمیں خیال * تھا تصور بھی خلف اُن کے متعال

جس کو ایکبار برا جان لیا * عمر پھر پھر اے اچھا نہ کہا
 تو تیری تھی نہ کبھی اپنی دلیل * وہی دعویٰ تھا وہی اپنی دلیل
 وہم و غم کی کوئی صورت ہی تھی * فکرِ تحقیق کی حاجت ہی نہ تھی
 جو بدلتے تھے نہ بدلتی تھی کبھی * راء ایسی تھی پسند ایسی تھی
 ہم سمجھتے تھے نہ سمجھاتے سے * اور اُلجھ جاتے تھے سلجھانے سے
 سچ وہی تھا جسے سچ جان لیا * جہوت تھا جہوت جسے مان لیا
 حق و باطل کی یہی تھی میزان * جہوت اور سچ کی یہی تھی پہچان
 ذات باری کو نہیں جھسے زوال * راء اپنی بھی بدلتی تھی مُحال
 کوہِ ہمت چارے تو یہ تھے ممکن * ہم نہ ہتھ تھے جگہ سے لیکن
 حسن ظن تھا یہ سمجھہ پر اپنی * غلطی کا تھا گماں تک نہ کبھی
 تھے لڑکیوں کے خیالات تمام * دل میں اُترتی ہوئی شکل الہام
 دیکھتے سنتے تھے جو اُس کے خلف * نظر آتا تھا وہ سب لاف و گداف
 تھی دُئی بات سے یہاں تک نفرت * ہوتی تھی سننے سے پہلے وحشت
 بوئی شے کی جو پالیتے تھے * ناک بن دیکھے چڑھا لیتے تھے
 عقل کی تھیں نہ ملاحین مہجول * تھی وہ سرکار میں اپنی معزول
 نکو پر زور نہ ڈالا تھا کبھی * دوش ہم نے نہ سنبھالا تھا کبھی
 چونکہ تھا اپنی کتابوں میں لکھا * کوئی حرف اُس میں جز الہام نہ تھا
 جو کھلتی تھی بزرگوں نے کبھی * تھا وہی فلسفہ اور علم وہی
 تھالباسوں میں لباس اپنا لباس * اور سب سرخسختی بے وسواس
 تھی زباں اپنی زبانِ پاگل * ماسوا اہل جہنم کی زباں
 جلوۂ دھو کا باقی تھا نہ دوش * تھے نشہ میں یہ خردی کے مدھوش
 کانٹیں بڑتی تھی جب بات دُئی * غر ہو جاتی تھی حالت دل کی
 خرقِ عادت یہی اگر دیکھتے تھے * آنکھ اُٹھا کر تھے اودھر دیکھتے تھے
 دُئی آواز سے چونک اُٹھتے تھے * اور ہی شکل پہ بھونک اُٹھتے تھے
 ساری دنیا سے نرالا تھا مذاق * ہمو تھا زہر بھی اپنا تریاق
 اپنی حجت کو دُئی جانتے تھے * بات ہر پھر کے وہی مانتے تھے
 تھا نہ قصد حق و باطل مطلق * جو پڑھا تھا وہی از بر تھا سبق
 خصم سے بحث اگر کرتے تھے * حق سے ہم قطع نظر کرتے تھے
 کلمہ دہی خصم نے جو بات کبھی * بحث و تکرار کی غایت تھی یہی
 خصم کی بات کو کرنا تسلیم * اپنے نزدیک ہر بات تھی مہم

- حق کا خطرہ جو کبھی آتا تھا * نلس آپ اپنے کو جھٹلاتا تھا
 دشمنی کے بھی معنی تھے کہ جو * ہم کہیں بات وہ تسلیم نہو
 ہم اندھیرے کو اگر کہتے تھے فیر * دوستوں کو بھی کہنا تھا ضرور
 گر خلاف اپنے کوئی بول اُٹھا * اُس سے بڑھکر کوئی بد خواہ نہ تھا
 ذکر غیروں کا نہ تھا بے تقریں * کوئی مردود تھا اور کوئی لعین
 غیر کے واسطے تھی نار سعیر * باغ فردوس تھا اپنی جاگیر
 اور تھے حرص و ہوا کے بندے * ہم تھے مخصوص خدا کے بندے
 بخششوں ختم تھیں ساری ہمیں * رنق تھی رحمت باری ہم پر
 نیک اعمال تھے غیروں کے تباہ * اور مغفور تھے سب اپنے گناہ
 عین تحقیق تھی اپنی تقلید * شرک اپنا تھا سراسر توحید
 تھا بدی کا نہ گناہ کا کچھہ ڈر * پاس ایسی کوئی رکھتے تھے سپر
 سب دعا گو تھے ہمارے ملکوت * تھے ہمیں آدم و حوا کے سپر
 حرص کوثر پہ تھا قبضہ اپنا * سلسبیل اپنی تھی طوبی اپنا
 اپنی ظلمت تھی سراسر تدویر * اپنے اندھوں کو بھی کہتے تھے بصیر
 رکھتے جنت میں نہ تھے ہم ساچھی * غیر ناری تھے سب اور ہم ناجی
 تھے قضا اور قدر کے مالک * ہم تھے اللہ کے گہر کے مالک

- عصیت میں رہے جب تک چور * کہینچتے یونہی رہے آپ کو دور
 نظر آتا تھا نہ کچھ پست و بلند * تھے ہم ایک کلبہ تاریک میں بند
 نبی جب انصاف نے دستک آکر * حجرہ تنگ سے نکلے باہر
 جلوۂ علم و یقین کو دیکھا * آسمان اور زمین کو دیکھا
 رخ حقیقت نے دکھایا ہوسو * چاندنا سا نظر آیا ہوسو
 کی تعصب سے جو میں قطع نظر * ہوا ایک آؤر ہی عالم میں گذر
 علم پر تھا نہ جہاں کوئی حجاب * دھوکا پانی کا نہ دیتا تھا سراب
 جہوت سے سچ فتر آتا تھا الگ * درد پانی نظر آتا تھا الگ
 نکتہ چیں یار تھے وہاں یاروں کے * قہر داں غیر تھے اغیاروں کے
 دور بیگانہ نہ تھا خویش سے وہاں * خویش اول تھا نہ دیریش سے وہاں
 عیب سب کہتے تھے اپنے خوش خورش * درخ وہاں اپنی بھی ہرتی تھی ترش
 تھی فحش کوئی نہ انسانی زبان * گلاہ بھی کہتے تھے اللہ کو وہاں
 حق کی پہچان جزا اخلاص نہ تھی * حقیقی پوشش کوئی وہاں خاص نہ تھی

- ساتھ اغیار کے کھاتے تھے اگر
- کبھی ایمان کا فہ ہوتا تھا ضرر
- صلحا لمپ چلاتے تھے وہاں
- انقیا میز پہ کھاتے تھے وہاں
- نہ سمجھتا تھا وہاں کڑی بشر
- آپ کو نوع بشر سے بہتر
- بھائی انسان تھے سب انسانوں کے
- میت ہندو تھے مسلمانوں کے
- ایک معدن کے تھے سب لعل و گہر
- ایک ڈالی کے تھے سب برگ و نور
- اشعری معتزلی لا مذہب
- ایک ماں باپ کی اولاد تھے سب
- اپنی ہر رائے پہ کرنا اصرار
- کفر وہاں بس یہی پایا تھا قرار
- ہت سے باز آتے نہ تھے جو زہار
- تھے وہ بو جہل کی امت میں شمار
- پانوں وہاں چنکے پھسل جاتے تھے
- خود پھسل کر وہ سنہیل جاتے تھے
- تھیرہ وہاں دل کی نکل سکتی تھی
- رائے اپنی بھی بدل سکتی تھی
- دیکھ حجت کو قوی پیر و جوان
- بغد ہو جاتے تھے بچوں سے وہاں
- حق کی آواز جہاں آتی تھی
- مت کروڑوں کی بدلجاتی تھی
- پاک عتلیں تھیں خطا سے نہ علوم
- جز نبی کڑی نہ تھا وہاں معصوم
- غور ہر بات میں کیجاتی تھی
- مشورت عقلا سے لیجاتی تھی
- تھی وہاں عقل معطل نہ حواس
- سب قوی کام میں تھے بے وسواس
- آنکھ رہ سکتی نہ تھی بن دیکھ
- کان سننے سے نہ باز آتے تھے
- سوچتی تھی جو انوکھی کڑی چیز
- جانچتی تھی اُسے وہاں چشم تمیز
- سفتے تھے بات نرالی جسد
- کڑے اور میٹھے کو چکھ لیتے تھے
- کڑے اور میٹھے کو چکھ لیتے تھے
- پھول ہر خار سے چن لیتے تھے
- بھڑک پھنچیں گی بھی سن لیتے تھے
- عادتیں سب کی بدلتی تھیں سدا
- ایک اللہ کی عادت کے سوا
- عہب جس رسم میں پالیتے تھے
- دل وہیں اُس سے ہٹا لیتے تھے
- اور جلی پوشاک جو مل جاتی تھی
- مل گنجے کپڑوں سے شرم آتی تھی
- دیکھ لی چسٹے کہ شمع کافور
- تھا وہ چمکت بھری دیوت سے نفور
- ہاتھ آجاتا تھا جب مال نیا
- پھینک سب دیتے تھے عطار دوا
- گر کے ہو جاتے تھے گھر جنکے کھنڈر
- گھر کی واجب تھی مرمت اُنپر
- نت نئی ریت نکلتی تھی وہاں
- رت سماں روز بدلتی تھی وہاں
- قافلے چلتے تھے دن رات تمام
- کسی منزل پہ نہ کرتے تھے مقام
- قلم تھا علم الہی اُنکا
- تھا سفر نامناہی اُن کا
- تشنہ علم تھے وہاں سب ایسے
- پیاسے پانی کے ہوں طالب جیسے

نہ منجسطی پہ قناعت تھی؛ اُنہوں * نہ اشارات کفایت تھی اُنہوں
 عرش تحقیق تھا استہان اُنکا * مصر تیرتہ تھا نہ یرونان اُنکا
 دیکھا جب عالم انصاف کا رنگ * ہمکو خورد آنے لگا آپ سے ننگ
 خربیاں اپنی تھیں جو ذہن نشین * اُنہے ہم کرنے لگے خورد ندریں
 عیب سب اپنے نظر آنے لگے * آپ ہم اپنے سے شرمانے لگے
 ہونہی وہ بزم خیالی برہم * تھا طلسمات کا گویا عالم
 جسکو سمجھے تھے غلط ہم دریا * ایک وہ ناچیز سا قطرہ نکلا
 تھا کیا جسکو یقین چشمہ آب * وہ نمایش تھی حقیقت میں سراپ
 قصر و ایوان کا گماں تھا جن پر * نکلے آخر وہ گھرے اور کھنڈر
 تھا سبک دانہ خوردل سے سرا * کوہ الوند جیسے سمجھا تھا
 جب ہر اک قوم کا سامان دیکھا * ہمنے وہاں آپ کو عربیاں دیکھا
 نکلے سب ہیچ خیالات اپنے * تھہرے سب پوچ کمالات اپنے
 آپ کو اُونت سمجھا تھا بڑا * نکلا جب تک کسی گہاٹی سے نہ تھا
 چوٹیاں اُٹیں جو پرست کی نظر * پھر اُوتھایا نہ کبھی اُونت نے سر
 ٹھنکا جب تک رہا گولر میں نہاں * تھا وہی اُس کے تصور میں جہاں
 پڑ وہ گولر سے جو باہر آیا * اپنی ہستی سے بہت شرمایا
 پردہ چیتک رہا اُنکھیں پہ پڑا * حسن پر اپنے گماں تھے کیا کیا
 منہ جب اُٹینے میں دیکھا جا کر * ہمکو ایک شکل مہیب اُٹی نظر
 ہوا حیرت سے دگر گوں احوال * دگر گئے دیکھ کے اپنے خط و خال
 دیکھا جب آپ کو بالکل معیوب * چھپ گئے غیروں کی آنکھوں سے عیوب
 یک نلم ہو گئی نختوت کا فور * بن گیا رشک ہمارا وہ غرور
 ناخن فکر نے کی دل میں خراش * عیب جویوں کی لگے کرنے تلاش
 جنگم طعنوں کی تھی ہم پڑ بہرمار * اُن کے ہم دل سے ہوئے شکر گزار
 ہمنے جانا کہ یہی ہیں دلسوز * چل رہے تھے ہیں جن کے دلبوز
 اُنکا غصہ ہی سرامر رحمت * زہر میں ان کے بہرا ہی امرت
 انہوں بغدوں کے ہیں ایماں سچے * یہی کافر ہیں مسلمان سچے
 قائم انصاف کا جب ہوگا نشان * مانے جائینگے انہوں کے احسان
 بیخبر کب کے پڑے سوتے تھے * انکی آواز سے ہم چونک اوتھے
 ان کے طعنوں نے چکایا ہمکو * زہر نے ان کے جلایا ہمکو
 یارو اغیار کے عیب اور ہنر * آشکارا ہوئے ایک ایک ہم پر

حق کے جلوے نظر آئے ہو جا * اہل باطل میں بھی ایک پائی ادا
 ملا ہو راہ میں باطل کا سراغ * اہل حق کو بھی فہ پایا ہے داغ
 اہل تقویٰ کی ریائیں دیکھیں * اہل حکمت کی خطائیں دیکھیں
 زشتیاں دیکھیں نہو کاروں میں * خوبیاں پائیں گنہگاروں میں
 کلب کی پاک سرشتی دیکھی * پائے طاؤس کی زشتی دیکھی
 عیب بھی دیکھے ہنر بھی دیکھے * خار دیکھے تو نمر بھی دیکھے
 ہنر اغیار میں پائے اکثر * عیب اپنے نظر آگے اکثر
 دفتر علم کو ابتر پایا * علم کو جہل سے بد تر پایا
 مجلسیں غیبت و بہتان سے پر * صحبتیں چہرت سے طرفان سے پر
 منقطع بہائی کی بہائی سے امید * اپنا بیگانہ لہو سب کے سفید
 پاک بندوں کی زبان پر دشنام * نہ ثقات اس سے بڑی اور نہ کرام
 فقرا مکر و ریا کے پتلے * اغنیا حرص و ہوا کے پتلے
 شہخ عیار تو زاہد پر فن * مولوی عقل کے سارے دشمن
 پیاز کی طرح فوے پوست ہی پوست * قوم کے دوست مگر نادان دوست
 حالات القصد جو دیکھی اپنی * کوئی کل پائی نہ سیدھی اپنی
 سارے آدمے کو ٹٹولا جاکر * کوئی برتن نہ سڈول آیا نظر
 پایا ایک دین کا مستحکم قانون * وہ بھی یاروں کی بدولت مطعون
 دیکھی آنکھوں سے جو یہ حالت زار * جی بھر آیا نہ رہا صبر و قرار
 گو نہ تھا تلخ نوائی کا محل * آہیں دو چار گنیں دل سے نکل

تلخ گذرے جو کسیکو بہہ صدا

حق میں تلخی کے سوا اور ہی کیا

راز —

الطاف حسین حالی

مروت

یہ امر اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلں فعل مروت میں کیا گیا فلں شخص کو رہیہ
 مروت میں دیا گیا فلں بددیانت شخص کی سفارش! مروت میں کر دی گئی فلں مقدمہ
 میں بے انصافی مروت کی وجہ سے ہو گئی — اور ایسے شخص کی لوگ بہت تعریف
 کرتے ہیں جو مروت میں حزم اور پیش بینی اور راست بازی کو جو فطرتی اخلاق ہیں
 بالائے طاق رکھ دے — جب میں ایسی مروت کا حال سنتا ہوں تو مجھے خراب مروت
 کے مضر اثروں اور بلواتارک کے قول کا خیال آتا ہے — بلواتارک کا قول تھا کہ اُس شخص

کی نہایت خراب تعلیم ہی جسکو کسی چیز سے انکار کرنا نہیں سکھایا گیا — اس غلط قسم کی مروت نے مرد و عورت دونوں کو ہزارہا قسم کی خراب باتوں میں مبتلا کر رکھا ہے — اس قسم کی غلط مروت کو عقل کبھی معاف نہیں کرسکتی کیونکہ ایسی مروت سے دوسروں کے دلکی خواہش پوری ہوتی ہے لیکن اپنے تئیں اطمینان نہیں ہوتا بلکہ بطور سزا کے ایک افسوس اور حسرت دامنگیر ہوتی ہے اور یہ افسوس و حسرت مثل اُسکے نہیں ہوتا جو ارتکاب جرائم میں دل پر طاری ہوتا ہے کیونکہ وہ افسوس تو ارتکاب جرم کے بعد ہوتا ہے لیکن یہ افسوس عین اُسوقت ہوتا ہے جبکہ ایسی مروت کی جائے *

کوئی چیز سچی مروت سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور کوئی چیز جھوٹی مروت سے زیادہ خراب نہیں ہے — پہلی مروت نیکیوں کی حفاظت کرتی ہے اور دوسری مروت اُنکو برباد کرتی ہے — سچی مروت ایسے افعال کے ارتکاب سے شرماتی ہے جو قواعد عقل سلیم کے مخالف ہیں اور جھوٹی مروت اُن افعال کے کرنے سے مستحسب ہوتی ہے جو جماعت کی طبائع کے خلاف ہیں — سچی مروت اُن افعال سے احتراز کرتی ہے جو جرائم ہیں اور جھوٹی مروت اُن افعال سے احتراز کرتی ہے جو رسم و رواج کے خلاف ہیں — جھوٹی مروت ایک غیر معین و غیر منضبط قوت حیوانی ہے اور سچی مروت وہ قوت ہے جس کو پیش بینی اور مذہب نے معین و منضبط کر رکھا ہے *

غرض کہ اُس مروت کو جھوٹی کہنا چاہئے جو انسان سے ایسا فعل کرائے جو خراب اور خلاف عقل ہے یا ایسے کام کرنے سے روکے جو اچھا اور نیک ہے — دنیا کے کار و بار روزانہ میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اتنا روپیہ دوسروں کو قرض دے دیتے ہیں جتنا کہ وہ نہیں دے سکتے تھے اور ایسے لوگوں کی مرضی کے موافق کام کرنے پر وہ مجبور ہوتے ہیں جن سے اُن کو ذرا دوستی نہیں ہے ایسے لوگوں کی سفارش کرتے ہیں جنسے وہ واقف بھی نہیں ہیں ایسے لوگوں کو جبکہ دیتے ہیں جن کی کچھ تکر اُن کی نگاہ میں نہیں ہے ایسے طریقہ میں وہ رہتے ہیں جس کو وہ خود پسند نہیں کرتے — یہ سب باتیں جھوٹی مروت کی وجہ سے ہوتی ہیں یعنی وہ لوگوں کی خواہش اُن کے ضرر اُن کے طریقہ کے خلاف چلنی کی جرأت نہیں رکھتی۔ *

یہ جھوٹی مروت صرف وہی کام ہمسے نہیں کراتی جو خلاف عقل ہیں بلکہ وہ افعال ہمسے کراتی ہے جو جرم ہیں — روزوں جوئے میں بازی نہ لگانے کی وجہ سے بزدل کہلاتا تھا مگر اُس کا قول تھا کہ میں بے شک بزدل ہوں کیونکہ مجھے بڑے کام کرنے کی جرأت نہیں پڑتی — برخلاف اس کے جو شخص جھوٹی اور خراب مروت کا عادی ہے وہ سب ایسے کاموں کو کریگا اور صرف اُنہیں کاموں کے کرنے سے ڈرے گا جن کو وہ اُس جماعت کی رائے کے خلاف سمجھتا ہے جس سے اُسے تعلق ہے — یہ عادت گو عام ہے لیکن فطرت انسانی میں ایک نہایت ہنسی کے لائق بات ہے کہ کوئی شخص خالص

عقل اور سبک امر کہنے یا کرنے سے تو نہ شرمائے لیکن موافق عقل اور دیانت کام کرنے سے صرف اس بنا پر شرمائے کہ جماعت کی رائے کے خلاف ہی *

جہوٹی مرآت سے اس عیب کو بھی ہر وقت خیال میں رکھنا چاہیے کہ اس کی وجہ سے اکثر انسان اُس فعل کے کرنے سے رکتا ہی جو اچھا اور پسندیدہ ہی — اس کی بہت سی مثالیں ہر ایک شخص خیال کر سکتا ہی لیکن دو مثالوں کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں جو مجھے پر خود گذری ہیں — جب میوے عمر ۱۸ سال کی تھی تو میں اُس زمانہ میں مختصر نافع اور دیگر کتب فقہ پڑھتا تھا اور جیسا کہ اکثر ہوتا ہی اُس زمانہ میں فقہ کی صحبت اور فقہ کی تعلیم کی وجہ سے ایک عجیب قسم کا شوق تندرہ اور دوع کا پیدا ہوا تھا جس کے سبب سے رقص و سرود اور ایسے جلسوں سے میں احتراز کیا کرتا تھا — اتنا ہی میں ایک ایسی صحبت میں جا پڑا جہاں بجز اس کے اور کچھ ذکر نہ تھا — مجھے آج تک یاد ہی کہ میں دل سے اُس صحبت کو پسند نہیں کرتا تھا تاہم میں چاہتا تھا نہ اُن لوگوں کو ثابت نہو کہ میں اس قدر مقدس ہوں یا ایسی صحبت کو پسند نہیں کرتا — دوسری مثال یہ ہے کہ آج کل ہماری قوم کے نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں اس بات سے شرم پیدا ہوئی ہے کہ وہ مذہبی آدمی یا پابند مذہب سمجھے جائیں — میں صوم و صلوٰۃ کا پابند ہوں لیکن چونکہ میوے وضع نئی ہی لوگوں کو اس بات کا یقین نہیں ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور نہ میں یقین دلانا چاہتا ہوں ایک دفعہ مجھے اتفاق ایک صاحب کی ملاقات کا ہوا اور وہ وقت نماز عصر کا تھا — معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب پابند نماز تھے کیونکہ آدمی نے اطلاع دی کہ جا نماز بیچے ہی چونکہ اُن کو گمان قوی تھا کہ میں نماز نہیں پڑھتا ہوں لہذا اُنہوں نے نہایت شرمناک آدمی کی طرف دیکھا اور کچھ غصہ اور کچھ ہنسی سے کہا کہ رہنے دو اور پھر مختلف تقاریر سے اُنہوں نے ثابت کرنا چاہا کہ وہ نماز کے پابند نہیں ہیں — غرض کہ اس قسم کی اور بہت سی مذہبی باتیں ہیں جنکو لوگ کرتے ہیں لیکن جماعت سے سبکی رائے کو خلاف سمجھتے ہیں شرماتے ہیں — مگر میں اس کو نہایت ذلیل بات سمجھتا ہوں — جس فعل کو کہ ہم اچھا سمجھکر یا برا نہ سمجھ کر اختیار کر لیں اُس کو پوشیدہ کرنا یا اُس سے شرمناک نہایت خلاف دیانت ہی — ایک بڑے مزہ کی بات یہ ہے کہ میں بھی بعض مقامات پر نماز پڑھنے سے شرماتا ہوں — یعنی اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے جو صرف وضع اور خیال کی تبدیلی پر فتویٰ کفر کا دیتے ہیں — میں اس وجہ سے شرماتا ہوں کہ مجھے اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ وہ میوے نماز کو مگر پر مبنی کریں گے *

مہدی حسن منصف
رائے بریلی

دیہارک از طرف ادیتور

میں چاہتا ہوں کہ اپنے معزز دوست منشی مہدی حسن صاحب کے اس فقرہ پر کہ ”آج کل ہماری قوم کے نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں اسبات سے شرم پیدا ہوئی ہے کہ وہ مذہبی آدمی یا پابند مذہب سمجھے جاویں“ کچھ لکھوں *

یہ پہلی دفعہ ہے کہ اس بات کو میں نے سنا مگر ہمارے دوست کے الفاظ کو مستند تشریح کے قابل ہوں — اس زمانہ میں مذہبی آدمی وہ سمجھے جاتے ہیں جنکے دل بدتعصب سے پتھر سے زیادہ سخت ہو گئے ہیں سوائے اپنے اہل مشرب کے سب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور تمام دنیا کو بلکہ اپنے اہل مذہب میں سے بھی اُن کو جو اُنکے مشرب کے برخلاف ہیں حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں — غیر مذہب کے لوگوں سے دوستی و محبت اور اُنکے ساتھ ہمدردی کو کفر و الحاد جانتے ہیں، اُنکی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ سوائے اپنے اور کھدکو دیکھ نہیں سکتے *

اور پابند مذہب وہ سمجھے جاتے ہیں جنہوں نے جزئیات مسائل کو فرض و واجب سے بھی اعلیٰ درجہ دیا ہے اُنکا کام دن رات ادنیٰ ادنیٰ مسئلوں پر بحث و تکرار کرنا اور سر پہرنا اور پہوڑوانا ہی تمام دینداری اُنہوں نے اُنہی ظاہری باتوں تعصب تقشف تصلب تہرب پر منحصر کی ہے اور اندرونی نیکی سے کچھ غرض اور تعلق نہیں رکھا، ہوائے نفسانی کے پورا کرنے کو حیل شرعی کی تہی بٹائی ہے اور تہی اوجھل شکار کھیلنا اپنا دین اختیار کیا ہے — بلاشبہ اس زمانہ کے نئے تعلیم یافتہ ایسے مذہبی آدمی ہونے اور ایسے پابند شرع سمجھے جانے سے شرماتے ہوئے اور اُنکا شرمنا بجا و درست ہوگا، بلکہ کون مسلمان ایسا ہوگا جو ایسا مذہبی آدمی ہونے اور ایسا پابند شرع سمجھے جانے سے نہ شرمنا ہو — اس کے سوا نئے تعلیم یافتہ لوگ تو اپنے تئیں فہایت فخر سے سچے مذہب ٹھہرتے اسلام کا مذہبی آدمی بیان کرتے ہیں، اور سچے مذہب اسلام کا پابند ہونا اپنا اقتدار جانتے ہیں — ادائے فرائض مذہبی میں غفلت یا سستی ہوتی ہے اُسکو اپنی شامت اعمال جانتے ہیں، اپنے تئیں گنہگار سمجھتے ہیں اور جو ایسے نہیں ہیں وہ نئے تعلیم یافتہ نہیں ہیں بلکہ وہ نئی تعلیم سے بے بہرہ ہیں — پس ہمارے دوست منشی مہدی حسن صاحب کو ضرور تھا کہ وہ یوں لکھتے کہ ”نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں اسبات سے شرم پیدا ہوئی ہے کہ وہ اس زمانہ کے مذہبی آدمیوں کے سے مذہبی آدمی سمجھے جاویں اور اس زمانہ کے پابند مذہب لوگوں کی مانند پابند مذہب گنے جاویں کیونکہ اُنکے نزدیک نہ وہ سچے مذہبی آدمی ہیں اور نہ سچے پابند مذہب

رات —

سید احمد

خباہی سفر نامہ

جنوری سنہ ۱۸۷۶ء میں پرنس آف ویلز کے لشکر کے ساتھ میں نے بھی ہندوستان کے مختلف مقامات کی سفر کا ارادہ کیا۔ شمالی ہندوستان میں جب میں پہونچا تو میں نے سنا کہ وہاں ایک پہاڑ ہے جس پر عجیب و غریب اقسام اقسام کی کیفیات نظر آیا کرتی ہیں اور ہمیشہ اُس پر سے غل و شور کی صدائیں بلند رہتی ہیں لوگوں کا یقین ہے کہ وہاں تمام کار خانہ سب سے گاہی — میں نے مصمم قصد کر لیا کہ جو کچھ ہو مگر میں اُس پہاڑ کی سفر ضرور کرونگا — فروری سنہ ۱۸۷۶ء میں جو میری عمر کا ایک دایمی یاد کار مہینہ ہے میں اُس پہاڑ کا سفر اختیار کیا — اُس پہاڑ کے فوجے جب میں پہونچا تو وہی عجیب اور حیرت آمیز کیفیات وہاں نظر آئیں صبح سے دوسری صبح تک ایک شور و غوغا کی صدا بلند تھی کبھی کبھی گانے بجانے کی بھی آوازیں آتی تھیں اور کبھی ایک ایسی صدا آتی تھی کہ گویا کوئی شخص دُور دُور رہا ہے — یہ حالات دیکھ کر اولاً خوف معلوم ہوا پھر میں نے اپنے دماغ میں سوچا کہ جس کام میں کوئی خوف اور مشکل نہیں ہے اُس کو تو ہر شخص کر سکتا ہے لیکن خوفناک اور مشکل کام کو کرنا ہمت اور جرأت اور عالی حوصلگی کی نشانی ہے *

۲۲ فروری سنہ ۱۸۷۶ء کی صبح کو میں اُس پہاڑ پر چڑھا تھوڑی تھوڑی صبح کی ہے — سفید سفید برف کی زمین جا بجا درختوں کا سبزہ کہیں کہیں چشموں کا رس رس کو پہنا عجیب مزا دکھانا تھا — جب میں کلمہ کر کے پہونچا تو مجھے ایک مودان وسیع و پر فضا نظر آیا اُس مودان میں کھڑے ہو کر جو میں غور کیا تو مغربی کونے پر مجھے ایک عظیم الشان پہاڑ نظر آیا — میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہو نہ ہو چاندو کا مکان یہی ہو — بسم اللہ کر کے میں اُس طرف چلا — چلتے چلتے دو پہر ہو گئی اسوقت میں اُس پہاڑ تک پہونچا پہاڑ ایک عظیم الشان مستحکم عمارت تھا اُس کے استحکام اور مضبوطی کو دیکھ کر عقل چکر میں آتی تھی کہ کون لوگ تھے جنہوں نے اس کو بنایا ہے ایک ایک پتھر لکھ کر کہا من کا سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیونکر چڑھایا گیا ہوگا — معلوم نہیں کہ کس قسم کا مصالحہ تھا کہ باوجود مدت دراز کے اُس پر جو سفیدی تھی وہ ایسی تعاف اور صاف تھی کہ اُس میں اگر کوئی شخص غور سے دیکھے تو اُس کو اپنے دل کی سیاحی تک صاف معلوم ہو جائے لیکن جا بجا اُس پر کچھ کچھ دھبے بڑے بڑے اور چھوٹے چھوٹے نظر پڑتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ بہت پرانی عمارت ہے اور مختلف اوقات اور زمانہ میں اُس وقت کے لوگوں کی بے احتیاطی سے یہ نشانے چھوٹے ہیں جو آنکھوں کو ایسی صاف اور پاکیزہ عمارت میں بڑے معلوم ہوتے ہیں — میں نے جب بہت تفصیل

سے دیکھا تو سب سے اوپر کی مہراباً میں نہایت خوشخط لکھا تھا — انا مدیفة العلم و
 علی بابہا — اور اُس کے نیچے لکھا تھا سنہ ۲۰ نبوی — یہ دیکھکر میں بشاش ہو گیا اور
 سمجھا کہ یہ کوئی اسلامی عمارت ہی اُس کے اندر جب میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا
 کہ اُس کی دیواروں طرف نہایت عمدہ اور صاف اور خوبصورت کمرہ محافظوں کے رہنے کے لیئے
 بنے ہوئے ہیں جن کے بنانے میں تمام خوبصورتی ختم کر دی گئی ہے — اُن کمروں کے
 سامنے دو تین ٹوٹے موٹے دو ایک میلے مدار لیئے حقہ جن کی چلے تو تھیں حقوں پر
 مٹی مٹی پڑی ہوئی رکھے ہیں اور تمام کوزا کرکت جمع ہی جس سے معلوم ہوتا ہے
 کہ کبھی چھارو بھی نہیں دیجانی — میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہاے افسوس یہ پیاری
 عمارت کسے محافظوں کے سپرد ہوئی ہے جو اسکو صاف تک نہیں کرتے — میں نے اُس
 جگہ آواز دی کہ بھائی کوئی ہے — اسپر ایک کمرہ سے دو تین صاحب نکلے سر اُن کے
 مونڈے ہوئے تارہیاں لمبی کوئی چھیت کا پھٹا ہوا روٹی دار کرتے پھرتے تھا کوئی کمرہ تک
 کی مرزائی مٹلی ان لوگوں کی صورت پر غربت اور فاقہ کشی اور تباہی پرستی تھی میں نے
 اُن لوگوں سے پوچھا کہ اس مکان کا کیا نام ہے جس کا یہ عظیم الشان پھاٹک ہے اور
 آیا حکمران کے اندر جانے کی اجازت مل سکتی ہے یا نہیں — انہوں نے جواب دیا کہ
 اس عمارت عالی شان کا نام ہی اسلام اور اس میں ہر شخص کو جانے کی اجازت ہے —
 لیکن اگر آپ اس میں جانا چاہتے ہیں تو میں آپ کو چند قواعد دیتا ہوں اُنکو پڑھ
 لیجئے تب اس کی سیر کیجئے یہ کہہ کر انہوں نے ایک نیا چھپا ہوا مجسمہ قواعد کا
 میرے ہاتھ میں دیا — اُس کو جو میں پڑھتا ہوں تو اُس میں ہزارہا قسم کے
 موافع ہیں کہ اس مکان کے اندر داہنی روش پر نہ چلے اور بائیں سیڑی پر پانوں نہ
 رکھے — اوپر کو سر نہ اُٹھائے — قدم بہت لاندھے نہ رکھے — دور کر نہ چلے — انکھوں کو دائیں
 بائیں نہ پھیرے — جو چیزیں اُسکو نظر آئیں اُن کی تفتیش نہ کرے — ان قواعد کو دیکھکر
 میں بہت ڈرا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم تو اس مکان کی سیر کو آئے ہیں اور
 قواعد ایسے ہیں جنکی وجہ سے ہم کچھ دیکھ نہیں سکتے نہ پوچھ سکتے ہیں — غرضکہ
 ہم آگے چلے جوں ہی پھاٹک سے نکلے کہ ایک وسیع باغ نظر آیا پیاری پیاری روشیں اور
 پتھریاں اور اُن کے گرد صدھا خوش رنگ پھول بوٹے ہوئے عجیب مزا دیتے تھے اور وہاں جو دیکھا
 نو لکھ کہا آدمی بھرا ہوا ہے لیکن جتنی خوبصورت روشن اور پیاری پتھریاں تھیں اُنکے
 صرف نشان باقی ہیں اور انپر تمام گھاس پھوس جم آئی ہے صرف دو وسیع اور چوڑی
 سڑکیں ہیں کچھ لوگ ایک سڑک پر جاتے ہیں اور کچھ دوسری سڑک پر — معلوم
 ہوا کہ داہنی طرف جو سڑک گئی ہے وہ اُس مکان کو گئی ہے جس میں
 ایک نامی جادو گر عورت رہتی ہے جس کا نام ہے ”غلطی“ اور بائیں ہاتھ

والی سڑک اُس مکان کو گئی ہی جس میں ایک دوسری کامل ساحرہ رہتی ہی جسکا فام ہی ”راے عام“ — بعض لوگ جو اپنے تئیں بہت کچھ سمجھتے ہیں وہ تو سونڈھے ”غلطی“ کے پاس جاتے ہیں باقی لوگ اولاً ”راے عام“ کے پاس جاتے ہیں وہ جب اُن کو خوب جانو کے زور سے اپنے رنگ میں لاتی ہی تب اُن کو غلطی کے پاس پہنچتی ہی — میں اُن لوگوں کے ساتھ چلا جو بائیں سڑک پر جاتے تھے جب ہم لوگ آگے بڑھے تو ہم نے دیکھا کہ میدان میں ایک بہت بڑا مکان ہی مگر اُس کی ساخت سے معلوم ہوتا ہی کہ تہذیب دہوں کا ہی ہم جب اُس کے اندر پہنچے تو ”ہم نے دیکھا کہ“ ”راے عام“ بہت سے اُپر لوگوں کی مہمانداری میں مشغول تھی جو ہم سے پیشتر وہاں پہنچ چکے تھے — اس عورت کی آواز ایسی مہلکی اور خوش آئند تھی کہ کانوں کو مڑا دیتی تھی اور ہر شخص کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ہم سے گفتگو کر رہی ہی اور بڑے تعجب کی بات یہ تھی کہ ہر شخص کو یہ سنائی دیتا تھا کہ وہ اُسی کی تعریف کر رہی ہی اور وہ ہر شخص سے وعدہ کرتی تھی کہ ہم تمکو بعرض تمہاری عمدہ لواحتوں کے دولت عظمیٰ دلایں گے — یہ کہہ کر وہ اُٹھی اور اُس طرف چلی جہاں بھان بھان تھا کہ وہ دولت عظمیٰ بت رہی ہی ہم سب اُس کے ساتھ ہوئے — ایک بڑے تعجب کی بات جو مجھے ہمیشہ یاد رہیگی وہ یہ ہی کہ تمام راہ جب تک ہم لوگ اُس عورت کے ساتھ چلے ہر ایک ہم میں کا یا اپنے فضائل بیان کرتا تھا یا ایک دوسرے کی مدح کرتا تھا یا ہم سب ملکر کسی غور کی غیبت کرتے تھے — غرض کہ ہم ایک جگہ پہنچے جہاں بے انتہا انجمن درخت لگے ہوئے تھے کہ اُن درختوں کی وجہ سے اُس مقام پر کسی قدر اندھیرا تھا — اُس تاریکی میں ایک اُور عورت بیٹھی تھی جس کا مونہ اوپر ذکر کیا یعنی ”غلطی“ — یہ ایک نہایت سہا فام عورت تھی مگر ایک سفید قبا اپنے اوپر ڈالے تھی تاکہ اپنی مخالف ”مسما“ صداقت کے مشابہ ہو جائے اور چونکہ صداقت کے ساتھ ہمیشہ ایک روشنی رہتی ہی جو نظرت کی خوبصورتیوں کو دکھایا کرتی ہی لہذا اس کے پاس بجائے اُس روشنی کے ایک جانو کی چھڑی تھی — اس چھڑی سے پہلے ہم لوگوں کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور کچھ مختصر پڑھے بعدہ آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور کہا کہ نعمتوں چلو اور سامنے آؤ — یہ اُس کا کہنا تھا کہ ہوا پر ہم لوگوں کو ایک فہایت خوبصورت قصر نظر پڑا — یہ قصر ”زعم باطل“ کی محفل سراے تھی — اس کے

ہر در دیوار پر لکھا تھا کہ ہم چومیں دیگرے نیست *

اس محفل کی بیخ و بنیاد کچھ نہیں معلوم ہوتی تھی صرف یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُپر پر ایک ہوا کی صارت بنی ہی اس کے ستون انگلستان کی طرز عمارت کے تھے اور اُس کے اندر جانے کی راہ یہ تھی کہ زمین سے جہاں ہم لوگ تھے اور اُس کے دروازے

تک چو ہوا در بلند تھا ایک زینہ قوس قزح کی طرح لٹا ہوا تھا - اس محل کی چہت گول تھی کہ اوپر سے ایک حباب کی شکل معلوم ہوتی تھی - ہم سب لوگ دراڑے ہوئے اُس کے اندر چلے گئے نہ کوئی ممانع تھا نہ حاجب *

جب ہم لوگ بیچ کے کمرے میں پہونچے تو ہم نے وہاں بہت سی اراج کو دیکھا جو ہم لوگوں کو ہو ایک کے مناسب مقام پر بٹھاتی تھیں - یہاں میٹے ایک شخص کو دیکھا اُس کے پاس صرف ایک جامہ تھا جس کی نسبت وہ بیان کرتا تھا کہ اُس کے سگر دادا کو عالمگیر نے کسی کارناموں کی عوض میں خلعت دیا تھا - اس بیچارہ کے پاس کوئی چیز بجز اس جامہ کے ایسی نہ تھی جس کو یہ دکھائے یا جس پر یہ فخر کرے - اس شخص کا نام تھا "وقار نزل" عرف "گھٹی ہوئی عزت" اس کے علاوہ اور بہت سے اشخاص تھے - دو شخصوں کو میں نے دیکھا کہ بہت سے دھوم دھام کے کپڑے پہنے ہوئے برابر دو کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے ایک تو دونوں آنکھوں سے اندھے تھے اُن کا نام تھا "جوتی شینخی" اور دوسرے صاحب کانے تھے اُن کا نام تھا "خون نمائی" - اس بڑے کمرہ کے صدر مقام پر ایک نہایت مرصع اور مکمل تخت بچھا تھا اُس پر ایک سونے کی مکلف کرسی رکھی تھی اور زریں شامیانہ تنہا ہوا تھا اُس کرسی پر شاہانہ کپڑے پہنے ہوئے "زعم باطل" تشریف رکھتے تھے اُن کے پہلو میں ایک مصاحب خاص کھڑے تھے جنکے ذریعہ سے لوگوں کا سلام ہوتا تھا اُن کا نام تھا "تکبر" - اس تخت کے نیچے تین شاہی خراص کھڑے تھے - ایک کا نام تھا خورشامد - دوسرا خود پرستی - تیسرا وضع داری - تخت کی بائیں جانب دو شخص بہت سے خلعت لیٹے ہوئے تھے اُن کا نام تھا "تباہی" اور "ذلت" - جو شخص آتا تھا "تکبر" اُسکا معجزا کراتا تھا "تباہی" اور "ذلت" فوراً درز کر خلعت فخرہ اُس کو اڑھا دیتی تھی *

یہ حالت میں دیکھ رہا تھا کہ میرے کان میں ایک بڑھے شخص کی آواز آئی جو انسانوں کی اُس حالت پر جو "راے عام" اور "غلطی" نے چادو کے زور سے کوئی تھی افسوس کر رہا ہی اور کہتا ہی کہ یارو یہ سب سحر کا کارخانہ ہی جس میں تم سب دھنسے ہو جہاں تک جلد ممکن ہو اس سے نکلو یہ آواز دوری میں نہیں سنی تھی کہ لوگوں نے ایک شور مچایا کہ اس کو گرفتار کرلو - ایک تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بڑھے کو جس کے چہرہ اور تیافہ سے استقلال اور صبر اور تحمل اور عقل و فراست ظاہر ہوتی تھی گرفتار کیئے ہوئے لاتے ہیں اور تمام مکان میں ایک غل اور شور اور بد انتظامی ہو رہی ہی - وہ بیچارہ بڑھا کچھ کہتا ہی مگر نہ کوئی سنتا ہی نہ سنا چاہتا ہی - جب میرے پاس سے لوگ اُسکو لیکر گزرے تو میں نے سنا کہ وہ کہتا ہی کہ میں تو ایک اسم اعظم کے زور سے اس سحر کے کارخانہ سے بھاگ نکلتا ہوں

لیکن یہاں ایک بڑی تباعی آیا چاہتی ہی جس کو بھاگنا ہو وہ بھاگے — یہہ سنکر میرے پاس چور لوگ آئے تھے انہوں نے کہا کہ یہہ شخص متجنون ہی مگر میری دہانی طرف ایک متوسط اندام کا ذی عقل شخص کھڑا تھا اُس نے میرے کان میں جھک کر کہا نہ یار یہہ بڈھا متجنون نہیں ہی بیشک یہہ لوگ سب سحر میں پھنسے ہیں یہاں سے بھاگو — یہہ فردہ اُس میرے دوست کا ختم نہیں ہوا تھا کہ ایک آڑ شور مچتا اور مینے دیکھا کہ دروازہ سے ایک غول سیاہ فام لوگوں کا گھسا اُس میں بہت لوگ تھے ، تکیف ، فاقہ کشی ، شرم ، بے حرمتی ، حقارت ، وغیرہ ان لوگوں کا گھسا تھا نہ ایک بے انتظامی پھیلی اور غل ہوا ، ” زعم باطل “ تو کون کو اپنے تخت کے نیچے چہپے اور اُن کے مصاحبین و رفقا سب ایک ایک کونہ میں چہپتے پھرتے تھے — میں اپنے دوست کے ساتھ بھاگ اور حیران تھا نہ کدھر چوں کسی طرف راہ معلوم نہیں ہوتی تھی کہ اس دہر دھوپ میں دروازہ تک میں پہونچا وہاں سے مینے دیکھا کہ وہی بیچارہ بڈھا اُس محل سے باہر عمدہ میدان میں کھڑا ہی اُس نے جو مجھے دیکھا تو کہا کہ لا الہ الا اللہ مستند الرسول اللہ یہی اسم اعظم ہی اس کو پڑہ یہہ سب سحر کا کارخانہ ہی — مینے اس کلمہ کو اعتقاد دلی سے پڑھا کہ پھر جو دیکھتا ہوں تو میں اُس بڈھے کے پاس صاف اور ستہرے میدان میں کھڑا ہوں نہ وہ محل ہی نہ وہ آفت ہی — مگر مینے اُسکے بعد سنا کہ اُس محل سے جب ہم نکل آئے تو وہاں بڑی بڑی مصائبیں آئیں اور کوئی اُن لوگوں میں سے جن کو ” غلطی “ اور ” رائے عام “ نے ، ” نعمتِ عظمی “ لینے بھیجا تھا نہیں بچا *

اس کیفیت کو دیکھ کر میرے خیال میں آیا کہ انسان میں ہزاروں نقص ہیں اور جب وہ غلطی اور لوگوں کی رائے کے خوف میں پڑ جاتا ہی تو عقل سلیم ہی اُس کی مدد کرے اور خدا ہی اُس کو توفیق دے تو وہ اُس آفت سے نکل سکتا ہی نہیں تو انہی اپنے محبوب اور نقائص کو اپنے اوصاف سمجھتا ہی اور انہی پر فخر کرتا ہی *

پی مہدی حسن منصف
رائے بولی

علم الکیمیا کا بیان کتب علوم قدیمہ سے تعریف علم کیمیا

(۱) علوم قدیمہ کی کتابوں میں علم الکیمیا کی تعریف مختلف طرح سے لکھی ہے گو سب کا آخر کو مآل ایک ہی نکلتا ہی مگر سب سے زیادہ عمدہ جامع و مانع یہہ تعریف ہی نہ علم کیمیا وہ علم ہی کہ جس سے جواہر معدنیہ کے سلب و جلب خواص

کے طریقے معلوم ہوتے ہیں یعنی کس طور سے جواہر معدنیہ میں ایک خاصیت معدوم ہوسکتی ہے اور ایک اور خاصیت پیدا ہوسکتی ہے اور ایک خاصیت دوسری خاصیت سے تبدیل ہوسکتی ہے *

معنی لفظ کیمیا

(۲) صفدی اپنی شرح لامیۃ العجم میں لکھتا ہے کہ کیمیا لفظ عبرانی ہے اور اُس کی اصل کیم یہ ہے جسکے معنی من جانب اللہ ہیں (علوم جدیدہ کے بیان میں وجہ تسمیہ علم کیمیا کی بہت خوبی کے ساتھ بیان کی گئی ہے دیکھو) *

صفدی نے جو اختلافات اور اقوال مثبتین و منکرین

علم کیمیا کے اکھ ہیں

(۳) صفدی نے علم کیمیا کے باب میں بہت اختلافات لکھے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ علم کیمیا کے باب میں دو فریق ہیں ارباب الراے میں سے کثرت رائے اُسکی امتناع کی طرف ہے اُن میں سے ایک شیخ رئیس ابن سینا ہے کیمیا کا ابطال مقدمات کتاب نسخا میں لکھا ہے اور شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ نے بھی ایک رسالہ اُس کے انکار میں لکھا ہے اور یعقوب الکندی نے بھی ایک رسالہ دو مقالوں میں اُس کی ابطال میں تصنیف کیا ہے — گو ایسے بڑے بڑے عالی دماغ حکیموں نے اُسکے ابطال میں سعی اور کوشش فرمائی اور تصنیفات کے دفتر سیاہ کیئے مگر اُس سے آخر کو یہ نتیجہ نکلا کہ علم الکیمیا کے امتناع کا ظن بھی دوسرے فریق کے ذہن میں نہ پیدا ہوا یقین کا تو کیا ذکر ہے — اب دوسرے فریق کی سنٹیے جو عام الکیمیا کے امکان کے قائل ہیں اُنہیں سے سب سے بڑے حکیم امام فنز الدین رازی ہیں اس امام نے مباحث مشرقیہ میں ایک فصل خاص اُس کے امکان میں لکھی ہے — دوسرے شیخ نجم الدین بن ابی الدرد البغدادی نے شیخ ابن تیمیہ کی کتاب کی تردید میں رسالہ لکھا ہے اور ابو بکر مستمذ بن زکریا الرازی نے یعقوب الکندی کے رد میں رسالہ تصنیف کیا ہے — اور مؤید الدین ابو اسمعیل حسین بن علی المعروف بالطغرائی نے تصنیفات بہت سی اس علم میں ہیں ایک اُن میں سے حقائق الاستشہادات ہے جس میں علم الکیمیا کا اثبات لکھا ہے اور شیخ علی بن سینا کے کلام کی تردید کی ہے — علم کیمیا کے مثبتین اور منکرین کے اقوال تھوڑے سے لکھے جاتے ہیں شیخ رئیس نے تسلیم کیا ہے کہ نحاس یعنی تانبے کے رنگ پر فضہ یعنی چاندی کا رنگ اور چاندی کے رنگ پر سونے کا رنگ چڑھ سکتا ہے اور رصاص یعنی سیسے میں سے بہت سے اُس کے نقص دور ہوسکتے ہیں مگر ان رنگوں کے اُترنے چڑھنے سے کچھ کیمیا کے اثبات کا امکان نہیں ہوسکتا اس لئے کہ یہ امر مستحسوسہ ہے اور وہ اس قابل نہیں کہ فضول ہو کر احسان کو انواع

میں تقسیم کردیں بلکہ وہ اعراض اور لوازم ہیں اور اُن کی فصول مجہول ہیں اور جب اشیاء مجہول ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ اُس کی ایجاد یا افناء میں قصد کیا جائے۔ امام نے فلاسفہ آخر کی بہت سی حجتیں اُسکے امتناع کی بیان کیں اور پھر اُن کو باطل ثابت کیا اور جو کچھ شیخ نے لکھا تھا اُسکو باطل ثابت کر کے اُس کے امکان کے دلائل کو اپنی کتاب ملخص میں بیان کیا ہے اُسکا دعویٰ ہے کہ امکان عقلی تو یوں ثابت ہے کہ اجسام مشترک فی الجسمیۃ ہیں اس سے لازم آتا ہے کہ جو چیز ایک جسم کے لیے ثابت ہو وہ کل جسموں کے لیے صحیح ہو اب رہا امکان وقوعی وہ یوں ثابت ہے کہ سونا معدنیات سے بوجہ رنگ اور رزانت یعنی وزن کے ممتاز ہے اور ان دونوں وصفوں میں سے ہر ایک ممکن الاکتساب ہے اور ان دونوں میں کوئی مغافات نہیں — ہاں البتہ اُس کے اکتساب کا طریقہ مشکل اور عسیر ہے ابوبکر ابن الصانع المعروف ابن باجة الاندلسی نے بعض اپنی تعالیق میں ذکر کیا ہے کہ شیخ ابی نصر الفارابی کا مقولہ ہے کہ ارسطو نے کتاب المعادن میں بیان کیا ہے کہ کیمیا تحت امکان میں داخل ہے مگر وہ ایسا امکان ہے کہ اُسکا وجود بالفعل مشکل و عسیر ہے مگر ممکن ہے کہ ایسے اسباب مہیا ہو جائیں کہ وہ طریقہ سہل اور آسان ہو جائے اُس نے اول طریقہ جدل سے ثابت کر دیا مگر ایک دوسرے قیاس سے حسب عادت باطل کر دیا مگر پھر آخر کو ایک قیاس سے جو دو مقدموں سے مرکب ہے اس کو ثابت کر دیا اول کتاب میں یہ دونوں مقدمے بیان کیے ہیں اول مقدمہ فلزات نوع میں واحد ہیں اور وہ اختلاف جو ان دونوں کے درمیان ہے اختلاف بالذات نہیں یعنی بالماہیت نہیں بلکہ اعراض میں ہیں جنہیں سے بعض اعراض ذاتی ہیں اور بعض اعراض عارضی دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جو دو چیزیں مختلف بالعرض اور داخل نوع واحد ہوں اُن میں ممکن ہے کہ ایک دوسری میں منتقل ہو جائے پس اگر وہ عرض جس میں اختلاف ذاتی ہے تو انتقال میں اشکال ہوگا اور اگر وہ عرض مفارق ہے تو انتقال آسان ہوگا — اس صنعت میں دقت سوائے اس کے کچھ اُڑ نہیں کہ انٹر جواہر اعراض ذاتیہ میں مختلف ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ چاندی اور سونے کے درمیان اختلاف تھوڑا ہو جائے۔ صفدی کی تحقیقات تمام ہوئی *

امام شمس الدین محمد ابن ابراہیم بن اعد الفارسی کی رائے

کیمیا کے باب میں

(۳) جسوقت کیمیا گر چاہے کہ سونا مثل اُس سونے کے جسکو طبیعت نے زینتیق (پارہ) اور کبریت طاهر سے بنایا ہے تو چار چیزیں اسکے لیے ضرور ہیں اول ان دو چیزوں کے اندازہ کی مقدار مناسب یعنی کمیت درم کیفیت سرم مقدار حرارت جو اُسکو

پکائے چہارم زمانہ اُس کا ان میں سے ہر ایک بات کا حاصل ہونا دشوار ہی یعنی ہوا یک
عسقر التحصیل ہی اور اگر مدبر یعنی کیمیاگر یہہ چاہے کہ کوئی دوا جو عبارت اکسور سے
ہی ایسی بنائے کہ وہ چاندی پر ڈالنے سے اُس کے ساتھ امتزاج پائے اور ہمیشہ اُس کا
استقرار رہے اور اُسکا رنگ اور وزن سونے کا سا کر دے تو اس کام کا کرنا تجربہ پر موقوف ہی
کہ استقرار سے تمام معدنیات کے حالات دریافت کئے جائیں اور اُس کے خواص کا تفحص
ہو اور اگر کوئی قاعدہ قیاساً بنایا جاوے تو اُس کے مقدمات منجہول ہونگے تو اُس میں
جو مشقت اور دقت پیش آئیگی وہ ظاہر ہی *

صفدی کا مقررہ

(۵) وہ یہہ کہتا ہی کہ حکماء علوم طبیعت کا ظن ہی کہ سونے کے معدن میں ہونے
کی وجہ یہہ ہی کہ جب پارہ خوب پک جاتا ہی تو معدن کبریت اُس کو جذب کر لیتی
ہی اور جو معدن ایسی مخفی کر لیتی ہی کہ اُس پر سہل رطوبات کا سہل نہ ہو سکے
پس جب اُن میں خراب اختلاط اور اتحاد ہو جاتا ہی اور اُن کے نفع و طبع میں ذب
حرارت ہو جاتا ہی تو ان دونوں سے قسم قسم کے معدنیات بنتے ہیں پس اگر پارہ صاف
اور گندک نقی کے اجزا مناسب ہیں اور حرارت معدن معتدل ہووے اور کوئی بد عارض
اُس کو نہوے اور نہ کوئی بیس اُس تک پہنچا اور نہ ملوحتات یعنی نمکوں اور شورروں
میں سے اور مزارت یعنی تلخیوں میں سے اور حموضات یعنی ترشیوں میں سے اُس کو
عارض نہوا تو ایک زمانہ دراز کے بعد ذہب الابریز یعنی خالص سونا بن گیا اب اس
قسم کی معادن کیا تو براری الرہلہ اور احتکار رخوہ یعنی ریگستان اور نرم سنگستان میں
بن سکتے ہیں اور مدبر یعنی کیمیاگر کو عمل ذہب میں مناسب آنچ دینے میں سخت
دشواری پیش آتی ہی غرض سب باتوں میں دشواریاں ہی دشواریاں ہیں — یہہ شعر
حسب حال ہی —

وبادارہا بالخیف ان مزارہا * قریب ولكن دین ذالک احوال

ترجمہ

ایسا بعید گو نہیں دیرلت سرائے درست * پر کہا کریں کہ راہ میں خطرے ہزار ہیں

بعقوب گندی کا قول اور اعتراض و جواب

(۶) وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہی کہ انسان اس صنعت میں معذور ہی فقط
طبیعت (نیچر) ہی اُسکو کرسکتی ہی اور اہل صناعت اپنی جہل سے دھوکہ میں پڑے
ہوئے ہیں اور جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ چاندی سونا مصدوغ ہوسکتا ہی اُس کے
دعویٰ کا ابطال کرنا ہی اور جو لوگ اُس کے امکان کے خلاف اور منکر ہیں وہ یوں کہتے

ہیں کہ اگر ذہب صناعی مثل ذہب طبیعی کے ہو تو البتہ صنعت مثل طبیعت کے ہوتی اور اگر ایسا ہوتا تو چاہیئے تھا کہ ہم تلواریں اور تخت اور انگشتری طبیعت کے بنائے ہوئے اس عالم شہود میں دیکھتے مگر یہ ظاہر باطل ہی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جوہر صابغہ کیا تو آگ پر زیادہ دیر تک مصبوغ سے ٹھہریگا یا مصبوغ زیادہ دیر تک صابغ سے ٹھہریگا یا دونوں برابر ٹھہرینگے پس صورت اول میں یہ لازم آتا ہی کہ مصبوغ صابغ سے پہلے فنا ہو جاتا ہی اور دوسری صورت میں صابغ پہلے مصبوغ سے فنا ہو جاتا اور مصبوغ اپنی پہلی اصلی حالت پر آجاتا اور صابغ سے عریاں ہو جاتا ہی اور تیسری صورت میں جب وہ دونوں مصبوغ اور صابغ آگ پر برابر دیر پا ہیں تو وہ جنس واحد سے ہیں اور کوئی اُن میں مصبوغ اور صابغ نہیں اس لئے کہ آگ پر دونوں کو صبر برابر ہی پس یہ دلیل منکرین کیمیا کی سب سے زیادہ قوی مستحیی جاتی ہی اب مثبتین کیمیا کے جواب ان اعتراضوں کے سنئے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہی کہ آگ تدرج یعنی چشماق زنی سے اور اصطکاک اجرام یعنی رگڑنے سے پیدا ہوتی ہی اور ہوا پنکھوں اور دھونکنوں سے نکلتی ہی اور پوشادر شعور سے اور اسے بہت سے مزاجات میں سے ہیں پس اگر یہ مان لیں کہ جو چیز صنعت نہیں پائی جاتی وہ طبیعت میں نہیں ملتی تو اس سے ہم پر یہ بات لازم آتی ہی کہ انکار بالجزم کریں اور امکان حصول امر طبیعی سے صنعت میں امکان عکس لازم نہیں آتا بلکہ یہ امر موقوف دلیل پر ہی دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہی کہ صابغ و مصبوغ کے برابر آگ پر صبر کرنے سے اُن کی ماہیت میں امتحان لازم نہیں آتا جیسا کہ ظاہر ہی کہ دو چیزیں اگرچہ مختلف ہوں مگر بعض صفات میں متحد ہوں اس جواب میں نظر ہی بعض اشخاص نے جن کی عمر اس تلاش میں گذری ہی اُن میں سے نقل کی گئی ہی کہ طغرائے نے ایک مثقال اکسیر سے ساٹھ ہزار مثقال سونے کی اور دوبارہ دوسرے مثقال سے تین لاکھ مثقال اور مریانس الراہب معلم خالد بن یزید نے ایک مثقال سے دس دس بیس لاکھ مثقال سونا بنایا اور مار قبطیہ کا مقولہ ہی کہ اگر خدا نہوتا تو ایک مثقال سے تمام دنیا سونے سے بھر دی جاتی — قول فیصل ایک شاعر کا مقولہ ہی •

کتجراہو الکیمیا لیس تری • من نالہ والام فی طلبہ

ترجمہ

جوہر کیمیا کی سب کو تلاش • پر جہاں میں کسیکو ملتا نہیں صاحب الشہر جو اس فن کے اماموں میں سے ایک ہی ہوں تصریح کرتا ہی کہ نہایت صنعت بہہ ہی کہ ایک ہزار کو ایک مثقال سونا بنادے اُس کا قول ہی -

شعر

نعام بلطف الحل والعقد جوہراً * یطلوع فی النیران واحدة الالف
بعض لوگوں نے یہ گمان کیا ہی کہ مقامات حریری اور تلیہ دھتے یہی رموز کیمیا
میں ہیں *

متفرقات بیان

(۷) بعض نے اُن میں سے جنہوں نے تمام عمر اس تلاش میں بسر کی ہی تصنیفات جابر تلمیذ امام جعفر صادق پر لکھ دیا ہی کہ تو کاسر ہی اور تیرا نام غلطی سے جابر رکھا گیا ہی اور تو نے تمام عمر اس میں صرف کی اور رائیگاں کھوٹی - بعضوں نے کہا ہی کہ گندک اور پارہ کو آگ کی گرمی میں جمع کرنے سے اتنے امتزاجات کثیر مدت تلیل میں حاصل ہوسکتے ہیں جو معدن میں ایک مدت دراز میں نہیں حاصل ہوسکتے مگر یہ طریقہ نہایت صنعت ہی اور ایک عمل شاقہ کا محتاج ہی اور بعض اُن میں سے ترکیب معادن کو نسبت اوزان اور حجم فنزات سے تالیف کرنے لگے اور بعض اس کا خیال نہیں کرتے اُن کو اشتباہ اور التباس واقع ہونے لگے اُنہوں نے نباتات و جمادات و حیوانات سب کو شامل کر لیا مگر وہ کوئی نتیجہ نہ پیدا کرسکے - حکما نے صنعت اکسیر کا ایک طریقہ بنایا ہی اور چیستان کے طور پر اُس کی کیفیت بیان کی ہی یا تعمیر کے طور پر ذکر کیا ہی یا اس طرح بیان کیا ہی کہ جس سے آدمی مغالطہ میں پڑے سبب اُس کا یہ بیان کیا ہی کہ اُس کے کتمان اور اخفا میں مصلحت تامہ ہی اُن کی تحریروں اور تصنیفوں سے کسی صورت سے دھمائی نہیں ہوتی واللہ یہدی من یشاد (خدا ہی راہ دکھائے جسے دکھائے) عبدالعزیز بن نعام العواقی یہ اشارہ کرتا ہی کہ

عبدالعزیز بن نعام العواقی یشہر	جس شخص کو یہ حکمت کیمیا ملگئی اُس کو
الی مکانت الواصل لہذا الحکمة	شان و شوکت و تمکنت حاصل ہوگئی اور اُس
فقد ظفرت بمالہ یوتہ ملک	چیز پر قنص و ظفر حاصل ہوئی کہ نہ بادشاہ کو
لالمندران ولا کسری بن ساسان	وہ حاصل ہوئی نہ منذران کو اور نہ کسری بن
ولابن ہند ولانعمان صاحبہ	ساسان کو اور نہ ابن ہند کو اور نہ نعمان کو اور
ولا ابن ذبی یزن فی راس غمدان	نہ ذبی یزن کو راس غمدان میں *

جلد کی کا بیان

(۸) الجلد کی شرح مکتسب میں اول اپنے حالات شاگردی اور خدمت گذاری شیخ جابر کے اور اپنی تحصیل علم کے بیان کرتا ہی اور پھر اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے لیا ہی کہ جابر نے بارہا یہ ارادہ کیا کہ میں اس علم سے پہر جاؤں اُس نے مجھے

بہت سے شکوک وارد کئے اور ہدایت کے بعد ضلالت میں ڈالنا چاہا — مگر جو اُس نے ارادہ کیا تھا وہ خدا نے پورا نہ ہونے دیا اور میں اُس کی مراد کو سمجھ گیا کہ حضرت کو مجھے سے حسد ہو گئی ہی میرے اُن سے بحث کرنی شروع کی اور اس میدان میں سنان لسان اُس پر دراز کی اور وہ میرے سامنے سیف دلائل لیکر نہ کھڑا ہو سکا اور میرے برہان حق بیان کر کے اُس کو خاموش کر دیا پھر وہ کھڑا ہوا اور مجھے گلے لگا لیا اور کہا کہ میں تمہارا امتحان کرتا تھا واقعی تو اس فن سے ماہر ہی اور اس علم کا اہل ہی تو یاد رکھو کہ اس فن کا چھپانا ہی بہتر ہی اُس کا افشاء اُس پر جو کہ مستحق نہ ہو حرام ہی مگر جو لوگ اُس کے قابل ہوں اُن پر اُسکا اظہار واجبات سے ہی “وضع الاشیاء فی محلها من الامور الواجبة“ اگر اُس کے اہل سے اخفا کیا جاوے تو تضعیف فن ہی اور عالم پر ظاہر کیا جاوے تو اُس کی خرابی ہی — آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ حکمت کی بقیاد متزلزل ہو رہی ہی اور آج کل حال کے طالب العلم حیوانوں سے زیادہ جاہل اور طالب مشکلات ہیں مکار اور بیوقوف ہیں جو کہتے ہیں اُس کو نہیں پاتے ہیں وہ فقر کا ذکر کرتے ہیں اور کیمیا کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ غنادالہر ہی اور اُس کے واسطے زخارف حکایات چورتے ہیں باوجود ان سب باتوں کے کسی مسئلہ اور بات پر ایک دوسرے کے ساتھ متفق الراء نہیں سب اپنی اپنی گاتے ہیں اُن کی جہالت اُنہیں ضلالت بعد میں ڈال رہی ہی پس جب ہم نے یہ دیکھا تو اُن طالب علموں کے لئے جو حکمت الہی اور اس صنعت شریف فلسفی کو سیکھنا چاہتے ہیں نصیحت کا کرنا اپنے اوپر فرض حانا اور کتاب بقیۃ النور فی قانون طلب الاکسیر لکھی ہی اور پھر شمس المغیر فی تحقیق الاکسیر — رسائل بخاری میں چھتیس دلائل عقلی و نقلی اس فن کے باب میں موجود ہیں ابن سینا نے پہلا رسالہ مبرقۃ العجایب اس فن میں لکھا ہی اور اُس میں علم الکیمیا سے اول بحث کی اور اور کتابوں میں بھی اس کا بیان لکھا ہی اور صنعت اکسیر اور میزبان کو بہت توضیح کے ساتھ بیان کیا ہی اور اہل اسلام کی کتب فلسفہ میں خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان نے بہت غور اور خوض کی ہی اور جابر ابن حیان الصوفی پہلا شخص ہی جس نے اس علم کو مستہو کیا — یہ کہا گیا ہی کہ حضرت امام جعفر صادق نے اس فن اور خواب کی تعبیر کے باب میں ایک کتاب لکھی تھی وہی گویا تمام جابر کی کتابوں کا متن تھا کہتے ہیں کہ پانچ سو رسالہ اُس نے لکھے تھے (ان سب کا ترجمہ لاطینی زبان میں دو ہزار صفحات کے اندر ہی اور سترہویں صدی میں اُس کا ترجمہ انگریزی زبان میں یعنی رسل صاحب نے کیا ہی پندرہویں صدی تک اہل یورپ کا سرمایہ علم کیمیا اس صاحب کمال کی کتابیں تھیں) اُس کی کتابوں میں سے ہر ایک کتاب سے فوائد متعدده حاصل ہو سکتے ہیں اور بعض اُس کے اہل اسلام میں اُس

فن کے امام یہ لوگ ہوئے ہیں، سامہ بن احمد الجبریتی و ابوبکر الرازی و ابوالاصح بن نعم العزاقی و طغرائے و صادق محمد بن امیل التمیمی و امام ابوالحسن علی صاحب الشنور غرض اُن میں سے ہر ایک نے اپنے اجتہاد میں جہد کو اپنی غایت پر پہنچایا اور کیمیا کی تعلیم میں بہت کوشش کی جلد کی متاخرین میں ہی *

حکمائے یرنا

(۹) یہ بھی معلوم رہے کہ جب جماعت فلسفہ نے جس میں ہرمس اور اسمانیس اور فیثا غورس جیسے حکیم تھے یہ ارادہ کیا کہ اس صناعت اللہ کا استخراج کریں تو انہوں نے جنکو انہم فی مقام الطبیعة یعنی اپنے نفسوں کو مقام طبیعت پر رکھا اور قوت منطقیہ اور علوم تجاربیہ سے دریافت کیا کہ ہر جسم میں حر و برد و رطوبات و یبوست میں سے داخل ہوتی ہیں اور وہی اجسام میں ایک سے دوسرے میں داخل ہوتی ہیں پس انہوں نے ایسی ایک ترکیب ایجاد کی جس سے تنقیض زائد اور تزئید ناقص کیفیات فاعلیہ و مفعولیہ و منفعلیہ میں کرلیں اور اسی سے انہوں نے اکسید تریبیہ و حیوانیہ و نباتیہ جو مختلف فی الزمان و فی المكان ہیں بنائیں اور اسی سے انہوں نے تکلیس قائم کی اور مقام حرق معادن کا اور اُس کا التهاب و تسقیہ و مقام تبرید و تصحید و تساری اور مقام تخفیف و تسمیع و تخفیف اور مقام ترطیب تلین و تقطیر اور مقام تجوہر و تفصیل اور مقام تصفیہ و تخلیص و سحت و تحلیل اور مقام التیان و تمریح و عقد اور مقام اتحاد و تمکین قائم کی اور پھر جواہر اصول سے شی واحد کو لیا جو فاعل فعل کیے تھے مگر غیر منفعل تھے اور تاثیرات مختلفہ شدید القوت پر مشتمل تھے اور نافذۃ العقل تھے اور جن جسموں سے ملتی تھی اُن میں تاثیر پیدا کرتی تھیں یہ باتیں اُن کو الہامات سماوی و قیاسات عقلی اور حسی سے انہیں حاصل ہوئی تھیں اور اسقلیفندر یونس اور اندرو ماخس وغیرہ نے بھی انہیں تراکیب سے تریاتی اور معالجوں و حبوب و اکتال و مزاج بنائے اول انہوں نے قوت ادویہ کا قیاس کیا بہ نسبت مزاج ابدان بشر اور امراض غامضہ کے جو اُن ابدان میں ہیں اور پھر ایک دوا خار و بارد و یابس و رطب سے ایسی مرکب کی کہ برعایت اسباب و علاج میں نفع کرے — حکیم دیمفراط نے صنعت اکسید الزمہر میں یہی کیا اول اُس نے دیکھا کہ پانی خمر کے اعتدال قوام میں خلل انداز نہیں ہوتے اس لیے کہ وہ خمر مادہ عذب ہی اور خمر کے پانچ خواص دیکھے لون و طعم و رائیحتہ و تفریح و اسکار پس یہ دیکھ کر اول ترکیب ادویہ العقاقیر صابغہ کی شروع کی جس سے مادہ میں شراب کا سا رنگ پیدا ہو پھر ایسی دوائیں لیں جو اُسی طعم میں مشائے رکھتی تھیں پھر اسے معطرات لائے جو رائیحتہ میں اُس کی متماثل تھیں پھر مفرحہ پھر مسکرات لیں اُن میں سے

یابسات کو پیسا اور مایعات سے اُسے تر کیا یہاں تک کہ اُن میں انعقاد ہو جاوے پس ایک درا یابس تیار ہو گئی یہہ ارسطو کے رسالہ کا خلاصہ ہی *

جلد کی کی رائے

(۱۰) جلد کی کتاب نہایت الطلب میں لکھتا ہی کہ ہر ایک حکیم کی عادت ہی کہ علم کو تمام کتاب میں متفرق کر دیتا ہی اور چند کتابوں میں خاص کتابوں کے اشارہ کر دیتا ہی جن سے اور زیادہ علم حاصل ہو سکتا ہی جیسا جابر نے جمیع کتب الخمسة میں کیا ہی اور جیسے مؤید الدین نے مصابیح والمفاتیح میں کیا ہی اور مسجریطی نے کتاب الزینۃ اور ابن امیل نے کتاب المصابیح میں کیا ہی اب جلد کی لکھتا ہی کہ تمام عطیات خداوندی کا اظہار خاص و عام کے فائدہ کے لیئے واجب ہے کہ ہی مگر خاص یہہ مہربہ عظمیٰ مستثنیٰ ہی جس کی بڑی شرط ایک اخفا ہی - خاص کر یہہ فن اُن بادشاہوں کو جو عقل سے بہرہ نہیں دیکھتے بتانا ہی نہیں چاہیئے جو شخص بتلاویکا وہ بلاؤں میں مبتلا ہوگا اور اُس کی بہت سی وجہ ہیں اگر وہ اُس شخص کو بتلاویکا جس کو حسد تمام ہوتی ہو تو وہ بلا میں پھنسکا اس لیئے کہ اُس کے پاس مطلوب علم دیکھ کر اُس کے تلف کرنے میں کوشش کریں گے اور اگر بادشاہ کو بتائے تو بادشاہ ہمیشہ اُس سے ڈرتا رہیگا بادشاہوں کی برابر کسی کو مال کی احتیاج نہیں ہوتی کیونکہ مال سے ہی اُس کی دولت و سلطنت کو بقا ہوتی ہی اور جس کو مہربہ عظمیٰ کیویا حاصل ہوگی اُس کے نزدیک یہہ سارا دنیا کا مال حقیر ہو جانا ہی - وہ بادشاہ کی قدر کو اخراج مال سے کم کر سکتا ہی اس لیئے بادشاہ کو کیویا گور سے حسد ہو جانا ہی - صاحب کنز الحکمة کا قول ہی کہ جو شخص کیویا کی اصل حقیقت پر پہونچ گیا اور عارف بالحقائق ہو گیا وہ اُس کو کبھی کسی کو نہ بتائے کیونکہ بتانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ایک آفت سر پر آجاتی ہی ہر عالم کا مختلف طریقہ اس حکمت پر پہونچنے کا اپنے نفس کے لیئے ہی وہ طریقہ وصل قریب ہوگا یا بعد ہوگا اور اُس کے ارشاد کا طریقہ خاص ہوگا یا عام ہوگا پس اگر طریقہ خاص اُس کا ہی تو کبھی اُس میں دو کا اجتماع نہیں ہوگا ہاں البتہ یہہ سامان اس سعادت عظمیٰ و عنایت اللہ کے حاصل کرنے کے لیئے کردے کہ کوئی اُستاد ملجاوے اور وہ اُس کو تلقین کردے اور ایک اور صورت ہی اور اُس کے سوا کوئی اور صورت نہیں کہ دو فیلسوف جمع ہوں ایک اُن میں سے واصل ہو اور دوسرا طالب اور واصل طالب سے چھپا نہ سکے ایسے واصل و طالب کا جمع ہونا کوگرہ سرخ اور ابلق عقیق کے ملنے سے ہی زیادہ دشوار ہی

(باقی آئندہ)

ذکا اللہ پروفیسر میر کالج العآبان

جرمی بنتہم کی کتاب یوتلتی پر

دیباچہ

مؤلفہ منشی مہدی حسن صاحب منصف رائے بریلی

دنیا میں فی نفسہ کوئی چیز اچھی یا بری نہیں ہی بلکہ صرف خارجی واقعات اور حالات کسی چیز کو اچھا یا برا کر دیتے ہیں — مثلاً حصول دولت اگر فی نفسہ اچھی شے ہوتی تو ہر وقت اچھی ہوتی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ چوری کے ذریعہ سے جو حصول دولت ہو اُسکو لوگ اچھا نہیں کہتے — کسی کے جسم میں زخم لگانا بظاہر ایک فعل بد ہی مگر اکثر ضرورت میں انسان کا عضو کاٹ دیا جاتا ہی پھروں میں نشتر دینے جاتے ہیں اور اُسکو کوئی برا نہیں کہتا پس معلوم ہوا کہ ہر فعل اپنے خارجی اسباب اور اپنے نتائج کے سبب سے اچھا یا برا کہلایا جاتا ہی پھلی مثال میں چونکہ چوری سے دوسروں کو رنج و تکلیف پہونچتی ہی اسوجہ سے وہ فعل برا ہی اور دوسری مثال میں چونکہ مریض کی صحت مد نظر ہوتی ہی اسوجہ سے وہ فعل اچھا ہی — بنتہم ایک نامی شخص لندن کا تھا سنہ ۱۷۲۸ ع میں پیدا ہوا تھا اور سنہ ۱۸۳۲ ع میں مرا — اُسکے فلسفہ کا یہ اصول تھا کہ تمام اخلاق اور افعال انسانی کا مقصد اصلی راحت و مسرت ہوتا ہی، اور جس فعل سے کہ کوئی راحت یا مسرت منتج ہو اور کسی تکلیف یا رنج کی روک ہوتی ہو وہ فعل اچھا ہی اور اسی صفت یعنی کسی تکلیف کے اذفاع اور کسی راحت کے حصول کا نام ہی یوتلتی جسکا ترجمہ لفظ سون ملدی سے ہوسکتا ہی، اب میں اس یوتلتی کی ایک مثال دیتا ہوں — مثلاً ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بیمار ہی اور سڑک پر پڑا ہی اور اُسکی کوئی خبر لہنے والا نہیں ہی ہم اُسکو اُنہا لائے ہمنے اُس کا علاج کیا اُس کو کھانا دیا اُس کی خبر گوی کی، ہمارا یہ فعل یوتلتی کے مطابق ہی کیونکہ اس میں سے حسب ذیل مسرات منتج ہوتے ہیں اور حسب ذیل آلم دفع ہوتے ہیں *

۱ جب ہمنے اُس شخص کو ایسی بیماری و غربت کی حالت میں دیکھا تھا تو ہمارے دل میں ایک الم ہمدردی پیدا ہوا تھا * ہمارے اس فعل سے وہ دلکا الم دور ہوگیا اور اُس الم کے بجائے ہمارے دل میں ایک مسرت دافع الم پیدا ہوئی *

۲ لوگوں کے دل میں جو اُس شخص کو ایسی حالت میں سڑک پر پڑا دیکھتے تھے، ایک رنج اور خوف و عبرت ہوتی تھی وہ رفع ہوئی اور جب اُنکو معلوم ہوا کہ ہمنے اُس کے ساتھ یہ سلوک کیا تو اُن لوگوں کو ہم سے نیکی کی اُمداد پیدا ہوئی جو

ایک قسم کی مسرت ہی اور اُن کے دل میں ہماری ایک عزت و قدر ہوئی اور ہمکو اس امر کے علم سے کہ لوگ ہمیں اچھا سمجھتے ہیں ایک دوسری مسرت ہوئی *

۳ اُس شخص بیمار کو ایک الم و دردِ علالت سے نجات ملی اور اسوجہ سے اُسکو یہی ایک مسرت ہوئی *

۴ اُس کے اعزاء و ائارب کا رنجِ دفع ہوا اور جو لوگ کہ اُس کے دست نگر تھے اور اُسکی بیماری کے زمانہ میں جبکہ وہ کچھ معاش' مہیا نہیں کر سکتا تھا محتاج ہوئے تھے اُنکا الم مایوسی رفع ہوا اور اُن کے دل میں مسرت اُمید و مسرت انجامِ مرام پیدا ہوئی *

پس اسی مسرت کی زیادتی اور الم کی کمی کا نام یوتلتی ہی اور بقتہم تمام سیاستِ مدن اور تہذیبِ اخلاق کو اسی مسرت و الم کی موازنہ اور حساب پر مبنی کرتا ہی — وہ کسی فعل کو اسوجہ سے اچھا نہیں کہتا کہ وہ کسی مذہب میں درست یا کسی قانونِ ملکی میں جائز رکھا گیا ہی — وہ اُس فعل کو جب ہی اچھا کہے گا جب کہ اُس کی یوتلتی درست ہو یعنی وہ فعل کسی مسرت کو پیدا کرتا ہو اور کسی الم کو دفع کرتا ہو — بقتہم الفاظِ انصاف و خلافِ انصاف و اخلاق و خلافِ اخلاق وغیرہ کا استعمال نہیں کرتا اور وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ فلاں فعل اسوجہ سے برا ہی کہ خلافِ انصاف یا خلافِ اخلاق ہی کیونکہ اُس کے نزدیک انصاف و اخلاق وغیرہ بجائے خود کبھی چھوڑ نہیں ہیں انصاف بھی وہی ہی کہ جسمیں یوتلتی ہو اور اخلاق بھی وہی ہی کہ جس میں یوتلتی ہو *

چونکہ اس اصولِ یوتلتی کو صاف اور مدلل کرنا بہت ضرور تھا، *

۱ لفظ یوتلتی کے صاف و صریح معنی بیان کرنا *

۲ تمام اور اصولوں کو جو غلطی سے اصولِ یوتلتی میں ملے ہوں یا اس کے مشابہ ہو گئے ہوں خارج کر دینا *

۳ کچھ ایسے صاف اور معین قواعد مقرر کر دینا جس سے فوراً ہر فعل کی مسرت و الم یا راحت و تکلیف کی مقدار معلوم ہو جائے کہ اس فعل سے اس مقدار کی مسرت یا راحت حاصل ہوئی اور اس مقدار کے الم یا رنج و تکلیف کا دفعیہ ہوا *

اسلئے بقتہم نے اِلا اصولِ یوتلتی کو بیان کیا بعدہ اُن دہ اصولوں کا ذکر کیا جو اکثر اس اصولِ یوتلتی میں ملجاتے ہیں اور اُس کے مشابہ ہو جاتے ہوں، اُن میں سے ایک اصولِ بھبانیت ہی جسکو مذہبِ اسلام نے یہ کہہ کر کہ لا رہبانیت فی الاسلام منع کیا ہی اور دوسرا اصولِ رغبت و نفرت ہی، جو لوگ اصولِ رہبانیت کو علمِ اخلاق کا اصول قرار دیتے ہیں

ہیں وہ ہر ایسے فعل کو برا کہتے ہیں جس سے راحت یا مسرت انسانی پیدا ہوتی ہو
 اُنکا قول یہ ہے کہ دنیا نا چیز ہے اس میں ہمارے ہمیشہ مصیبت اڑھانا چاہیئے اور
 جستدر مصیبت ہم یہاں اڑھائیگے اُسقدر دوسرے عالم میں ہمارے راحت ہوگی — پس
 ظاہر میں یہ اصول رہبانیت بالکل ضد اصول یوتلٹی کے معلوم ہوتا ہے، لیکن بقول بقتہم
 کے یہ لوگ جو اصول رہبانیت کی پیروی کرتے ہیں خود نہیں جانتے کہ وہ کیا کہہ رہے
 ہوں — زبان سے کہتے جاتے ہیں کہ ہمارے راحت سے نفرت ہے اور اُسی راحت کی تلاش
 میں سرگرداں ہیں مثلاً فقرا و چرگیاں و راہبان جو طرح طرح کی تکالیف اپنے اوپر اُٹھاتے
 ہیں اور حظایذ نہی کی کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں — یہ لوگ تمام یہ مصیبتیں صرف
 مسرت نام آوری اور مسرت شہرت یا کم سے کم مسرت اُسود ثواب آخری حاصل کرنے کے
 لیے اُٹھاتے ہیں — ایک لطف دوسرا یہ ہے کہ مسرت کے حصول کی خواہش کو تو
 لوگ برا سمجھتے ہیں لیکن اسی شے کو جسکا نام مسرت ہے اگر دوسرے الفاظ سے تعبیر
 کرو تو اُسکی خواہش کو لوگ برا نہیں سمجھتے — مثلاً اگر اس مسرت کا نام رکھا جائے عزت
 و شہرت و نام و وقار تو ان چیزوں کے حصول کی خواہش کو لوگ چنداں برا نہیں سمجھتے
 جو لوگ علم اخلاق اور سیاست مدن کو اصول رغبت و نفرت پر متحول کرتے ہیں وہ ہر
 فعل کو جو اُنکی رغبت کے موافق ہے اچھا اور ہر فعل کو جس سے اُنکو بذاتہ نفرت ہے برا
 کہتے ہیں مگر اُنکے پاس اُن افعال کی اچھائی یا برائی کے لیے کوئی اور دلائل بندز اُنکی
 ذاتی رغبت و نفرت کے نہیں ہیں — یہ لوگ عجیب فطری دلائل پیش کرتے ہیں — ایشیاد
 کے پرانے پادشاہوں کا اکثر یہی اصول رہا ہے کہ جو فعل اُنکی طبیعت کے خلاف ہے وہ جرم
 ہے بغیر اس امر کے لحاظ کے کہ اُس سے راحت یا مسرت انسانی منتج ہوتی ہے یا نہیں،
 تعصب مذہبی بھی اسی اصول پر مبنی ہے — ایک مذہب والے دوسرے مذہب کے
 لوگوں کو کافر اور مرتد اور واجب القتل قرار دیتے ہیں — تمام جدال و قتال مذہبی جو
 پہلے زمانوں میں ہونے لگا وہ اس اصول پر مبنی ہے — بہت سے ایام سال کے ہوں جس
 میں اگر کوئی امر کبھی کسی گروہ کے خلاف رغبت صادر ہوا ہے تو وہ گروہ اُن ایام کو
 نہایت رنج و ملال کے ایام سمجھتا ہے اور اُن لوگوں سے وہ گروہ عداوت رکھتا ہے جو لوگ
 اُسدن بُری امر خوشی کا کریں و بالعکس — سلاطین صرف اپنے ذاتی خشم و غضب یا شوق
 حصول ملک و شہرت میں لکھو کہ بندگان خدا کا خون جنگ و جدال میں بہا دیتے
 ہیں — مصلحتان قوم سے نفرت نیا طریقہ اختیار کرنے پر اپنی راہ کو چھوڑنے کی مخالفت
 اسی اصول پر مبنی ہے — یہ سب مثالیں اصول رغبت و نفرت کی تھیں — چونکہ
 کوئی شخص صاف یہ امر نہیں کہہ سکتا کہ جو میں کہتا ہوں وہی صحیح ہے اور جو
 اُسکے خلاف ہے احمق ہے یا بھونڈا ہے یا کافر ہے لہذا ہر زمانہ میں جو اس اصول

رغبت و نفرت کے پھر وہیں مختلف طریقوں اور مختلف الفاظ میں اس اصول کو ظاہر کرتے ہیں حالانکہ غور سے دیکھو تو مراد اُن سب کی یہی ہے کہ جو ہماری رائے ہی وہی صحیح ہے اور اُسہکی پیروی کرنا چاہیئے — مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ خُدا نے ہم میں ایک قوت دی ہے جسکا نام ہے کانشنس یا وجدان ذاتی یہی قوت نوک و بد میں تمیز کرتی ہے — یہ شخص کہتا ہے کہ فلاں فعل برا ہے کیونکہ ہمارا کانشنس بتاتا ہے کہ وہ فعل برا ہے فلاں کام اچھا ہے کیونکہ ہمارا کانشنس اُس فعل کو اچھا کہتا ہے — اصل میں ان افعال کی اچھاائی و برائی صرف اُسکی رائے کے مطابق ہے لیکن اپنے تئوں الزام خود مختاری سے بچانے کے لیئے اُس نے اُس رائے کو ایک فرضی شی کانشنس پر محمول کیا ہے — دوسرا شخص کہتا ہے کہ نہیں فہم ایک چیز ہے جو نیک و بد میں تمیز کرتی ہے وہ کہتا ہے کہ فلاں فعل نوک ہے کیونکہ ہمارا فہم یہی کہتا ہے اور جو شخص اسکے خلاف ہے وہ فہم نہیں رکھتا — غرضکہ یہ سب لوگ اپنی رائے کی فتحیابی کے لیئے اور اسواسطے کہ لوگ اُس رائے کی پیروی کریں بے افتہا کُفت اڑھاتے ہیں لڑتے ہیں اور جھگڑتے ہیں اور اپنے تئوں مصیبت میں ڈالتے ہیں — لیکن یہ امر بھی یہاں پر ذکر کر دینا ضرور ہے کہ یہ اصول رغبت و نفرت کبھی کبھی اصول یوتلٹی سے منطبق ہو جاتا ہے اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ فطرت انسانی راحت سے رغبت اور تکلیف سے نفرت کرتی ہے لہذا اکثر وہ اشیاء جنسے لوگ رغبت کرتے ہیں وہی ہیں جو راحت بخش ہیں اور وہ اشیاء جنسے نفرت ہے وہی ہیں جو تکلیف دہ ہیں اور اصول یوتلٹی بھی راحت افزا اشیاء کو پسند و تکلیف دہ اشیاء کو نا پسند کرتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ جرم سوئے و قتل و فریب وغیرہ تمام دنیا اور تمام قوموں میں بڑے سنجھے گئے ہیں اصول رغبت و نفرت والے اپنی فطرتی نفرت سے اُسکو برا کہتے ہیں اور اصول یوتلٹی والے اُسکو تکلیف دہ ہونیکے وجہ سے برا کہتے ہیں — اسوجہ سے بنتھم نے اصول رہبانیت اور اصول رغبت و نفرت کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے تاکہ یہ دونوں اصول یوتلٹی کے لباس میں ہوکر انسان کو غلطی میں نہ ڈالیں — اسکے بعد بنتھم نے اسباب نفرت کو بیان کیا ، یعنی کیا وجہ ہیں جنسے انسان خراہ مخراہ ایک شی سے نفرت کرنے لگتا ہے ، ان اسباب کا جاننا بھی ضرور ہے کیونکہ یہی اسباب انسان کو اصول رغبت و نفرت کی طرف کھینچ لیجاتے ہیں اور آدمی اپنی اُس نفرت کی وجہ سے جو اُس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے ایک شی کو برا سمجھنے لگتا ہے بغیر اس امر کے غور کے کہ اُس شی سے مسرت انسانی بڑھتی ہے یا نہیں ؟ وہ اسباب یہ ہیں *

اولا تنفر حراس مثلاً کیچورا جو ایک کیڑا بد ہیئت ہوتا ہے اور نظر کو جو منجھلے ایک حراس کے ہے برا معلوم ہوتا ہے لہذا وہ بیچارہ بارجربیکہ کسکو نقصان نہیں

پہونچنا نجس سمجھا جاتا ہی لوگ اُس سے نفرت کرتے ہیں، یہی حال صدعا جانوروں کا ہی جو صرف اپنی بد ہیئت کے سبب یا اس سبب سے کہ اُنہوں ایک بو ایسی ہوتی ہی جو ہمارے شامہ کو تکلیف پہونچاتی ہی ہمارے ہاتھ سے مصیبت میں گرفتار رہتے ہیں *

ثانیاً — تخالف رائے وغیرہ — جو ہماری سی رائے نہیں رکھتا خواہ مخواہ اُس سے نفرت معلوم ہوتی ہی *

ثالثاً — یہود سے کا ٹوت جانا — فرض کرو کہ میں زید سے اپنے خیال و رغبت کے موافق اہد رکھتا تھا کہ اگر میں اُس سے گاڑی مانگوں گا وہ مجھے دیدیگا میں نے گاڑی مانگی اُس نے نہی اس سے خواہ مخواہ مجھے اُس سے ایک نفرت پیدا ہوگئی اور اُسکے کسی فعل پر مجھے یہود سے فہمکا *

رابعاً — اس امر کی خواہش کہ لوگ ہمارے ہی مذاق اور لطف کی باتیں کریں *

خامساً — حسد مثلاً کوئی شخص نہایت غریب تھا دفعتاً امیر کیوں ہو گیا کو اُس نے ہم کو کوئی نقصان نہیں پہونچایا تاہم اس امر کا حسد ہمارے دل میں پیدا ہوتا ہی کہ وہ کیوں بڑہ گیا، اور ایسے شخص کا نام خواہ مخواہ حقارت سے لیا جاتا ہی کوئی اُس کو نوخیز کہتا ہی کوئی کہتا ہی کہ اُسکی آنکھوں میں چربی چھائی ہوئی ہی و قس علیٰ هذا *

بقیہ کا قول ہی کہ یہی حسد اکثر لوگوں کو اصول رہبانیت کی طرف بھی کھینچ لیتا ہی کیونکہ دولت کی حد اعتدال وسیع نہیں ہی اور سب لوگوں کا دولت میں برابر ہو جانا غیر ممکن ہی لیکن غریبی و مفلسی ایسی چیز ہی جو سب کو گھٹا کر ایک درجہ پر لاسکتی ہی — پس اہل حسد جب دوسروں کو اپنے سے زیادہ دولت مند دیکھتے ہیں تو اصول رہبانیت کو خوب بڑھانا چاہتے ہیں تاکہ سب تارک الدنیا ہو کر ایک حالت پر آجائیں *

ان تمام اصولوں اور اسباب نفرت کے بعد بقیہ نے اُس امر کا ذکر کیا ہی کہ عام سیاست مدن پر ان اصولوں کا کیا اثر ہوتا ہی — وہ کہتا ہی کہ اصول رہبانیت کا اثر تو بہت کم عام سیاست مدن پر ہوتا ہی کیونکہ گورنمنٹ کا مقصد ہمیشہ یہ رہتا ہی کہ طاقت و غلبہ و دولت ہو اور اصول رہبانیت اسکے خلاف ہی لہذا کسی زمانہ میں کسی گورنمنٹ یا بادشاہ نے رہبانیت کو اصول سلطنت نہیں بڑھایا ہی — اصول یوتلٹی پر بھی بہت کم آج تک لحاظ ہوا بجز اُس کے کہ کسی بادشاہ نے اپنی رغبت کے موافق کوئی قانون جاری کیا ہو اور اتفاق سے اُس زمانہ کی حالت کے موافق وہ قانون لوگوں کے فوائد کا بھی

منتج ہو گیا ہو — مثلاً ایک بادشاہ نے جسکو چوری سے نفرت طبعی تھی حکم دیا کہ چور قتل کردالے جایا کریں یہ قانون اُسکا گو اُسکی ذاتی نفرت پر مبنی تھا مگر اُس زمانہ میں چونکہ چوری بہت زیادہ ہوتی تھی لوگوں کے لئے یہ قانون مفید بھی ہو گیا ، لیکن اکثر سہاست مدن کا علم اصول رغبت و نفرت ہی پر منحصر رہا ہی اور سلاطین نے قوانین اپنی رائے اور طبیعت کے موافق بنائے ہیں اسوجہ سے اکثر سلاطین نے مسرات انسانی اور انسان کی بہتری کو تو جو مقصود اصلی ہیں کنارے رکھا اور تہذیب و تعلیم اور انصاف اور دولت اور طاقت کو جو صرف وسائل مسرات انسانی ہوں اصل مقصود گردانا ہی — تہذیب یا تعلیم یا دولت مقصود بالذات اشیاء نہیں ہیں بلکہ انکی خواہش صرف اسوجہ سے کی جاتی ہی کہ ان سے مسرت انسانی حاصل ہوتی ہی — اس کے بعد بنتھم نے اقسام مسرات بیان کیئے ہوں ، وہ کہتا ہی کہ مسرت مفرد ہی یا مرکب اگر ایک چیز سے حاصل ہو تو مفرد ہی مثلاً ایک شی خوبصورت کو ہمنے دیکھا اس سے جو مسرت حاصل ہوئی وہ مسرت مفرد ہی ، اور بہت سی اشیاء کے مجموعہ سے جو مسرت حاصل ہو وہ مرکب ہی مثلاً ہم ایک جلسہ رقص میں شریک ہوئے حسینوں کی صورت باجے کی آواز نغمہ کی عذگئی اس سب مجموعہ سے جو ایک مسرت حاصل ہوئی وہ مسرت مرکب ہی — اسطرح سے آلم کی بھی دو قسمیں ہوں *

اسکے بعد بنتھم نے مسرات مفردہ اور آلم مفردہ کا ذکر کیا ہی ، اُس کے بعد وہ لکھتا ہی کہ یہ مسرات اور آلم کسی نہ کسی وجہ سے پیدا ہوتے ہوں اگر کسی طبعی وجہ سے پیدا ہوں تو ان مسرات و آلم کو اقتضائے طبعی کہتے ہوں — مثلاً بارش ٹنٹ سے ہوئی اور ہمارا مکان گر گیا اس مکان کے گرجانے کا جو رنج ہمکو ہوا وہ اثر ہی ایک طبعی اور قدرتی سبب یعنی بارش کا اسوجہ سے اسکو اقتضائے طبعی کہتے ہوں ، اگر وہ اثر ہی کسی اخلاقی سبب کا تو اسکو اقتضائے اخلاقی کہتے ہوں مثلاً ہمارا ہمسایہ ہمسے عداوت رکھتا تھا اور اُس نے ہمارے مکان میں آگ لگادی اس سے جو رنج ہمکو پہونچا یہ اثر ہی ایک اخلاقی سبب کا اور اسوجہ سے اسکو اقتضائے اخلاقی کہتے ہوں ، یا وہ اثر ہی کسی پولیٹکل سبب کا مثلاً کسی جرم میں بادشاہ وقت نے ہمارا مکان جلا دیا اسکو اقتضائے مملکتی کہتے ہوں ، یا وہ اثر ہی کسی مذہبی امر کا مثلاً وہ گھر ہمارے خیال میں خدا نے ایک گناہ کی سزا میں جلوا دیا اسکو اقتضائے مذہبی کہتے ہوں *

اسکے بعد بنتھم نے راحت و تکلیف یا مسرت و الم کے اندازہ کرنیکا طریقہ بیان کیا ہی — وہ لکھتا ہی کہ جب مسرت و آلم کو فی نفسہ خیال کرو یا اس حیثیت سے اُنکو خیال کرو کہ اُن کا تعلق ایک شخص خاص سے ہی تو وہ مسرات و آلم چار حالات پر مبنی ہوتے ہوں *

۱ — اُنکی مقدار یعنی مثلاً کوئی الم نہایت شدید ہی کوئی الم کسقدر کم ہی کوئی ایسا ہی کہ دلہر اسکا بہت زیادہ اثر نہیں ہوتا *

۲ — اُنکے زمانہ قیام کی مقدار مثلاً ایک مسرت یا الم ہی کہ وہ گھنٹہ دو گھنٹہ تک قائم رہتا ہی کوئی مسرت و الم ہی جو بہت دنوں تک قائم رہتا ہی کوئی اُس سے زیادہ *

۳ — اُس کا تحقق مثلاً ایک بکس بند فیلم ہوتا ہی ہمکو معلوم نہیں کہ اُس میں چراغ ہیں یا روپیہ ہیں یا پیسے ہیں یا ٹھیکریں ہیں لہذا اُس کے خریدنے سے جو مسرت ہمکو ہوگی وہ محقق نہیں ہی اور جسقدر وہ مسرت محقق ہوتی جائے اُسقدر اُس بکس کی قیمت بھی بڑھتی جائیگی *

۴ — اُسکا قریب الوقوع ہونا — مثلاً ایک اراضی کو ہم خریدتے ہیں اور اُسپر کوئی بار رہن وغیرہ ایسا ہی جسکی وجہ سے وہ اراضی پچاس سال کے بعد ہمارے قبضہ حقیقی میں آئیگی یعنی وہ مسرت یا فرائد جو اُس اراضی سے ہمکو حاصل ہونگے پچاس سال اُطرف ہٹے ہوئے ہیں جسقدر اُس اراضی کا ملنا قریب الوقوع ہوتا جائیگا اُسقدر مسرت زیادہ ہرتی جائیگی *

پھر اگر ہم اُن مسرات و آلم کو اس حیثیت سے خیال کریں کہ اُن سے اور مسرات و آلم کے منتج ہونے کی اُمید ہی یا نہیں تو در اور حالات پر لحاظ کرنا ہوگا *

(۱) اُن مسرات و آلم کی توریث (۲) اُنکی تخلص، اگر وہ مسرت یا الم ایسا ہی جس سے اُسی قسم کی اور مسرت یا الم کے پیدا ہونیکی اُمید ہی تو وہ مسرت یا الم مورث ہی اور اگر وہ مسرت ایسی ہی جس سے کسی اُور مورث کے پیدا ہونیکی اُمید نہیں ہی یا وہ الم ایسا ہی جس سے کسی اُور الم کے پیدا ہونیکی اُمید نہیں ہی تو وہ مسرت یا الم خالص کہلائگا — پھر اگر ان مسرات و آلم کے ساتھ کسی جماعت کا تعلق خیال کیا جائے تو ایک اُور حالت لحاظ طلب پیدا ہوتی ہی یعنی وسعت یعنی یہ کہ وہ مسرت یا الم کتنے اور اشخاص تک متعدی ہو سکتا ہی، خلاصہ یہ کہ مسرات و آلم کی مقدار دریافت کرنے کے لیے ۷ حالتوں پر نظر ڈالنا پڑتا ہی — (۱) مقدار (۲) اُنکی دیو پائی (۳) اُنکا تحقق (۴) اُنکا قریب الوقوع ہونا (۵) اُنکی توریث (۶) اُنکا خلوص (۷) اُنکی وسعت — پس اب جس فعل کی خوبی و برائی کا اندازہ کرنا ہو تو اولاً دیکھو کہ اُس فعل سے کس کس قسم کی راحتیں یا مسرات کس مقدار کی منتج ہوتی ہیں اسکو تو آمدنی یا منافع قرار دو، پھر دیکھو کہ اُسی فعل سے کس کس قسم کی تکالیف یا آلم اور کس مقدار کے منتج ہوتے ہیں انکو خرچ یا نقصان قرار دو تب اس نقصان کو اُس منافع سے معجزہ کر کے دیکھو کہ مسرت زیادہ رہتی ہی یا الم اگر مسرت زیادہ رہتی ہی تو وہ فعل اصول یوٹلی

کے مطابق اچھا ہی والا نہیں — اب میں اسکی ایک مختصر اور سہل مثال دیتا ہوں جس سے اس قاعدہ کا طریق عمل لوگوں کو معلوم ہو جائے اور سمجھ لیں کہ اسطرح سیاست مدین میں بھی اس پر عمل کیا جاتا ہے اور جرایم کی مقدار وغیرہ دریافت ہو سکتی ہے اور اُسکے مطابق اُسکی سزا قائم کی جاسکتی ہے — مثلاً ایک شخص تنہا جاتا ہے اور سو روپیہ اُس کے پاس ہیں ہم چاہتے ہوں کہ اُسے مار کر چھین لیں اب دیکھنا چاہیئے کہ اس فعل کی یوتلٹی کیسی ہے — اس کا حساب ہم یوں لگائیے:

الام

مسرت

مقدار (۱) سو روپیہ ہم کو ملے گی
یعنی سو روپیہ کی مسرت ہم کو حاصل ہوگی *
(۱) اُسکا سو روپیہ کا نقصان ہوگا اور یہ نقصان چونکہ جبر کے ساتھ ہوگا تو اسکا اُس شخص کو رنج بھی بہت زیادہ ہوگا *
(۲) یہ رنج اور یہ خوف جو اُسکے دل میں پیدا ہوا غیر مستعدوں زمانہ تک رہیگا *
ماہواری ہمارا خرچ ہے *

تین (۳) فرض کرو کہ ایک تہائی
اس امر کا یقین ہے کہ وہ جرم افشا نہ ہو
اور اس مسرت سے ہم مستفید ہوں *
قریب الوقوع ہونا (۴) یہ مسرت
نہایت قریب الوقوع ہے کیونکہ وہ شخص
سامنے کھڑا ہے اور تنہا ہے اسوقت اگر ہم
چھین لیں تو ابھی وہ مسرت سو روپیہ کی
ہم کو حاصل ہوتی ہے *

تربیت (۵) یہ مسرت خالص نہیں
ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ہم پھس جائیں
اور اسوجہ سے یہ مسرت مورت الم
ہو جائے *

اُسکو دوسرا الم لاحق ہو *

تعدیہ (۶) یہ مسرت متعدی نہیں
اگر ہے بھی تو صرف چند اشخاص کے
لیئے جو ہمارے خاندان میں ہیں *

(۶) اس سو روپیہ کے جانے سے اُس
محفل کے رہنے والوں اور شہر کے رہنے والوں
کو خوف پیدا ہوگا اور اسوجہ سے متعدی ہوگا *

پس ان تمام حالات پر غور کرفہمکے بعد معلوم ہوسکتا ہی کہ یہ میوا فعل کھسا ہی —
اب بہت سے حالات ایسے ہیں جس سے اُس مسرت و الم کی مقدار اور حالت اور اُسکا اثر
دلبر تہر جاتا ہی یا گومت جاتا ہی اسوجہ سے بنتم نے اُن حالات کا بالتفصیل ذکر کیا
ہی — وہ حالات بہت سے ہیں ایک اُن میں سے مثلاً صحت ہی — ایک طمانچہ فرض
کرو کہ ہم ایک صحیح و سالم شخص کے لگائیں اس طمانچہ کا اثر اُس طمانچہ سے کم
ہوگا جو ایک بیمار و لاغر و ضعیف کے لگائیں — دوسرا اُن میں سے مثلاً خہال عزت ہی
ایک معزز شخص کو ہم گالی دیں اُسکا اثر اُس کے دلبر بہ نسبت اُس گالی کے بہت زیادہ
ہوگا جو ہم ایک کمینہ کو دیں ، علی ہذاالقیاس اور بہت سے حالات ہیں جنکا مفصل ذکر
اُس نے کیا ہی ، *

اس کے بعد بنتم لکھتا ہی کہ قانون بنانے والا یا بادشاہ اور کچھ نہیں کرسکتا بجز
اس کے کہ ایک برائی کے ذریعہ سے دوسری برائی کی روک کرے مثلاً کسیکو قید کرنا ایک
برائی ہی لیکن چوری کی روک نہیں ہوسکتی مگر سزائے قید کے ذریعہ سے لہذا قانون
بنانے والہ نے سزائے قید کو جو ایک برائی ہی ذریعہ تہرایا ہی دوسری برائی کی روک کے لیئے
یعنی چوری کے لیئے — پس جب برائی کی روک صرف برائی کے ذریعہ سے ہوسکتی ہی
تو قانون بنانے والوں کو اس امر کا دریافت کرنا لازم ہی کہ ان دونوں برائیوں میں سے کون
برائی بڑی ہی کیونکہ ہمیشہ چہوتی برائی کے ذریعہ سے بڑی برائی کی روک ہونا چاہیئے ،
فرض کرو کہ ایک شخص عہ چورائے اور اُسکو قتل کی سزا دیجائے تو طریقہ مصرحہ بالا
پر عمل کرنے سے صاف معلوم ہوجائیگا کہ جو مضار اُس عہ کی چوری سے پیدا ہوئے وہ
نہایت قلیل ہیں بہ نسبت اُن مضار کے جو اُس چور کے قتل سے منتج ہونگے — لہذا
ضرور ہوا کہ برائیوں کی تفصیل کیجائے — پس بنتم نے اُن برائیوں کو تفصیلاً بیان کیا
ہی — وہ کہتا ہی کہ جب کوئی فعل شرکسی شخص کے ساتھ کیا جائے تو اُس سے جو
برائی منتج ہوتی ہی اُس کی دو بڑی انسام ہیں *

۱ — جو ضرر کہ اُس شخص خاص کو پہونچے جس کے ساتھ وہ فعل کیا گیا ہی اسکو
ضرر درجہ اول کہتے ہیں *

۲ — وہ ضرر جو اولاً ایک شخص خاص کو پہونچتا ہی بعدہ تمام جماعت میں پھیلتا
ہی اور غیر محدود اشخاص میں پھیل جاتا ہی اسکو ضرر درجہ دوم کہتے ہیں ، مثلاً زہد
نے عمرو کے یہاں چوری کی جو ضرر کہ عمرو کو پہونچا وہ ضرر درجہ اول ہی اور جو خوف
کہ اس چوری سے تمام اُس کے محملہ والوں بلکہ اور تمام اشخاص میں جنہوں نے یہ ماجرا
سنا پیدا ہوا اس کی ضرر درجہ دوم کہتے ہیں — پھر درجہ اول کے ضرر کی دو قسمیں
ہیں ایک وہ ضرر جو اُس شخص متضرر کو پہونچتا اسکو ضرر ابتدائی کہتے ہیں دوسرا وہ

ضرر جو اُسکی وجہ سے اُسکے اہل و عیال کو پہونچا اُسکے دوست و احباب کو پہونچا اسکو ضرر منتجہ کہتے ہیں، غرضکہ اسطرح اور بہت سے اقسام کی برائیاں یعنی اضرار ہیں اور اسطرح اچھائیوں یعنی فوائد کے بھی اقسام ہیں — ان برائیوں کی تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ بہت سے افعال ایسے ہیں جنسے برائیاں بہ نسبت اچھائیوں کے زیادہ پیدا ہوتی ہیں — پس یہی افعال ہیں جنکی قانون بنانے والوں کو ممانعت کرنا چاہیئے، اور جس فعل کی کہ یوں ممانعت کیجائے اُسکو جرم کہتے ہیں، اور یہ ممانعت قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ اُس فعل کے لئے کوئی سزا نہ مقرر کیجائے — اس کے بعد بقتہم نے علم اخلاق اور سیاست میں فرق بیان کیا ہے یہ نہایت دلچسپ ہے مگر زیادہ مشکل نہیں ہے بعد اُن غلط طریقوں کا بیان کیا ہے جو اکثر اشخاص مفاظہ اور بحث کے وقت اختیار کرتے ہیں * ۱ — مثلاً قدامت بعض لوگ اس قدامت کو ہر چیز عمدگی کی دلیل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں امر قدیم سے چلا آتا ہے حالانکہ قدامت کوئی دلیل کافی نہیں ہے * ۲ — بعض لوگ مذہب سے دلیل لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہب میں یوں لکھا ہے یہ بھی دلیل کوئی کافی نہیں ہے کیونکہ جو لوگ اُس مذہب کو نہیں مانتے اُنکے سامنے وہ کوئی چیز نہیں ہے *

۳ — بعض لوگ یوں دلیل پیش کرتے ہیں کہ فلاں چیز نئی ہے اور کل کی ایجاد ہی اسوجہ سے لغو ہے حالانکہ تجدید دلیل لغویت نہیں ہے * ۴ — بعض لوگ اشیاء کی چند فرضی تعریفات قائم کرتے ہیں اور اُسکو دلائل کی بنا قائل ہیں حالانکہ فرضی تعریفات پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی — مثلاً ایک شخص مان لے کہ ہونے قانون کی ایک تعریف کی ہے جو خاص اُسکی ہے اور اُسی تعریف کی بنا پر اُس نے اپنے تمام دعائی کو قائم کیا ہے حالانکہ وہ تعریف خود مسلم نہیں ہے، اُس نے لکھا ہے کہ قانون چند دائمی تعلقات کا نام ہے — یہ تعریف سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کے معنی کیا ہیں *

۵ — بعض لوگ استعارات سے بحث کرتے ہیں حالانکہ استعارات دلائل نہیں ہو سکتے مثلاً رومن کیتھولک لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی مجرم کسی گرجا گھر میں پناہ لے تو اُسکو گرفتار نہ کرنا چاہیئے دلیل اسکی یہ ہے کہ گرجا گھر خدا کا گھر ہے اور خدا کے گھر سے کسی گرفتار کرنا خلاف ادب ہے — گرجا کو خانہ خدا بتانا صرف استعارہ ہے کوئی دلیل نہیں ہے — ایک ہندو اور مسلمان سے گفتگو ہوئی مسلمان نے کہا کہ اسلام سمندر ہے جس میں تمام دریا آکر گرتے ہیں اُس ہندو نے جواب دیا کہ اگر اسلام سمندر ہے تو سمندر کا پانی فاقابل استعمال اور شر ہے ہوتا ہے اسوجہ سے اسلام فاقابل قبول ہے — پس ایسے استعارات کی وجہ سے دلیل بجائے قری ہوئے کے ضعیف ہو جاتی ہے *

۶ — مفروضات سے یعنی ایسی اشیاء سے ، جنکی اصلیت کچھ نہیں ہی ، بحث کرنا بھی امر لغو ہی مثلاً ایک نامی مقنن بلیک اسٹون ، بادشاہ کو سب سے برتر قرار دیتا ہی اس دلائل سے کہ بادشاہ ہر جگہ موجود رہتا ہی — اور بادشاہ کبھی غلطی نہیں کرتا — مگر یہہ دہریوں امور صرف مفروضات ہیں *

۷ — ادھام بھی دلیل نہیں قرار دیئے جاسکتے — مثلاً ایک مقنن نے کہا ہی کہ باپ کو اپنی اولاد پر ایسے حقوق ہیں ، جیسے ایک مالک کو اپنی مملوک شی پر اور دلائل اُسکے یہہ ہیں — اولاً اولاد اُس گھر میں پیدا ہوئی ہی جسکا مالک اُسکا باپ ہی — ثانیاً یہہ کہ جس خاندان میں وہ اولاد پیدا ہوئی اُس خاندان کا افسر اُس کا باپ ہی — ثالثاً یہہ کہ اولاد اپنے باپ کے تخم سے ہی اور اُسکا جزو ہی — مگر یہہ تینوں باتیں اختراع و مہمی ہیں فرض کرو کہ زید کی اولاد ایک ایسے گھر میں پیدا ہو جسکا مالک عمرو ہو تو بموجب ان دلائل کے اُس اولاد پر عمرو کے حقوق ہیں نہ زید کے فرض کرو کہ زید اپنے خاندان کا افسر نہیں ہی بلکہ خالد افسر خاندان ہی تو بموجب ان دلائل کے خالد کا حق اُس اولاد پر ہی اور جزیئت کو دلائل مملوکیت سمجھنا متخص ایک باطل وہم ہی *

۸ — جواہر کے متعلق امور میں اکثر رغبت و نفرت پر دلائل مبنی کیئے جاتے ہیں مثلاً ایک شخص نامی چور ہی اکثر لوگ اس شہوت کو اسکی سزا دیئے کے لیئے کافی دلائل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ لوگ عموماً اُس شخص سے نفرت کرتے ہیں پس اُسکو سزا ہونا چاہیئے *

۹ — بعض لوگ ایک ایسے امر پر اپنی دلائل کو مبنی کرتے ہیں جو خود ثابت نہیں ہوا — مثلاً بعض اشخاص کہتے ہیں کہ فلاں کام برا ہی کیونکہ اُس میں خوج زیادہ ہی — حالانکہ ابھی تک یہہ ثابت نہیں ہوا ہی کہ عموماً زیادہ خوج کو برا ہی چیز ہی *

۱۰ — قانون فرضی بھی دلیل نہیں ہوسکتا ، مثلاً بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کام قانون فطرت کے خلاف ہی حالانکہ ابھی ثابت نہیں ہوا کہ جس امر کو وہ قانون فطرت قرار دیتے ہیں در حقیقت وہ قانون فطرت بھی ہی — غرضکہ بقتہم ان تمام دلائل کو لغو سمجھنا ہی اُسکا قول ہی کہ جس فعل کی اچھائی یا برائی کو ثابت کرو مسرت و الم کی مقدار کے حساب سے ثابت کرو اور یہی ایک عمدہ طریقہ استدلال کا ہی — اس کتاب کے ترجمہ کرنے میں مجھے نہایت دقتیں پیش آئیں اولاً تو مضمون خرد خشک اور فلسفی ہی نہ کوئی قصہ کہانی ہی نہ کسی نثر صرف کے قواعد ہیں کہ جسکو انسان پڑھتا اور سمجھتا چلا جائے ، یہہ مضمون بالکل دماغ و عقل سے متعلق ہی کسی زبان میں ہو مشکل معلوم ہوگا — اپنی اصلی زبان میں بھی یہہ کتاب ایسی مشکل ہی کہ کوئی شخص کو انگریزی اُسکی زبان مادری ہو لیکن اگر فلسفہ اور منطق سے وہ واقف نہیں ہی تو اس

کتاب کے اعلیٰ مضامین کو بخوبی نہیں سمجھ سکتا — ثانیاً یہ کہ گو ہمارے زبان اردو باعتبار اپنی بناوت کے ایسی وسیع ہے کہ علمی اصطلاحات کو قرار دینے کے لیے ہر ایک زبان کے الفاظ اُس میں داخل ہو سکتے ہیں مگر اُن کے داخل کرنے میں جب اس امر کا خیال ہوتا ہے کہ الفاظ مانوس داخل ہوں اور غیر مانوس کے داخل کرنے سے اجتناب کیا جاوے تو سخت مشکل ہو جاتی ہے اور جب کوئی مانوس لفظ اصطلاح میں داخل کرنے کے لیے دستیاب ہوتا ہے تو ایک اور مشکل پیش آتی ہے کہ پہلے سے اُس لفظ کا ایک مفہم لوگوں کے ذہن میں بیٹھا ہوا ہوتا ہے اور جس مراد و مفہم سے وہ لفظ علمی اصطلاح میں استعمال کیا جاتا ہے وہ دوسرا مفہم ہوتا ہے پس اس طرح پر اُسکو استعمال نہیں لانا کہ اُس لفظ سے لوگوں کا خیال اُس پہلے مفہم کی طرف نہ جائے بلکہ اُس مفہم کی طرف جائے جو اُس علمی اصطلاح میں قائم ہوا ہے نہایت ہی مشکل ہوتا ہے اس پچھلے امر سے بچنا واجبات سے ہے اور اسلئے بعض اوقات غیر زبان کا لفظ یا غیر مانوس لفظ اختیار کرنا پڑتا ہے — میں نے اس کتاب کے ترجمہ میں ان سب مشکلات پر خیال کیا ہے اور جہاں تک سمجھ سے ہو سکا ہے اُسکے حل کرنے میں کوشش کی ہے — پس تو یہ کتاب ترجمہ ہونے کے بعد بھی بخوبی اُنہوں لوگوں کے سمجھنے کے لائق ہے جنہوں نے اپنے یہاں کے عربی فلسفہ اور منطق کو دیکھا ہے — بفتحہ نے بھی جب اس کتاب کو لکھا تھا تو سمجھ لیا تھا کہ مبتدی لوگ اسکو نہیں پڑھیں گے اور اسوجہ سے اُس نے جا بجا مسائل فلسفی اور واقعات تاریخی کی طرف صرف اشارہ کر دیا ہے اُن اشاروں کو وہ لوگ نہیں سمجھ سکتے جو فلسفہ و تاریخ سے ناواقف ہوں — ثالثاً یہ کہ طریقہ تحریر انگریزی کا ہمارے تحریر سے ایسا مختلف ہے کہ بعض فقرات بفتحہ کا اگر ٹپیک لفظی ترجمہ بلا گٹھائے پڑھائے کر دیا جائے تو بالکل بے معنی معلوم ہو اور اسوجہ سے جا بجا تشوینحات پڑھائی گئی ہیں جو خطوط ہلالی نے درمیان میں لکھی ہیں — اور جا بجا گھٹانے اور پڑھانے کی ضرورت ہوئی ہے — اس امر کا ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ان تمام مشکلات کو طے اور حل کرنے میں بیش بہا اعانت مجھے اُستادی مولوی سید امجد علی صاحب ایم اے سے ملی ہے جو بالفعل مدرسۃ العلوم علیگڑہ میں لاجک ایفڈ فلاسفی کے پروفیسر ہیں — اور قوم کو جسقدر فائدہ کہ اس کتاب کے ترجمہ ہو جانے سے پہونچے بڑا حصہ اُس کا صرف جناب مولوی صاحب موصوف کی بدولت ہے — لیکن جو کچھ غلطی ترجمہ میں یا مضمون میں ہو اُسکا الزام بالکل مجھ پر ہی کیونکہ جناب مولوی صاحب موصوف کو اسقدر وقت نہ تھا کہ وہ کامل غور فرما سکیے — دوسرا امر یہ ہے کہ ناظریں کتاب ہذا جسقدر تکرار سے اس کتاب کو دیکھو گے اُسقدر اسکے مطالب سے اُنکو حظ ہوگا *

راقم

مہدی حسن منصف

راہ بریلی

آزادی دے

بعض احباب کی خواہش سے مکرر چاہا گیا

ہم اپنے اس آرٹیکل کو ایک بڑے لائق اور قابل زمانہ خاں کے فیلسوف کی تحریر (ماز لبرٹی) سے اخذ کرتے ہیں — رائے کی آزادی ایک ایسی چیز ہے کہ ہر ایک انسان اُسپر پورا حق رکھتا ہے فرض کرو کہ تمام آدمی بجز ایک شخص کے کسی بات پر متفق الراء ہیں مگر صرف وہی ایک شخص اُنکے برخلاف رائے رکھتا ہے تو اُن تمام آدمیوں کو اُس ایک شخص کی رائے کو غلط ٹھہرانے کے لیئے اُس سے زیادہ کچھ استحقاق نہیں ہے جتنا کہ اُس ایک شخص کو اُن تمام آدمیوں کی رائے کے غلط ثابت کرنے کا (اگر وہ ثابت کر سکے) استحقاق حاصل ہے کوئی وجہ اس بات کی نہیں ہے کہ پانچ آدمیوں کو تو بمقابلہ پانچ آدمیوں کی رائیوں کے غلط ٹھہرانے کا استحقاق ہو اور ایک آدمی کو بمقابلہ نو آدمیوں کے یہ استحقاق نہ ہو رائے کی غلطی آدمیوں کی تعداد کی کمی بیشی پر منحصر نہیں ہے بلکہ قوت استدلال پر منحصر ہے جیسے کہ یہ بات ممکن ہے کہ نو آدمیوں کی رائے بمقابلہ ایک شخص کے صحیح ہو ویسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص کی رائے بمقابلہ نو کے صحیح ہو *

رایوں کا بند رہنا خواہ بسبب کسی مذہبی خوف کے اور خواہ بسبب اندیشہ برادری و قوم کے اور خواہ بدنامی کے در سے اور یا گورنمنٹ کے ظالم سے نہایت ہی بڑی چیز ہے — اگر رائے اس قسم کی کوئی چیز ہوتی جسکی قدر و قیمت صرف اُس رائے والے کی ذات ہی سے متعلق اور اُسی میں محصور ہوتی تو رایوں کے بند رہنے سے ایک خاص شخص کا یا محدود چند کا نقصان متصور ہوتا مگر رایوں کے بند رہنے سے تمام انسانوں کی حق تلفی ہوتی ہے اور کل انسانوں کو نقصان پہونچتا ہے اور نہ صرف موجودہ انسانوں کو بلکہ اُنکو بھی جو آئندہ پیدا ہونگے *

اگرچہ رسم و رواج بھی اُسکے برخلاف رایوں کے اظہار کے لیئے ایک بہت قوی مزاحم کار گنا جاتا ہے لیکن مذہبی خیالات مخالف مذہب رائے کے اظہار اور مشہور ہانے کے لیئے نہایت اقویٰ مزاحم کار ہوتے ہیں اس قسم کے لوگ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ اُس مخالف رائے کا جلاہو ہونا اُنکو نا پسند ہوا ہے بلکہ اُسی کے ساتھ جوش مذہبی اومند آتا ہے اور عقل کو سلیم نہیں رکھتا اور اُس حالت میں اُنسے ایسے افعال و اقوال سرزد ہوتے ہیں جو اُنہیں کے مذہب کو جسکے وہ طوفدار ہیں مضرت پہونچاتے ہیں وہ خود اسباب کے باعث ہوتے ہیں کہ مخالفوں کے اعتراض لا معلوم رہیں — وہ خود اسباب

کے باعث ہوتے ہیں کہ بسبب پوشیدہ رہنے اُن اعتراضوں کے اُنہیں کے مذہب کے لوگ اُنکے حل پر متوجہ نہیں اور مخالفوں کے اعتراض بلا تحقیق کیئے اور بلا دفع کیئے باقی رہ جاویں — وہ خود اسبات کے باعث ہوتے ہیں کہ اُنکی آئندہ نسلیں بسبب نا تحقیق باقی رہ جانے اُن اعتراضوں کے جسوقت اُن اعتراضوں سے واقف ہوں اُسوقت مذہب سے منحرف ہو جاویں — وہ خود اسبات کے باعث ہوتے ہیں کہ وہ اپنی نادانی سے تمام دنیا پر گویا یہہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ اُس مذہب کو جس کے وہ پیرو ہیں مخالفوں کے اعتراضوں سے نہایت ہی اندیشہ ہی اگر اُنہیں کے مذہب کا کوئی شخص بغرض حصول اغراض مذکورہ اُنکا پھیلانا چاہے تو خود اُسکو معترض کی جگہ تصور کرتے ہیں اور اپنی نادانی سے دوست کو دشمن قرار دیتے ہیں *

کیا عمدہ رائے اُس فیلسوف کی ہی کہ ”کسی رائے کے حامیوں کا اُس رائے کے برخلاف رائے کے مشتہر ہونے میں مزاحمت کرنے سے خود اُن حامیوں کا بہ نسبت اُنکے مخالفوں کے زیادہ تر نقصان ہی اسلئے کہ اگر وہ رائے صحیح و درست ہو تو اُسکی مزاحمت سے غلطی کے بدلے صحیح بات حاصل کرنے کا موقع اُنکے ہاتھ سے جاتا ہی اور اگر وہ غلط ہی تو اسبات کا موقع باقی نہیں رہتا کہ غلطی اور صحت کے مقابلہ سے جو صحت کو زیادہ استحکام اور اُسکی سچائی زیادہ تر دلوں پر موثر ہوتی ہی اور اُسکی روشنی دلوں میں بیٹھ جاتی ہی اُس نتیجہ کو حاصل کریں جو فی الحقیقت نہایت عمدہ فائدہ ہی“ *

کچھ شبہ نہیں ہی کہ عموماً مخالف اور موافق رایوں کا پھیلنا اور منتشر ہونا خواہ وہ دینی معاملہ سے علاقہ رکھتی ہوں یا دنیوی معاملہ سے نہایت ہی عمدہ اور مفید ہی دونوں قسم کی رایوں پر جدا جدا غور کرنے کا موقع ملتا ہی کہ اُن میں سے کونسی بہتر ہی یا اُن دونوں کی تائید ایسے دلائل سے ہوتی ہی جو جداگانہ ہر ایک کے مناسب ہیں ہمکو اسبات کا کبھی یقین کامل نہیں ہو سکتا کہ جس رائے کی مزاحمت میں یا بند رہنے میں ہم کربش کرتے ہیں وہ غلط ہی اور اگر یقین بھی ہو کہ وہ غلط ہی تو بھی اُسکی مزاحمت اور اُسکا انسداد برائی سے خالی نہیں *

فرض کرو کہ جس رائے کا بند کرنا ہم چاہتے ہیں حقیقت میں وہ رائے صحیح و درست ہی اور جو لوگ اُس کا انسداد چاہتے ہیں وہ اُسکی دوستی اور صحت سے منکر ہیں مگر غور کرنا چاہئے کہ وہ لوگ یعنی اُس رائے کے بند کرنے والے ایسے نہیں ہیں جنسہ غلطی اور خطا ہونی ممکن نہو تو اُنکو اسبات کا حق نہیں ہی کہ وہ اُس خاص معاملہ کو تمام انسانوں کے لئے خود فیصل کر لیں اور اور شخصوں کو اپنی رائے کام میں لانے سے محروم کر دیں کسی مخالف رائے کی سماعت سے اس وجہ سے انکار کرنا کہ ہمکو اُسکے غلط ہونے کا یقین ہی گویا یہہ کہنا ہی کہ ہمارا یقین یقین کامل کا رتبہ رکھتا ہی اور

اُسپر بحث و گفتگو کی ممانعت کرنا انبیا سے بھی بڑے بڑے گناہوں کا گناہ تھا اور اپنے تئیں ایسا سمجھنا ہی کہ ہم سے سہو و خطا کا ہونا ناممکن ہے *

انسانوں کی سمجھت پر بڑا افسوس ہے کہ جسقدر کہ وہ اپنے خیال و قیاس میں اپنے سے اس مشہور مقولہ کی سند پر کہ ”الانسان مرکب من الخطاء والنسیان“ سہو و خطا کا ہونا ممکن سمجھتے ہیں اُسقدر اپنی رائیوں اور اپنی باتوں کے عمل در آمد میں نہیں سمجھتے اُنکی عملی باتوں سے اُسکی قدر و منزلت نہایت ہی خفیف معلوم ہوتی ہے گو خیال و قیاس میں اُسکی کیسی ہی بڑی قدر و منزلت سمجھتے ہوں — اگرچہ سب اسبات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم سے سہو و خطا ہونی ممکن ہے مگر بہت ہی کم آدمی ایسے ہونگے جو اُسکا خیال رکھنا اور از روئے عمل کے بھی اُسکی احتیاط کرنا ضرور سمجھتے ہوں اور عملی طور پر اسبات کو تسلیم کرتے ہوں کہ جس رائے کی صحت کا اُنکو خوب یقین ہے شاید وہ اُسی سہو و خطا کی مثال ہو جسکا ہرناوہ اپنے سے ممکن سمجھتے ہوں *

جو لوگ کہ دولت یا منصب اور حکومت یا علم کے سبب غیر محدود تعظیم و ادب کے عادی ہوتے ہیں وہ تمام معاملات میں اپنی رائیوں کے مطابق ہونے پر یقین کامل رکھتے ہیں اور اپنے میں سہو و خطا ہونے کا احتمال بھی نہیں کرتے اور جو لوگ اُن سے کسقدر زیادہ خوش نصیب ہیں یعنی وہ جو کبھی کبھی اپنی رائیوں پر اعتراض اور حجت اور تکرار ہوتے ہوئے سنتے ہیں اور کچھ کچھ اسبات کے عادی ہوتے ہیں کہ جب غلطی پر ہوں تو متنبہ ہونے پر اُسکو چھوڑ دیں اور درست بات کو مان لیں اگرچہ اُن کو اپنی ہر ایک رائے کی درستگی پر یقین کامل تو نہیں ہوتا مگر اُن رائیوں کی درستگی پر ضرور یقین ہوتا ہے جنکو وہ لوگ جو اُن کے ارادہ گرد رہتے ہیں یا ایسے لوگ جنکی بات کو وہ نہایت ادب و تعظیم کے قابل سمجھتے ہیں اُن رائیوں کو تسلیم کرتے ہیں — یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ جو شخص جسقدر اپنی ذاتی رائے پر اعتماد نہیں رکھتا وہ شخص اُسقدر دنیا کی رائے پر عموماً زیادہ تر اعتماد رکھتا ہے جسکو بعضی اصطلاحوں میں جمہور کی رائے یا جمہور کا مذہب کہا جاتا ہے *

مگر یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ ایسے لوگوں کے نزدیک دنیا سے یا جمہور سے کیا مراد ہوتی ہے ہر ایسے شخص کے نزدیک دنیا سے اور جمہور سے وہ چند اشخاص معدود مراد ہوتے ہیں جنسے وہ اعتقاد رکھتا ہے یا جنسے وہ ملتا چلتا ہے مثلاً اُس کے درستوں یا ہم رائیوں کا فریق یا اُسکی ذات برادری کے لوگ یا اُس کے درجہ و رتبہ کے لوگ پس اُس کے نزدیک تمام دنیا اور جمہور کے معنی اُنہی میں ختم ہو جاتے ہیں اور اِس لیے وہ شخص اِس رائے کو دنیا کی یا جمہور کی رائے سمجھکر اُسکی درستگی پر زیادہ تر یقین کرتا ہے — اِس ہیئت مجموعی رائے کا جو اعتماد اور یقین اُس کو زیادہ ہوتا ہے اور ذرا بھی اُس

میں لغزش نہیں آتی اُس کا سبب یہہ ہی ہوتا ہی کہ وہ اسبات سے واقف نہیں ہوتا کہ اُس کے زمانہ سے پہلے اور زمانوں کے اور ملکوں کے اور فرقوں کے اور مذہبوں کے لوگ اُس میں کیا رائے رکھتے تھے اور اب بھی اور ملکوں اور فرقوں اور مذہبوں کے لوگ کیا رائے رکھتے ہیں ایسے شخص کا یہہ حال ہوتا ہی کہ وہ اسبات کی چوہدہی کو کہ نہ حقیقت وہ راہ راست پر چلتا ہی اپنی فرضی دنیا یا جمہور کے ذمہ ڈالنا ہی پس جو کچھہ اُسکی رائے یا اُس کا حال ہو کچھہ بھی اعتبار اور یقین کے لائق نہیں ہی اسیلئے کہ جن وجوہات سے وہ شخص بسبب مسلمان خاندان میں پیدا ہونے کے اسوقت بڑا مقدس مسلمان ہی اُنہی وجوہات سے اگر وہ عیسائی خاندان یا ملک یا بت پرست خاندان یا ملک میں پیدا ہوتا تو وہ بہلا چنگا عیسائی یا بت پرست ہوتا وہ مطلق اسبات کا خیال نہیں کرتا کہ جس طرح کسی خاص شخص کا خطا میں پڑنا ممکن ہی اسی طرح اُسکی فرضی دنیا اور خدائی جمہور کی تو کیا حقیقت ہی زمانہ کے زمانہ کا اور اُس سے بھی بہت بڑی دنیا کا خطا میں پڑنا ممکن ہی تاریخ سے اور علوم موجودہ سے بخوبی ظاہر ہی کہ ہر زمانہ میں ایسی ایسی رائیں قائم ہوئیں اور مسلم قرار پائیں جو اُس کے بعد کے زمانہ میں صرف غلط ہی نہیں بلکہ سراسر لٹو و مہمل سمجھی گئیں اور یقیناً اُس زمانہ میں بھی بہت سی ایسی رائیں مروج ہوئیں جو اُنسی آئندہ زمانہ میں اسی طرح مردود اور نامعقول تہذیبی جیسیکہ بہت سی وہ رائیں جو اگلے زمانہ میں عام طور پر مروج تھیں اور اب مردود ہو گئی ہیں *

اِس تقریر پر یہہ اعتراض ہو سکتا ہی کہ جو لوگ مخالف رائے کو غلط اور مضر سمجھکر اُسکی مزاحمت کرتے ہیں اُس سے اُن کا مطلب اسبات کا دعویٰ کرنا کہ وہ غلطی سے آزاد و بڑی ہیں نہیں ہوتا بلکہ اُس سے اُس فرض کا ادا کرنا مقصود ہوتا ہی جو اُن پر باوصف قابل سہو و خطا ہونے کے اپنے ایمان اور اپنے یقین کے مطابق عمل کرنے کا ہی اگر لوگ اِس وجہہ سے اپنی رائیں کے موافق کاربند نہیں کہ شاید وہ غلط ہوں تو کوئی شخص اپنا کوئی کام بھی نہیں کر سکتا — لوگوں کا یہہ فرض ہی کہ حتی المقدور اپنی نہایت درست رائیں قائم کریں اور بغور اُن کو قرار دیں اور جب اُنکی درستی کا بخوبی یقین ہو جاوے تو اُس کی مخالف رائیں کے بند کرنے اور مزاحمت کرنے میں کوشش کریں — آدمیوں کو اپنی استعداد و قابلیت کو نہایت عمدہ طور سے بڑھانا چاہیئے یقین کامل کسی امر میں نہیں ہو سکتا مگر ایسا یقین ہو سکتا ہی جو انسان کے مطالب کے لیئے کافی ہو — انسان اپنی کارروائی کے لیئے اپنی رائے کو درست و صحیح سمجھہ سکتے ہیں اور اُن کو ایسا ہی سمجھنا چاہیئے اور وہ اِس سے زیادہ آؤر کرئی بات اُس صورت میں اختیار نہیں کرتے جب

کہ وہ خراب آدمیوں کو ممانعت کرتے ہیں کہ ایسی رایوں کے شایع کرنے سے جو اُن کے فزیک فاسد اور مضر ہیں لوگوں کو خراب یا بد اخلاق یا بد مذہب نہ بنیں *

مگر مخالف رائے کے بند کرنے میں صرف اتنا ہی نہیں ہوتا کہ انہوں نے اپنے تئیں قابل سپر و خطا سمجھے کہ اپنے ایمان اور اپنے یقین کے موافق عمل کیا ہی بلکہ اُس سے بہت زیادہ کیا جاتا ہی۔ اس بات میں کہ ایک رائے کو اس وجہ سے صحیح سمجھا جاوے کہ اُس پر اعتراض و حجت کرنے کا ہر طرح پر لوگوں کو موقع دیا گیا اور اُس کی تردید نہ ہو سکی اور اس بات میں کہ ایک رائے کو اس وجہ سے صحیح مان لیا گیا کہ اس کی تردید کی کسی کو اجازت نہیں ہوئی زمین اور آسمان کا فرق ہی پس مخالف رایوں کی مزاحمت کرنے والے اپنی رائے کو اس وجہ سے صحیح نہیں سمجھتے کہ اُسکی تردید نہیں ہو سکی بلکہ اس لیے صحیح ٹھہراتے ہیں کہ اُسکی تردید کی اجازت نہیں ہوئی حالانکہ جس شرط سے ہم بطور جائز اپنی رائے کو عمل درآمد ہونے کے لیے درست قرار دے سکتے ہیں وہ صرف یہی ہی کہ لوگوں کو اس بات کی کامل آزادی ہو کہ وہ اُس رائے کے برخلاف کہیں اور اُس کو غلط ثابت کریں اس کے سوا آؤز کرٹی صورت نہیں ہی کہ انسان جس کے قوای عقلی اور اور قوای کامل نہیں ہیں اپنے آپ کو راہ راست ہونے کا یقین کر سکے اہل مذاہب جو صرف اپنے معتقد فیہ کی پیروی ہی کو راہ راست سمجھتے ہیں جب تک کہ وہ بھی اس بات پر مباحثہ اور اظہار رائے کی اجازت نہ دیں کہ جس طرح پر اُن کا عمل درآمد اور چال چلن یا اعتقاد اور خیال ہی وہ صحیح طور سے اُن کے معتقد فیہ کی پیروی ہی یا نہیں اُس وقت تک وہ بھی اپنے آپ کو راہ راست پر ہونے کا یقین نہیں کر سکتے *

انسان کی بچپائی حالتوں کو موجودہ حالتوں سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوتا ہی کہ ہر زمانہ میں انسانوں کا یہی حال ہی کہ سو میں سے ایک ہی شخص اس قابل ہوتا ہی کہ کسی دقیق معاملہ پر رائے دے اور نفاذے شخص اُس میں رائے دینے کی لیاقت نہیں رکھتے مگر اُس ایک آدمی کی رائے کی عمدگی بھی صرف اضافی ہوتی ہی اس لیے کہ اگلے زمانہ کے لوگوں میں انٹر آدمی جو سمجھے بوجھے اور لیاقت میں مشہور تھے ایسی رائیں رکھتے تھے کہ جن کی غلطی اب بخوبی روشن ہو گئی ہی بہت سی ایسی باتیں اُنکو پسندیدہ اور اُنکے عمل پر آمد تھیں جنکو اب کوئی بھی ٹھیک اور درست نہیں سمجھتا اور اس سے ثابت ہوتا ہی کہ انسانوں میں ہمیشہ معقول رایوں اور پسندیدہ رایوں کے غلبہ رہتا ہی مگر اسکا سبب بجز انسان کی عقل و فہم کی ایک عمدہ صفت کے جو فہایت ہی پسندیدہ ہی اور کوئی نہیں اور وہ صفت یہہ ہی کہ انسان کی غلطیاں اصلاح کی صلاحیت رکھتی ہیں یعنی انسان اپنی غلطیوں کو مباحثہ اور تجربہ کے ذریعہ سے

درست کر لینے کی قابلیت رکھتا ہے پس انسان کی رائے کی بتسامع قوت اور قدر و منزلت کا حصہ اس ایک بات پر ہے کہ جب وہ غلط ہو تو صحیح کی جاسکتی ہے مگر اُس پر اعتماد اسی وقت کیا جاسکتا ہے جبکہ اُسکے صحیح کرنے کے ذریعے ہمیشہ برتاؤ میں رکھے جاویں — خیال کرنا چاہیئے کہ جس آدمی کی رائے حقیقت میں اعتماد کے قابل ہے اُسکی وہ رائے اس قدر و منزلت کو کس وجہ سے پہونچتی ہے — اسی وجہ سے پہونچتی ہے کہ اُس نے ہمیشہ اپنی طبیعت پر اس بات کو گوارا رکھا ہے کہ اُس کی رائے پر نکتہ چینیوں کی جاویں اور اُس نے اپنا طریقہ یہہ تھرایا ہے کہ اپنے مخالف کی رائے کو ٹیڈلے دل سے سنا اور اُس میں جو کچھ درست اور واجب تھا اُس سے خرد مستفید ہونا اور جو کچھ اُس میں غلط اور ناواجب تھا اُس کو سمجھ لینا اور موقع پر اُس غلطی سے اُڑیں کو بھی آگاہ کر دینا ایسا شخص گویا اس بات کو عملی طور پر تسلیم کرتا ہے کہ جس طریقہ سے انسان کسی معاملہ کے کل مدارج کو جان سکتا ہے وہ صرف یہہ ہے کہ اُسکی بابت ہر قسم کی رائے کے لوگوں کی گفتگو کو سنے اور جن جن طریقوں سے ہر سمجھ اور طریقہ اور طبیعت کے آدمی اُس معاملہ پر نظر کریں اُن سب طریقوں کو سوچے اور سمجھے کسی دانا آدمی نے اپنی دانائی بجز اس طریقہ کے اُڑ کس طرح پر حاصل نہیں کی — انسان کی عقل و فہم کا خاصہ یہی ہے کہ وہ اس طرز کے سوا اُڑ کسی طرز سے مہذب اور معقول ہو ہی نہیں سکتی اور صرف اس بات کی مستقل عادت کے سوا کہ اپنی رائے کو اُڑوں کی راہوں سے مقابلہ کرے اُسکی اصلاح و تکمیل کیا کرے اور کوئی بات اُس پر اعتماد کرنے کی وجہ متصور نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اس صورت میں اُس شخص نے لوگوں کی اُن تمام باتوں کو جو اُس کے برخلاف کہہ سکتے تھے بخوبی سنا اور تمام معترضوں کے سامنے اپنی رائے کو ڈالا اور بعرض اس کے کہ مشکلوں اور اعتراضوں کو چھپارے خود اُسے جستجو کی اور ہر طرف سے جو کچھ روشنی پہونچتی اُسکو بند نہیں کیا تو ایسا شخص البتہ اس بات کے خیال کرنے کا استحقاق رکھتا ہے کہ میری رائے ایسے شخص یا اشخاص سے جنہوں نے اپنی رائے کو اسطرح پر پختہ نہیں کیا بہتر و ذلیق ہے *

جس شخص کو اپنی رائے پر کس قدر بیورسا کرنے کی خواہش ہو یا یہہ خواہش رکھتا ہو کہ عام لوگ بھی اُسکو تسلیم کریں اُس کا طریقہ بجز اس کے اُڑ کچھ نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے کو عام مباحثہ اور ہر قسم کے لوگوں کے اعتراضوں کے لئے حاض کرے اگر فہوش صاحب کئی حکمت اور ہیئت اور مسئلہ نقل پر اعتراض اور حجت کر نیکی اجازت نہوتی تو دنیا اُسکی صحت اور صداقت پر ایسا پختہ یقین نہ کر سکتی جیسا کہ اب کرتی ہے کیا کچھ مخالفت ہے جو لوگوں نے اُس دانا حکیم کے ساتھ نہیں کی اور کونسی مذہبی لعین و طعن ہے جو اُس سچے اور سچے رائے رکھنے والے حکیم کو نہیں دی گئی مگر غور

کرنا چاہیئے کہ اُس کا نتیجہ کیا ہوا — یہہ ہوا کہ آج تمام دنیا کیا دانا اور کیا نادان کیا حکم اور کیا متعصب اہل مذہب سب اُسکو تسلیم کرتے ہیں اور اُسکو سچ جانتے ہیں اور مذہبی عقاید سے بھی زیادہ اُسکی سچائی دلوں میں بیٹھی ہی بغیر آزادی راہ کے کسی چیز کی سچائی جہاں تک کہ اُسکی سچائی دریافت ہوئی ممکن ہی دریافت نہیں ہو سکتی جن اعتقادوں کو ہم نہایت جائز و درست سمجھتے ہیں اُن کے جواز و درستی کی اور کوئی سند اور بنیاد بجز اُس کے نہیں ہو سکتی کہ تمام دنیا کو اختیار دیا جاوے کہ وہ اُنکو بے بنیاد ثابت کریں اگر وہ لوگ ایسا قصد نہ کریں یا کریں اور کامیاب نہوں تو بھی ہم اُنکو یقین کامل رکھنے کے مجاز نہیں ہیں البتہ ایسی اجازت دینے سے ہمیں ایک ایسا نہایت عمدہ ثبوت اُنکی صحت کا حاصل کیا ہی جو انسانوں کی عقل کی حالت موجودہ سے ممکن تھا کہونکہ ایسی حالت میں ہمیں کسی ایسی بات سے غفلت نہیں کی جس سے صحیح صحیح بات ہم تک نہ پہنچ سکتی ہو اور اگر امر مذکورہ پر مباحثہ کی اجازت جاری رہے تو ہم اُمید کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی بات اُس سے بہتر اور سچ اور صحیح ہی تو وہ اُسوقت ہمکو حاصل ہو جاوے گی جبکہ انسانوں کی عقل و فہم اُس کے دریافت کرنے کے قابل ہوگی اور اِس اثناء میں ہم اسبات کا یقین کر سکتے ہیں کہ ہم راستی اور صداقت کے استقدر قریب پہنچ گئے ہیں جسقدر کہ ہمارے زمانہ میں ممکن تھا غرضکہ ایک خطاوار وجود جسکو انسان کہتے ہیں اگر کسی امر کی نسبت کسیقدر یقین حاصل کر سکتا ہی تو اُسکا یہی طریقہ ہی جو بیان ہوا اور مسلمانی مذہب کا جو ایک مشہور مسئلہ ہی کہ الحق یعلو ولا یعلیٰ یہہ اُسکی ایک ادنیٰ تفہیم ہے *

مگر ایک بہت بڑا دھوکہ ہی جو انسانوں کو اور بعضی دفعہ نیک گورنمنٹوں کو بھی آزادی راہ کے بند کرنے پر مائل کرتا ہی اور وہ مسئلہ سون مندی کا ہی جسکو غلط اور جھوٹا نام مصلحت عام کا دیا گیا ہی و للہ در من قال * برعکس نہند نام زندگی کا اور * اور وہ مسئلہ یہہ ہی کہ کسی راہ یا مسئلہ یا عقیدہ کی سچائی اور صحت پر بحث کرنے سے اِس لیئے ممانعت کی جاتی ہی کہ گو وہ فی نفسہ کیسا ہی ہو مگر اُس سے عام لوگوں کا پابند رہنا نہایت مفید اور باعث صلاح و فلاح عام لوگوں کا ہی اور فی زمانہ ہندوستان میں اور خصوصاً مسلمانوں میں یہہ راہ بکثرت رائج ہی بلکہ اس گناہ کے کام کو ایک نیک کام تصور کیا جاتا ہی اس راہ کا نتیجہ یہہ ہی کہ مباحثہ اور رایوں کی آزادی کا بند کرنا اُس مسئلہ یا عقیدہ کی صحت اور سچائی پر منحصر نہیں ہی بلکہ زیادہ تر مفید عام ہونے پر منحصر ہی مگر افسوس ہی کہ ایسی راہ رکھنے والے یہہ نہیں سمجھتے کہ وہی دعویٰ سابق یعنی اپنے آپکو نا قابل سہو و خطا سمجھنے کا جس سے اُنہوں نے توبہ کی تھی پھر پھر اگر پھر قائم ہو جاتا ہی صرف اتنا فرق ہوتا ہی کہ پہلے وہ دعویٰ ایک بات پر

تھا اب وہی دعویٰ دوسری بات پر ہی یعنی پہلے اُس اصل مسئلہ یا عقیدہ کے سمجھنے پر تھا اور اب اُس کے مفید عام ہونے پر ہی حالانکہ یہ بات بھی کہ وہ مسئلہ یا عقیدہ مفید عام ہی استقدر بحث و مباحثہ کا محتاج ہی جسقدر کہ وہ اصل مسئلہ یا عقیدہ اُسکا محتاج ہی *

ایسی رائے رکھنے والے اس غلطی پر ایک اور دوسری غلطی یہ کرتے ہیں جبکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے صرف اُسکی اصلیت اور سچائی پر بحث کی ممانعت کی ہی اُسکے مفید عام ہونے کی بحث پر ممانعت نہیں کی اور یہ نہیں سمجھتے کہ رائے کی صداقت خود اُس کے مفید عام ہونے کا ایک جزو ہی ممکن نہیں کہ ہم کسی رائے کے مفید عام ہونے پر بغیر اُسکی صحت اور سچائی ثابت کیئے بحث کر سکیں اگر ہم یہ بات جاننی چاہتے ہیں کہ آیا فلاں بات لوگوں کے حق میں مفید ہی یا نہیں تو کیا یہ ممکن ہی کہ اس بات پر توجہ نہ کریں کہ آیا وہ بات سچ اور صحیح و درست بھی ہی یا نہیں ادنیٰ اور اعلیٰ سب اسبات کو قبول کرینگے کہ کوئی رائے یا مسئلہ یا اعتقاد جو صداقت اور راستی کے برخلاف ہی دراصل کسیکے لئے مفید نہیں ہو سکتا *

یہ تمام مباحثہ جو ہم نے کیا ایسی صورت سے متعلق تھا کہ رائے مروجہ اور تسلیم شدہ کو ہم نے غلط اور اُس کے برخلاف رائے کو جسکا بند رکھنا لوگ چاہتے تھے صحیح و درست فرض کیا تھا اب اسکے برخلاف شق کو اختیار کرتے ہیں یعنی یہ فرض کرتے ہیں کہ رائے مروجہ اور تسلیم شدہ صحیح ہی اور اُس کے برخلاف رائے جسکا بند کرنا چاہتے ہیں غلط اور نادرست ہی اور اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ اُس غلط رائے کا بھی بند کرنا خالی برائی اور نقصان سے نہیں *

ہر ایک شخص کو گو اُسکی رائے کیسی ہی زبردست اور مضبوط ہو اور وہ کیسی ہی مشکل اور ناراضہ فدی سے اپنی رائے کے غلط ہونے کے امکان کو تسلیم کرے یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ اگر اُس رائے پر بخوبی تمام اور نہایت بیباکی سے بے دھوک مباحثہ نہیں ہو سکتا تو وہ ایک مردہ اور مردار رائے قرار دیجائیگی نہ ایک زندہ اور سچی حقیقت اور وہ کبھی ایسی حق اور سچ بات قرار نہیں پاسکتی جس کا اثر ہمیشہ لوگوں کی طبیعتوں پر رہے *

گذشتہ اور حال کے زمانہ کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ بعض دفعہ ظالم گورنمنٹوں نے بھی نہایت سچی اور صحیح بات کے رواج پر کوشش کی الا اُنکے ظلم نے اُس پر آزادی سے مباحثہ کی اجازت نہیں دی اور بہت سی ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ فیک اور تربیت یافتہ گورنمنٹ نے نہایت سچی اور صحیح بات کا رواج دینا چاہا اور لوگوں نے یا تو اس خیال سے کہ ہمارے مباحثہ اور دلائل کو اُس رائے میں کچھ مداخلت

نہیں ہی یا کوئی التفات نہیں کرتا از خود مباحثہ کو نہیں اٹھایا یا اپنے وہمی خوف سے یا اراکین گورنمنٹ کی بد مزاجی کے ڈوسے یا انکی خلاف رائے کے کوئی بات نہ کہنی مصلحت وقت سمجھ کر یا یہ خیال کر کہ گورنمنٹ کے یا کسی کے برخلاف بحث کرنا خیر خراہی نہیں ہی مباحثہ کو ترک کر دیا تو اس کا نتیجہ بجز اس کے آڑ کچھ نہیں ہوا کہ اُس تجویز نے کسی کے دلوں میں مطلق اثر نہیں کیا اور ایک مودہ رائے سے زیادہ اور کچھ رتبہ لوگوں کے دلوں میں نہیں پایا *

یہ بات کہ سچی اور درست رائے بے مباحثہ و دلیل کے بھی طبیعتوں میں بیٹھ جاتی ہی اور گھر کر لیتی ہی ایک خوش ایند مگر غلط آواز ہی دنیا کو دیکھو کہ گروہ کے گروہ ایک دوسرے کی متناقض رائے پر جسے ہوئے ہیں اور وہ متناقض رائیں اُن کے دلوں میں گہر کیئے ہوئے ہیں پھر کیا وہ دونوں متناقض رائیں سچی اور صحیح ہیں ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ بہت سی باتیں بے سمجھے اور بغیر دلیل کے اور بغیر مباحثہ کے لوگوں کے دلوں میں کھو کر جاتی ہیں مگر اُنکا صحیح و درست ہونا ضرور نہیں سچ میں کوئی ایسی اعجازی کرامات نہیں ہی کہ وہ از خود دلوں میں بیٹھ جاوے اُس میں جو کچھ کرامات ہی وہ صرف اسی قدر ہی کہ مباحثہ کا اُس کو خوف نہیں - سچ رائے بھی اگر بلا دلیل و مباحثہ دل میں گھر کر لے تو وہ سچی رائے نہیں کھلے گی بلکہ تعصب اور جہل مرکب اُس کا مناسب نام ہوگا مگر ایسا طریقہ حق اور سچ بات کے قبول کرنے کا ایک ذی عقل مضبوط کے لیئے جیسا کہ انسان ہی شایاں نہیں اور نہ یہ طریقہ راستی و حق کے پہچانے کا ہی بلکہ جو حق بات اس طرح پر قبول کی جاتی ہی وہ ایک خیال فاسد اور باطل ہی اور جن باتوں کو حق فرض کر لیا ہی اُن کا اتفاقہ قبول کر لینا ہی *

نہایت سچ اور بالکل سچ تو یہ بات ہی کہ جس شخص نے جو رائے یا مذہب اختیار کیا ہی وہی شخص اُس کا جوابدہ ہی اُس رائے کے موجد یا اُس مذہب کے پیشوا اور معلم اور مجتہد کچھ اُس کے ذمہ دار نہیں ہیں مگر مسلمانوں نے اس آفتاب سے بھی زیادہ روشن مسئلہ سے آنکھ بند کر لی ہی اور رومن کیتھلیک یعنی بت پرست عیسائیوں کا مسئلہ اختیار کیا ہی رومن کیتھلیک مذہب میں اُن لوگوں کی جو اُس مذہب پر ایمان رکھتے ہیں دو فرقے قرار دیئے گئے ہیں ایک تو وہ جو اُس مذہب کے مسائل کو بعد دلیل و ثبوت کے قبول کرنے کے مجاز ہیں اور دوسرے وہ جن کو صرف اعتماہ اور بھروسہ یعنی تقلید سے اُنکا قبول کر لینا چاہیئے - اسی قاعدہ کی پیروی سے مسلمانوں نے بھی اپنے مذہب میں دو فرقہ قائم کیئے ہیں ایک وہ جنہوں نے مسئلہ مسلمہ کو بعد ثبوت و تحقیقات اور اقامت دلیل تسلیم کیا ہی اور اُن کا نام بہ اختلاف درجات مجتہد مطلق اور مجتہد فی المذہب اور مرجع قرار دیا ہی دوسرا وہ جن کو بے سمجھے بوجھے آنکھ بند

کرکر اُن کی پیروی کرنی چاہیئے اور اُن کا نام مقلد اور اُس فعل کا نام تقلید قرار دیا ہی اور اِس سبب سے مخالف رائے کی مزاحمت مسلمانوں میں بہت زیادہ پھیل گئی ہی اور وہ اس کی نسبت ایک نہایت عمدہ مگر ابلہ فریب تقریر کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ تمام انسانوں کو اُن تمام باتوں کا جاننا نہ ضرور ہی اور نہ ممکن ہی چنکو بڑے بڑے حکیم یا اہل معرفت اور عالم علوم دین جانتے اور سمجھتے ہیں اور نہ یہ ہوسکتا ہی کہ ہر ایک عام آدمی ایک ذکی اور دانشمند مخالف کی تمام غلط باتوں کو جانے اور اُن کو غلط ثابت کرے یا تردید کرنے اور غلط ثابت کرنے کے قابل ہو بلکہ صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہی کہ اُن کے جواب دینے کے لائق ہمیشہ کوئی نہ کوئی موجود ہوئے جنکی بدولت مخالف کی کوئی بات بھی بلا تردید باقی نہ رہی ہوگی پس سیدھی سادھی عقل کے آدمیوں کے لیئے یہی کافی ہی کہ ان باتوں کی اصلیت سکھائی جاوے اور باقی رجوہات کی بابت وہ اوروں کی سند پر بھروسا کریں اور جب کہ وہ خود اسبات سے واقف ہیں کہ ہم اُن تمام مشکلات کے رفع دفع کرنے کے واسطے کافی علم اور پوری لہانت نہیں رکھتے ہیں تو اسبات کا یقین کرکر مطمئن ہوسکتے ہوں کہ جو مشکلات اور اعتراض برپا کیئے گئے ہیں وہ لوگ اُن سب کا جواب دے چکے ہیں یا آئندہ دینگے جو بڑے بڑے عالم ہیں *

اس تقریر کو تسلیم کرنے کے بعد بھی رائے کی آزادی اور مخالف رائے کی مزاحمت سے جو نقصان ہیں اُس میں کچھ نقصان نہیں لازم آتا کیونکہ اس تقریر کے بموجب بھی یہ بات قرار پاتی ہی کہ آدمیوں کو اس بات کا معقول یقین ہونا چاہیئے کہ تمام اعتراضوں کا جواب حسب اطمینان دیا گیا ہی اور یہ یقین جب ہی ہوسکتا ہی جبکہ اُس پر بحث و مباحثہ کرنے کی آزادی ہو اور مخالفوں کو اجازت ہو کہ تمام اپنی وجوہات کو جو اُس کے مخالف رکھتے ہیں بیان کریں اور اُس مسئلہ کو غلط ثابت کرنے میں کوئی کوشش باقی نہ چھوڑیں *

اگر تقلید کی گرم بازاری کا جیسیکہ آج کل ہی اور آزادانہ مباحثہ کی مزاحمت و عدم موجودگی کا نقصان اور بد اثر در صورتیکہ تسلیم شدہ مسئلہ یا قرار دادہ رائیں صحیح ہوں اسقدر ہوتا کہ اُس مسئلہ یا اُن رایوں کی وجوہات معلوم نہیں ہیں تو یہ خیال کیا جاسکتا کہ گو وہ مزاحمت عقل و فہم کے حق میں مضر ہی مگر اخلاق کو تو اُس سے کچھ مضرت نہیں پہونچتی اور نہ اُس مسئلہ کی رایوں کی اُس قدر و منزلت میں کہ اُن سے نہایت عمدہ اثر لوگوں کی خصلتوں پر ہوتا ہی کچھ نقصان ہی مگر یہ بات نہیں ہی بلکہ اُس سے بہت بڑے کر نقصان ہوتا ہی حقیقت یہ ہی کہ مباحثہ اور آزادی رائے کی عدم موجودگی میں صرفاً مسئلہ یا رایوں کی وجوہات

ہی کو لوگ نہیں بھول جاتے بلکہ اکثر اُس مسئلہ یا راے کے معنی اور مقصود کو بھی بھول جاتے ہیں چنانچہ جن لفظوں میں وہ مسئلہ یا راے بیان کی گئی ہی اُن سے کسی راے یا خیال کا قیام کرنا تک موقوف ہو جاتا ہے یا جو جو باتوں اُن لفظوں سے ابتدا میں مراد رکھی گئیں تھیں اُن میں سے بہت تہوڑی ہی معلوم رہ جاتی ہیں اور بعض اُس کے کہ اُس مسئلہ یا راے کا اعتقاد ہونے پر و تازہ اور زندہ یعنی موثر رہے اُس کے صرف چند اندازے کے لئے حافظہ کی بدولت باقی رہ جاتے ہیں اور اگر اُس کی مراد اور معنی بھی کچھ باقی رہتے ہیں تو صرف اُن کا پوست باقی رہتا ہے اور مغز و اصلیت نابود ہو جاتی ہے اب ذرا انصاف سے مسلمانوں کو اپنا حال دیکھنا چاہیئے کہ تمام علوم معقول و منقول میں اسی مزاحمت راے یا تقلید کی بدولت اُن کا در حقیقت ایسا ہی حال ہو گیا ہے یا نہیں *

اس زمانہ تک جس قدر کہ انسان کو تمام مذہبی عقاید اور اخلاقی امور اور علمی مسائل میں تجربہ ہوا ہے اُس سے امر مذکورہ بالا کی صحت ثابت ہوتی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ کسی مذہب یا علم یا راے کے موجود تھے اُن کے زمانہ میں اور اُن کے خاص مریدوں یا شاگردوں کے دلوں میں تو وہ عقاید یا مسائل طرح طرح کے معنیوں اور مرادوں اور خوبیوں سے بھرپور تھے اور اُن کا اثر بے کم و کاست اُن کے دلوں میں تھا اور اُس کا سبب یہی تھا کہ اُن میں اور اُن کے مخالف راے والوں میں اس غرض سے بحث و جدل رہتی تھی کہ ایک کو دوسرے کے عقیدہ اور مسئلہ پر غلبہ اور فوقیت حاصل ہو مگر جب اُس کو کامیابی ہوئی اور بہت لوگوں نے اُس کو مان لیا اور بحث اور جدل بند ہو گئی تو اُس کی ترقی بھی ٹہر گئی اور وہ اثر جو دلوں میں تھا اُس میں بھی جان یعنی حرکت اور جنبش نہیں رہی ایسی حالت میں خیر اُس کے حامیوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ مثل سابق کے اپنے مخالفوں کے مقابلہ پر آمادہ نہیں رہتے اور جیسے کہ اُس عقیدہ یا مسئلہ کی پہلے حفاظت کرتے تھے ویسی اب نہیں کرتے بلکہ نہایت جھوٹے غرور اور بیجا استغنا سے سکون اختیار کرتے ہیں اور حتی الامکان اُس عقیدہ اور مسئلہ کے برخلاف کوئی دلیل نہیں سنتے اور اپنے گروہ کے لوگوں کو بھی کفر کے فتوں کے ڈراوے سے اور چہلم میں جانے کی جھوٹی دھشت دکھانے سے سننے سے اور اُس پر بحث کرنے سے جہاں تک ہو سکتا ہے باز رکھتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ کہیں علموں کی روشنی جو آفتاب کی روشنی کی طرح پھیلتی ہے اور اعتراضوں کی ہوا اگر وہ صحیح ہوں تو کیا اُن کے روکے رک سکتی ہے اور جب یہ نوبت پہنچ جاتی ہے تو اُس عقیدہ یا مسئلہ کا چنگو اُنکے پیشواؤں نے نہایت محققوں سے قائم کیا تھا زوال شروع ہوتا ہے اُس وقت تمام معلم اور مقدس لوگ جو اُس کمبخت زمانہ کے پیشوا گئے جاتے ہیں اس بات کی شکایت کرتے ہیں

کہ معتقدوں کے دلوں میں اُن عقیدوں کا جنکو اُنہوں نے برائے نام قبول کیا ہی کچھ بھی اِثر نہیں پاتے اور باوجودیکہ وہ ظاہر میں اُن عقیدوں اور مسئلوں کو قبول کرتے ہیں مگر اُنکا ایسا اثر کہ اُن کے معتقدوں کا چال چلن اور اخلاق اور عادت اور معاشرت بھی اُن عقیدوں اور مسئلوں کے مطابق ہو مطلق نہیں پاتے مگر افسوس اور نہایت افسوس کہ وہ معلم اور مقدس لوگ اتنا خیال نہیں فرماتے کہ یہہ حال جو ہوا ہی جسکی وہ شکایت کرتے ہیں اُنہی کی عنایت و مہربانی کا تو نتیجہ ہی اب میں صاف کہتا ہوں اور نہایت بے دھڑک کہتا ہوں کہ یہہ جو کچھ میں نے بیان کیا اس زمانہ کے مسلمانوں کے حال کا ٹھیک ٹھیک آئینہ ہی *

اب اس حالت کے برخلاف حالت کو خیال کرو یعنی جبکہ آزادی رائے کی قائم رہتی ہی جسکے ساتھ مباحثہ کا بھی قائم رہنا لازم و ملزوم ہوتا ہی اور ہر ایک حاسی کسی عقیدہ یا علمی مسئلہ کا اپنے عقیدہ یا مسئلہ کی وجوہ کو قائم اور غالب رہنے پر بحث کرتا رہتا ہی تو اُسوقت عام لوگ بھی اور سست عقیدہ والے بھی اسبات کو خوب جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ہم کس بات پر لڑ رہے ہیں اور ہمارے عقیدہ اور مسئلہ میں اور دوسروں کے عقیدہ اور مسئلہ میں کیا تفاوت ہی اور ایسی حالت میں ہزاروں ایسے آدمی پائے جاوینگے جنہوں نے اُس عقیدہ یا مسئلہ کے اصول کو بخوبی خیال کیا ہوگا اور ہو ڈھنگ و طریقہ سے اُسکو خوب سمجھ بوجھ لیا ہوگا اور اُسکے عمدہ عمدہ پہلوؤں کو بخوبی جانچ اور تول لیا ہوگا اور اُنکے اخلاق اور اُنکی عادت اور خصلت پر اُسکا ایسا پورا پورا اثر ہوگا کہ جیسا کہ ایسے شخص کی طبیعت پر ہونا ممکن ہی جس میں وہ عقیدہ یا مسئلہ بخوبی رچ بس گیا ہو — مگر جبکہ وہ عقیدہ ایک سرورثی اعتقاد ہو جاتا ہی اور لوگ باپ دادا یا اُستاد پیر کی رسم متبرک کے طور پر قبول کرتے ہوں تو وہ تصدیق قلبی نہیں ہوتی طبیعت اُسکو مردہ دلی سے قبول کرتی ہی اور اسبابِ طبیعت کا مہلان اُس عقیدہ اور مسئلہ کے بھلا دینے پر ہوتا ہی یہاں تک کہ وہ عقیدہ یا مسئلہ انسان کے باطن سے بے تعلق ہو جاتا ہی اور صرف اوپر ہی اوپر رہ جاتا ہی اور تمام اخلاق اور عادات اُس کے برخلاف ہوتے ہیں اور ایسے ایسے حالات پیش آتے ہیں جیسے کہ اس زمانہ میں اکثر پیش ہوتے رہتے ہیں جسے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ عقیدہ یا مسئلہ طبیعت کے باہر باہر رہتا ہی اور بجائے اس کے کہ وہ دلوں گھر گھر کرے باہر ہی باہر ایسے خراب اور کانٹے دار پوست کی مانند لبتا ہوا ہی جس کے سبب وہ باتوں ظہور میں نہیں آتے، جو انسان کے عمدہ عمدہ اوصاف دروئی سے تعلق رکھتی ہیں بلکہ اُس سے اِس قسم ہی نوبت ظاہر ہوتی ہی جیسے کانٹہ دار تیر کے درخت کی باز سے ہوتی ہی کہ وہ نہ خود اُس گہیری ہرنی زمین کو کچھ فائدہ دیتا ہی اور نہ اُوروں کو گل پہول لیجانے اُس

میں لگانے دیتا ہی اور بجز اس کے کہ دل کی زمین کو ہمیشہ خالی اور ویران اور بیکار پڑا رہنے دے اور کچھ نہیں کرتا *

جو بات بھان ہوئی اُس کی صحت ہر ایک مذہب والا اپنے حال پر غور کرنے سے بخوبی جان سکتا ہی ہر ایک مذہب والا اپنے مذہب میں کسی نہ کسی کتاب کو مقدس سمجھتا ہی اور بطور قانون مذہب کے تسلیم کرتا ہی مگر با ایتھم یہ بات کہنی کچھ مبالغہ نہیں ہی کہ شاید ہزاروں میں سے ایک اپنی چال چلن کی جانچ اور اس کے برے یا بھلے ہونے کی آزمائش اُس مقدس تسلیم شدہ قانون کے بموجب کرتا ہو بلکہ جس چیز کی سند اور پابندی پر وہ کام کرتے ہیں وہ صرف اپنی قوم یا فرقہ یا مذہبی گروہ کا رسم و رواج ہوتا ہی نہ اور کچھ پس حقیقت میں یہ حال ہوتا ہی کہ ایک طرف تو وہ اخلاقی مسائل کا مجموعہ ہوتا ہی جسکی نسبت وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اُنکی زندگی کے عمل درآمد کے لیئے خدائے بتایا ہی یا کم سے کم کسی نہایت نیک اور دانا عاقل نا قابل سہو و خطا شخص نے بنایا ہی اور دوسری طرف اُن رسم و رواج اور متعدد راین کا مجموعہ ہوتا ہی جو اُس قوم یا فرقہ یا گروہ میں مروج ہوتی ہیں اور اِس پہلے مجموعہ کی بعض باتیں اُس پہلے مجموعہ کے بالکل مطابق ہوتی ہیں اور بعض کچھ مطابق اور بعض بالکل برخلاف اور مذہب وہ اعتقاد رکھنے والے اُس پہلے مجموعہ کی زبانی تصدیق تو بلا شبہ کرتے ہیں الا اصلی اطاعت اور رفاقت اور پابندی اُس پہلے مجموعہ کی کرتے ہیں جسپر روزمرہ اُنکا عمل ہوتا ہی اور جسکا ترک کرنا یا اُس کے برخلاف کوئی کام کونا نہایت نیک و عار جانتے ہیں پس یہ بے قدری جو اُس پہلے مجموعہ کے معایلی کی ہوگئی جسکو وہ خدا کا بتایا ہوا جانتے تھے اسی بات سے ہوگئی کہ اُس کے مسائل اور اصول پر مباحثہ بند ہو گیا اور اس سبب سے انسان کے باطن سے بے تعلق ہو گیا اور بجائے زندہ عقیدہ کے صرف بطور مردہ عقیدہ کے لوگوں کے خیال میں رہ گیا *

اِس تقریر پر جو بہت بڑا اور نہایت سخت اعتراض وارد ہو سکتا ہی وہ یہ ہی کہ صحیح اور درست علم یا تجربہ حاصل کرنے کے لیئے کیا یہ بات ضرور ہی کہ کبھی راین میں اتفاق نہ ہو بلکہ ضرور ہی کہ چند آدمی غلطی پر مصر رہیں تاکہ مباحثہ قائم رہے اور اور لوگ اُنکی بدولت حق بات حاصل کر سکیں کیا دنیا میں غلطیوں کا موجود رہنا صحیح راین کے حاصل کرنے کے لیئے لایہ ہی جبکہ کسی عقیدہ یا علمی مسئلہ کو عموماً تسلیم کر لیا جاوے تو کیا اُسکی حقیقت بدل جاتی ہی اور اُسکی تاثیر جاتی رہتی ہی اور کیا کسی مسئلہ یا عقیدہ کا اُسوقت تک اثر نہیں ہوتا یا لوگ اُسکو بخوبی نہیں سمجھتے جب تک کہ کوئی اُسپر شبہ نہ کرتا رہے جبکہ انسان کسی حق بات کو بالاتفاق قبول کر لیتے ہیں تو کیا اُسکی حقانیت معدوم ہو جاتی ہی اب تک یہ خیال کیا گیا ہی کہ علم اور عقل

کی ترقی کا عمدہ مقصد اور اعلیٰ نتیجہ یہ ہے کہ تمام انسان اچھی اچھی اور عمدہ عمدہ باتیں میں متفق الہائے ہوویں اور وہ اتفاق رائے روز بروز زیادہ بڑھتا جاوے پھر کیا علم اور عقل اُس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک کہ اُسکا مقصد اور اُسکا نتیجہ حاصل نہ ہو یہ نہ سنا گیا تھا کہ ہر بات کا کمال اُس کے مقصد اور نتیجہ کا حاصل ہونا ہی مگر یہ نہیں سنا تھا کہ مقصد اور نتیجہ کا حاصل ہونا ہی اُسکا دوال ہے *

مگر میرا مقصد یہ نہیں ہے جو اس اعتراض میں بیان ہوا میں قبل کرتا ہوں کہ بلاشبہ جسقدر انسانوں کی ترقی اور تہذیب ہوگی اُسقدر مختلف فیہ رائیں اور مسئلہ اور عقیدے گھٹتے جاویں گے بلکہ آدمیوں کی بہبودی اور بہلائی کا اندازہ بالتخصیص اُنہی حقائق کی تعداد اور مقدار سے ہو سکتا ہے جو غیر متنازعہ فیہ یا حقائق محققہ کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہیں اور اُس کے استحکام کے لئے انسانوں کی راییں کا اجتماع اور اتفاق ضروری شرطوں میں سے ہے اور وہ اجتماع اور اتفاق جیسا کہ غلط رائے پر ہونا نہایت مضر ہے ویسا ہی صحیح رائے پر ہونا نہایت مفید ہے مگر جبکہ ہم کو غلط راییں پر بھی اجتماع اور اتفاق ہوجانے کا اندیشہ ہے تو ہم کو اُس سے بچنے کی فکر و تدبیر سے غافل رہنا نہیں چاہئے اور وہ تدبیر یہی ہے کہ آزادی رائے اور مباحثہ جاری رہے اگر اس تدبیر کے قائم رہنے کا بسبب عموماً تسلیم ہو جائے اُس مسئلہ یا عقیدہ کے متوجہ نہ ہو تو ہم کو اُسکی جگہ کوئی اور تدبیر قائم کرنی چاہئے سقراط نے اسی تدبیر کے لئے فوضی مباحثہ کا طریقہ ایجاد کیا تھا جسکو افلاطون نے نہایت خوبی سے اپنے سوال و جواب میں بیان کیا ہے *

مگر افسوس اور ہزار افسوس کہ اس زمانہ کے مسلمانوں نے بجائے اس کے کہ اُس تدبیر کے قائم رکھنے کا کوئی طریقہ ایجاد کریں اُن تدبیروں کو بھی ضائع کر دیا جو سابق میں ایجاد ہوئی تھیں مسلمانوں میں ہر ایک علم کی تحصیل کا مدت سے یہ حال رہ گیا ہے کہ سب کے سب کیا قصہ اور کہانی کی کتابوں کو اور کیا تاریخ اور واقعات گذشتہ کے روزنامہ جوں کو اور کیا توہم پھرتے اگلے زمانہ کے جغرافیہ کو اور کیا اولیٰ لنجی انسان کے بدن کی تشویش کو اور کیا دقائوسی بطلیموسی ہیئت اور قدیم ریاضی کو اور کیا انسانوں کے اجتہادات مسایل دینی کو جسکو علم فقہ کہا جاتا ہے اور کیا عام حدیث اور تفسیر کو اس ارادہ سے مطلق نہیں پڑھتے کہ ہم کو اُسکی اصلیت اور حقیقت معلوم ہو بلکہ صرف یہ ارادہ ہوتا ہے کہ جو کچھ اُس کتاب میں لکھا ہے خواہ غلط خواہ صحیح وہ ہم جان لیں اگر مباحثہ کیا جاوے تو نہ اسباب پر کہ وہ اصول جو اُس کتاب میں لکھے ہیں صحیح ہیں یا غلط بلکہ اسباب پر کہ اُس کتاب میں یہی بات لکھی ہے یا نہیں — اس طریقہ اور عادت نے آزادی رائے کو گھودیا اور اُس سپر کر جس سے غلطی میں پڑنے سے

حفاظت تھی تو دنیا اُن کے تمام علم و فضل غارت ہو گئے اُن کے باپ دادا کی کٹائی جس سے توقع تھی کہ اُنکی اولاد فائدہ اُٹھاویگی سب دُوب گئی اب جو بڑے بڑے عالم اور فقہ اور دانا رہ گئے ہیں اُنکا یہ حال ہی کہ کسی چیز کی حقیقت سے کہا مسائل علمی اور کہا عقاید مذہبی میں کچھ بھی واقفیت نہیں رکھتے جس شخص سے کسی بات کی حقیقت پوچھو اگر وہ بڑا ہی عالم ہی تو بجز اُس کے کہ فلاں شخص نے یہ لکھا ہی اور کچھ نہیں بتا سکتا تمام علوم کا مزہ اور تمام عقیدوں کا اثر دل سے جاتا رہا پس آزادی رائے کے قائم نہ رہنے کے یہ عمدہ اثر ہیں جنکو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں *

آزادی رائے کے غیو مفید ہونے کے ثبوت میں یہ بات اکثر پیش کی جاتی ہے کہ آزادی رائے سے جسکے ساتھ مباحثہ لازم و ملزوم ہی کسی رائے کے حق یا سچ ہونے کا فیصلہ ممکن نہیں بلکہ ہر ایک فریق کو اپنی اپنی رائے پر اور زیادہ یختگی اور اصرار ہو جاتا ہے میں بھی اِسبات کا اقرار کرتا ہوں اور اِسبات کو تسلیم کرتا ہوں کہ حقیقت تمام رایوں کا یہ خاصہ ہی کہ وہ خاص خاص فرقوں کی رائیں ہو جاتی ہیں بحث و مباحثہ کی کمال آزادی سے بھی اُس کا کچھ تدارک نہیں ہو سکتا بلکہ اُس سے اور زیادتی ہوتی جاتی ہے اور حق کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ بعوض اِس کے کہ لوگ اُس کو سمجھیں اور بوجھیں اِس وجہ سے اُس کو نہیں سونچتے سمجھتے بلکہ بے سوچے اور سمجھے نہایت زور شور سے رد کرتے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کا قول ہی جنکو وہ اپنا مخالف جانتے ہیں یا اُن سے نفرت رکھتے ہیں مگر یہ بھی خراب جان لوں چاہیئے کہ آپس میں رایوں کے اختلاف اور مباحثہ سے اُنہی متعصب گروہوں کو جنکے باہم بحث ہوتی ہے چنداں فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اُسکا عمدہ اور مفید اثر اُن لوگوں پر ہوتا ہے جو اُس کے دیکھنے سننے والے ہیں اور جن کی طبیعتوں میں وہ جذبہ و حرارت اور خود غرضی اور طرفداری نہیں ہوتی جیسیکہ اُن مخالف فرقوں کے حامیوں میں ہوتی ہے اور جبکہ رفتہ رفتہ اُن متعصبوں کی بھی حرارت کم ہو جاتی ہے تو جو حق بات ہی وہ اُسکے صحیح ہونے کا اقرار اپنے دل میں یا اپنے خاص دوستوں میں چپکے چپکے کرتے لکھتے ہوں گو کہ علانیہ کہہی اُس کا اقرار نہ کریں *

سچ بات پر سخت سے سخت نزاع کا ہونا کچھ براہی یا نقصان کی بات نہیں ہے بلکہ اُس کا انسداد بہت بڑے نقصان کی بات ہے جبکہ لوگ طرفین کے دلائل سننے پر مجبور ہوتے ہیں تو ہمیشہ انصاف کی اُسود ہوتی ہے مگر جبکہ وہ صرف یکطرفہ بات سنتے ہیں تو اُس صورت میں غلطیاں سختی پکڑ کر تعصب بن جاتی ہیں اور سچ میں بھی سچ کا اثر اُس لئے باقی نہیں رہتا کہ اُس میں مبالغے ہوتے ہوتے وہ خود ایک چہرہ بن جاتا ہے — انصاف کی قوت جو انسان میں ہے وہ اُسہوت بغیر ہی کام میں

آئی ہی کہ ہر ایک معاملہ کے دونوں پہلوؤں کے حامی اور معاون تصفیہ کے وقت روبرو موجود ہوں اور وہ دونوں ایسے زبردست ہوں کہ اپنے اپنے دلائل اور وجوہات کی سماعت پر لوگوں کو گویا مجبور کر دیں اور سولے اسکے آؤر کوئی صورت حق کے حاصل کرنے کی نہیں ہی *

راے کی آزادی پر ایک آؤر چیز جسکو لوگ سند کہتے ہیں کبھی کبھی مزاحمت پہنچاتی ہی یہ اثر ہوتا ہی کہ بحث کرنے والے اپنی اپنی تقریر کی تائید میں کسی مشہور شخص کے قول کی سند لاتے ہیں حالانکہ کسی شخص کی سند پر اپنی راے کو منحصر رکھنا خود آزادی راے کے برخلاف چلنا ہی اگر ہم کسی کے قول کو صحیح اور سچ سمجھتے ہیں تو اُس کے قول کو پیش کرنا کچھ مفید نہیں ہی بلکہ ہمکو وہ دلیلیں پیش کرنی چاہئیں جسے اُس قول کو ہمنے صحیح مانا ہی اگر سقراط و بقراط نے کوئی ایسی بات کہی ہی جو درحقیقت صحیح نہیں ہی تو وہ اُنکے کہنے سے صحیح نہیں ہو جانے کی اور اگر کسی جامل نے کوئی صحیح بات کہی ہی تو وہ اِسیلئے کہ جاہل نے کہی ہی غلط نہیں ہو جانے کی کیا عمدہ مسئلہ ہی جسپر ہر انسان کو عمل کرنا چاہئے مگر انسوس کہ اُسپر نہایت کم عمل ہوتا ہی اور وہ مسئلہ یہ ہی *

فانظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال

واللہ در من قال

مرد باید کہ غیر اندر گوش * در نوشت است پند بر دیوار

راقم

سید احمد

آزادی

یہ فلسفی کا ایک بڑا مبحث ہی، آزادی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ آزادی ہی جو فلسفہ میں بمقابلہ ضرورت استعمال ہوتی ہی اور جسکے لیئے مناسب لفظ آزادی قصد و خواہش ہی - یعنی بعض فلسفہ اس امر کے قائل ہیں کہ انسان کوئی فعل قصد یا خواہش سے نہیں کرتا بلکہ ضرورت اُسکو مجبور کرتی ہی - دوسری آزادی وہ ہی جسکا نام ہی سوشل اور سول آزادی - ایک لفظ میں اسکا ترجمہ کسیقدر مشکل ہی - سوشل آزادی اُس حد کا نام ہی جو اُن اقتدارات کے لیئے قائم کی جائے جو جماعت من حیث الجماعت اشخاص من حیث افراد کی نسبت استعمال کرتی ہی - آئندہ سے اس مضمون میں جماعت کے لیئے میں سوسائٹی کے لفظ کہا کرونگا - چونکہ میں اپنے

مضامین کو حتی الامکان عام فہم کرنا چاہتا ہوں لہذا اس مقام پر جماعت یا سوسائٹی کا ایک صاف خیال اپنی قوم کے دلمیں ڈالنے کے لیئے ان الفاظ کی تفصیل کرتا ہوں — بنی نوع انسان کی ابتدائی حالت کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انسان میں جب توالد و تناسل کی کثرت ہوئی تو تعداد اشخاص کی بڑھی جب ایک گھر میں نہ سما سکے تو اور گھر بنائے یہاں تک کہ ایک قریہ یا دیہہ ان سے آباد ہوا اُس سے بڑھتے بڑھتے ایک ملک بس گیا اور ایک قوم بن گئی — اس قوم و گروہ نے اپنی اندرونی حفاظت اور انتظام کے درست رکھنے اور بیرونی حملوں اور زیادتیوں سے حفاظت کے لیئے ایک شخص کو جو ان سب میں بزرگ تھا یا ان سب میں قوی تھا یا کسی طرح سے ان لوگوں کے خیال میں زیادہ عزت کا مستحق تھا، اپنا سردار بنالیا اور اُسکی اطاعت اور فرمان برداری کو اپنے اوپر فرض کر لیا — اس شخص کے احکام یا اور ملکی آب و ہوا کی خاصیت یا دیگر وجوہ سے ایسے گروہ یا قوم میں چند قواعد و قوانین جاری ہو جاتے ہیں جو ان لوگوں کے باہمی میل و جمل و باہمی سلوک اور معاشرت کے طریقوں کا انتظام رکھتے ہیں، یہ قواعد اگر شاعی، یعنی اُس سردار کے احکام ہیں، تو قانون اگر گروہ کی راہ ہیں تو رسم و رواج کہلاتے ہیں، قانون خرد مدتوں کے بعد جب لوگوں کو اُسکی اطاعت کی عادت ہو جاتی ہی رسم و رواج بن جاتا ہی — یہ مجموعی حالت سوشل یا سول حالت کہلاتی ہی اور وہ لوگ من حیث المجموع سوسائٹی کہلاتے ہیں — میں نے نہایت اختصار سے اس کو بیان کیا حالانکہ یہ نہایت مطول مضمون ہی اور کیا تعجب ہی کہ اس اختصار کی وجہ سے بخوبی مضمون نہ ادا ہوا ہو *

اس جملہ معترضہ سے یہ ظاہر ہوا ہوگا کہ رسم و رواج یعنی گروہ یا قوم کی رائے بھی ایک قانون کا اثر رکھتی ہی اور اشخاص کو من حیث الانفراد اُسکی متابعت واجب ہو جاتی ہی اور اسی کو بنتھم سوشل سیکشن کہتا ہی — مثلاً ہمارا کوئی عزیز یا دوست صرف کسی انقلاب کی وجہ سے محتاج ہو گیا اور قانون سے مرنے لگا، ہمارا رسم و رواج دومی یہ کہتا ہی کہ ہم دولت مند ہیں، اُس کی کچھ خبر گویہ کریں، گو قانون یعنی حکم شاہی ہمکو اس پر مجبور نہ کرے، اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو قوم یا گروہ کی راہ میں ہم نہایت ہی بیہودہ اور سنگدل کہلاؤں گے اور اُسکی وجہ سے شاید وہ ہم سے سوشل تعلقات کاٹ دے، ہم سے مطلق نہ ملے، اور یہ گویا ایک سزا ہمکو دی جاوے گی اسکو بنتھم سوشل سیکشن کی سزا کہتا ہی *

ہر ملک و ہر ملت میں، کیسی ہی مہذب وہ کیوں نہ ہو، سوسائٹی کی رائے کی متابعت عموماً واجب سمجھی جاتی ہی اور سوشل سزا عموماً زیادہ سخت تصور ہوتی ہی — انگریزوں میں باوجود تہذیب کے اس کا اثر پایا جاتا ہی — جس قوم میں کہ

اُسکی سلطنت بھی ہی سوسٹھٹی کی راے کو اور بھی زیادہ قوت ہو جاتی ہی — اس کا ذکر عنقریب آتا ہی *

سوسٹھٹی کی راے یا رسم و رواج کی قوت کا محدود ہونا یہی آزادی ہی جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں — پس اب انسان کی سول حالت، یعنی سوسٹھٹی، میں دو چیزوں کا وجود ثابت ہوا ایک وہ قوت و اقتدار جو بادشاہ یا سوسٹھٹی اشخاص من حیث الافراد پر نافذ کرے اور ایک آزادی یعنی اس قوت کا محدود کیا جانا — یہہ دونوں بالکل مخالف چیزیں ہوں — ان دونوں چیزوں کا باہمی متخالف اور انکی لڑائی کا حال یونان و روم و انگلینڈ کی تاریخ سے ہمکو بخوبی معلوم ہوگا — لیکن اگلے زمانہ میں یہہ لڑائیاں صرف رعایا اور بادشاہ میں ہوا کرتی تھیں — بادشاہ وہ ہوتا تھا جس کو کسی زمانہ ابتدائی میں بضرورت سرگروہ بنالیا تھا اور اُسکو مستعبراً طانت و قوت دی تھی تاکہ وہ قوم اور ملک کی حفاظت کرے اور دوسری قوم کے حملوں کو روکے مگر اب وہ طاقت ایسی بڑھ گئی تھی کہ بادشاہت اُسکی شی مرزئی ہو گئی اور کسی کو مجال نہ تھی کہ اُسکے حکم یا خواہش کی مخالفت کر سکے — پس قومی خیر خواہوں کی خواہش یہہ رہتی تھی کہ اُس شخص یعنی بادشاہ کی قوت اور اقتدار کو محدود کریں اور اُسکے ظلموں کو جو وہ جماعت پر کرتا تھا روکیں اسکا نام اُس زمانہ میں آزادی تھا — یہہ خواہش دو طرح کی کی گئی — اول تو یہہ کہ قوم و جماعت نے بڑی خونریزی کے بعد اپنے لیئے چند حقوق حاصل کر لیئے جنکا قایم رکھنا بادشاہ پر فرض کر دیا گیا، اور اگر بادشاہ اُسکی مخالفت کرے تو تمام قوم بلوہ کر دینے پر آمادہ ہو جاتی تھی — دوسری طرح یہہ تھی کہ چند قومی قواعد قایم کر دینے گئے جن کی رو سے بادشاہ پر فرض ہو گیا کہ امور اہم و عظیم میں ہمیشہ قوم و سوسٹھٹی یا چند ایسے اشخاص کی جنکو قوم اپنا نایب مقرر کرے منظوری حاصل کرے — طریقہ اول تو عموماً یورپ میں مروج ہو گیا اور بادشاہوں نے کم و بیش اُسکو منظور کیا، لیکن طریقہ ثانی کی بابت بڑی مخالفت ہوئی اور بادشاہوں اور رعایا میں مدتوں تکرار قایم رہی — آزادی کے جو لوگ بڑے طرفدار تھے انکی بڑی سے بڑی خواہش یہہ رہی کہ یہہ طریقہ جاری ہو — لیکن آخر الامر اس صدی میں وہ زمانہ آگیا جس میں لوگ یہہ سوچنے لگے کہ ایک بااقتدار اور خود مختار بادشاہ کی فی نفسہ کیا ضرورت ہی، قوم و گروہ خود کیوں نہ اپنا انتظام کرے — جبکہ قوم و سلطنت ایک میں ہو جائیگی تو پھر آزادی اور قوت میں کوئی اختلاف نہ رہیگا، قوم خود اپنے اوپر کوئی ظلم نہیں کر سکتی، ان لوگوں کی خواہش یہہ ہوئی کہ قوم خود حکمران ہو اور قوم کی خواہش کے بموجب اس میں سے لوگ حکومت کے کاموں پر مقرر کیئے جائیں تاکہ حکمران لوگوں کی خواہش اور فوائد

عین خواہش اور فوائد قوم کے ہوں — پس ایسی صورت میں قوم کو کچھ ضرورت
فہرگی کہ اپنی قوت کو اپنے اوپر محدود کرے •

لیکن جب جمہوری سلطنت کا طریقہ دنیا میں جاری ہوا اور بقرل اُن لوگوں کے قوم
خود اپنے اوپر حکومت کرنے لگی، تو معلوم ہوا کہ یہ جملہ قوم کو کچھ ضرورت نہیں
ہی کہ اپنی قوت کو اپنے اوپر محدود کرے، غلطی اور وہ لوگ جن کے ہاتھ میں
حکومت ہی وہی لوگ نہیں ہیں جن کے اوپر حکومت کی جاتی ہی ان کی یکدلی اور
ان دہنوں کی وحدت خیالی ہی — ایسی سلطنتوں میں جب کہا جاتا ہی کہ قوم کی
یہ خواہش ہی تو اصل میں اس سے مراد یہ ہوتی ہی کہ قوم کے اُن لوگوں کی یہ
خواہش ہی جو صاحبان اقتدار ہیں اور جن کے ہاتھ میں حکومت ہی، باقی جمہور انام
کی کوئی بات بھی نہیں پوچھتا — ایسی سلطنت میں کثرت رائے یا ایسے لوگوں کی
رائے جنکی رائے کثرت رائے کہلاتی ہی گویا پادشاہ ہی اور اس پادشاہ کی زیادتوں سے
حفاظت رکھنے کے لئے بھی اس کی قوت کو محدود کرنا ویسا ہی لازمی ہی جیسا کہ
پہلی حالت میں تھا — کثرت رائے کے ظلم نہایت خوفناک ہیں خصوصاً جبکہ کثرت رائے
اپنے ظالموں کو اُس گروہ اشخاص کے ذریعہ سے نافذ کرسکے جس کے ہاتھ میں حکومت
ہی — مثلاً ہماری قوم کی کثرت رائے جو ہم لوگوں پر (جو ایرانی باتوں میں تجدید
کو چاہے رکھتے ہیں) ظلم کر رہی ہی سخت ہی لیکن اگر ہماری سلطنت کا طریقہ
ایسا ہوتا کہ یہ کثرت رائے اپنے ظالموں کو حکام وقت کے ذریعہ سے نافذ کرسکتی تو یہ اور
قہامت تھا — عقلاً نے معلوم کیا ہی کہ جب سرسٹی من حیث الجماعت ظالم ہوتی ہی،
یعنی وہ اپنے اشخاص پر فرداً فرداً قوت غیر جائز نافذ کرتی ہی، تو اُس کے ظلم کے ذریعہ
اسی پر محدود نہیں رہتے کہ وہ اُن ظالموں کو اپنے پولیٹیکل حکام کے ذریعہ سے نافذ کرے،
بلکہ سرسٹی اپنے احکام خود جاری کرتی ہی، اور جبکہ وہ غلط احکام جاری کرتی ہی
یا احکام ایسے امور کی نسبت جاری کرتی ہی جن میں اُسکو دست اندازی نہیں چاہئے
تو وہ سوشل ظلم کرتی ہی اور یہ سوشل ظلم بہت زیادہ سخت ہی بہ نسبت کسی
پولیٹیکل ظلم کے، کیونکہ گو اس سوشل ظلموں میں سزا اتنی زیادہ نہیں ہوتی ہی مگر ان
سے بچنے کے وسائل نہایت تلیل ہیں اور یہ ظلم انسان کی زندگی پر روزانہ معاشرت کی
جزئیات اور ذرا ذرا سی تفصیلی باتوں تک پہنچ جاتے ہیں اور روح میں ایک غلامی کی
عادت پیدا کردیتے ہیں — ہماری قوم اور ہمارے ملک کی حالت ایک بہت عمدہ مثال
اس بات کی ہی، ہماری قوم میں رسم و رواج کی پابندی یا بین کہو کہ سرسٹی کی
رائے کی قوت استبداد تری ہی اور وہ مدتوں سے اس قدر ظلم کرتی چلی آئی ہی کہ اب
ہماری روح میں آزادی کا اثر تک باقی نہیں رہا بالکل غلامی سمائی ہی — ہم نہیں

دیکھتے کہ کون فعل اچھا اور کون فعل برا ہی ہم میں غیر کرنیکی جرأت نہیں ہی ہم صرف اُس فعل کو چاہئے بلکہ واجب سمجھتے ہیں جسکو سوسائٹی پسند کرتی ہی اور چونکہ سوسائٹی من حیث الجماعت تجدید کی مخالف ہی لہذا وہی دنیا نوسی حالت اور وہی دنیا نوسی طریقہ جاری ہیں، گو عقلاً وہ کتنے ہی مخالف زمانہ حال کے کہیں نہیں۔ صاف یہ ہی کہ شرع وغیرہ جو پکاری جاتی ہی یہ صرف ایک حیلہ ہی اصل یہ ہی کہ قوم کسی نئی بات کو پسند نہیں کرتی چونکہ پسند و نا پسند، جسکو بدہم اصول رغبت و احتراز کہتا ہی، ظاہر میں بھی ایک لغو اصول ہی اور جو شخص کسی امر کو اس دلائل سے برا کہے کہ اُسکی پسند کے خلاف ہی تو وہ لغو سمجھا جائے لہذا قوم نے ایسی پسند و ناپسند کو نافذ کرنیکے لئے ایک حیلہ نکالا ہی اور ہر امر کو شرع پر محمول کرتی ہی۔ پس اس طرح سے ہم میں ایک غلامی کی حالت آگئی ہی، شاہ صاحب اور مجتہد صاحب کا قول ہمارے لئے خدا کی وحی ہی گو ہمکو یقین ہو کہ جن مصالح سے شاہ صاحب و مجتہد صاحب نے وہ رائے قائم کی ہی اُسکو ہم اُن سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں۔ پس صرف بادشاہ اور حکام ہی کے ظلم سے اپنے تئیں حفاظت میں رکھنا ہمارے لئے کافی نہیں بلکہ رائے عام کے ظلموں سے اور سوسائٹی کے اس میلان طبع سے کہ وہ اپنے خیالات اور افعال کو بطور قانون اور طریقہ معاشرت اُن لوگوں میں قائم کرنا چاہتی ہی جو اُس سے منتق نہیں ہیں، ہمکو اپنے تئیں محفوظ رکھنا چاہیئے۔ سوسائٹی اور قوم کے دخل درمقولات کی، جو ہر شخص منفرد کی خود مختاری میں وہ کرتی ہی، ایک حد ہی، اور اُس حد کو تلاش کرنا اور اُس کو قائم رکھنا مسرت انسانی اور حالت قومی کی بہتری کے لئے واجب ہی *

اب وہ سوال جس پر ہم اس مسئلہ مشککہ کا حل منحصر ہی یہ ہی کہ کیونکر شخصی خود مختاری اور سوشل اختیارات میں مناسب توافق پیدا کیا جائے * وہ امر جس پر حیات انسانی کا بیش بہا ہونا منحصر ہی وہ یہ ہی کہ دوسروں کے افعال کی کسی قدر روک رکھی جائے۔ ہماری زندگی کسی کام کی نہیں ہی اور دوسروں کو یہ اختیارات حاصل رہیں کہ جب وہ چاہوں ہماری اولاد کو مار ڈالیں جب وہ چاہوں ہماری دولت کو چھین لیں ہمکو ایک منہ کے لئے اطمینان نہو۔ پس تو ضرور ہوا کہ افعال انسانی کے لئے چند قواعد مقرر کیئے جائیں یہ قواعد اولاً تو بذریعہ قانون نافذ کیئے جائیں، لیکن ثانیاً اُن مواقع میں جہاں قانون کا عمل مناسب نہیں ہی قوم و گروہ کی رائے کے ذریعہ سے قائم کیئے جائیں۔ مثلاً عموماً جھوٹ بولنا۔ راتعی اس سے مسرت انسانی میں خلل پڑتا ہی، جیسا کہ غرر سے معلوم ہوا، اپنے ذاتی و خانگی معاملات میں روز مرہ جو جھوٹ بولا جاتا ہی اُس کی ممانعت کے لئے قانون۔

بنانا بیکار ہی اولاً تو قانون کا اثر اُس تک نہیں پہنچ سکتا ثانیاً اگر جرمنیات زندگی کے لیئے قانون جاری ہیں تو بھی سوسائٹی کی مجبوری مسرت اور اطمینان کو نقصان پہنچتا ہے، لیکن قوم کی رائے کے ذریعہ سے اس کی ممانعت الیہ ہونی چاہیئے، یعنی جب قوم اس کو عیب میں شمار کرے اور جہوت بولے والے کو ذلیل سمجھے تو بیشک اس ممانعت کا فغان ہو سکتا ہے۔ پس تو معلوم ہوا کہ سوسائٹی کی رائے کو اس قدر قوت دہنی چاہیئے کہ وہ چند قواعد کو نافذ کر سکے لیکن یہ امر کہ وہ کون قواعد ہیں یہ ایک ضروری سوال ہے *

باستغناء چند امور کے مثلاً جہوت بولنا فحش بلکہ فریب دینا وغیرہ کہ ان کی ممانعت میں تمام اقوام متفقہ کی رائے متفق ہی اور کسی باب میں دو زمانوں کے لوگوں کی رائے بلکہ دو ملکوں کے آدمیوں کی رائے متفق نہیں ہے۔ ایک زمانہ میں ایک ملک کے لوگوں کی رائے ایک باب میں دوسرے ملک اور دوسرے زمانہ کے لوگوں کو تعجب خیز معلوم ہوتی ہے۔ انگریزوں میں شادی کی جہ بعض رسمیں ہیں ہندوستان والے انکو عجیب سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں میں چار ازواج کا کرنا انگریزوں کے خیال کو برا معلوم ہوتا ہے قس علیٰ ہذا۔ لیکن جہ قوم و گروہ جہ قواعد قائم کرتی ہے اسکو بدبہات سمجھتی ہے اور اس کے خیال میں ان سے زیادہ صاف و صریح اور ان سے زیادہ سچے کوئی قواعد نہیں ہوتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رسم و رواج ایک جہ ہے جہ لوگوں کی آنکھوں کو بند کر دیتا ہے۔ رسم و رواج جس کے ذریعہ سے ایک شخص دوسرے کو ایک خاص طرز معاشرت کے لیئے مجبور کرتا ہے ایک ایسی چیز ہے جس کے لیئے کوئی شخص استیصال پسند نہیں کرتا۔ بلکہ لوگ اس امر کے عکس ہورہے ہیں اور اسی خیال میں انہیں نے پرورش پائی ہے کہ خاص رسم جس شخص نے نکالی ہے وہ گویا پوشیدہ تھا اور اس کے افعال کی صرف نقل کرنا چاہیئے نایل کی کوئی حاجت نہیں ہے اور کسی رسم و رواج کی عین کی پر اگر نایل لائی بھی جاتی ہے تو صرف استن، کہ فلاں فلاں لوگ ایسا کرتے ہیں حالانکہ یہ کوئی نایل نہیں ہے، بلکہ نایل لانے والا شخص خون جگر ایک امر کو لہجہ سمجھتا تھا وہ اس کی ذاتی پسند تھی اب اس نایل سے صرف استن معلوم ہوا کہ چند اور اشخاص بھی اسکو اچھا سمجھتے ہیں۔ ایک باریک بات قابل غور یہ ہے کہ جب کوئی قوم کسی رسم و رواج کی پابند ہو جاتی ہے تو اپنی مذہبی کتابوں کے مضمون کو ایسے تاویل کرتی ہے کہ وہ ان کی رسم و رواج کے مطابق ہو جائیوں۔ لوگوں کی رائے جو کسی فعل کی اچھائی یا بُرائی کی نسبت قائم ہوتی ہے اس پر تو اثر ان وجہ کا ہونا ہی چاہئے سب سے اہم ان کی وہ خدائیں سنائے ہوتی ہیں جہ وہ دوسروں کے افعال کی نسبت رکھتی ہیں، اس جگہ عبارت ذرا پڑھو گئی لہذا مثال کی ضرورت ہے، مثلاً

مذہبی خدائیں یہ بھی کہ دوسرا شخص سمجھ کر معزز سمجھ کر مگر وہ نہیں سمجھتا لہذا
 سمجھ اُس سے نفرت ہوئی اُس علیٰ هذا - جب انسانوں میں کڑی گروہ اعلیٰ ہوتا ہی تو
 انکو تمام رسم و رواج بموجب اُس اعلیٰ گروہ کے فوائد و راعے کے قائم ہوتے ہیں - مثلاً کیا
 وجہ ہے کہ دنیا کی تمام رسومات کے بموجب مردوں کو زیادہ اختیارات بہ نسبت عورتوں کے
 دئے گئے ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مردوں کا گروہ ہر زمانہ میں زیادہ
 صاحب قوت و غلبہ رہا ہی بہ نسبت گروہ عورتوں کے - ہندوستان کے قوانین کے بموجب
 جو رعیتیں برہمن و چھتری وغیرہ کے لئے بمقابلہ شوتر کے رکھی گئی ہیں اسکی وجہ صرف
 یہ ہے کہ یہ گروہ بہ نسبت شوتر کے صاحبان حکومت و اقتدار رہے ہیں - ایک اور اصول
 جس کے بموجب افعال انسانی کے قواعد متوتب ہو کر بذریعہ قانون یا راعے جاری کیئے جاتے
 ہیں یہ ہے کہ لوگ اس امر کو فرض کر لیتے ہیں کہ خدا اس امر کو پسند کرتا ہی اور
 اس امر کو نا پسند کرتا ہی اور اس پسند و نا پسند کی غلامانہ متابعت کرتے ہیں *

غرض اصل میں یہی سوئٹھی کی پسند و نا پسند ہی جو بذریعہ قانون یا بذریعہ راعے
 نافذ کی گئی ہی - عموماً جو لوگ اپنی عقل و فراست اور خیالات کی شایستگی میں
 اوروں سے بڑے گئے ہیں انہوں نے یہی اس اصول کو قائم رکھا کہ اس کی تفصیل میں
 انہوں نے کچھ اختلاف کیا ہو - ان لوگوں نے بجائے اس بحث کے کہ سوئٹھی کے پسند
 و نا پسند اشخاص کے لئے واجب التعمیل ہونا چاہئے یا نہیں اس امر کی تفتیش شروع
 کر لی کہ سوئٹھی کو کیا امور پسند کرنا چاہئے اور کیا نا پسند - حالانکہ اس تفتیش کا
 جو نتیجہ دی وہ خود صرف ایک راعے ہی جسکو سبکے لئے واجب التعمیل ہونا لازم
 نہیں *

مذہب میں پہلے پہل تو بہت جنگ و جدال ہوئی ہو مذہب کے گروہ اس امر
 کو واجب سمجھتے تھے کہ دوسروں کو اپنے مذہب میں مجبوراً لے آئیں لیکن جب اسمیں وہ
 کامیاب نہ ہوئے تو یہ امر جائز کر دیا گیا کہ ہر گروہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہے اور یہ مذہبی
 آزادی کہی جاتی ہی - لیکن اصل مذہبی آزادی کسی میں نہیں ہی، بجز چند کے،
 اور انکو لوگ لامذہب سمجھتے ہیں - بڑے سے بڑے آزاد منش جو لوگ ہیں وہ کہتے
 ہیں کہ ”سنی ہو یا شیعہ ہو کچھ پرواہ نہیں ہی لیکن مسلمان ضرور ہو“ دوسرے
 لوگ جو آزادی کو زیادہ توسیع دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ”کم سے کم یہ ہے کہ خدا کو
 ایک جانے اور آخرت کا قایل رہے“ جو لوگ سب سے زیادہ اپنے تئوں غور متعصب اور آزاد
 خیال کا سمجھتے ہیں اُن کا قول ہی کہ ”جو اعتقاد انسان چاہے رکھے لیکن خدا کے
 وجود کا ضرور قایل ہو“ - لیکن یہ سب امور آزادی مذہبی کے خلاف ہیں - ہم جو راعے
 چاہیں رکھیں لیکن دوسروں کو ہم کیوں چاہتے ہیں کہ وہ یہ اعتقاد رکھیں اور یہ ترکیبیں -

واقعی سب سے زیادہ جس نے لوگوں کو غلامانہ عادات میں ڈال دیا اور سب سے زیادہ جس چیز نے آزادی کو لوگوں کے دلوں سے نکال دیا مذہبی تعصب ہی — مسلمانوں کی تمام اقوام میں سب سے زیادہ جو گروہ اس مصیبت میں پہنسا ہی وہ شیخہ ہیں، مفت میں اپنے اوپر رنج کی تکلیف اُٹھاتے ہیں، جب دوسروں کو اپنا سا نہیں بناسکتے اور اُن افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جنکو کوئی پولیٹیکل یا سوشل یا مارل قانون جائز نہیں رکھ سکتا *

پس اب میں اُس حد کا ذکر کرتا ہوں جس حد تک سوسائٹی کے اختیارات کو افراد سوسائٹی پر توسیع دینا چاہیئے — میرے نزدیک کسی شخص من حیث الانفراد یا سوسائٹی کو کسی شخص کے فعل میں دخل ندینا چاہیئے بجز اس کے کہ اُس سے اپنی حفاظت مقصود ہو — یعنی سوسائٹی کی کسی فرد پر اُس کی خواہش کے خلاف صرف اُس وقت اختیار نافذ کرنا چاہیئے جبکہ یہ مقصود ہو کہ کسی دوسریکو ضرر سے محفوظ رکھیں، بلکہ اُس شخص کی خود بہتری کے لئے ہمکو کچھ ضرور نہیں ہی کہ اُسکی آزادی افعال میں خلل ڈالیں — خود کشی کی ممانعت اس وجہ سے نہیں ہی کہ سوسائٹی کو اُس شخص کا فائدہ متصور ہی بلکہ وجہ یہہ ہی کہ اُس شخص کے مرجانے سے خون سوسائٹی کا نقصان ہی، اُس نقصان سے محفوظ رہنے کے لئے سوسائٹی اس جرم کی ممانعت کرتی ہی — میری مراد یہہ نہیں ہی کہ بچوں کو یا اُن لوگوںکو جو بسبب عدم تعلیم کے بالکل مثل بچوں کے ہیں یہی آزادی ہونا چاہیئے — اب یہہ بحث کہ وہ ضرر کس قسم کا تھا جسکی حفاظت مطلوب ہی اور کس درجہ تک حفاظت ہونا چاہیئے بالکل بوثلتی پر مبنی ہی یعنی فوائد و مضار کے حساب پر — یہہ ایک طویل بحث ہی — اس میرے مضمون کا خلاصہ صرف استقدر ہی کہ کسی شخص کو جائز نہیں ہی کہ دوسریکو اپنی راے کے موافق ہونے پر مجبور کرے یا یوں کہو کہ خون بلا سوچے صرف عام راے کے بموجب اپنے طریق اعمال کو بنائے — آزادی راے ایک ضروری شی انسان کے لئے ہی اگر آزادی راے اُس میں نہیں ہی تو وہ غلام ہی *

رباعیات

حسب حال زمانہ از فتایح طبع عالی جناب حالی

اول

کہنا واعظ کا مومنوں کو بے دین * ہی آج کل ایمان کے لیئے شرط یقین
غالب ہی کہ قبرمیں ہو مومن سے سوال * تکلیف بھی واعظوں نے کی تھی کہ نہیں

دوم

ایک گہر نے بوجھ جو اصول اسلام * واعظ نے کہا رُمائے جہال و عوام
ہی شرط نجات ملت بیضا میں * کی عرض کہ قبلہ ایسی ملت کو سلام

سوم

جب تک کہ نہو دشمن اخواں پکا * ہوتا نہیں مومن کا اب ایساں پکا
ہم قوم کی خیر مانگتے ہیں حق سے * سنتے ہیں کسیکو جب مسلسل پکا

